

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

2914

Call No.

22.974/125941-5

Accession No.

5945

Author

شجر

2914

Title

تاريخ السنين

This book should be returned on or before the date last marked below.

خاتم المرسلین

یعنی

غنیم و سبوط "یا رخ ارض مقدس" کی چوتھی کتاب جس میں حضرت رسول
آمنہ الزمان علیہ التیۃ والثناء کی مبارک سیرت تمام و کمال آگئی ہے اور بجائے خود
ایک مستقل کتاب ہے

مولفہ

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شہر ریڈیٹر دگلہ از

سال ۱۹۱۸ء میں اکتوبر ۱۹۱۸ء سے دسمبر ۱۹۱۸ء تک شائع ہو کے مکمل ہوئی
اور حسب فرائض

مولوی محمد صدیق حسن صاحب ریڈیٹر تورخ و نیچر مہذب بک اینجینی

۱۹۱۹ء میں

خاکسار (حکیم) محمد سراج الحق پرنٹر و پبلشر
کے اہتمام سے

دگلہ از پریس لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان من پٹ

ترجمہ تاریخ گبن

گبن کی تاریخ "انخطا و نروال دولت روم" دنیا کی وہ اہم ترین تصنیف ہے جسے شائع ہونے ہی دنیا کا علمی مذاق بدل دیا۔ اور واقعی یہ کتاب اُن چند مہتمم با نشان اسباب میں جنہوں نے یورپ کو موجودہ یورپ اور انگلستان کو موجودہ انگلستان بنایا۔ اسی عظمت اُس کا ترجمہ یورپ کی تمام زبانوں میں ہو گیا۔ اردو میں بارہا کوشش کی گئی کہ اس عظیم اثر تاریخ کا ترجمہ شائع کیا جائے۔ مگر اُس کی عظمت اور صفات کی وجہ سے کسی کو ہمت نہ اور چند لوگوں نے ہمت کی بھی تو اُن کو کامیابی نہ ہو سکی۔

فی الحال میں نے یہ تجویز قرار دی ہے کہ گبن کے دو دو بابوں کا ترجمہ جوار دس بارہ جزیں آجایا کرے گا جدا جدا رسالوں کے طور پر شائع کرنا رہوں۔ ہر رسالہ دو تین مہینوں کے اندر شائع ہو جایا کرے گا۔ اور اُس کی قیمت فی جلد ۸ یا ۱۰ روپے سے زیادہ ۱۲ روپے قرار دیجائے گی۔ اور یہ رسالے مورخ سے الگ غیر موقت انشورع کتاب کی وضع سے برابر نکلتے رہیں گے اور چند سال میں پوری مکمل تاریخ گبن اردو میں پسید ہو جائے گی۔

لیکن اتنے بڑے کام کی جرات اُس وقت تک نہیں کی جاسکتی جب تک کہ اُس کم سے کم دو مستقل خریدار نہ پیدا ہو جائیں۔ لہذا وہ تمام حضرات جو اس ارادے کی قدر کرنے اور اداری زبان کی اس عظیم نشان خدمت میں ہاتھ بٹانا چاہتے ہوں براہ کرم مطالبہ فرمائیں کہ اس تجویز سے اُن کو اتفاق ہے اور اس رسالے کی ایک یا بخیال دستگیری دہائی کئی جلدیں دہائی پی لے لیا کریں گے۔ اگر دو سو خریدار پورے ہو گئے تو فوراً کام شروع کر دیا جائے گا۔ اور چند روز کے اندر ترجمہ گبن کا پہلا رسالہ اُن کے ہاتھ میں پہنچ جائے گا۔

ہمیں اپنے احباب سے امید ہے کہ اس معاملے میں خاموشی نہ اختیار فرما۔ خوب یاد رکھیے کہ یہ کام تکمیل کو پہنچ گیا تو بہت بڑا کام ہو گا۔

ایڈیٹر مورخ۔ کٹرہ نمن سگ خان۔ لکھنؤ

فہرست باب خام المصلین

باب اول

دلائل و اثبات

۱ شریعت و روایات و احکامات
۲ جلی سیر کی بے احتیاجان
۳ ابن شام کا اعتبار و استناد
۴ نشانہ شناسی کے عمل سے
۵ کما عیار و کیفیت
۶ آئینہ جی نام تارخون کو یاد دہن
۷ بی نهایت بلندی و صحت میں پیدا ہونے
۸ بی کی ولادت اور وقت جناب آمد کی ضرورت
۹ رخصت و قدرت نشی و تناسل
۱۰ اسے ولادت
۱۱ جہاز و
۱۲ یہ ہند سے ہے
۱۳ باب صبا و طلب کو خبر کی گئی
۱۴ آپ کو کعبہ میں لے جا کر دعا کرتے ہیں
۱۵ نیکہ اور نام
۱۶ ان نام کے اختیار کرنے کی وجہ
۱۷ برالمطلب کا خواب
۱۸ ان کی تعبیر
۱۹ آپ کے ہجر نام

باب دوم

ایام بضع

۱۲ نام کے مصلیٰ و ب کا مصلیٰ
۱۳ نے کہ مورخین کا مصلیٰ
۱۴ ان کی کوئی تفسیر
۱۵

GERMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIBRARY

۱۱ ولادت مند

۱۲ علیہ سجدہ

۱۳ ان کا کہہ میں آنا

۱۴ آپ علیہ کے گھر جاتے ہیں

۱۵ وہ ان آپ کی پرکھتے

۱۶ آپ کا نیا سونائی گھر

۱۷ نئے ارفاقی بویز

۱۸ غیر معمولی نشو و نما

۱۹ جیگر آپ کے سامنے سجدہ کرتی ہے

۲۰ علیہ آپ کے حالات کو سننے و کھنچے ہیں

۲۱ دو دو پڑھائی اور نذر پرسی کا پہلا نظریہ

۲۲ علیہ آپ کو جناب آنے کے پاس لاتی ہیں

۲۳ مگر اجازت سے پھر لے جاتی ہیں

۲۴ آپ پھر بیان کرنے جاتے ہیں

۲۵ شوق صدور

۲۶ علیہ کا خائف ہوتا

۲۷ آپ کا کھانا اور ملنا

۲۸ آپ اور شفقت کے دامن مافیت میں

۲۹ شوق حکام میں ایک کا جن آپ کو بچا تھا ہے

۳۰ سونق المہاز میں بھی آپ بچا تھا ہے

۳۱ ایک اور عورت نے بھی آپ کو دودھ پلایا

۳۲ آپ کی اور دودھ پلانے والیاں

باب سوم

پیراۓ عہد نامہ

۱۳ آپ ہر سال کے ہیں
۱۴ سطرہ آمد کی دعا
۱۵ صبا و طلب آپ کے مشکل ہوئے
۱۶ آپ کے ساتھ
۱۷ ان کا کہہ میں آنا

میں نے اپنی برستیاں
میں سے چھین کر چھین کر

آغاز بلوغ سوجنا۔

سلاج کا ہن آپ کو پہنچتا ہے۔

جواب عبدالمطلب کا انتقال۔

الوطالب آب کے کفیل ہے۔

دادا کے مرنے پر اس کا حشر۔

ابو طالب کی تعظیم و احترام

ان کے طہرین آپ کی پرستش

لو طالب کی دعا سے بھی ایک کی برکت سے کافی

رسالة -

ایک اور کاہن آپ کو پہچانتا ہے۔

آپ کا پہلا سفر شام۔

بجیر الہیہ -

وہ آپ کو غور سے دیکھتا ہے

اور آخر پہچان جاتا ہے۔

عیہ ایون کا قیاس اور اس کی بے وقعتی

آپ کی عفت و ریشہ نازی

دوم ہے آپ کو امین کا خطاب ملتا ہے۔

ہر مہینہ ہونے کے دیگر واقعات

آپ کی نصبت اسیب کا خیال ہے۔

مگر آپ کے بزرگ ہمیشہ مطمئن رہے۔

آپ بھڑیان چراتے ہیں

اس لیے سے بروت کا جنس

آپ ہمیشہ ہر محنت و مصرت و محنت سے روکے ہوئے

اعراض کے شکایت ہوانہ

آپ وہاں زبردستی لے جائے گئے۔

۱۱۱

۲۵۷	ایک مومنہ عورت	۲۳۵	طوائف میں ہندو وغیرہ نساء قریش کی کیا کرتا رہیں
۲۵۷	جو سلطان اُحدین بھاگ گئے تھے	۲۳۵	مشرکین کی شکست
۲۵۸	دریائے حیر میں عام ماتم	۲۳۶	اگلائی سے سلمان تیر اندازوں کا ہٹنا
۲۵۹	انصار کی ایک مہربان غلط فہمی	۲۳۶	خالد بن ولید کا حملہ پشت کی طرف سے
۲۵۹	بین کی ممانعت	۲۳۶	مسلمانوں کی شکست
۲۵۹	حرمات خمر	۲۳۷	خود آپ کے مارے جانے کی اذاد
۲۵۹	سلسلہ ۵۵	۲۳۷	اُس وقت آپ کی کیا حالت تھی
۲۵۹	سیر ابو سلمہ	۲۳۷	حضرت علی کی شجاعت
۲۶۰	سفیان بن خالد کا قتل	۲۳۷	جو لوگ آپ کی جان لینے کے رہے تھے
۲۶۰	غزوہ بدر	۲۳۸	ایک مسلمان خاتون کی شجاعت
۲۶۰	مشرکین کی دغا بازی	۲۳۸	الہام بن خلف خود آپ کے ہاتھ سے مارا گیا
۲۶۱	حبیب کی شریفی انفسی اور شہادت	۲۳۹	جان نثاروں نے آپ کو کھارست بچایا
۲۶۲	ابن مسعود کی شہادت	۲۳۹	آپ کے مارے جانے کی خبر سن کے مسلمانوں
۲۶۲	عاصم کی لاش کو خدائے دشمنوں نے محفوظ رکھا		کی حالت
۲۶۳	سیر عمرو بن امیہ مہری	۲۵۰	حضرت حمزہ کی شجاعت
۲۶۳	سیر بصر مہوتہ	۲۵۰	اور شہادت
۲۶۳	تمام سیر والوں کی شہادت	۲۵۱	ہندو حضرت حمزہ کا کھینچا جاتی ہے
۲۶۳	عمرو بن امیہ کی سرگردشت	۲۵۱	حضرت حمزہ کی لاش کے ساتھ اُس کا پرتاؤ
۲۶۵	دو دوسری کافروں کو قتل کر کے پھینکے	۲۵۱	خوشی کی باقی سرگردشت
۲۶۵	اور آپ اُن کا قیدیہ ادا کرتے ہیں	۲۵۱	ایمان لان
۲۶۵	یہودین نصیر کی دغا بازی	۲۵۱	اور سلسلہ کذاب کو قتل کرنا
۲۶۶	غزوہ بنی نضیر اور اُن کا محاصرہ	۲۵۲	نہمیں کے ساتھ جناب عائشہ اور مسلم کا پرتاؤ
۲۶۶	وہ بھجھا رہے تھے	۲۵۲	آپ کے زندہ موجود ہونے کا غرور اُن کو
۲۶۶	اور جلاوطن کیے جاتے ہیں	۲۵۳	جناب علی کا غلطہ زہر آپ کے زخموں کا
۲۶۷	غزوہ بنی نضیر کی غنیمت		علاج کیے ہیں
۲۶۸	غزوہ ذات الرقاع	۲۵۳	ابو سفیان کو ایک جگہ مسلمان سپا کرتے ہیں
۲۶۸	نار نہ خون	۲۵۳	کفار قریش کی عورتیں میدان ہیں
۲۶۸	آپ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے	۲۵۳	ابو سفیان اور مسلمانوں میں سوال جواب
۲۶۸	آپ کے لواحقین عبد اللہ بن عثمان کا انتقال	۲۵۳	پارسیوں کی لڑائی کا اقرار
۲۶۹	غزوہ بدر رضوی	۲۵۵	صفیہ بنت عبد المطلب کی قتل مزاحی اور ذوق الہامی
۲۶۹	مسلمانوں کے ڈرانے کی سرکش	۲۵۵	شہیدوں کی بھرتی
۲۶۹	الو بکر و عمر کی مستقل مزاجی		
۲۷۰	ابو سفیان اہل مکہ کو پہلا کے میدان میں لانا		
۲۷۰	اور بے مقابلے کی جرات کو اس کا ہے		
۲۷۱	حضرت ام سلمہ کو زہر بھرتی آپ کے عقید میں		

باب بیچہم

زمانہ بنی غزوہ احد غزوہ اُحزاب
دشمنوں کا تعاقب

۲۸۴	غضب آسانی	۲۴۱	زید بن حارثہ اور زینب بنت جحش کا واقعہ
۲۸۵	مذہب بن ایمان دشمنوں کا حال دریافت کرنے کو	۲۴۲	زینب کا عقیدہ آسمان پر چوایا زمین پر بھی
	جانتے ہیں	۲۴۳	سہمہ
۲۸۵	دشمنوں کا بھاننا	۲۴۴	غزوہ دومتہ الجندل
۲۸۶	دشمنوں کا نقصان	۲۴۵	نقطہ میں آپ شریکین کی مدد کرتے ہیں

باب بستم

	غزوہ بنی قریظہ و دیگر واقعات
۲۸۶	غزوہ بنی قریظہ
۲۸۷	یہود بنی قریظہ کا محاصرہ
۲۸۸	ان کا سردار ان کو مسلمان کرنا چاہتا ہے مگر وہ نہیں مانتے
۲۸۸	الولہاء آپ کے وکیل بن کے قلعے میں جاتے ہیں
۲۸۹	اور ان کی ہمدردی میں اپنے فرض کو بھول جاتے ہیں
۲۸۹	ان کی نداشت اور توبہ
۲۸۹	بنی قریظہ چھوڑ کر کھتے ہیں
۲۹۰	ان کی نسبت سعد بن معاذ کا فیصلہ
۲۹۰	ان کا قتل
۲۹۱	ان میں سے جو لوگ زندہ بچے
۲۹۱	مال فقیہ کی تقسیم
۲۹۱	ریحانہ بنت عمر آپ کی حرم محترم
۲۹۲	ان کا ایمان لانا
۲۹۲	آپ کا گھوڑے سے گرنا
۲۹۲	آپ نو مسلمین کو کتے سے بھاگنے کی تلقین
۲۹۳	سیرۃ محمد بن مسلمہ
۲۹۱۰	خاتمہ بن اثال
۲۹۱۰	ان کا ایمان لانا
۲۹۱۰	سیرۃ عکاشہ بن محسن
۲۹۱۰	سیرۃ محمد بن مسلمہ
۲۹۵	اور ان کی تباہی
۲۹۵	سیرۃ ابو عبیدہ
۲۹۶	غزوہ بنی ثعلابہ
۲۹۶	سیرۃ زید بن حارثہ بجا نبی صلی
۲۹۶	سیرۃ زید بن حارثہ بمقابلہ بنی ثعلابہ
۲۹۶	سیرۃ زید بن حارثہ بمقابلہ بنی جذامہ
۲۹۶	جناب رسالت کی انصاف پسندی
۳۰۰	سیرۃ زید بن حارثہ بجا نبی صلی و اہل البیت

باب نوزدہم

	غزوہ خندق یا احزاب
۲۴۱	یہود کی بد غہری
۲۴۲	ادھ میت پرستی کو تو حید سے اچھا جانتے ہیں
۲۴۳	آپ کے مقابلہ کے لیے قابل جواب صحیح نہیں
۲۴۵	ان کی مجموعی تعداد
۲۴۵	آپ کا تردد
۲۴۵	گھائی یا خندق کو کھودنے کی سختی
۲۴۶	اس کا انجام
۲۴۶	مسلمان ناری کی شمار اہل بیت میں ہے
۲۴۶	مہاجرین و انصار کا جوش اطاعت
۲۴۶	نہترجات اسلام کا پلے سے نظر آ جانا
۲۴۶	دشمن دینے کے گرد آتے ہیں
۲۴۶	شکر اسلام کا مقابلہ کو نکلتا
۲۴۶	یہود کی بد شکلی
۲۴۶	یہودوں اور یحییٰ کی حفاظت
۲۴۶	ایک خود آپ پر حملہ آور ہونے والے کا انجام
۲۴۶	بنی غطفان سے صلہ کی گفتگو
۲۴۶	انصار اسے نہیں منظور کرتے
۲۸۰	نبوت نے اجتہاد کی کہان تک اجازت دی ہے
۲۸۰	عروہ بن مسعود
۲۸۰	سودیت علی کے ہاتھ سے اس کا مارا جاتا
۲۸۱	سعد بن معاذ کا زخمی ہونا
۲۸۱	ان کی دعا و آرزو
۲۸۱	صفیہ بنت عبد المطلب کی بیماری
۲۸۲	فتح کا سامان
۲۸۳	نعم بن مسعود کی کارگزاری
۲۸۴	دشمنوں میں بھڑک

۳۱۸	اس حضرت کا فیصلہ	۳۰	سر عبد الرحمن بن عوف
۳۱۸	حسان کے ساتھ آپ کی رعایت	۳۰	سر علی بن ابی طالب
باب بست و دوم		باب بست و یکم	
صلح حدیبیہ اور دیگر واقعات		غزوہ بنی المصطلق اور واقعہ انک	
۳۲۰	دوسرے سر زید بن حارثہ کا جانب وادی القری	۳۱	غزوہ بنی المصطلق
۳۲۰	ام فہ	۳۰۴	انصار و مہاجرین کی باہمی چھیڑ چھاڑ
۳۲۰	اس کی گرفتاری اور اس کا قتل کیا جانا	۳۰۴	ابن ابی منافق
۳۲۰	سر عبد اللہ بن رواحہ	۳۰۶	اس کے بیٹے کا صدق ایمانی
۳۲۱	اسیرین رزام کا قتل	۳۰۶	ام المؤمنین جویریہ
۳۲۲	سر زید بن حارثہ کا جانب مدین	۳۰۶	آن حضرت کی غیب دانی
۳۲۲	واقعہ حدیبیہ کی ابتدا	۳۰۸	آیت تمیم کا شان نزول
۳۲۳	آپ کا سفر کا جانب مکہ معظمہ	۳۰۹	واقعہ انک
۳۲۳	قریش مزاحمت کرتے ہیں	۳۰۹	اس کی سرگزشت خود جناب صدیق کی ثباتی
۳۲۴	آپ کا ایک معجزہ	۳۰۹	تافیل سے کھجورہ جانے کا سبب
۳۲۴	شکرین کی طوف سے بدل کا آنا	۳۱۰	صفوان بن یثقل جس سے تہمت لگائی گئی تھی
۳۲۴	پھر غزوہ بن مسعود کا آنا	۳۱۱	تہمت کے مشہور کر کے والے
۳۲۵	صحابہ کی جان نثاری دیکھ کے عودہ کی ہمت	۳۱۱	جناب صدیق کا ورود مدینہ
۳۲۶	آپ خراش بن امیہ کو اپیل کر کے پاس بھیجے ہیں	۳۱۱	اس نہانے میں حضرت رسالت کا ان کے ساتھ جانا
۳۲۶	عقاروق کا کھٹے جانے میں عذر کرنا	۳۱۲	جناب عائشہ سے ہیں کہ ان پر کیا الزام لگایا گیا
۳۲۶	عثمان بن عفان کے جاتے ہیں	۳۱۲	اسامہ بن زید اور جناب علی سے آپ شروع فرماتے ہیں
۳۲۶	جناب عثمان کی شہادت کی خبر	۳۱۳	بربرہ لڑائی کی شہادت
۳۲۶	بیعت حدیبیہ	۳۱۳	آپ کا خطبہ مجمع عام میں
۳۲۶	جد بن قیس کا بیعت سے محروم رہنا	۳۱۴	اس و خراج کا باہمی جھگڑا
۳۲۶	سہیل بن عمرو و شکرین کی طوف سے آنا ہے	۳۱۴	جناب صدیق کی حالت
۳۲۸	تحریر معاہدہ	۳۱۵	حضرت رسالت تھیں قحط فرماتے ہیں
۳۲۸	معاہدہ کی اعلیٰ شرط	۳۱۵	عائشہ کے مان آپ کا ظلوں و دینی
۳۲۸	دیگر شرائط	۳۱۵	خود جناب عائشہ کا بیان
۳۲۹	اس پر صحابہ کی مہرین	۳۱۶	ان کا انکسار نفس
۳۲۹	ابو جندل کی مظلومی	۳۱۶	خدا پر ایمان و وحی جناب صدیق کو بری کرتا ہے
۳۲۹	تکلیل رسوم عمرہ و قربانی	۳۱۶	حضرت علی کا طرز عمل اس معاملے میں
۳۲۹	عمر و رسوم کے خلاف کرنے میں لوگوں کو تنہیل	۳۱۶	عائشہ و علی کی کرشمہ کی بنیاد
۳۳۰	یہ صلح نبوی کا سیاسی نتیجہ تھی	۳۱۶	تہمت لگانے والوں پر حد شروع
۳۳۰	ابو بکر کا مشرکین کی قید سے بچوت دینے میں آنا	۳۱۸	صفوان اور حسان کی لڑائی

۳۲۵	روم کے مشبک کا مسلمان ہونا	۳۳۱	آپا خنیں پر پابندی تہہ شرکین کے چوالے کرتے تھیں
۳۲۵	اور شہادت پانا	۳۳۱	ابا بوبکر رضی اللہ عنہ کے قاتل کا لڑکھانہ
۳۲۵	ہرقل جزیرہ قبول کرنے پر بھی آمادہ ہے۔	۳۳۱	ازہریت سے مسلمان بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔
۳۲۵	ہرقل زیادہ لغتیش کے رہے ہے	۳۳۱	اہل مکہ کی پریشانی اور انجی شرط کو جو ہا شرک کرانا
۳۲۵	ابو سفیان وغیرہ مشرکین اُس کے دیار میں	۳۳۲	شرک و مون من منا کت کا ناجائز قرار پانا
۳۲۶	آپ کے تعلق ابو سفیان کا اظہار رد بار تضرعی	۳۳۲	غزوہ غامہ یا ذی قرد
۳۳۴	اُس کے اظہار پر ہرقل کی رائے۔	۳۳۲	مشرکین کی تاخت آپ کے چراگاہ پر
۳۳۸	رسالت کے تعلق ہرقل کی ایک بیٹی	۳۳۲	سلمہ کی شجاعت
۳۳۹	وہ خط جو خضر و یروین کے نام گیا تھا	۳۳۳	احزم اسدی کی شہادت
۳۳۹	یروین کی شکست پر سرکشی	۳۳۴	مشرکین کی دغا بازی
۳۵۰	اُس کا فرمان حاکمین کے نام	۳۳۵	سریر کرز بن جابر فہری
۳۵۰	میں کے عجیب سفر دینے میں	۳۳۵	جناب عائشہ کی والدہ کا انتقال
۳۵۰	ڈاڑھی منڈانے کی خدمت		
۳۵۱	آپ کی خیب دانی اور سفیروں کے ساتھ برتاؤ	باب سبست و سوم نشان بان ارض سے مراسلت	
۳۵۱	اُن سفیروں کی واپسی		
۳۵۱	بازان حاکمین کا ایمان لانا		
باب سبست چہارم فتوح غیر وفد اور بیو کی قوت کا اضمحلال وغیرہ		۳۳۴	دین اسلام کا عروج
		۳۳۴	سلاطین ارض کے نام خطوط تبلیغ
۳۵۲	شہر کے متعلق حقیقت خدخال	۳۳۴	ہرزدن کا رواج اسلام میں
۳۵۲	یہود آپ پر جادو کرتے ہیں	۳۳۴	طلانی زبور کی حرمت
۳۵۲	اور اُس کا وضعیہ	۳۳۴	خطوط رسالت کی فہرست
۳۵۲	سریر ایمان بن سعید	۳۳۸	آپ کا خط جو فرمانروا سے ہمارے نام گیا تھا
۳۵۵	یہود کے قطع و قلع کی ضرورت	۳۳۹	جو خط حاکم بجرین کے پاس گیا تھا
۳۵۵	غزوہ خیبر	۳۳۹	جو خط حاکم بنی عنان کے پاس گیا تھا
۳۵۵	حسا کر نبوت کی شان	۳۳۵	جو خط نجاشی کو بھیجا گیا تھا
۳۵۶	ابن ابی کی منافقت	۳۴۰	جواب میں اُس کا ایمان لانا
۳۵۶	قلندہ اسے بچہ کا محاصرہ	۳۴۱	ام المؤمنین ام حبیبہ آپ کے عقد میں
۳۵۶	قلندہ نامہ و قمرس	۳۴۲	جو خط حاکم مصر قوس کے نام گیا تھا
۳۵۶	ام المؤمنین صفیہ بنت یمان	۳۴۲	اُس کا جواب
۳۵۶	قلندہ صعب بن معاذ	۳۴۲	موقوف کے لیے
۳۵۶	قلندہ لمائے و طبع مسکالم	۳۴۳	جو خط نصیر روم ہرقل کے نام گیا تھا
۳۵۶	مرحوب	۳۴۳	اُن دنوں دولت روم کی حالت
۳۵۶	جناب علی مرتضیٰ کی فضیلت	۳۴۳	رومیہ کے ایک متوجہ عالم کا خیال آپ کی نسبت
		۳۴۴	ہرقل دین اسلام قبول کرنے کی کوشش کرتا ہے
		۳۴۴	اور ناکام ہوتا ہے
		۳۴۴	ابوہ آپ کے سفیر کو روم کے لشکر کے پاس بھیجتا ہے

۳۴۹	مہاجرین حبشہ کی دہائی	۳۵۸	محب کا آپ کے ہاتھ سے مارا جاتا
		۳۵۸	رجب مغلوب
		۳۵۸	س شربا پڑنے سے قح ہوئے
		۳۵۹	خلافت فاروقی میں اُن کا حلا وطن کیا جانا
		۳۵۹	زینب بنت حارث آپ کو زہر دیتی ہے
		۳۶۰	پھر اُس کی توبہ اور ایمان لانا
		۳۶۰	سحاح بن علقطہ کے جانتے ہیں
		۳۶۱	اور مشرکین سے کہتے ہیں کہ آپ کو یہود خیر نے
			گزار کرنا
		۳۶۱	اس پر اہل مکہ کی خوشیاں
		۳۶۱	جناب عباس کو معلوم ہو کر یہ خبر غلط ہے
		۳۶۱	فتح فک
		۳۶۲	اس کی نصت زمین پر خود حضرت رسالت کا قصہ
		۳۶۲	فک کے تعلق شیعوں کا اعتراف اور اُس کی
			اصلی سرگزشت
		۳۶۲	جناب سیدہ کی ناراضی
		۳۶۲	حضرت عمر کے دربار میں معاملہ فک کا پیش ہونا
		۳۶۲	حضرت علی و عباس کی باہمی نزاع
		۳۶۲	حضرت عمر کی گفتگو
		۳۶۲	اراضی فک کی حالت حضرت سرور کائنات کے
		۳۶۲	پھر ابو بکر صدیق کے عہد میں
		۳۶۵	حضرت فاروق کے عہد میں اس پر بنی ہاشم کا متولی قرار پایا
		۳۶۵	حضرت عمر کے فیصلے کی سچائی
		۳۶۶	حضرت عمر کے عہد میں باقی ماندہ نصف زمین بھی اُمین
			شامل ہو گئی
		۳۶۶	فک، جناب عثمان و جناب علی کے عہد میں
		۳۶۶	جناب معاویہ کے عہد میں
		۳۶۶	عمر بن عبدالعزیز کا اس پر قبضہ
		۳۶۶	اور بنی فاطمہ کو اس کا متولی کرنا
		۳۶۶	بنو عبدالمطلب نے یہ الراضی بنی فاطمہ کو دینی تھی بلکہ
		۳۶۶	اُنھیں متولی بنایا تھا
		۳۶۶	پھر خلفائے فاطمہ ہامون رشید کے عہد میں
		۳۶۸	عزیزہ وادی القری
		۳۶۸	لڑائی
		۳۶۸	احد فتح
۳۶۰	سیرہ عمار فوق		
۳۶۰	سیرہ ابو بکر صدیق		
۳۶۱	سیرہ نبیر بن سعد		
۳۶۲	ان کے تمام ساتھیوں کی شہادت		
۳۶۲	سیرہ غالب بن عبد اللہ لیشی		
۳۶۳	اسامہ کے ہاتھ سے ایک ایمان قبول کرنا اُسے مارا جانا		
۳۶۳	آپ کی ناراضی		
۳۶۳	سیرہ نبیر بن سعد		
۳۶۳	عمہ القضا		
۳۶۵	مسلمانوں کی روانگی کی شان		
۳۶۵	مشرکین کی گھبراہٹ		
۳۶۶	آپ کے تین ورود		
۳۶۶	جو لوگ باہر رہ گئے تھے اُن کا بھی اُسے عہد کرنا		
۳۶۶	ام المؤمنین سمیرہ آپ کے تقدیر		
۳۶۶	کے سے آپ کی دہائی		
۳۶۶	جناب حمزہ کی بیٹی کا ساتھ آنا		
۳۶۶	اسامہ بن عیس اُن کی تکفل قرار پائیں		
۳۶۸	سیرہ اخرم		
۳۶۸	اور تمام ہجرا ہجرت کی شہادت		
۳۶۸	شہدہ		
۳۶۹	سیرہ غالب بن عبد اللہ		
۳۶۹	سیدہ کا غیر معمولی ضبط و استقلال		
۳۶۹	و دشمنوں پر حملہ		
۳۸۰	سائیدہ حبشی		
۳۸۰	عمرو بن عاص اور خالد بن ولید کا ایمان لانا		
۳۸۱	عمرو بن عاص کے ایمان لانے کا سبب		
۳۸۱	سجائی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا		
۳۸۲	پھر خالد کے ساتھ مدینہ میں آئے		
۳۸۲	اور ایمان لائے		
۳۸۲	سیرہ غالب لیشی		

۳۹۵	عروین عاص کا شوق سرداری	۳۸۳	سیر شجاع بن وہب
۳۹۵	معاہدہ مدینہ فتح ہو گیا	۳۸۳	سیرت کعب عمیر
۳۹۶	سیرت ابو عبیدہ جسے سیرت سبع البحر کہتے ہیں	۳۸۳	اور ان کے ہمراہیوں کی شہادت
۳۹۶	ان لوگوں میں کھانے کی کچلی	باب بست و ششم	
۳۹۶	خدا کی خاص مہربانی		
۳۹۶	سیرت ابو قتادہ	سیرت موتہ اور پندرہ واقعات	
۳۹۸	سیرت ابو قتادہ ثانی		
۳۹۹	محکم کے ہاتھ سے ایک کلمہ گو کا مارا جانا	۳۸۵	سیرت موتہ
۳۹۹	اُس پر آپ کی ناراضی	۳۸۵	اس کی بنیاد
۳۹۹	اسی ندامت میں محکم کا وفات پانا	۳۸۵	عساکر نبوت کی روانگی
باب بست و ہفتم		۳۸۶	عبداللہ بن رواحہ کی خدا ترسی
		۳۸۶	مسلمانوں کا ریل دینے سے رخصت ہونے کا جانا
فتح مکہ		۳۸۶	فوج دشمن کی تعداد
		۳۸۶	مسلمانوں کا تردد
۴۰۰	فتح مکہ کا وقت آگیا	۳۸۶	اور آخر لڑنے پر آمادہ ہونا
۴۰۱	بنی خزاعہ و بنی بکر	۳۸۶	مقام موتہ میں ورود
۴۰۲	قریش کی بد عہدی	۳۸۸	مقابلہ
۴۰۲	معاہدہ کا ٹوٹنا	۳۸۸	لڑائی
۴۰۳	آپ کو بد عہدی قریش کی خبر	۳۸۸	زید کی شہادت
۴۰۳	اہل مکہ میں خون اور ندامت	۳۸۸	حضرت جعفر کی شجاعت
۴۰۴	ابوسفیان مجدہ صلح کے لیے دینے میں تیار ہو	۳۸۸	اور شہادت
۴۰۵	اور ناکام واپس جانا ہے	۳۸۸	عبداللہ بن رواحہ
۴۰۵	فوج کشی کی تیاری	۳۸۹	ان کی شہادت
۴۰۶	حاطب کی مخالفت کا ردوائی	۳۸۹	خالد بن ولید سردار فوج مقرر ہوئے
۴۰۶	اور غدر طراہی	۳۸۹	ان کی بہادری
۴۰۶	لشکر اسلام کی روانگی	۳۹۰	اور لڑائی کا خاتمہ
۴۰۶	حضرت عباس کا ہجرت کر کے آنا	۳۹۰	آنحضرت ان واقعات کو مدینہ میں بیٹھے دیکھ رہے تھے
۴۰۸	مرالظہران آپ کا پڑاؤ	۳۹۰	خالد کو سیف اشکر کا خطاب
۴۰۸	حضرت عباس کے واپس آنا کا گاہ کرنا چاہا	۳۹۰	جعفر کے لیے طیار کا لقب
۴۰۸	حضرت عباس کا ابوسفیان سے ملنا	۳۹۱	ان کے بیوی بچوں پر آپ کی شفقت
۴۰۸	اور اپنی کفالت میں لینا	۳۹۱	بہادران موتہ کی داپہی
۴۰۹	حضرت عمر کا سامنا	۳۹۲	موتہ میں نامی گرامی لوگ شہید ہوئے
۴۰۹	ابوسفیان دربار رسالت میں	۳۹۲	نصرانیوں اور مسلمانوں میں ہی پہلی لڑائی تھی
۴۰۹	جناب عباس کی سفارش	۳۹۳	خالد کو عیسویت کو مقلد بننے کی گویا ہوا ہے
۴۱۰	ابوسفیان کا حضرت عباس کے کہنے سے ایمان لانا	۳۹۳	سیرت عروین عاص
۴۱۰	آپ کی خواہش کہ ابوسفیان کو اسلام کی دعوت ملے	۳۹۳	ابو عبیدہ ان کی کمک کو جاتے ہیں

۴۲۴	اور آپ جان جاتے ہیں	۴۱۱	جو کوئی ابوسفیان کے گھڑ پناہ لے اس کو ان کی
۴۲۴	اور وہ آپ کے پیچھے سے ایمان لاتا ہے	۴۱۱	ابوسفیان عساکر اسلام کو دیکھتے ہیں
۴۲۴	قلبہ اسلام اور خدا کی مہربانی	۴۱۲	اہل مکہ کو خبر ہوتی ہے کہ لشکر اسلام آپ پر پہنچا
باب سبست و نہم غزوہ ہوا زن اور فتح طائف		۴۱۲	ابوسفیان اور ان کی بھری ہنند
		۴۱۲	کئے پر حملہ ہونے کی شان
		۴۱۳	مزامعت
باب سبست و ششم کے پر حملہ سرت اور آپ کے نتائج		باب سبست و ششم کے پر حملہ سرت اور آپ کے نتائج	
۴۲۵	نبوت میں شان سلطنت	۴۱۵	ستر کر سورن کی مزامعت
۴۲۶	خالدی بے اعتدالی	۴۱۵	کون کون لوگ فاتح القل قرار دیے گئے
۴۲۶	اور اس کا معاوضہ	۴۱۶	عکرمہ بن ابی جہل
۴۲۶	معد غزی کا انہدام	۴۱۶	اُسے امان دی گئی
۴۲۸	سوراع کی سورت توڑی جاتی ہے	۴۱۶	صفوان بن امیہ اور اس کی جان بخشی
۴۲۸	اور شامہ کی سورت بھی	۴۱۶	عبداللہ بن سعد
۴۲۹	غزوہ ہوا زن کی ابتدا	۴۱۶	اُسے بھی امان دی گئی
۴۲۹	لشکر کفار کی رد انگلی	۴۱۶	عبداللہ بن زبیری کو بھی امان ملی
۴۳۰	دوید بن صہ اور اس کی راے	۴۱۸	وہابی کی بھی جان بخشی ہوئی
۴۳۰	فوج کفار کی ترتیب	۴۱۸	عبداللہ بن مطلق کا قتل ہونا
۴۳۱	آپ بھی لڑائی کا سامان کرتے ہیں	۴۱۸	حویرث بن نقیب کا قتل
۴۳۱	لشکر اسلام کی رد انگلی	۴۱۹	مقیس بن عبادہ کا قتل
۴۳۲	اور ترتیب	۴۱۹	ہند کی جان بخشی
۴۳۲	لشکر اسلام کا حاسوس	۴۱۹	سارہ عمر بن مطلب کی لونڈی کا قتل
۴۳۳	نوسلوں میں چرانے دین کا اثر	۴۲۰	عبداللہ بن قیس کی غنیہ عورتیں ایک قتل ہوئی اور
۴۳۳	وادی خنین	۴۲۰	ایک ایمان لائی
۴۳۳	دشمنوں کی سخت تیر اندازی	۴۲۰	کئے میں آپ کا داخلہ
۴۳۳	مسلمانوں کی شکست	۴۲۰	آپ کہہ میں
۴۳۴	نوسلوں میں بوسے کفر	۴۲۰	کل پرانے حقوق کا عدم ہوے
۴۳۴	آپ کی حوصلہ افزائی	۴۲۱	نسبی فوج بھی اسلام میں مسخر ہو ا
۴۳۵	افکار کی جان نظاری	۴۲۱	مگر اس کے بعد مسلمان خاتم ضرر رکھ سکے
۴۳۵	دشمنوں کی شکست	۴۲۲	قریش کے ساتھ آپ کا برتاؤ
۴۳۶	ان کے مقتولین	۴۲۲	آپ کو صفاء پر اور اہل مکہ کا ایمان لا
۴۳۶	دوید بن صہ کا خاتمہ	۴۲۲	کعبہ میں اذان
۴۳۶	ام سلمہ کی شجاعت	۴۲۳	خاندان کعبہ پرستوں پر حرم ربا
۴۳۶	خالد کی جان بازی	۴۲۳	ایک شخص آپ کے قتل کرنے کا ارادہ کرتا ہے
۴۳۸	آپ کی رضاعی بہن شفاء	۴۲۳	
۴۳۸	دشمنوں کی مدد		
۴۳۸	سہداے اسلام		

۵۳۸	باب سی و ہجتم وفات بعد وفات سرور عالم	۵۲۹	بہن بین بیروت اسلام کا غالب آنا
۵۳۸	اہل مدینہ کی پریشانی	۵۲۹	معاذ بن جبل حاکم صنعاء و منتخب ہوئے
۵۳۸	عمر فاروق کی حالت	۵۲۹	آپ کی سازشی طبعیت
۵۳۹	حضرت صدیق کا انتقال	۵۳۰	زمانہ وفات
۵۳۹	ان کی تقریر سے مسلمانوں میں سکون	۵۳۰	دیگر ازواج کی اجازت سے آپ کا حضرت عائشہ کے پاس
۵۳۹	جانشینی رسالت کی فکر اور مختلف پارٹیاں	۵۳۰	قیام کرنا
۵۴۰	نبی ہاشم	۵۳۰	جیش اسامہ کی روانگی ملتوی رہی
۵۴۰	القار اور سقیفہ بنی ساعدہ	۵۳۱	اور آپ کی تاکید کو ضرور روانہ ہو
۵۴۱	عام ہجرت	۵۳۱	زمانہ ہجرت
۵۴۱	ابو بکر و عمر سقیفہ بنی ساعدہ میں	۵۳۲	مسجد میں آگے لوگوں سے معافی چاہنا
۵۴۱	باہمی بحث و رد و قدح	۵۳۲	آپ اپنی وفات کی خبر دیتے ہیں
۵۴۲	ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت خلافت	۵۳۳	حضرت ابو بکر صدیق کو نماز پڑھانے کی
۵۴۲	انصاف میں پھوٹ	۵۳۳	اجازت -
۵۴۲	آخر ان سب کا بھی بیعت کرنا	۵۳۳	آپ کا صحابہ سے رخصت ہونا
۵۴۲	نبی ہاشم کی مخالفت	۵۳۳	اور وصیتیں
۵۴۳	اصل واقعہ کیا ہے	۵۳۵	حدیث قرطاس
۵۴۳	اس کا فیصلہ کہ آپ کہاں دفن ہوں	۵۳۶	خلافت کے متعلق حضرت علی کی
۵۴۴	غسل میت کے بارے میں نبی فیصلہ	۵۳۶	امیدیں -
۵۴۴	غسل دینے والے	۵۳۶	جس دن وفات ہوگی
۵۴۴	کفن -	۵۳۷	حالم نزع
۵۴۴	خارجہ جنازہ	۵۳۷	آخری کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا -
۵۴۴	اور دفن -	۵۳۷	وفات

چوتھی کتاب

خاتم المرسلین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و صحابہ جمیعین

باب اول

ولادت باسعادت

کثرت روایات و اختلافات۔ اہل سیر کی بے احتیاطیان۔ تیسرے ابن ہشام کا اعتبار
 نہ ہونا۔ بیان محدثانہ تنقید نہ ملے۔ محبین کا معیار تحقیق سخت ہے۔ یہ تنقیف روایتیں
 بھی تمام تاریخوں سے زیادہ مستبر ہیں۔ آپ نہایت بکیسی مصیبت میں پیدا ہوئے۔
 آپ کی ولادت کے وقت جناب آمنہ کی عمر وحالت۔ مگر خود قدرت تطفی دیتی ہے۔
 جاتے ولادت۔ حضرت آمنہ کی تمنائی تاریخ و روز ولادت۔ جو غیر معمولی امور ولادت
 کے وقت ظاہر ہوئے۔ آپ کو نبی کے نیچے بند کیے گئے۔ جناب عبد المطلب کو
 خبر کی گئی۔ وہ آپ کو کعبے میں لے جا کے دعا کرتے ہیں۔ حقیقہ اور نام۔ اس نام کہ
 اختیار کرنے کی وجہ۔ عبد المطلب کا خواب۔ اس کی تعبیر۔ آپ کے ہمنام
 اب ہم جناب سرور کائنات علیہ السلام کے حالات کی طرف توجہ کرتے ہیں

جبکہ رحمت الہی نے تمام ادیان و اقوام کا زور توڑ کے نور ہدایت کو سارے عالم میں پھیلادیا۔ اور چند ہی روز میں ریگستان کے بادینشین اور عرب کے خانہ بدوش تمام قوموں کے سراج بن گئے۔ حضرت رسول آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کثرت روایات اختلافات حالات زندگی اور آپ کی مبارک سوانح عمری کے متعلق اسلام کی ان گزشتہ تیرہ صدیوں نے صد ہا کتابیں تصنیف کرا دیں۔ اور کثرت تصنیف کا یہ لازمی نتیجہ ظاہر ہوا کہ ہزار ہا قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہوتی گئیں اور ہر ادنیٰ ادنیٰ معاملے میں بے انتہا اختلاف پڑ گئے۔ حضرت مسیح کے حالات زندگی کی تمہید میں ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ آل اسرائیل کے آخری پیغمبر یعنی جناب مسیح کا مولد و منشا علم و فضل کا مرکز اور دنیا کی بڑی بڑی نامور اور علم و دست قوموں کی سیرگاہ تھا بخلاف ہمارے رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد و موطن مکہ معظمہ کے جہاں تہذیب و تمدن کی بنیاد ہی آپ کی ذات بابرکات سے پڑی۔ مگر باوجود اس امتیاز کے جب ہم حضرت مسیح کے اکثر حالات کو بھی پر وہ خفا میں پاتے ہیں تو کوئی حیرت کی بات نہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی حالات کے متعلق مورخین اور اہل سیر میں اختلاف پڑ گیا ہو۔

اہل سیر کی بے احتیاطیان | اس بارہ خاص میں زیادہ دشواری یہ ہو کہ بعد کے تمام اہل سیر کی ہمیشہ ہی کوشش رہی کہ ہر قسم کی صحیح و ضعیف اور رطب و یابس روایات کو فراہم کریں۔ اور بغیر تحقیق کے اور بلا استناد و امتیاز نقل کر دیں۔ سیرۃ

سیرۃ ابن ہشام کا | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سب سے پہلی اور سب سے مستند کتاب ابن ہشام کی ہے۔ اور اکیلا یہی ایک مصنف ہے جس نے

انتہا روایتناں | تاریخ نبوی کے متعلق اکثر مستند روایتیں نقل کی ہیں۔ اور ان باتوں کو جو باوجود ضعیف و سہوہ ہوئے کے عوام الناس کے خوش کرنے کے لیے نقل کی جاتی ہیں اور جن کی غرض صرف خلافت فطرت و خلافت عقل و اتمات کا

دکھانا ہوتا ہے اگر کہیں نقل بھی کیا ہو تو ایسے الفاظ میں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لائق مصنف اُن روایات کے متعلق اپنا اطمینان نہیں کر سکا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ابتدائی حالات پر لاعلمی کا ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ اگر محدثین کی سی آزادانہ جانچ پڑتال اور تنقید و تحقیق سے کام لیا جائے تو ابن ہشام کی روایات میں سے بھی بہت کم باقی رہ جائیں گی۔ اور اس لائق مصنف کی اعتبار بھی بیکار ثابت ہوگی۔

مجبوراً ہم انہیں حالات کو بیان کرتے ہیں جن پر اکثر مصنفین سیر کا اتفاق ہے۔ بیان محدثانہ تنقید بے عمل ہے | اور محدثانہ تنقید کو اسی وقت کے لیے اٹھائے رکھتے ہیں جب ہم اپنے لیے شریعت محمدی کے مطابق کوئی مسئلہ شرعی ڈھونڈنا ہوگا۔ تاہم اتنا ضرور کہیں گے کہ باوجود شبہات و شکوک کے ان روایات پر اناجیل کی اُن محدثین کا معیار تحقیق بحث ہے | روایتوں سے زیادہ اطمینان کیا جاسکتا ہے جس کے ضعف اور بے سرو پا ہونے کو ہم کتاب مسیح و مسیحیت میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔ اس موقع پر ہمیں اتنا اور بیان کر دینا چاہیے کہ محدثین اسلام کا معیار تحقیق و تنقید اس قدر سخت ہے کہ کسی امر کا پتہ اگانے کے درجے سے گزرے وہم اور شک کے درجے کو پہنچ گیا ہے۔ اگر ہر امر میں ہم انہیں کے اصول سے کام لیں تو ہمارا پہلا فرض ہوگا کہ دنیا کی تمام تاریخوں اور لگے کل کارناموں پر بلا تامل خط نسخ مہینے دین وہ ایک ایک جملے کے لیے اپنے عہد سے لے کے اُس زمانے تک جبکہ کوئی واقعہ گذرا ہو سند متصل کو ڈھونڈتے ہیں۔ اور وہ بھی ان شرائط کے ساتھ کہ ہر راوی کی ثقاہت و عدالت کا پتہ لگ چکا ہو اور یہ بھی ثابت ہو گیا ہو کہ وہ اس شخص سے مل بھی تھا یا کم از کم اس کا معاشر تھا جس سے نقل کر رہا ہے۔ اگر ہر واقعے کے لیے یہی امور معیار قرار دے جائیں تو یقینی بات ہے کہ ہمارے پاس معلومات کا بہت ہی کم ذخیرہ

باقی رہ جائے گا۔ شاید اسی دشواری کا نتیجہ تھا کہ عام علماء سے اسلام ان قید و بندی
کبھی پابندی نہ کر سکے۔ اور ضعیف روایتیں ہمیشہ علانیہ بیان ہوتی رہیں۔
یہ ضعیف روایات بھی تمام تاریخوں کے
اصول محدثین سے ضعیف بھی ہیں تو ان تمام تاریخوں سے

زیادہ قابل وثوق ہیں جو آج ہم میں اور دنیا کی تمام قوموں میں مروج ہیں۔ یہ
ہم کمال اطمینان کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جن واقعات کو ہم اس باب میں
بیان کر رہے ہیں وہ بمقابل دیگر تاریخی واقعات کے اور علی الخصوص ان واقعات
کے جن کو ہم حضرت مسیح کے حالات میں بیان کر چکے ہیں ہر طرح اور ہر حیثیت سے
زیادہ معتبر و مستند ہیں۔ ان میں اتنا تو ہے کہ یہ واقعات انہیں لوگوں کی زبان
سے نقل کیے گئے ہیں جن کے سامنے گزرے تھے بخلاف انبیاءوں کے جن
کے خوش عقیدہ مصنفین نے باوجود ایک مدت گزر جانے کے اتنی بھی زحمت
نہ گوارا کی۔

آپ نہایت یکسی مصیبت میں
پیدا ہوئے

حضرت رسول آخر الزمان علیہ الخیرۃ و الثنات کی ولادت
سچ پوچھیے تو نہایت ہی یکسی مصیبت اور حسرت و اندوہ
کی حالت میں واقع ہوئی۔ پدر بزرگوار دو ماہ پیشتر عین غنواں شباب اور اٹھارہ
ہی برس کی عمر میں سفر آخرت کر چکے تھے۔ ستم زدہ اور زمانے کی ستانی ہوئی مادر
مشفقہ بیوگی کے صدمے سے لول و اندوہ میں ہو رہی تھیں اور بے دلی وارث
تھیں۔ باقی رہے نیک نفس اور ہر دل عزیز و دادہ اگرچہ خوش حال تھے۔ اہل مکہ پر

اس باب میں تمام حالات عذراۃ طلیہ و لبوۃ معرے یلے گئے ہیں۔ لیکن اکثر یہ دیکھ لیا کہ ان سے
دیگر اب سیر کو بھی اتفاق ہو۔ مگر میں کوئی اور مدد نہ ہو گیا۔ اس کا حال تصریح جدا گانہ دے دیا گیا۔
سیرۃ رسول الصلی اللہ علیہ وسلم مصنفہ مرحوم سیدہ طہان مفتی شافعیہ کہ مصنفہ میں

بہت کچھ اثر رکھتے تھے۔ اور حتی الامکان دلدہی و شفقت سے بھی پیش آتے تھے لیکن اس لہجہ و فیاض سردار مکہ و رئیس قوم کے سرایک بڑے خاندان اور بہت سے بیٹوں کا بار تھا۔ جس کی وجہ سے کسی خاص ہمدردی و توجہ کا انھیں بھی موقع نہ مل سکتا تھا۔ مگر باوجود ان سب ظاہری دشواریوں اور مصیبتوں کے مشیت ایزدی کچھ اور ہی کہہ رہی تھی۔ رحمت الہی کا یہ تقاضا تھا کہ یہ یتیم بچہ جو دنیا کے ایک گناہ کوئے اور دشوار گزار ریگستان کے دامن میں پیدا ہوا ہر عالم کی تمام شریعتوں کو منسوخ کرے۔ اُس وقت کی کل زبردست و باجہرہ سلطنتوں کا دفتر اُلٹے۔ اور عالم کو ایک ایسی سچی اور خالص و بے داغ توحید بتا دے جو اپنی برکت سے تمام بندوں کو خالق کا سچا فرمان بردار بنائے اور قیامت تک کسی کے سناے نہ مٹ سکے۔

آپ کی ولادت کے وقت جب آپ نے دنیا میں قدم رکھا، سو وقت آپ کی جناب آنے کی عمر و حالت والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی عمر تقریباً چودہ برس کی تھی ظاہر ہے کہ اس عمر کی بیوگی کس قدر حسرت ناک اور موجب اندوہ لال ہوئی ہوگی۔ اور پھر لطف یہ کہ جو بچہ پیٹ میں تھا وہ بھی اپنے آئندہ مارج زندگی میں چاہے کیسا ہی خوش نصیب ثابت ہونے والا ہو مگر اُس وقت نہایت ہی ستم زدہ و بے نظر آتا تھا۔ خسر اگرچہ سردار قوم تھے اور قریش کے سب سے بڑے معززین میں شمار کیے جاتے تھے مگر بچہ جسے ولادت سے پہلے ہی یتیمی نصیب ہو چکی تھی محبوب اور اُن کی دولت سے محروم تھا۔ آنحضرت کے بے مائیگی و فلاکت کی گود میں پیدا ہونے کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ پدر مہر و عموں کی جو جائداد آپ کو ترکہ کے میں ملی وہ کل کائنات یہ تھی کہ ایک حبشیہ لونڈی تھی۔ ایک حبشی غلام

۵ اس لونڈی سے مراد ام ایمن ہیں جن کا نام ”برکتہ“ تھا۔ انھوں نے آپ کو (دیکھو حبشیہ صفحہ آئندہ)

پانچ اونٹیان چند بھڑپن۔ اور ایک مکان وہی جس میں آپ پیدا ہوئے تھے
 بس ہی سرمایہ ہو جس پر جناب آمنہ اپنے نیک نفس شوہر کے انتقال کے بعد قابض
 ہوئی تھیں اور جس پر بڑی دشواری و عسرت سے زندگی بسر کی جاسکتی تھی۔
 اگر نود قدرت تشفی دیتی تھی | مگر باوجود دل شکنی کے ان تمام سامانوں اور ہزاروں طرح کی
 فکر وں کے حضرت آمنہ کو کسی مافوق العادت طریقے اور غیبی بشارتوں سے
 کچھ ایسا اطمینان دلا دیا جاتا تھا کہ آپ کے سارے صدمے دور ہو جاتے اور
 پیدا ہونے والے نعت جگر کے پہلو سے طرح طرح کی ترقیوں اور عجیب و غریب
 اقبال مندی کے سامان نظر آتے۔ ان بشارتوں کے ساتھ جب آپ نے آنکھ
 سے دیکھ لیا کہ ایک بالکل نئے اور زمانے کو حیرت میں ڈال دینے والے طریقے
 سے کعبہ ابرہہ کے جشی پامیون اور کوہ پیکر ہاتھی کی دست برد سے بچ گیا تو اپنی
 بشارتوں کے سچے ہو جانے کا یقین کامل ہو گیا۔ آپ کو یہ باور نہ کرنے کی کوئی
 وجہ نہ تھی کہ یہ جو کچھ ہوا صرف اُسی خوش نصیب بچے کی برکت سے ہو جو آپ کے
 شکم مبارک میں تھا۔ اس لیے کہ ولادت باسعادت سے ۵۵ ہی دن پہلے جشیون
 کے خونخوار لشکر پر غضب الہی نازل ہوا تھا۔

جسے ولادت | آخر وضع حمل کا زمانہ آگیا۔ اور آپ اُسی مکان میں تھیں جسے
 مرحوم شوہر آپ کے قبضے میں چھوڑ گئے تھے یہ مکان مکہ معظمہ کے محلہ قریش

(بقیمہ حاشیہ صفحہ ۵) دودھ بھی دیا تھا۔ اُن کا لڑکا امین عبید نام ایک جشی غلام کے ظلفے سے تھا

ان دونوں بچوں کا شمار صحابہ میں ہوا۔ اس لیے کہ عہد نبوت تک زندہ رہے اور ایمان لائے۔ حضرت خیر
 سے نکاح کرنے کے بعد اپنے ام امین کو آزاد کر دیا۔ اور بعد ہجرت زید بن حارثہ نے ام امین کو اپنے عقد نکاح میں لیا

تھا اور جشی غلام مراد شقران پر جسے آپ نے بعد واقعہ بدر کے آزاد فرمایا تھا۔ ۵۵ اس مکان میں آپ کا پیدا ہونا تو

سبب بلیرنے بیان کیا ہے مگر اس کا والد مرحوم کے ورثے میں نہ تھا مجھے صرف روضۃ الاجاب میں نظر آیا۔

بطاح میں واقع تھا۔ اور بعد کے زمانے میں ابن یوسف کا مکان کہلاتا تھا۔
 حضرت آمنہ کی تنہائی اگرچہ عموماً یہ نازک وقت ہوتا ہے۔ اور ایسی حالت میں دروندوں
 اور ولد ہی کرنے والی عورتوں کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ مگر بظاہر اسباب معایہ ہوتا
 ہے کہ حضرت سرور کائنات کی ولادت باسعادت کے وقت سوا اسی لونڈی ام ایمن
 اور عبد الرحمن بن عوف کی والدہ کے جن کا نام شفاء تھا اور کوئی عورت جناب
 آمنہ کے پاس نہ تھی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب عبد المطلب کی
 بعض بیٹیاں بھی موجود تھیں۔ ام ایمن تو گھر کی لونڈی ہی تھی۔ اور شفاء دانی کی
 خدمت سرانجام دینے کے لیے آئی تھیں۔ مگر خداوند جل و علا کی مہربانی سے
 حضرت آمنہ کو اپنا گھر خوبصورت عورتوں سے بھرانا پڑا۔ جن پر پہلے تو آپ کو
 عبد مناف کے گھرانے کی لڑکیوں کا گمان ہوا۔ مگر بعد معلوم ہوا کہ وہ جنت کی
 حوریں تھیں جن کے ساتھ فرعون کی مومنہ بیوی آسیہ اور حضرت یسوع کی والدہ مریم
 بنت عمران بھی تسلی و تشفی کے لیے آئی ہوئی تھیں۔

تاریخ دروز ولادت | ربیع الاول کی بارہویں تاریخ اور دو شنبہ کا روز تھا کہ آخر شب کو

۷۷ اپنا یہ مکان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدیع مکہ عقیل بن ابی طالب کو دے ڈالا تھا عقیل کے
 بعد ان کی اولاد نے اسے حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ اس نے یکے بعد
 دوسرے اپنا مکان تبدیل کیا تو اس مکان کو اس میں شامل کر لیا۔ اور اسی وجہ سے یہ محمد بن یوسف کا مکان
 مشہور ہو گیا۔ پھر اس کے بعد بنی عباس کا زمانہ آیا تو ہارون رشید کی ماں خیران نے
 اس منبرک بقعہ زمین کو اپنے قبضہ میں کر کے وہاں ایک مسجد تعمیر کر دی۔ ابن اثیر جلد اول صفحہ ۱۶۲

۷۸ وقت ولادت میں بہت اختلاف ہے۔ بعض اہل سیرات بتاتے ہیں بعض دن اور بعض صبح،
 اگر ترتیب روایات سے زیادہ قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت
 آخر شب کو ہوئی۔

آپ مان کے شکم مبارک سے دنیا میں آئے۔ اور خاص شفاء کے ہاتھوں پر پیدا ہوئے پیدا ہوتے ہی حسب معمول آپ روئے۔ اور شفاء نے نہ کہ غیب سے کسی شخص نے آواز بلند کیا یہ حکم اللہ یعنی خدا آپ پر رحمت نازل کرے۔ مؤرخین اسلام اور خاصہ اہل سیراس مبارک ولادت کے ساتھ بہت سے واقعات بیان جو غیر معمولی امور ولادت کا کرتے ہیں۔ جو مسلمانوں میں کثرت سے مشہور ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ کے عالم وجود میں آتے ہی شیطان اپنی بد قسمتی اور وقت ظاہر ہوئے

اپنا زور ٹوٹ جانے پر رونا۔ اکثر ہت اندھے گر پڑے۔ ایران کے مجوسیوں کا بڑا آتش کہہ جو ایک ہزار سال سے روشن تھا سرد ہو گیا۔ نمرساوہ ناگمان خشک ہو گئی۔ اور کسریٰ کے عظیم الشان قصر میں زلزلہ پڑ گیا اور اُس کے چودہ بلند کنگورے گر گئے۔ یہ تمام واقعات ایسے ہیں جن میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ مگر ہاں مطلب سمجھنے میں اختلاف ہے۔ عوام کی طرح اگر دیگر قوموں کے تمام مورخین کی طرف سے بے پروائی اختیار کر لی جائے تو ہم جو سمجھنے چاہیں سمجھ لیں۔ مگر بادمی النظر میں ان امور کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی ولادت کا نتیجہ یہ تھا کہ کفر و ضلالت کی بنیاد منہدم ہوئی۔ اور بت پرستی و آتش پرستی کا دفتر اُلٹ گیا۔ لیکن کسریٰ کے عظیم الشان قصر کا زلزلہ ہونا اور اُس کے کنگوروں کا منہدم

۷۷ آپ یسینیان (جسیٰ مین) قیصر روم کی موت کے چار سال بعد پیدا ہوئے۔ ابوالفداء کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ولادت محمدی سکندر اعظم کے ۸۰۲ سال اور بخت نصر کے ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷ سال بعد ہوئی جس صاحب سے منسوب ہونا چاہیے۔ مگر یورپ کی موجودہ تقویم اور اکثر علماء سے عیسائیت کی تحقیقات کے مطابق آپ کا سنہ ولادت ۵۷۰ قرار پاتا ہے مگر ہمارے معاصر محقق مولوی نظام الدین حسن صاحب کی تحقیقات سے حساب سے عیسوی اچکا سال ولادت ۵۷۰ ہونا چاہیے۔ اور اسی حساب سے ہم نے اپنی اس تاریخ کی تین مقام لکھے

ہو جانا البتہ اس قدر کثیر اور متواتر روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس کی واقعیت میں شک نہیں کیا جاسکتا۔ علی الخصوص جب نظر آ رہا ہے کہ آج بھی وہ منہدم قصر اپنی گزشتہ شکستگی کا ثبوت پیش کرنے کو موجود ہے۔

آپ کو نڈے کے نیچے بند کئے گئے | جاہلیت میں عربوں کا معمول تھا کہ جو بچہ رات کو پیدا ہوتا اسے ایک کو نڈے کے نیچے بند کر دیتے اور صبح ہونے سے پیشتر اس کی صورت نہ دیکھتے۔ اسی رسم کے مطابق آپ بھی ایک کو نڈے کے نیچے بند کر دیے گئے | صبح کو دیکھا تو وہ کو نڈا ہیچ سے پھٹ کے دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ آپ انگوٹھا چوس رہے تھے اور نظر آسمان سے لڑی ہوئی تھی۔

جناب عبد المطلب کو | ولادت باسعادت کے بعد جناب آمنہؓ نے حضرت عبد المطلب کو خبر کی گئی۔ | خبر کی اور انھیں بلوایا گیا۔ عبد المطلب اس وقت طواف کعبہ

میں مشغول تھے۔ خوشخبری سنتے ہی اپنی بیوہ ہو کے پاس دوڑے آئے جناب نے اُن کی صورت دیکھ کے فرمایا ”آپ کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس کے حالات عجیب و غریب ہیں“ عبد المطلب نے اندیشہ ناک کے لہجے میں کہا ”کیسا اُس میں کوئی پیدائشی نقصان ہے؟“ حضرت آمنہ بولیں ”یہ نہیں۔ اُس نے پیدا ہوتے ہی پہلے سجدہ کیا پھر سر اٹھا کے آسمان کی طرف دیکھا اور دو ٹکلیاں وہ آپ کو کعبہ میں لے جا کے | اٹھا کے جیسے اوپر کی طرف کچھ اشارہ کیا۔“ حضرت آمنہ کا دعا کرتے ہیں | بیان سُن کے عبد المطلب نے آپ کو گود میں اٹھالیا۔

برکت کے لیے خانہ کعبہ میں لے گئے۔ درگاہ خداوندی میں آپ کے لیے خیر و برکت کی دعا کی۔ اور واپس لاکے مان کی گود میں دے دیا۔

سیرۃ الخلیبہ جلد ۱۔ صفحہ ۷۲

سیرۃ الخلیبہ۔ جلد ۱ صفحہ ۷۲ و ابن ہشام صفحہ ۱۰۳

عقیدہ اور نام | اولاد کے ساتویں دن حسب رسوم عرب جناب عبد المطلب نے ایک
بیٹہ ہذا کو جنم کر کے آپ کا عقیدہ کیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نام رکھا اور بروایت
بعض اہل سیر آپ کا غنہ کیا۔ اکثر مورخین کہتے ہیں کہ آپ منٹون پیدا ہوئے تھے
اور معلوم ہوتا تھا کہ گویا خود قدرت نے آنکھوں میں سرمہ لگا کے آپ کو دنیا میں
بھیجا ہے۔ آپ کا مبارک نام قریش کے مروجہ ناموں سے جداگانہ اور نیا تھا چنانچہ
اس نام کے اختیار کرنے کی وجہ | بعض لوگوں نے عبد المطلب سے پوچھا بھی کہ یہ نام تو
نہ آپ کے خاندانی ناموں میں ہوا ورنہ آپ کے قومی ناموں میں پھر اس کے
اختیار کرنے میں کیا مصلحت ہے؟ انھوں نے اس موقع پر یہ امر ظاہر کرنا مناسب
نہ سمجھا کہ یہ نام ملہم غیب کی طرف سے آپ کی والدہ ماجدہ کو بتایا گیا تھا بلکہ لوگوں کو
ایک ظاہری وجہ بتا کے یونانیان دلا یا کہ میں چاہتا ہوں آسمان پر حضرت
رب العزت اور زمین پر تمام لوگ اس مولود سعید کی حمد و ثنا کریں۔

عبد المطلب کا خواب | بعض مستند علمائے اخبار کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت
عبد المطلب نے بھی ایک غیب و غریب خواب دیکھا تھا۔ خود انھیں کا بیان ہے کہ
میں ایک دن حجر میں یعنی کعبہ کے گرد کھڑے کے اندر سو رہا تھا۔ ناگہان کیا دیکھتا
ہوں کہ ایک درخت زمین سے اُگا۔ اور بڑھنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ درخت
آسمان سے جا لگا اور اُسکی ٹہنیاں مشرق و مغرب تک پھیل گئیں۔ پھر اس میں ایک
روشنی نظر آئی جس سے تیز اور صاف روشنی میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اور کیا دیکھتا
ہوں کہ تمام اہل عرب و عجم اُس کے سامنے سجدے کر رہے ہیں۔ اور وہ درخت
باعتبار عظمت و روشنی کے ساعت بہ ساعت بڑھتا جاتا ہے۔ اسی حالت میں قریش
میں سے بعض لوگ تو اُس کی ٹہنیوں سے لپٹ گئے۔ اور بعض نے ارادہ کیا کہ
اُس سے کاٹ ڈالیں۔ لیکن جب اس ارادے سے اُس کے قریب پہنچے تو

ایک نورانی اور صاحبِ جمال نوجوان نمودار ہوا جس سے خوشبودنی لپٹیں آ رہی تھیں۔ اُس نے آتے ہی اُن سب کو مار کے ہٹا دیا۔ اور ایسے چلے کیے کہ ان کی ہنچیں توڑ دیں اور آنکھیں نکال لیں۔ یہ دیکھ کے مین نے چاہا کہ اپنا ہاتھ بڑھا کے اُس کی کوئی شاخ پکڑ لے مگر نہ پاسکا۔ اسی حالت میں آنکھ کھل گئی اور مین گھبرا ہوا قریب کی کاہنہ کے پاس دوڑا گیا۔ مگر سیرا بیان سنتے ہی اس کا چہرہ تغیر ہو گیا اس کی تعبیر اور بولی اگر تم سچ کہتے ہو تو تمہاری نسل سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو سارے مشرق و مغرب کا مالک ہو جائیگا۔ اور لوگ اُس کا دین اختیار کریں گے۔ عبدالمطلب کا گمان تھا کہ اس شخص سے مراد ابوطالب ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دیکھ کے خود ابوطالب کہا کرتے تھے کہ میرے والد کے اس خواب کی تعبیر آپ تھے۔ پھر جب آنحضرت پیدا ہوئے تو عبدالمطلب نے آپ کا نام قثم رکھا۔ مگر حضرت آمنہ نے اس نام کی مخالفت کی اور بتایا کہ مجھے خواب میں ہدایت کی گئی ہے کہ اس بچہ کا نام محمد رکھا جائے۔ عبدالمطلب نے اپنی نیک ن마د بھوکے ارشاد کے مطابق اس پہلے نام کو ملتوی کیا اور وہی نام رکھ دیا جو بھوسے معلوم ہوا تھا۔

آپ کے ہم نام | عبد جاہلیت میں یعنی آپ کی نبوت سے پیشتر اور بھی چند لوگوں نے اپنے لڑکوں کو محمد کے مبارک و برگزیدہ نام سے نام دے کر دیا تھا۔ جن میں سے بعض آپ سے پیشتر پیدا ہوئے تھے اور بعض آپ کے بعد۔ روایات عرب سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن دنوں بعض کاہنوں اور اسرائیلی مقتداؤں کی زبانی چند لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ عنایون میں جو پیغمبر آخر الزمان پیدا ہونے والا ہے اُس کا نام محمد ہوگا۔ اس پیشین گوئی کو جن جن لوگوں نے سنا اپنے لڑکوں کو اسی نام سے نامزد کر دیا۔ مگر بقول اکثر اہل سیر کے

واقفی یہ آپ کا معجزہ تھا کہ باوجود ان پیشین گوئیوں کے اُس عہد کے مدعیان نبوت میں سے کسی کو یہ عزت حاصل نہ تھی کہ آپ کا ہم نام ہو۔ بلکہ بخلاف اس کے آپ کے دو ہم نام آپ پر ایمان لائے۔ اور دولت ایمان سے شرفیاب ہوئے۔

باب دوم

ایام رضاعت

رضاعت کے متعلق عرب کا رواج۔ آپ نے کن کن عورتوں کا دودھ پیا۔
ابو لیب کی لونڈی ثویبہ۔ اُس نے اور کن کن لوگوں کو دودھ پلایا۔ خود بنت منذر
حلیہ سعدیہ۔ اُن کا کہے میں آنا۔ آپ حلیمہ کے گھر جاتے ہیں۔ وہاں آپ کی برکت
آپ کا ینا صحرائی گھر۔ جسے رضاعی عزیز۔ غیر سولی نشو و نما۔ پھر آپ کے سامنے
سجدہ کرتی ہو۔ حلیمہ آپ کے حالات کو مخفی رکھتی ہیں۔ دودھ بڑھائی اور خدا پرستی
پہلا طور۔ حلیمہ آپ کو یناب آمنہ کے پاس لاتی ہیں۔ مگر اجازت سے پھر لے
جاتی ہیں۔ آپ پھر ایمان پُرانے جاتے ہیں۔ شش صدر۔ حلیمہ کا خائف ہونا۔
آپ کا کھونا اور ملنا۔ آپ مادر شفقت کے دامن عافیت میں۔ سوتل عکاظ میں
ایک کاہن آپ کو پہچانتا ہو۔ شوق الجواز میں بھی آپ پہچانے لگے۔ ایک
اور عورت نے بھی آپ کو دودھ پلایا۔ آپ کی اور دودھ پلانے والیاں۔

رضاعت کے متعلق عرب اور خاصۃ قریش میں رواج تھا کہ بچوں کو بدوی
عرب کا رواج قبائل کی مرضعہ عورتوں کے سپرد کر دیتے۔ انھیں سے دودھ
پلو اتے اور انھیں میں رکھتے۔ اس میں کئی مصلحتیں بھی جاتی تھیں۔ ایک تو
یہ کہ دیہات کی آب و ہوا میں بچوں کی صحت اچھی رہتی اور وہ خوب

نشو و نما پاتے۔ دوسرے یہ کہ قوم عرب فصاحت زبان کو انسانیت کا سب سے بڑا زیور سمجھتی تھی۔ اور اُس کی تکمیل کے لیے ضرور تھا کہ بچے بدوسی قابل عرب میں رکھے جائیں۔ اور اداوی زبان اُن کو انھیں قابل کے ذریعے سے سکھائی جائے جن کی زبان کی سادگی و فصاحت معتبر و مستند تھی ماسوا اس کے اس طریقے سے ماؤں کو بھی اپنی معاشرت میں آزادی حاصل تھی اور بچے بھی مسرت رسان لاوا پیار سے خراب ہو کے کابل اور راحت طلب نہ ہونے پاتے۔ اسی رواج کے مطابق ولادت کے چند ہی روز بعد سے آپ کی زندگی جی سہ کی ایک خوش نصیب عورت کے گھر میں بسر ہوئی۔ مگر اُس سے پیشتر آپ کئی اور عورتوں کا بھی دودھ پی چکے تھے۔

آپ نے کن کن عورتوں کا | اکثر اہل سیر کہتے ہیں کہ حضرت آمنہؓ کے آپ کو کل آٹھ دودھ پیا عورتوں نے دودھ پلایا جن میں سب کے پہلے یہ عورت ثویبہ کو نصیب ہوئی۔ مگر غالباً یہ اولیت اور وائیون کے مقابلے میں ہو اس لیے کہ سب کے پہلے نو بیٹے مکہ بنجنا ب آمنہ نے دودھ دیا۔ پھر ثویبہ نے جو آپ کے نامہ زبان اور بد قسمت چچا ابولمب کی نو بیٹی تھی۔

ابولمب کی نو بیٹی ثویبہ | ثویبہ چونکہ حضرت رسالت مآب کی دائی بننے والی تھی لہذا اُسے اس خوش نصیبی کی پہلی برکت یہ نظر آئی کہ آزادی حاصل ہو گئی۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ آپ کی ولادت کا مزدہ جان فزا جیسے ہی ابولمب کو سنایا اس نے خوشی کے جوش میں دو انگلیوں سے اشارہ کر کے کہا "تو آزاد ہے"

عہ روضۃ الاجاب صفحہ ۸۳ | اس میں بڑا اختلاف ہے کہ حضرت بی بی آمنہؓ نے باپ کو گھٹنے دن دودھ پلایا۔ بعض تین ہی دن کہتے ہیں بعض سات دن بعض نو دن۔ اور بعض بیان تک بڑھ گئے کہ سات بیسے بتاتے ہیں۔

کہتے ہیں اس کا فریر کے صلے میں ابولہب دوزخ میں بھی دو شہنہ کے روز لپٹے
عذاب میں تخفیف پاتا ہے۔

اس نے اور کئی لوگوں کو ثویبہ نے اور لوگوں کو بھی دودھ پلایا ہے۔ آپ سے
پیشتر وہ آپ کے چچا حضرت حمزہ کو اور ابوسفیان بن

دودھ پلایا

حرث کو جو آپ کے چچا زاد بھائی تھے دودھ پلا چکی تھی۔ اور ابوسلمہ بن عبداسدی
کو آپ کے بعد پلایا۔ یوں تو رضاعت نے ان سب مذکورہ بالوں کو آپ کا
بھائی بنا دیا تھا۔ مگر وہ خوش نصیب ردکا یعنی ثویبہ کا وہ بیٹا جس کے دودھ میں
آپ شریک ہوئے اس کا نام سُروُج ہے۔

عورت منذر | ثویبہ کے بعد حوْلہ بنت منذر نام ایک عورت اور آپ کی لڑکی
أم ایمن نے دودھ پلایا۔ انھیں عورتوں کا دودھ پینے پائے تھے کہ حلیہ
سعدیہ آئین اور اپنے قبیلے میں لے گئیں۔

حلیہ سعدیہ | حلیہ سعدیہ کا واقعہ یہ ہے کہ وہ قبیلہ سعد بن کبر سے اور پھر اُن میں بھی
نسل توازن سے تھیں۔ اُن کے قبیلے والے اطراف مکہ میں آباد تھے
اپنی بیٹی کبشہ کے لچا نام سے وہ اُم کبشہ کی کنیت سے یاد کی جاتی تھیں
اور ابو ذؤبیب نام ایک شخص کی بیٹی تھیں اُن کے قبیلے کی اور عورتیں جب
رضاعت کے لیے بچے تلاش کرنے کو مکہ میں آئیں تو اُن کے ساتھ وہ بھی آئیں
مگر ایسی شکستہ حال تھیں کہ سب کو قریشی بچے مل گئے اور وہ بے نیل مرام تھیں
ایک دن راستے راستے جا رہی تھیں کہ عبدالمطلب کا سامنا ہوا ضعیف العمر سردار
مکہ نے نسب پوچھا تو انھوں نے نبی سعد کا نام لیا۔ پھر نام پوچھا اور حلیہ نام سن کے
مسکرائے اور کہا واہ! سعادت اور حلم سے اچھی کون صفت ہو سکتی ہو؟

پھر بوسہ ادا و حلیہ میرے پاس ایک یتیم بچہ ہوا اُسے میں نے بنی سعد کی تمام عورتوں کے سامنے پیش کیا اور سب نے انکار کیا وہ بچے باپ کے بچے سے کوئی امید نہیں رکھتی تھیں شاید خدا اس بچہ کے ذریعے سے برکت دے۔ حلیہ نے کہا اچھا میں اپنے شوہر سے مشورہ کر لوں۔ وہ خود کہتی ہیں اس سال موسم خراب تھا۔ عرب میں فحشاء ہوا تھا۔ اور یہ حالت تھی کہ جس اونٹنی پر پیٹھ کے مین آئی اُس کے تھنوں میں بالکل دودھ نہ تھا۔ میرے بچے بھوک کی شدت سے رات بھر روتے رہتے اور کسی پہلو پر قرار نہ لیتے تھے۔ ہم سب جب کہ منہ پونچے تو شرفا سے قریش کے گھروں میں جا جا کے بچہ کو ڈھونڈنے لگے رسول اللہ ہمارے قبیلے کی تمام عورتوں کے سامنے پیش کیے گئے۔ مگر کسی نے لینا نہ پسند کیا۔ اس لیے کہ یتیم بچہ بچوں کے بن ہم لوگوں کی امیرین بچوں کے باپوں سے وابستہ رہتی تھیں اور جس بچے کا باپ زندہ نہ موجود ہو اُسے کوئی نہ پسند کرتا تھا۔ اسی خیال سے آپ کو کسی نے نہ لیا۔ تھوڑی جتنوں اور سب عورتوں کو تو بچے مل گئے۔ مگر میں یونین رو گئی۔ جب واپس کاٹ آیا اور میں مترد تھی کہ کہیں ناکام نہ واپس جانا پڑے۔ اسی تشریف میں اپنی فرود گاہ پر آئی۔ اور اپنے شوہر سے جو اس سفر میں ساتھ تھے پوچھا کہ یہ تو نہیں اچھا معلوم ہوتا کہ سب عورتیں قریشی بچے لے لے کے گھر جائیں آپ حلیہ کے گھر جاتے ہیں اور میں خالی ہاتھ پھروں۔ کو تو اس یتیم بچے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے لوں۔ انھوں نے کہا بے شک لے لو خدا سے امید ہے کہ وہ اسی میں ہمیں برکت دے گا۔ الغرض میں گئی۔ اور آپ کو لیا۔ مگر اس مجبوری سے کہ کوئی اور بچہ نہیں ملا تھا اپنی فرود گاہ پر لے آئے آپ کو دودھ پلایا

دیان آپ کی برکت | تو اسی وقت سے مجھے عجیب برکت نظر آئی۔ آپ نے بھی پیٹ بھر کے پیا اور میرے بچے نے بھی۔ اور دودھ پنی کے دونوں سو گئے حالانکہ اس سے پیشتر بچوں کی بھوک بہن بھی سونے نہ دیتی تھی۔ پھر میرے شوہر نے اٹھ کے اونٹنی کو دو ہا تو اس سے بھی اتنا دودھ نکلا کہ ہم سب سیر ہو گئے۔ اور اس رات کو ہم نہایت ہی اطمینان سے سوئے صبح کو اٹھ کے میرے شوہر نے کہا ”حلیہ تم نے بہت مبارک بچہ لیا ہے“ اور میں خوشی سے جواب دیا۔ ”بے شک۔ مجھے بھی خدا کی قسم ایسی ہی امید ہے۔ اب ہم اپنے صحرائی وطن کو روانہ ہوئے۔ مگر میری اونٹنی خلافت امید و خلافت مہمول اس قدر چست و چالاک اور تازہ دم تھی کہ تمام قبیلہ والوں کے اونٹوں سے آگے نکل گئی۔ میں جس ہم قبیلہ عورت کے برابر سے ہو کے آگے بڑھتی وہ حیرت سے دیکھ کے پوچھتی ”حلیہ یہ وہی تمہاری پہلی اونٹنی ہے؟ اور میں کہتی ہاں خدا کی قسم وہی وہی ہے، یہ حالت دیکھ کے نبی سعد کی تمام عورتوں نے کہا ”معلوم ہوتا ہے حلیہ کی کوئی خاص شان ہے“

اس شان سے ہم گھر بھونچے۔ یہاں قحط پڑا ہوا تھا۔ اور ہماری زمین کی حالت سب جگہ سے زیادہ خراب تھی۔ لوگ فاقے کر رہے تھے۔ اور مویشی سوکھ سوکھ کے مرے جاتے تھے۔ مگر میری بھیڑ بکریوں پر خدا ایسا مہربان تھا کہ چرائی سے ہمیشہ سیر ہو کے آتین۔ اور ہم ان کے دودھ سے سیر ہو جاتے۔ تمام قبیلہ والے میرے مویشیوں کی تیاری دیکھ دیکھ کے اپنے چرواہوں کو ڈانٹتے اور کہتے کہ ہماری بکریوں کو بھی دین کیوں نہیں چراتے جان حلیہ کی بکریاں چراتی ہیں۔ مگر وہاں چرانے پر بھی ان کے مویشیوں کی حالت نہ بدلتی۔

آپ کا یناصرائی مگر یہ یناصرائی گھر جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آغوش مادر سے نکل کے عورت بخشی اُس کے گرد قبیلہ نبی سعد کے لوگ آباؤ تھے۔ اور سنئے عزیز نے رضاعی عزیز | جو رضاعت کے ذریعے سے آپ کو ملے یہ تھے۔ وہی نیک خاتون جیلوہ سعدیہ جو اصل یان کی طرح آپ کو دودھ پلاتی اور نہایت شفقت کے ساتھ پرورش کر رہی ہو۔ حارث بن عبد الغری جو اُس کا شوہر اور آپ کا رضاعی باپ ہے جلد ۱۰ بن حارث جو رضاعی بھائی ہے اور اُنیسہ بنت حارث اور جذامہ بنت حارث جو آپ کی رضاعی بہن ہیں۔ الغرض یہ چھونا خاندان آپ کا نگران اور آپ کی پرورش کا تکفل ہے۔ جذامہ جو عرب میں عمو ثنیما کے لقب سے یاد کی جاتی تھی اکثر آپ کو کمایا کرتی ہے۔ اور اس شفقت و محبت پیش آتی ہے کہ وہ بھی آپ کی ماؤں اور پرورش کرنے والیوں میں شمار کی گئی ہے۔ وہ اکثر آپ کو اپنے ہاتھوں پر نہاتی اور یہ مصر سے پڑھا کرتی تھی۔

ہَذَا أَحَبُّ بَنِي لَمْ تَلِدْهُ أُتِيَ وَلَيْسَ مِنْ نَسْلِ أَبِي دَعَمَى فَإِنَّهُ اللَّهُمَّ فَيْسَتْ تَنَمِي
(یہ ایراجائی ہے جو میری ان کے بطن سے نہیں پیدا ہوا اور نہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے ہے۔ اچھا لے بڑا کرے) غیر رسولی نشوونما | اور آپ نے ثنیما کی آرزو کے مطابق عام بچوں کے خلاف اپنے نشوونما اور کمالات انسانی حاصل کرنے میں بہت نمایاں اور فوری ترقی کی خود خلیفہ سعدیہ کہتی ہیں کہ آپ آٹھ ہی مہینے کے تھے کہ آواز سے باتیں کرنے لگے۔ جب نو مہینے کے ہوئے تو بہت ہی فصاحت کے ساتھ اپنا مافی الضمیر ادا فرمادیتے تھے۔ پھر جب آپ کی عمر گیارہ مہینے کو پہنچی ابھی طرح تیرا اندازی کر لیتے تھے جو قوم عرب کا معمولی اور ضروری شغل تھا۔ انھیں دنوں ایک

عصیرۃ ابن ہشام ص ۱۰۳ و ۱۰۴ و ۱۰۵

سیرۃ الجلیلیہ جلد ۱ - صفحہ ۱۱۱ -

بھڑی آپ کے ساتھ

بجھ کر گئی ہو

یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ آپ علیہ السلام کی گود میں بیٹھے تھے

ناگمان اُن کی بھڑیاں اُدھر سے گذرین۔ اُن میں سے ایک

آپ کی طرف آئی۔ آپ کے سامنے سجھ گیا۔ سر مبارک سے منہ لگا کے گویا بوسہ لیا اور چلی گئی۔ اس امر کو حضرت علیؓ نے حیرت سے دیکھا اور خاموش ہو رہیں۔

جلد آپ کے حالات کو مخفی رکھتی ہیں ایک ہی نہیں معتبر روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جناب

علیؓ نے ایسے ہی بہت سے واقعات دیکھے جو آپ کو ایک غیر معمولی بچہ ثابت

کر رہے تھے مگر چونکہ اُن دنوں عرب میں کثرت سے یہ افواہ مشہور تھی کہ قریش

میں نبی آخر الزمان پیدا ہونے والا ہے اور یہود نے جس طرح حضرت مسیحؑ کے ساتھ

دشمنی کی اُس کے ساتھ بھی دشمنی کریں گے لہذا ہمیشہ خاموش ہو رہیں یہ ممکن ہے کہ

جناب علیؓ کو اس بات کا یقین نہ ہو کہ یہی بچہ وہ موعود و مبشر پیغمبر ہوگا مگر اتنا خوف

ضرور تھا کہ اس موعود و پیغمبر کے دھوکے میں کہیں اُس ہونا نہ پکے کو کوئی ضرر نہ پہنچ جائے۔

دودہ بڑھائی اور خدا پرستی کا پہلا طور دو برس کے بعد علیؓ نے آپ کا دودہ بڑھایا۔ اور اسی زمانے میں

آپ کی بچپن کی خدا شناس زبان سے یہ پیرائے کلمات توجید سُنے اُمہ اکبر کبیر ادا محمد بنہ

کثیر اوسبحان اللہ بکرة و ائیسلائے یہ ایسے کلمات تھے کہ مشرکین عرب تو درکنار سچے

پیغمبروں کے ماننے والوں یعنی یہود و نصارا کی زبان سے بھی اُن دنوں کم سُنے

جاسکتے تھے۔ اس لیے کہ وہ لوگ بھی خداوند وجل و علما کو بھول کے اپنے اجار

و رہبان کی پرستش کر رہے تھے۔

جلد آپ کو جناب اُمہ کے پاس لائی ہیں جب آپ دو برس کی عمر کو پہنچ گئے اور دودہ بھی

بڑا پایا چکا تو ضرور ہوا کہ علیؓ آپ کو سکے مین لا کے آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد

کر دیں۔ مگر آپ کی برکت کے ایسے صاف اور نمایان نمونے دیکھ چکی تھیں کہ رات

دنوں پاس رکھنے اور دودھ پلانے سے ایسا دلی تعلق ہو گیا تھا کہ اس غارت کو
 دل کسی طرح گوارا نہ کرتا تھا۔ مجبوراً مکے میں پہنچیں اور حضرت بنی آسنہ کی خدمت میں
 حاضر ہو کے آپ کو پیش بھی کر دیا۔ مگر بار بار یہی کہے جاتی تھیں کہ اگر یہ بچہ ابھی اور
 مگر اجازت سے پھر لے جاتی ہیں | چند روز میرے پاس رہتا تو اچھا ہوتا۔ خدا کی قسم میں مکے کی
 وباسے ڈرتی ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے دشمنوں کو کچھ صدمہ پہنچ جائے حضرت
 آسنہ کو حلیمہ کی دل شکنی نہ گوارا ہوئی اور غالباً یہ بھی خیال کیا ہو گا کہ ابھی تھوڑے
 دنوں آپ اور دیہات کی آب و ہوا میں رہیں تو زیادہ قوت آجائے گی اور صحت بھی
 مضبوطی حاصل کر لے گی۔ خلاصہ یہ کہ حضرت آسنہ نے حلیمہ کی درخواست قبول کی۔ اور وہ
 خوش نصیب بدویہ پھر آپ کو لے کے خوش خوش اپنے گھر میں آئی۔

آپ بیڑیاں چرانے جاتے ہیں | اب آپ اتنے بڑے ہوئے کہ کبھی کبھی کھیلنے ہوئے گھر
 سے باہر نکل جاتے۔ مگر یہ پسند نہ کرتے کہ غیر لڑکوں کے ساتھ کھیل میں شریک ہوں
 یقویہ تھا کہ تنہائی سے گھبراتے۔ آخر ایک دن تنہائی سے اکتا کے اپنی سعدیہ ماں سے
 دریافت کیا میرے بھائی اور بہن روز کہاں چلے جاتے ہیں کہ دن بھر نہیں دکھائی
 دیتے؟ حلیمہ نے شفقت سے جواب دیا کہ ”بیٹا وہ بیڑیاں چرانے کو جاتے ہیں“ آپ
 نے فرمایا ”تو مجھے بھی اُن کے ساتھ جانے دو“ حلیمہ نے کہا ”اچھا اگر تم چاہتے ہو تو شوق
 سے جایا کرو۔“ اور دوسرے دن سے آپ بھی عبدالسد۔ اُیسہ اور شیاء کے ساتھ بیڑیاں
 چرانے لگے۔ اب آپ کا معمول تھا کہ روز صبح کو رضاعی بھائی بہنوں کے ہمراہ خوش
 خوش جاتے اور شام کو شادان و فرحان گھر میں آتے۔

ایک دن آپ کا رضاعی بھائی عبدالسد بن حارث جو ضرہ کے لقب سے مشہور تھا
 شق صدر ابدوحاس اور روتا ہوا گھر میں آیا۔ اور ان باپ یعنی حلیمہ اور اُن کے شوہر کے

ساسنے چلایا اے ابا اور اے امان۔ جلدی جا کے بھائی محمدؐ کی خبر لو۔ اب نہین کہ
 وہ زندہ ملین۔“ جلیئمہ نے نہایت ہی پریشان و مضطرب ہو کے پوچھا ”تو کیا ہوا؟“
 عبداللہؑ نے کہا ”ہم سب کھڑے تھے کہ ایک شخص آیا۔ اُنھیں ہمارے درمیان میں
 گھس کے پکڑا پھر ایک پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ اور ہم دیکھتے ہی تھے کہ اُن کا
 پیٹ پھاڑ ڈالا، جلیئمہ کہتی ہیں یہ روح فرسا اور جان گزرا خبر سنتے ہی میں اور میرا
 شوہر دونوں لپکے۔ مگر وہاں پہنچ گئے کیا دیکھتی ہوں کہ آپ پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے
 ہیں۔ نظر آسان کی طرف ہو اور مسکرا رہے ہیں۔ میں دیکھتے ہی نہایت بیانی
 سے دوڑی۔ گلے سے لگا کے پیشانی چومی اور پوچھا ”بیٹا خیریت تو ہو۔ تم کس چیز
 سے ڈر گئے؟“ آپ نے فرمایا۔ خیریت ہو میں ابھی کھڑا تھا کہ تین شخص آئے۔ ایک کے
 ہاتھ میں چاندی کی صراحی تھی۔ اور دوسرے کے ہاتھ میں زمر و بنر کا طشت وہ مجھے
 پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے۔ وہاں آہستہ سے مجھے چت لٹایا۔ اور میرا سینہ چاک کر ڈالا
 مگر مجھے اس سے نہ کسی قسم کی تکلیف ہوئی اور نہ زخم کا کچھ اثر معلوم ہوا۔ پھر اُنھوں نے
 ایک سیاہ چیز میرے دل سے نکال کے سینہ اُسی طرح برابر کر دیا اور اب میں اچھا خاصہ ہوں“
 جلیئمہ خائف ہوا | اس بیان اور اس واقعے سے جناب جلیئمہ اور اُن کے شوہر دونوں
 حد سے زیادہ خائف و پریشان ہوئے اُن دونوں عرب میں شیطان یعنی بھوت اور
 جن کے بہت سے افسانے مشہور تھے۔ اور طرح طرح کی بیاریوں کی اصلیت
 اُنھیں کی طرف منسوب کی جاتی تھی۔ چنانچہ دونوں میان بیویوں کو خیال گذر کہ یہ
 بھی کوئی اسی قسم کا واقعہ ہو۔ اور آپ کی صحت کی نسبت بہت متروک ہو گئے۔ آخر
 ایک دن شوہر نے بیوی سے کہا جلیئمہ اس بچے کو اس کے دادا کے پاس پہنچاؤ
 اور اپنی امانت سے سبکدوشی حاصل کرو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اسے آسیب کا کچھ خلل
 ہو گیا ہو۔ اور اگر یہ سچ ہوا تو پھر کبھی نہ کبھی اس کا طور ضرور ہوگا۔ اُس سے پیشتر ہی

اگر یہ بچہ اپنے گھر اور اپنے لوگوں میں پہنچ جائے تو بہت مناسب ہے۔ شاید اس کے دادا کچھ علاج یا کوئی تدبیر کریں۔ ان باتوں نے جناب علیہ السلام کے دل میں دہشت پیدا کی اور آپ چار پانچ سال کے درمیان میں تھے کہ وہ آپ کو لیکے پھر کے کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کا کھونا اور مانا حکیمہ سعدیہ آپ کو واپس لاتی تھیں کہ گھر کے قریب پہنچ کے آپ کھو گئے۔ بہت ڈھونڈھا مگر پتہ نہ لگا۔ آخر ذوقی اور سہمی ہوئی انتہائے ناکامی و پریشانی کے ساتھ اس کے مین آئین اور آپ کے دادا عبدالمطلب کے پاس جا کے کہنے لگیں مین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لیے ہوئے کے مین آتی تھی کچھ رات کو جیسے ہی اس شہر کے قریب پہنچی وہ کھو گئے اور کہیں پتہ نہیں لگتا۔ عبدالمطلب فوراً اٹھ کے کبھے کے قریب گئے اور مدد گاہ اُسی مین دعا کرنے لگے کہ خداوند امجد کو مجھ سے ملا ناگمان غیب سے آواز آئی تو گو پریشان ہو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خدا ہی جو ان کو ذلیل و ضعیف نہ کرے گا۔ عبدالمطلب نے پوچھا تو ہم انھیں کیونکر اپن آواز آئی وادی تباس مین جاؤ جنی طرف جو درخت ہو مین ملین گے۔ عبدالمطلب یہ سنتے ہی اس پتے پر روانہ ہوئے۔ راستے مین وراقہ بن نوفل بھی ساتھ ہوئے جو جاہلیت کے موصد خدا پرستوں مین تھے۔ یہ دونوں معزین قریش مقام معینہ پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک بچہ درخت کی ٹنٹی پکڑے کھڑا ہے۔ عبدالمطلب نے پوچھا صاحبزادے تم کون ہو؟ بچے نے جواب دیا مین محمد بن عبدعبد بن عبدالمطلب ہوں تو عبدالمطلب نے خوشی مین آ کے کہا اور مین عبدالمطلب تون پھر بڑھ کے آپ کو گود مین اٹھا کے گلے سے لگایا اور اپنے آگے اونٹ پر بٹھا کے گھر کی طرف چلے۔ مگر جوش مسرت سے روتے جاتے تھے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دامن اس طرح علیہ السلام نے آپ کو پھر گلے سے لگا کے اپنا کلیہ بھند اکیا۔ اور حضرت عافیت مین مین آمنہ کی خدمت مین حاضر ہو مین جناب آمنہ نے تعجب دیکھ کے پوچھا کیون علیہ السلام اس بچے کے لکھنے کی تو تھیں بڑی متناہی۔ واپس لانے کا سبب؟ علیہ السلام نے پہلے تو طالع مگر جب اصرا کر لیا گیا تو چھانا خلاف مصلحت سمجھ کے ان تمام واقعات کو صاف صاف

ہمارا جو گر چکے تھے۔ اور بولین مجھے ڈر ہے کہ کمین آسیب کا خلل نہ ہو حضرت آمنہ نے کہا لطمیان سے فرمایا: نہیں جلیزم۔ اس کا تو مجھے بالکل خوف نہیں۔ سرے بیٹے کی کوئی خاص شان ضرور ہونے والی ہے اور وہ امور بیان کیے جو ولادت کے وقت اور ایام حل میں پیش آئے تھے۔

سوق کا زمین ایک ماہن آپ کو بھاتا ہے | کتے ہیں کہ علامہ ایک مرتبہ آپ کو سوق عکاظ میں لے گئیں تھیں۔ جو جاہلیت کا بڑا سیلا تھا۔ اور جس میں شعرا و شرفاء عرب رجز خوانی کیا کرتے تھے اور اپنے اوپر فخر کرتے تھے۔ وہاں کسی کا ہن نے آپ کی صورت دیکھتے ہی چلا کے کہا سوق ذی الحجاز میں ہی آپ پہلے گئے تو گو اس لشکے کو مار ڈالو یہ بادشاہ ہونیوالا ہے جلیزم اسکے یہ کلمات سنتے ہی بہت ذہن اور آپ کو لیکے بھاگین اسی طرح آپ کی دائی ایک خدا آپ کو سوق فی الحجاز میں لے گئیں تو وہاں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ نوی الحجاز کا سلاخرنے کے قریب ہوتا تھا۔ اور اسی میلے سے فراغت کبکے لوگ گج کو آما کرتے تھے۔ یہاں کسی ہرنجومی نے آپ کی وضع و حالت آپ کی ہر نبوت اور آپ کی آنکھوں کی غیر معمولی سرخی دیکھ کے بے تحاشا غل چھایا احوال عرب اس بچے کو قتل کر دینا یہ تمہارے ہم مذہبون کو مار ڈالے گا تمہارے بتوں کو اوندھا کر اٹھے گا۔ اور اپنے مذہب کو تمہارے دین پر غالب کر دے گا۔

ایک در سعدیہ عورت نے بھی | آپ کے عم بزرگوار حضرت حمزہؓ نے بھی بنی سعد میں رہ کے اور اسی آپ کو دودہ پلایا۔ قبیلے کی ایک عورت کا دودہ پیا تھا۔ اتفاقاً جن دونوں آپ علیہ السلام

کا دودہ پیتے تھے وہ عورت جلیزم سے ملنے کو آئی اور آپ کو ایک مرتبہ دودہ پلا کے آپ کی دودہ پلانیوں میں شامل ہو گئی اسی وجہ سے حضرت حمزہؓ دو طرف سے آپ کے رضاعی بھائی تھے اول تو ابو لہب کی ٹوٹھی کی طرف سے اور دوسرے اس سعدیہ عورت کی طرف سے

عہد اہل تاریخ سے ثابت ہے کہ آپ کے بائیں شانے بدل کے میں حمازہؓ میں ایک نشان تھا جو ہر نبوت تسلیم کیا گیا ہے اور آپ کی آنکھیں غیر معمولی طور پر سرخ رہا کرتی تھیں جن کو اس عہد کے ماہرین و خدا شناسی کی علامت خیال کرتے تھے۔

جس کے نام میں بعض کو تو شک ہو اور بعض خولہ نبت مندر بتاتے ہیں۔
 آپ کی درودہ پلانے والیاں اس سعدیہ عورت کے علاوہ تین اور خوش نصیب خاتونان عرب نے
 بھی محض اتفاقی طور پر آپ کی رضاعی مان بننے کی عزت حاصل کر لی تھی اور ان تینوں
 بی بیوں کا نام عاتکہ تھا۔ جن کے شامل کرنے سے آپ کی آٹھ دودہ پلانے والیوں کی تعداد
 پوری ہو جاتی ہے یعنی آپ کی والدہ حضرت آمنہؓ۔ آپ کی لونڈی ام ایمن۔ ابوہب کی
 لونڈی ثویبہ حلیمہ سعدیہ۔ وہ دوسری سعدیہ عورت جو حضرت حمزہؓ کی مرضعہ تھی۔ تینوں
 عاتکائیں بعض لوگ ام فردہ نام ایک اور عورت کو بھی آپ کی دودہ پلائیوں میں شامل کرتے ہیں

باب سوم

پیرانہ عہد نابالغی

آپ چار سال کے ہیں حضرت آمنہ کی وفات بعد المطلب آپ کے متکفل ہوئے۔ آپ کے ساتھ ان کا
 بڑا بھائی ابولہب آپ کی نسبت پیشین گوئی کرتا ہے جبکہ المطلب یہود کے خوف سے آپ کی حفاظت کرتے ہیں
 ان کا سفر میں آپ کی برکت اور جبکہ المطلب کی دعا سے پانی برتا ہے۔ آشوب شہم علاج کا ہیں آپ کو
 پہچانتا ہے۔ جناب جبکہ المطلب کا انتقال۔ ان کی بیٹیوں کی مرثیہ گوئی۔ ابولہب آپ کے کفیل ہوئے۔
 دادا کے مرنے پر آپ کا صدمہ۔ ابولہب کی شفقت و مرحمت۔ ان کے گھر میں آپ کی برکت۔ آپ کا
 بچپن کا صبر و شکر۔ ابولہب کی دعا سے بھی آپ کی برکت سے پانی برسایا۔ ایک درکار کا ہیں آپ کو
 پہچانتا ہے۔ آپ کا پہلا سفر شام۔ تیسرا راہب۔ اس کی دعوت۔ وہ آپ کو غور سے دیکھتا ہے۔ اور آخر
 پہچان جاتا ہے۔ قیاسیوں کا قیاس اور اس کی بے وقفی۔ آپ کی عفت و راستبازی۔ قوم سے آپ کو
 امین کا خطاب ملتا ہے۔ آپ بچپن میں برہنگی سے رکھ جاتے ہیں۔ برہنہ ہونے کے دیگر واقعات۔ آپ کی
 نسبت آسیب کا خیال۔ گمراہ کے بزرگ ہریدہ مطہرین۔ آپ بھیر مان جراتے ہیں۔ اس پیشے سے نبرکت

تعلق قصہ خوانی کی محبت خدا آپ کو بجا آجو۔ آپ ہمیشہ برصیت خصوصاً ترک سے روک کے لکڑان کے کلابت ہوا۔ آپ وہاں زبردستی نہ جانے گئے۔ اور ترک سے نہ لے جایا۔ جو چیز توں پر چڑھائی باقی آپ نہ دکھاتے۔ جاہلیت کے ایک مودہ کے بیان کا آپ پراثر۔ آپ کس شخص سے کہے میں جاتے تھے۔ جو لڑکیاں زندہ دفن کی جائیں آپ انھیں بچاتے نبوت سے پیشتر آپ کا مذہب۔

آپ چار سال کے ہیں | الغرض آپ کا سن شریعت چار پانچ سال کے درمیان میں تھا کہ نبی ص کے نبیوں اور اپنے رضاعی خاندان کے بھائی بنوں سے خصمت ہو کے آپ کے میں آئے اور اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ رہنے لگے۔ مگر افسوس تعلیمات نبوت کیلئے ضرور تھا کہ دنیاوی شفیقون سے ہمچن ہی میں جدا ہو کے آپ خدا کی طرف توجہ کرنے کے عادی ہو جائیں پناچہ ایسا ہی ہوا۔ پورے دو برس بھی مان کی محبت کا فرہ نہیں اٹھانے پائے تھے کہ حضرت حضرت آمنہ کی وفات آئندہ آپ کو ساتھ لے کے اپنے بعض اعرہ سے ملنے کے لیے مدینہ گئیں۔ وہاں مقام دار النابتہ میں پورے ایک مہینہ رہ کے واپس آتی تھیں کہ راستے میں بیمار ہوئیں۔ مرض ایسا شدید تھا کہ ہنوز نصف راستہ بھی نہیں طے ہونے پایا تھا کہ مقام ابواء میں پونچ کے انتقال کیا۔ اور رہ گراے عالم آخرت ہوئیں یہی غنیمت ہوا کہ آپ کی خاندانی جیشہ لونڈی ام امین ہمراہ تھی جو حضرت آمنہ کو دادی ابواء کی خاک میں دفن کر کے مکے کی طرف روانہ ہوئی۔ اور اس روح فرسا سانچے کے پانچویں دن آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب سے مل کے ساری سرگزشت بیان کی اور آپ کو ان کے سامنے پیش کیا عبدالمطلب خاندانی مصیبت جو ان اور بیوہ بیو کی خلاف امید موت۔ اور پوتے کی یتیمی دے بسی پر انتہا سے زیادہ طول ہوئے۔ اور انکے دل کو اتنا بڑا صدمہ پہونچا کہ کسی بیٹے کی موت پر بھی نہ پہونچا تھا۔

عبدالمطلب کے تکفل ہوئے | اب اس وقت سے عبدالمطلب آپ کی پرورش و تعلیم کے تکفل ہوئے۔ اور وہی لونڈی ام امین آپ کی دیکھ بھال کرتی لیکن خبر گمان تھی یہی سبب اور یہی حقوق تھے جن کے لحاظ سے آپ ام امین سے اکثر فرمایا کرتے تھے ”یری اصلی مان کے بعد تم ہی یری مان ہو“ عبدالمطلب بھی آپ سے نہایت ہی آپ کے ساتھ اُکا بڑا لطف کے ساتھ پیش آتے۔ ہمیشہ آپ کی پیٹ پر دستِ شفقت پھیلتے اور اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ پاس و لحاظ کرتے چنانچہ مشہور ہے کہ اُن کے لیے مقامِ حجرِ مین خاص خانہ کعبہ کے سایے میں فرش بچھایا جاتا۔ جس پر صرف وہی بیٹھتے۔ اور تمام بیٹے گرد رہتے کسی کی مجال نہ ہوتی کہ اُس فرش پر قدم رکھے مگر آپ جب آتے تو اپنی پچھن کی سادگی سے بنے تکلف اُس فرش پر چلے جاتے یہ دیکھ کے آپ کے بعض چچا آپ کو ہاتھ پکڑ کے اور کھینچ کے فرش سے باہر کرنا چاہتے تو عبدالمطلب منع کرتے۔ اور کھٹے آنے دو۔ میرے اس بیٹے کی ایک خاص شان ہونے والی ہو اور ایسے مرتبے پر پہنچنے والا ہو جس پر آج تک کوئی عربی نژاد نہ پہنچا ہوگا“

ایک دن اسی مقام اور اسی فرش پر عبدالمطلب بیٹھے تھے کہ نجران کا نجران کا بشارت کی نسبت پیشین گوئی کرتا ہوا نصرانی بشارت سے ملنے کو آیا۔ اور باتوں باتوں میں کہنے لگا ہم اپنی کتابوں میں ایک پیغمبر کا تذکرہ ہاتے ہیں جس کا نام ابھی باقی ہے۔ وہ نسل اسمعیل سے ہوگا آپ کے اسی شہر میں پیدا ہوگا۔ اور اس کے یہ یہ اوصاف ہوں گے۔ ”اتنے میں رسول المصلیٰ المد علیہ وسلم آگئے۔ اس نے آپ کی آنکھوں پیچھے اور قدموں کو غور سے دیکھا اور کہا ”وہ پیغمبر ہی ہو۔ مگر یہ آپ کا لڑکا نہیں ہو“ عبدالمطلب نے جواب دیا ”یہ میرا بیٹا ہو“ اور وہ عموماً کمالِ شرف و توقیر سے

آپ کو اپنا بیٹا ہی بتایا کرتے تھے۔ یہ سن کے لبشپ بولا "مگر اس کے باپ کو تو زہرہ نہ ہونا چاہیے" تب عبد المطلب نے بتایا "ان یہ میرے بیٹے کا بیٹا ہے۔ مان کے پیٹ ہی میں تھا کہ خدا نے یتیم کرو یا" لبشپ نے کہا "بے شک اب تم سچ کہا" جب وہ لبشپ چلا گیا تو عبد المطلب نے اپنے بیٹوں کی طرف دیکھ کے کہانتے ہوئے لوگ کیا کہتے ہیں؟ جہاں تک پہنچنے اس بھتیجے کی حفاظت کرو۔"

جد المطلب یہود کے خوف سے آپ کی حفاظت کرتے ہیں

اسی قسم کے اور بھی کئی واقعے جد المطلب پر گزرتے تھے اور ان کے دل میں ایک خیال پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں

یہود و نصاریٰ میرے پوتے کے ساتھ دشمنی نہ کریں۔ اسی سبب سے آپ کے مکران رہتے۔ اور حتی الامکان مخالفت کرتے۔ خود اُم امین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میری آنکھ بچا کے آپ کسی طرف پھیلے ہوئے نکل گئے۔ تھوڑی دیر نہیں ہوئی تھی کیا دیکھتی ہوں کہ جہد المطلب کھڑے پوچھ رہے ہیں "اُم امین تھیں خبر بھی ہے کہ بیٹے اپنے بیٹے کو کہاں پایا ہے؟ میری کے درخت کے نزدیک یہ مجھے چند اور لڑکوں کے ساتھ ملے۔ دیکھو ہوشیار رہا کرو۔ میں ڈرتا ہوں کہ یہود و نصارا اس بچے کو کچھ ضرر نہ پہنچا دیں۔ جناب جہد المطلب کو آپ کی تیلی کا اور آپ کے متعلق جو پیشین گوئیاں سننی تھیں اُن کا یہاں تک خیال تھا کہ بغیر آپ کے کھانا نہ کھاتے اور بغیر کسی شدید ضرورت کے آپ کو جہاد نہ کرتے۔ وہ آپ سے کبھی کبھی کام بھی لیا کرتے مگر ہمیشہ مجبوری کی حالت میں اُن کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ کوئی اونٹ کھو جائے۔ ایسے موقعوں پر اُس کی تلاش کے لیے وہ ہمیشہ اپنے بیٹوں کو بھیجا کرتے تھے۔ مگر جب بیٹے موجود نہ ہوتے اور ان کے بلائے کی ضرورت ہوتی تو آپ کو نہ بھیجتے۔

عبد المطلب نے اپنی آخر عمر میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سات برس کے تھے یمن کا سفر کیا۔ اور وہاں کے نئے خانہ اخی فرمان روا سیف بن دعی بزل ان کا سفینہ کو اُس کی فتنہ دہی و کامیابی پر مبارک باد دی اس لیے کہ دولت ساسانی کی مدد سے اُس نے یمن میں حبش کے عیسائی حکمرانوں کا قلعہ فتح کر دیا تھا۔ وہ ایک یہودی حکمران تھا۔ اور مذہبی پیشین گوئیوں اور بشارتوں سے واقف۔ عبد المطلب کی صورت دیکھتے ہی اُس نے بھی یہ غرہ سنایا کہ تمہاری نسل اور تمہاری قوم سے نبی آخر الزمان بسوٹ ہوگا جس کی بہشت کا زمانہ قریب آگیا ہو۔ اسی سال ایک اور واقعہ پیش آیا۔ عجب مین کی برس سے آپ کی برکت اور عبد المطلب کی دلعلم پانی رستا ہو اور مولشی سوکھ سوکھ کے مرے جاتے تھے اُس تھا کا خاتمہ اس طریقے سے ہوا کہ عبد المطلب کی بیوی رقیقہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ہاتھ غیب کسی خاص شخص کا حلیہ اور پتہ بتا کے کہہ رہا ہو کہ وہ مع اپنے فرزند خاص کے کوہ ابو قیس پر جا کے درگاہ الہی میں دعا کرے تو خوراً رحمت الہی نازل ہوگی۔ رقیقہ نے جب یہ خواب لوگوں سے بیان کیا تو قریش کو اس شخص کی جستجو ہوئی جس کا حلیہ بتایا گیا تھا۔ غور کرنے سے وہ سب باتیں عبد المطلب میں پائی گئیں۔ اور سب اتفاق کر کے انھیں کوہ ابو قیس پر لے گئے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس وقت آپ کے ساتھ تھے اور انھوں نے آپ کو آگے کھڑا کر کے نہایت ہرجوش اور فصیح و بلیغ الفاظ میں دعا کی۔ ابھی ہاتھ دعا سے ہٹنے نہیں پائے تھے کہ ابرگھرایا اور ایسا مینہ برسا کہ دونوں کی کسر نکل گئی۔

آشوب چشم | ولادت با سعادت کے ساتویں ہی برس یعنی اسی سال ایک یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ آپ کی آنکھیں دھکنے کو آئیں۔ اور شدید آشوب چشم میں مبتلا ہو گئے جناب عبدالمطلب نے مکے کے معالجوں کی طرف توجہ کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا پریشانی ہونے لگے تھے کہ کسی نے کہا اطراف عکاظ میں ایک کاہن آنکھوں کا بہت علاج کاہن آپ کو چانتا ہو | اچھا علاج کرتا ہو۔ اُن دنوں طبابت عام مذہبی تقبلاًؤں یا ہودی کاہنوں اور نصرانی راہبوں کے ساتھ مخصوص تھی۔ عبدالمطلب یہ خبر سنتے ہی آپ کو مکے کے وہاں دوڑے گئے۔ اُس کی خانقاہ کا دروازہ بند تھا۔ پکارا۔ اُس نے جواب نہ دیا۔ فوراً خانقاہ میں زلزلہ پڑ گیا۔ اور دروازہ کھلا اور اس قدر کھلا کہ وہ ڈراکھین چھت نہ آرہے۔ گھبرایا اور سہا ہوا باہر آیا۔ اور آپ کی صورت دیکھتے ہی بولا۔ اے عبدالمطلب یہ لڑکا اس امت کا پیغمبر ہے۔ اگر میں مکہ نہ آتا تو خانقاہ دھدھماکے بیٹھ جاتی۔ اس کو لے جاؤ۔ اور حفاظت کرو۔ مبادا اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے کوئی شخص اسے قتل کر ڈالے پھر اُس نے آپ کی آنکھ میں دوا لگائی۔ اور تھوڑی سی دوا دے دی کہ پھر ضرورت ہو تو لگا دیتا۔

جناب عبدالمطلب کا انتقال | اس مرض سے صحت پانے کے بعد آپ نے اپنی عمر کے آٹھویں سال میں قدم رکھا۔ جس سال کہ آپ نے سب سے بڑا یہ صدمہ اٹھایا کہ جد بزرگوار جناب عبدالمطلب نے جو آپ کو اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے انتقال کیا۔ اُن کی وفات بھی اہل مکہ کے لیے ایک بڑی مصیبت تھی۔ جب مرض موت میں مبتلا ہوئے۔ اور یقین ہو گیا کہ دنیا کو رخصت کیا جاتے ہیں تو کمال اطمینان و استقلال کے ساتھ اپنی چھٹون لایق

ابھی بیٹو کی شہ گئی ہو شمار بیٹوں کو جمع کیا جن کے یہ نام ہیں۔ ضیقہ۔ برہ۔ مائیکہ
بیضار جن کی کینٹ اُم حکیم تھی۔ امینہ اور اُرومی۔ یہ سب حسب رواج قوم شعرو
سخن کا بہت اچھا مذاق رکھتی تھیں اور فی البدیہہ کتنی تھیں۔ عبدالمطلب نے
ان کو جمع کر کے کہا اگر میرے مرثیے کہنا ہوں تو میرے سامنے کہہ لو تاکہ مرنے
سے پہلے سُن لوں اور معلوم ہو جاوے کہ مجھ سے چھوٹے کے صدے کو تم کس
سوز و گداز کے الفاظ میں ظاہر کرتی ہو؟ اس خواہش کے مطابق سب نے ایک
ایک مرثیہ تصنیف کر کے سنایا۔ اور جان لب باپ نے سر کے اشارے سے
اپنی رضامندی ظاہر کی۔ گویا زبان حال سے کہا کہ ”ہاں مجھے یومین رستہ“ اور
ہیشہ کے لیے خاموش ہو گئے۔

عبدالمطلب کی نسبت کہتے ہیں کہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ اور اُن کی
عمر کی بابت بڑا اختلاف ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ طولانی عمر پا کے اور ایک
بڑے خاندان کو چھوڑ کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ انتقال کرتے وقت اُنھیں
ابوطالب کے کفیل ہوئے۔ سب سے زیادہ فکر اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی
اس لیے کہ آپ بے مان باپ کے تھے۔ اور ہنوز کم عمر تھے۔ اس امر میں اُنھوں نے
یون اطمینان حاصل کیا کہ اپنے سچے ابوطالب (یعنی حضرت علی کے والد) کو اپنے
سامنے بلا دیا اور کہا کہ ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے میں تمھیں وصیت
کرتا ہوں۔ اور اس بچے کو تمھاری کفالت میں دیتا ہوں“ اور تمام بیٹوں میں صرف
ابوطالب کے منتخب کرے کی یہ وجہ تھی کہ وہ بخلاف اُن کے اور بیٹوں کے آپ کے
عہد میں صاحبوں کو یہ مرثیے دیکھنا ہوں میرا ابن ہشام میں دیکھ سکتے ہیں۔ واقعی جب کمال کے ساتھ ملی
بجذبات ظاہر کیے گئے ہیں اور ضاحت تو فاذن انہیں کھیں یہی عہد یہ سزا میں ہشام سنو ۱۰۹۰ھ ۱۱۰۱ھ ۱۱۱۱ھ

اور تھمے پر آپ کا مدبرہ | والد مرحوم حضرت عبداللہ کے سکے اور مان جائے بھائی تھے
مگر باوجود اس کے کہ ابوطالب پیچھے پر شفقت کا ہاتھ رکھ چکے تھے آپ کو ایسے شفیق
عبداللہ کو گوارے کرنے کا بے انتہا مدبرہ ہوا۔ آپ کی لونڈی ام ایمن کا بیان ہے کہ
عبداللہ کے جنازے کے پیچھے پیچھے آپ زار و قطار رو رہے ہوئے گئے حالانکہ
ابھی آٹھ ہی برس کے تھے۔ اور اس عمر کے بچے ایسے غم کو بہت کم محسوس کیا
کرتے ہیں۔ آپ کی بچپن کی زندگی کا یہ اتنا بڑا اہم واقعہ تھا کہ آپ کو آخر عمر تک یاد
رہا۔ اور جب کوئی پوچھتا کہ عبداللہ کا مرنا آپ کو یاد ہو تو آپ فرماتے کہ بیان
بخوبی یاد ہو۔

ابوطالب کی شفقت و برکت | ابوطالب نے اپنی توجہ و محنت سے چند ہی روز میں ظاہر
کر دیا کہ وہ آپ کے حال پر آپ کے والد سے بھی زیادہ شفیق تھے۔ اپنے لڑکوں
سے بھی زیادہ آپ کے حال پر مہربان رہتے۔ بیان تک کہ بغیر آپ کے
دستر خوان پر نہ بیٹھتے۔ کہتے ہیں جناب ابوطالب بہت غریب و مفلس تھے
اور حالت یتیمی کو چونکہ دیگر والدین کو پیٹ بھر کے کھانا دینا مشکل آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ان کے گھر میں آپ کی برکت | جب بھی دسترخوان پر ساتھ ہوتے تو سب کا پیٹ بھر جاتا
چند ہی روز کے تجربے نے ابوطالب کو بتلادیا کہ یہ صرف آپ کی برکت تھی۔
چنانچہ ان کا معمول ہو گیا تھا کہ جب دسترخوان بکھتا اور سب بچے جمع ہو لیتے تو
سب سے کہتے ذرا ٹھہرو میرا بیٹا آ لے تو کھانا۔ پھر کسی کو بھیج کے آپ کو ملو لیتے
اور جب آپ آ لیتے تو پہلے آپ کو کھلاتے پھر اپنے لڑکوں کو۔ اور آپ کی
برکت سے سب کا پیٹ بھر کے کچھ کھانا بچ ہی رہتا تھا۔

آپ کا بچپن کا مدبرہ فکر | آپ کے اس عمر کے معمولات میں تھا کہ خدا جو کچھ دیتا اس پر

قناعت کرتے اور زبان سے کبھی حرف شکایت نہ نکلتا۔ جناب ابوطالب کی
 مفلسی کا اثر ممکن نہیں کہ آپ کی ذات پر نہ پڑتا ہو اس لیے کہ انھیں کی کفالت
 میں تھے اور انھیں کے ساتھ کھاتے پیتے تھے ضرور ہو کہ کبھی کبھی آپ کو بھی بھوک
 رہنے کی نوبت آجاتی ہو۔ مگر اُم ایمن کا بیان ہے کہ آپ نے کبھی بھوک پیاس کی شکایت
 نہیں کی نہ بچپن میں اور نہ بڑے ہو کے۔ معمول تھا کہ صبح ہوئی اور آپ نے
 جا کے زمرم کا پانی پی لیا۔ پھر ہم کچھ غذا پیش بھی کرتے تو آپ فرما دیتے کہ میرا
 پیٹ بھرا ہو۔ زمرم کے فضائل میں آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّهُ طعم
 طعم، غالباً یہ انھیں تجربات کا نتیجہ تھا۔

ابوطالب کی دعا نے بھی آپ کی
 برکت سے پانی برسایا۔

ابوطالب کو گھیرا اور انھوں نے مع آپ کے سبب کے پاس جا کے دعا کی خوراً
 ابرگھرایا اور ایسی بارش ہوئی کہ تمام وادیاں بہ نکلیں۔ ابوطالب کو یقین کمال
 تھا کہ اللہ یہ رحمت الہی صرف آپ کی برکت سے نازل ہوئی۔ چنانچہ ایک قصیدہ
 میں اپنے مؤید من اللہ بقیعہ کی شان میں فرماتے ہیں۔

و ابيض يستقي الفام بوجهه فمال اليتامي عصمة للارامل

اللہ وہ شخص جس کے چہرے کی برکت باطن رحمت کی دعا کھاتی ہو تو ہر گز بے جا نہ پناہ اور کیا یہ حور تو کو نقصان پہنچا دے گی
 ایک لڑکا ہن آپ کو بچاؤ گا | ان دنوں ایک لڑکا ہن اگر بچے میں آتا تھا اور قریش اپنے
 لڑکوں کو اس کے پاس لے جا کے حالات پوچھا کرتے تھے۔ ابوطالب بھی
 اپنے سب لڑکے بالوں کو سسے کے اُس کے پاس گئے جن میں آپ بھی
 تھے۔ اُس نے پہلے آپ کو ایک نظر دیکھا پھر کسی اور طرف مشغول ہو گیا۔

۱۔ تا قاً آپ اُس کے سلسلے سے ہٹ آئے اور اُس نے تھوڑی دیر کے بعد چاروں طرف نظر دوڑا کے کہا "وہ لڑکا کہاں گیا جس کو میں نے ابھی دیکھا تھا؟" ابوطالب نے آپ کو دوبارہ پیش کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اُس نے ایک مجنوناہ جو ش سے کہنا شروع کیا۔ "اُس لڑکے کو جلدی لاؤ۔ خدا کی قسم اُس کی عجب شان ہونے والی ہے۔" مگر ابوطالب کو خدا جانے کیا خیال ہوا کہ آپ کو کسی طرح پیش نہ کیا۔ اور سب ہر ایون کو لے کے گھر پلٹ آئے۔

آپ کا پہلا سفر شام | اب آپ کی عمر نو برس کی تھی۔ اور ابوطالب کو اپنے تاجرانہ اہل ارض کے لیے سفر کی ضرورت پیش آئی۔ قریش اور عموماً اہل عرب کا ایک عام زمانے سے معمول چلا آتا تھا کہ ہر سال ارض شام میں جاتے ہندوستان کے مال کو جو سواحل عرب پر اترتا اور میں کی پیداوار کو وہاں لے جا کے نفع سے بیچتے اور وہاں کا مال تجارت لے کے گھر آتے۔ ابوطالب نے قریش کے ایک ایسے ہی قافلے کے ساتھ روانگی کی تیاریاں کر دیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تنہائی کا خیال آیا۔ ایک بے اختیار ہی کے جوش سے پاب رکاب چاکے سامنے گئے۔ اونٹ کی ہمار کپڑی اور کھنہ لگے چچا آپ مجھے کس کے سر دکرتے ہیں۔ میرے نہ باپ ہیں اور نہ ان۔ پھر کس کے پاس رہوں گا؟ اس جملے پر ابوطالب کا دل بھرا آیا اور از خود رختہ ہو کے کہہ اُٹھے "خدا کی قسم تم میرے ساتھ چلو گے۔ نہ میں تم سے جدا ہوں گا اور نہ تم مجھ سے جدا ہو گے یہ کہہ کے آپ کو اپنے اونٹ کے پیچھے بٹھا لیا۔ اس طرح آپ نے اپنے پہلے سفر میں قدم رکھا۔

۲۔ یورپین مورخین نے غالباً کین کے بیان پر اصرار کر کے اس زمانے میں آپ کی عمر پندرہ برس کی بتائی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سلمان مذہب اور انداز کی طرح اس میں بھی مختلف ہیں مگر ان کے نزدیک سب سے زیادہ راجح قول یہ ہے کہ آپ نے پندرہ برس کی عمر میں پہلا سفر شام کیا۔

اور سڑ میں شام کی راہ تھی ۔

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سنایت اہم سفر تھا حتیٰ کہ بعض مسیحی مورخین کا خیال ہے کہ اسی سفر نے آپ کو نبوت اور اصلاح قومی کا تعلیم دی۔ بعض مسلمان راوی کہتے ہیں کہ شام پہنچنے سے پیشتر راستے میں کئی راہبوں اور کاهنوں نے آپ کو دیکھ کے آپ کی نبوت کی پیشین گوئی کی۔ مگر زیادہ قرین قیاس اور معتبر ہی معلوم ہوتا ہے کہ شام کے شہر بصری میں پہنچنے سے پیشتر کوئی ایسا واقعہ نہیں پیش آیا۔

بیمار راہب | بصری میں یہ قریشی قافلہ ایک پرانی اور مشہور خانقاہ کے نیچے اترتا۔ جس میں ہجرا نام ایک بہت پرانا اور نیک نفس عیسائی راہب فرب و روز عبادت الہی میں مصروف رہتا تھا۔ اُس نے اپنے حجرے سے ان عربی سوداگروں کو دیکھا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ اتفاقاً اُسے نظر آیا کہ ایک ابر کا ٹکڑا آپ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ اور آپ جدھر جاتے ہیں ساتھ رہتا ہے۔ پھر آپ ایک درخت کے نیچے ٹھہرے تو اس کی پٹھانوں نے سٹ کے سایہ کر لیا۔ یہ ایسی غیر معمولی بات تھی۔ کہ وہ اتر کے نیچے آیا اور قافلہ والوں سے مل کے کہا "آج تم سب کھانا میرے ہی بیان کھانا۔ مگر خیال رہے کہ میری دعوت میں تم سب اسکی دعوت آؤ۔ کوئی باقی نہ رہے۔ یہ لگہ ہمیشہ ادھر سے گذرتے تھے اور جانتے تھے کہ کب کب راہب دعوت کیسی کبھی دینا دار سے ملتا تک نہیں۔ اس کی اس غیر معمولی اذیتاں امید تو ہر پر سب کو حیرت ہوئی۔ بلکہ کچھ والوں میں سے کسی نے پوچھا "ہم ہر سال یہاں اتر کرتے ہیں۔ آپ نے اور کبھی دعوت نہ کی۔ اب کی کیا بات تھی جو آپ یہ زحمت گوارا کرتے ہیں؟" ہجر نے کہا "میں نے پیشتر بھی اس کا خیال نہ کیا تھا۔ لیکن آخر تم مسافر ہو۔ میرا فرض ہے کہ تمہاری نیز بانی کروں۔" اللہ

اس نے اُس کی دعوت قبول کی۔ اور وقتِ مینہ پر اُس کے پاس پہنچے۔ اتفاقاً
 اور سب لوگ گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ سمجھ کے اونٹوں اور اسباب
 کے پاس چھوڑ دیا۔ بحیرہ بن عیسوی کا بہت بڑا عالم و فاضل تھا۔ کتب آسمانی
 اور دیگر پُرانی کتابیں ہر وقت اس کے مطالعے میں رہتی تھیں۔ یہ لوگ جبلِ س کی
 دعوت میں آئے تو اُس نے سب کو غور سے دیکھا اور دلائل میں نے کہہ دیا تھا
 کہ اپنے کسی ہمراہی کو چھوڑ نہ آنا۔ ان لوگوں نے جواب دیا ہم سب موجود ہیں
 فقط ایک لڑکے کو تنہائی کے لیے اونٹوں کے پاس چھوڑ دیا ہے۔ بحیرہ نے کہا
 اُسے بھی بلواؤ۔ نصرانی راہب کے اس اصرار کو سب نے حیرت سے دیکھا۔ اور
 کسی کی زبان سے نکلا عبد اللہ بن عبد المطلب کا بیٹا ہوتا تو ہم ذلیل ہوتے۔
 الغرض آنحضرت بھی آجے تب و ستر خوان بچھا اور سب کھانے لگے۔ قریشی سوداگر جس
 وقت کھانے میں مصروف تھے بحیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غور سے دیکھ رہا تھا
 وہ آپ کو غور سے دیکھتا ہوا آپ کے ایک ایک عضو پر نظر دوڑاتا۔ اور جوشائیاں اُس کے
 ذہن میں تھیں انھیں آپ کے جسد النور میں ڈھونڈتا۔ آخر جب سب لوگ کھانے
 سے فراغت کر کے واپس جانے لگے تو بحیرہ آپ کے نزدیک آیا۔ اور بولا صاحبِ آداب
 میں تم کو لات و عزی کی قسم دلا کے کہتا ہوں کہ جو پوچھوں سچ سچ بتاؤ۔ آپ کا لگو
 ابھی چھین تھا۔ مگر نورِ نبوت نے بتوں کی طرف سے حظّہ تشرف کر دیا تھا۔ فرمایا ان
 بتوں کی قسم نہ دلائیے سمجھ ان سے زیادہ نفرت کسی چیز کے ساتھ نہیں تب
 اُس نے خداوندِ جل و علا کی قسم دلائی اور آپ نے بتانے کا وعدہ کیا۔
 عہد ایک سیسہ مسدّد اسے دیں کہ بتوں کی قسم کھانا خلافتِ قیاس معلوم ہوتا ہے۔ مگر بات یہ کہ بحیرہ آپ کو بت
 پرستان کہ کاہن عقیدہ ہم خیال کھرا تھا اس کے خیال میں آپ سے اصلی حالات معلوم ہونے کی
 جہی امید ہو سکتی تھی جب ایسی قسم دلائی جائے اور یہی وجہ الٰہی سر نے بتائی کہ اصل میں وہ ایسا احمق نہ تھا۔

اب وہ آپ کے مختلف حالات و کیفیات خواب و بیداری کی باتوں اور اوضاع و احوال کو دریافت کرتا جاتا تھا اور آپ بتاتے جاتے تھے پھر اُس نے آپ کی پیٹھ دیکھی جہاں مہربوت پھنوں کے نشان کے مثل نمایاں تھی۔ ان تمام باتوں کو دیکھ کے اور کل چیزوں کو اپنے علم و خیال کے مطابق پائے پھر آپ کے چچا ابوطالب کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا ”یہ لڑکا آپ کا کون ہے؟“ انھوں نے کہا ”میرا بیٹا ہے“ پھر انے کہا ”ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ اس لڑکے کے باپ کو زندہ نہ ہونا چاہیے“ تب ابوطالب بولے ”ہاں یہ میرا بھتیجا ہے۔ ماں ہی کے پیٹ میں تھا کہ خدا نے یم کر دیا“ پھر انے یہ جواب سُن کے کہا ”اب تنے اور آخر پہچان جاتا ہے“ اصل حقیقت بتائی۔ سنوا اپنے بھتیجے کو لے کے فوراً اپنے شہر واپس جاؤ۔ اور یہودیوں سے بچاتے رہنا۔ خدا کی قسم اگر انھوں نے دیکھا اور جو نشانیاں میں دیکھ رہا ہوں انھوں نے دیکھ لیں تو درپے آزاد ہو جائیں گے یا دیکھو کہ تمھارے اس بھتیجے کی بڑی شان ہونے والی ہے“ یہ سنتے ہی ابوطالب پھر اسے رخصت ہوئے۔ اور جلدی جلدی اپنا کام پورا کر کے آپ کو کئے میں واپس لے آئے۔ کتھے ہیں اسی سفر میں چند اور لوگوں نے بھی آپ کو پہچان لیا تھا۔ اور آپ کے درپے آزار ہو گئے تھے۔ مگر بحیرانے انھیں حکمت علی سے ٹال دیا۔

عیسائیوں کا قیاس اور یہی بنیاد ہے جس پر عیسائی مورخوں نے اپنے قیاسات سے اسکی بے وقتی ایک بڑی عمارت قائم کی ہے۔ اُن کا معمول ہے کہ ایک ذرا سا واقعہ پاتے ہی بغیر اس کے کہ پوری طرح دریافت کریں اور بخوبی جانیں ایک بڑا طومار بنا دیا کرتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ بھرا ہی سے ملت یہود اور

دینِ نبوی کے حالات دریافت کر کے آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہجرا سے ایک معمولی ملاقات ہوئی تھی۔ اُس کی خانقاہ کے پاس صرف تھوڑی دیر یا زیادہ سے زیادہ ایک دن تک قیام رہا تھا۔ اور پھر اُس زمانے میں آپ کی عمر بھی نو سال کی تھی تو ہمیں ان لوگوں پر بہت ہنسی آتی ہے جو اس واقعے کو نبوت کی پہلی بنیاد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کچھ ہجیرائی پر موقوف نہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں بہت سے اور بشپوں اور کابھون نے بھی آپ کے متعلق پیشین گوئیاں کی تھیں۔ اگر ان پیشین گوئیوں ہی سے آپ کو نبوت و رسالت کا سبق ملنا تھا تو ہجرا کی کوئی تخصیص نہیں نظر آتی۔ واقعی خیال ہر طرح سے قابلِ ستحکہ ہے کہ آپ نے ایک سرسری ملاقات میں اور نو برس کی عمر میں وہ اعلیٰ رموز الٰہی سیکھ لیے جو کسی کو پوری عمر صرف کرنے پر بھی نہیں آتے۔ اور اگر آپ میں ایسی ہی قوت آخِذہ تھی جو اور کسی انسان میں نہیں ہو سکتی تو اُسے آپ کا ایک بہت بڑا مجوزہ بخشنا چاہیے جو کب آپ کے کہ آپ کی نبوت کو مشتبہ کرے اور قوت کے ساتھ ثابت کرتا ہے۔

آپ کی عفت و راستبازی | اس سفر سے واپس آکے آپ نے آئندہ مدارجِ زندگی طے کرنا شروع کیے۔ مگر ہمیشہ جاہلیت کے گناہوں یا فوجانی کے عیوب اور آوارگیوں سے محفوظ رہے۔ آپ نظرِ تاریکی کی طرف اُل تھے۔ اور اسی عمر میں انسانیت کے تمام اخلاقی کمالات آپ کی ذات میں موجود نظر آتے تھے۔ ہمیشہ سچ بولنے کی کوشش کرتے۔ ہر طرح کی امانت داری کرتے فحش کے پاس تک نہ جاتے۔ مروت اور نیک نفسی کسی ہی میں معمول سے گزرنے کے شہرت کے درجے کو پہنچنے لگی تھی۔ دوستوں اور تمام لوگوں سے صلہ اور نرمی کے ساتھ پیش آتے۔ پڑوسیوں پر احسان کرنے میں دریغ نہ کرتے۔ الغرض علم و صبر

شکر و عدل۔ زہد و تواضع۔ عفت و اتقا۔ جو و وسخا۔ استقلال و شجاعت اور حیا
 قوم سے آپ کو این کا خطاب | و مردت میں کوئی شخص آپ کا نظیر نہ مل سکتا تھا۔ آپ
 کے ان اوصاف کی یہاں تک شہرت ہوئی کہ قریش کے
 بڑے بزرگوں نے بھی آپ کی نیک نفسی و استیلازی کو کم سنی ہی میں تسلیم کر لیا۔ اند
 ساری قوم کی طرف سے آپ کو این کا خطاب مل گیا جس لفظ کے اندر عربی محاورات
 کے لحاظ سے جملہ صفات پسندیدہ شامل کیے جاسکتے تھے۔ اب آپ ہر صحبت میں
 محمد امین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لقب سے یاد کے جاتے۔ اور اپنی زندگی کو
 نہایت ہی نیکی اور سادگی سے بسر کرتے۔

آپ بچپن میں برہنگی سے روکے | ان معاملات میں آپ واقعی سوید من اللہ تھے۔ اگر کبھی
 جاتے ہیں | کوئی اتفاقی لغزش بھی ہونے لگتی تو خود قدرت ہاتھ پکڑ کے
 بچا دیتی۔ چنانچہ خود آپ کا بیان ہے کہ بچپن میں ایک مرتبہ میں چند لڑکوں کے
 ساتھ کھیل رہا تھا۔ اتفاقاً کسی کھیل کے لیے پتھر اٹھا اٹھا کے لانے کی ضرورت
 ہوئی۔ سبھوں نے اپنی ازار میں یعنی اپنے تئمتین اُتار اُتار کے کندھوں پر رکھیں کہ پتھر
 لادنے میں تکلیف نہ ہو اور ہر ہنہ ہو گئے۔ اُن کے ساتھ میں نے بھی یہی کیا۔ مگر ہر ہنہ
 ہونا تھا کہ معلوم ہوا جیسے کسی نے مجھے زور سے ایک پتھر مارا اور کما بخلدی ازار باندھوا
 میں نے فوراً ازار باندھ لی۔ آخر سب کھیلنے والوں میں اکیلا میں ہی اپنے ستر کو چھپائے
 ہوئے تھا۔ آپ کے برہنگی اختیار کر لینے کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ جاہلیت میں بوڑھے اور
 معزز لوگ بھی ننگے ہو جانے کو چند ان عیب نہ سمجھتے تھے۔ زن و مرد کا ایک مقصد ہر حصہ
 کپڑے کے گرد ہر ہنہ ہی ملوان کیا کرتا تھا۔ اور پتھر ڈھونڈنے میں تو بوڑھے بچے سب ہی
 ننگے ہو جاتے تھے جیسا کہ آئندہ واقعات سے ظاہر ہوگا۔

برہنہ ہونے کے دیگر واقعات | برہنہ ہو جانے کا واقعہ آپ کی زندگی میں تین دفعہ پیش آیا۔ اور ہر مرتبہ آپ کسی عیبی قوت سے روکے گئے۔ اور پھلا تو یہی تھا جو مذکور ہوا۔ دوسرا اُس وقت جب قریش چاہ زمزم کی مرمت کر رہے تھے۔ اور آپ دیگر معوزین قریش کے ساتھ پھراٹھا اٹھا کے لاتے تھے۔ سب کو دیکھ کے اُس موقع پر بھی آپ نے اپنی ازار اُتار کے کندھے پر کھی مگر خوراً غش کھا کے گرے اور بیہوش ہو گئے۔ ابوطالب یہ حالت دیکھ کے دوڑے آئے اور پوچھا خیریت ہے؟ آپ نے فرمایا کوئی سفید پوش شخص میرے پاس آیا اور کہا جلدی اپنا ستر چھپاؤ۔ تیسری دفعہ جب قریش نے عمارت مکہ کی تجدید کی ہے۔ اُس وقت بھی اپنے چچا عباس کے ساتھ آپ پھر لا رہے تھے۔ اور اُن کے کہنے سے آپ نے ازار اُتار کے شانے پر رکھی تھی کہ بیہوش ہو کے گرے۔ اور آسمان سے آواز سنی کہ اپنا ستر چھپاؤ۔

آپ کی نسبت آسیب کا خیال | اس قسم کی بیہوشیوں اور از خود رفتگیوں کو اہل عرب عموماً جنون کے تصرف کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ جس کے لیے بجائے علاج کے جھاڑنے پھونکنے والے بلائے جاتے۔ اور عالموں کی طرف توجہ کی جاتی۔ آنحضرت اپنی ابتدائی زندگی میں کئی مرتبہ اس حالت میں مبتلا دیکھے گئے۔ اور لوگوں کا خیال بھی ہوا کہ کوئی تمیر کی جائے۔ مگر آپ کے بزرگوں اور مرہیوں کو ہمیشہ اطمینان رہا۔ مگر آپ کے بزرگ ہمیشہ ملن بے | ابتداً حضرت آمنہ نے حلیمہ کے سامنے اپنا اطمینان ظاہر کیا تھا۔ اور اب جناب ابوطالب آپ کی زندگی کے ایسے واقعات دیکھ چکے تھے اور ایسی ایسی پیشین گوئیاں سن چکے تھے کہ ذرا بھی پریشان و متروک نہ ہوئے اور ہمیشہ یہی خیال کرتے رہے کہ آپ کی کوئی خاص شان ہونے والی ہے۔

آپ بھڑیان چراتے ہیں | اب آپ اتنے بڑے تھے کہ اطراف کہ مین جا کے چلے
آئین۔ ان دنوں پہلا مشغلہ معیشت آپ نے یہ شروع کیا کہ اجرت پر سکے والوں
کی بھڑیان چرانے لگے۔ آپ اور نوجوان چرداہوں کے ساتھ سکے کے باہر
رہتے۔ اراک یعنی پیلے کے جنگلی پھل توڑ توڑ کے کھاتے۔ اور اپنے بچے کی خبر گیری
کرتے۔ آج کل کی دنیا اس پیشے کو ذلیل خیال کرتی ہے۔ مگر جب ہم دیکھیں گے
اس پیشے سے نبوت کا تعلق | کہ تمام انبیاء سے مرسل نے اس پیشے کو کھوڑا بہت ضرور
اختیار کیا ہے تو بجائے توہین کے ہمیں ایک حد تک اس پر گزیدہ پیشے کا ادب
کرنا پڑے گا۔ اسی سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس ذریعہ
معیشت کو فخر کے ساتھ بیان کرتے تھے۔ واقعی نبوت بھی ایک قسم کی گلہ بانی
ہی ہے جس کے مناسب اگر دنیا کے کسی پیشے میں مفید سبق مل سکتا ہے تو وہ بھڑیوں
ہی کا چرانا ہے۔ بے زبان جانوروں کی حمایت و نگہبانی کرتے کرتے انسان اس
قابل ہو سکتا ہے کہ خدا آدیوں کی نگہبانی بھی اُس کے سپرد کر دے۔

قصہ خوانی کی صحبت سے | یہ گلہ بانی اور عنقاں شباب ہی کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ اپنے
خدا آپ کو بچیا تاج ہے۔ صحبت عمر میں خریک ہونے کا ارادہ کیا۔ اہل عرب کو قصہ

خوانی اور کہانیاں سننے کا بہت قدیم زمانے سے شوق چلا آتا تھا۔ ایسی داستان
گوئی کی صحبتیں اکثر راتوں کو قریش میں مرتب ہوا کرتی تھیں۔ جن میں زن و مرد
بیٹھ کے گایا بھی کرتے تھے ان صحبتوں کو عربی زبان میں سمر کہا کرتے تھے عموماً
نوجوانوں کو ایسی باذوق صحبتوں میں شریک ہونے کا شوق ہوا کرتا ہے۔ آپ کا بھی
جی چاہا کہ دو گھڑی بیٹھ کے دلچسپی حاصل کریں چنانچہ آپ نے اپنا گلہ کسی اور
ہم عمر چرواہے کے سپرد کیا۔ اور صحبت سمر کے ارادے سے مکے کی طرف چلے۔

سمر کے معنی ہی قصہ خوانی کے ہیں۔

آبادی میں داخل ہوتے ہی ایک مکان سے گانے بجانے کی آواز گئی۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ کسی کی شادی ہے۔ آپ نے بیٹھ کے گانا سننے کا ارادہ کیا تھا کہ فوراً آنکھ لگ گئی۔ اور سو گئے۔ صبح کو آنکھ کھلی تو آفتاب نکل چکا تھا۔ اگرچہ وہ گانا بجانا اب بھی ہو رہا تھا مگر خدا نے آپ کے کان اس پرصیت آواز کی طرف سے ایسے بند کر دیے کہ کچھ نہ سن سکتے تھے۔ آخر آفتاب کی حدت نے آپ کو زمین سے اٹھایا۔ اور اپنے گھر کی طرف واپس روانہ ہوئے۔ دوسری شام کو آپ پھر اسی نیت سے کے مین آئے۔ اور اُس روز بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ آپ بیٹھ پرصیت خصوصاً شکر کے روکے گئے۔

باتون میں بھی نہ پڑنے پائے۔ بالخصوص بتون اور بت پرشی کی رسون سے تو آپ بالکل متفرک تھے۔ آپ کی لاونڈی اور کھلائی آم امین کا بیان ہے کہ کسے سے باہر ٹوٹا نہ نام ایک بت تھا۔ جس کی قریش نہایت تعظیم کرتے تھے۔ ہر سال اُس کی زیارت اطراف کے کاتبان کو جا کے قرائن کر تے۔ اور ایک رات اور دن اُس کے قریب مقیم رہتے کہ والون کے لیے اس بت کی زیارت ایک سالانہ عید بن گئی تھی جس میں سب دن و مرد اپنے بال بچوں کے ساتھ جا کے شریک ہوتے۔ اور ساری قوم کے سامنے اپنی خاندانی وجاہت و کثرت کو ظاہر کرتے۔ ابوطالب اپنے اہل و عیال کے ساتھ آپ کو بھی ہر سال لے جانا چاہتے اور آپ سے اصرار آپ وہاں رہو حتیٰ لیامہ گئے۔ کے ساتھ کہتے مگر آپ انکار کر دیا کرتے۔ یہاں تک کہ آپ کا بار بار انکار کرنا ابوطالب کو اور آپ کی بھوپھیوں کو ناگوار گذرا۔ چنانچہ بھوپھیان بہت غصا اور برہم ہو کے کہنے لگیں ”پہنچو کی بات ہے کہ تم ہمارے دیوتاؤں سے الگ

کہتے ہو۔ کیا تمہیں یہی نہیں پسند کہ عید میں شریک ہو کے ہمارے خاندانی
گروہ کو بڑا ہوا؟ آخر بہت کچھ کہ سن کے اور ڈرا دھمکا کے آپ کو بردستی ساتھ لے گئیں
اور شرک سے نہ لے بچا۔ وہاں پہنچ کے آپ تھوڑی دیر غائب رہے پھر ڈھلے
اور آگے ہوئے آئے۔ چھو پھیون نے گھرائی ہوئی صورت دیکھ کے پوچھا کیا ہوا
کیا؟ آپ نے فرمایا مجھے کوئی آسیب کا ظل معلوم ہوتا ہے یا بھون نے کہا
تھارے اخلاق و عادات ایسے نیک اور بے عیب ہیں کہ تمہیں کسی آسیب
یا جن سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ مگر سچ سچ بتاؤ تم نے کیا دیکھا؟ آپ
نے فرمایا میں اُس بت کی طرف جاتا تھا ہنوز اُس کے پاس نہیں پہنچنے پایا
تھا اور اُن چھوٹے بتوں کے قریب تھا جو اُس کے گرد قائم ہیں کہ ایک گورا
طویل القامت شخص سامنے نظر آیا۔ اور چلا کے کہنے لگا "اے محمد بس او ہر ہی!"
یہ بیان سن کے آپ کی چھو پھیان خاموش ہو رہیں۔ اور آپ گھر واپس آئے
بس اس کے بعد پھر نہ آپ کبھی بتوں کے سامنے گئے۔ اور نہ کوئی آپ کو لے گیا۔
جو چیز بتوں پر چڑھائی جاتی | آپ کی احتیاطوں کا اثر یہیں تک نہ تھا کہ بتوں کی تعظیم نہ
کرین بلکہ آپ نے کبھی بتوں پر چڑھائی ہوئی کوئی چیز بھی
نہیں کھائی جاہلیت میں آپ سے پیشتر بھی بعض لوگوں نے اس قسم کی احتیاطیں
جاری رکھ رکھ کر کیا تھا آپ پر | شروع کر دی تھیں۔ اور اُن کے دل میں بت پرستی کی
نفویت و مصیبت صاف ظاہر ہو گئی تھی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو یہ کہتے سنا کہ خدا کے سوا کسی اور کے نام پر
جالورون کا فوج کرنا بالکل بیوقوفی ہے۔ وہ قریش سے کہا کرتے "یکری کو خداوند
محل و علانے پیدا کیا۔ اُس نے آسمان سے پانی برسایا۔ زمین سے گھانس
اُگائی۔ اور تم اُسے اُس کے سوا دوسروں کے نام پر پوج کر رہے ہو۔ آپ کی

فطرۃ سمجھنے نے زید کی اس نصیحت کو فوراً تسلیم کر لیا۔ اور فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی ایسے جانور کا گوشت نہیں چکھا جو بیون کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ آپ نے قبل نبوت اگرچہ دین عیسوی کو نہیں قبول کیا۔ مگر آپ کے حالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بت پرستی و رسوم شرک کو چھوڑ کے آپ ملت خفیہ ابراہیمیہ کے پابند رہے اور بچے خدا سے واحد و ابجد و ابجد کے سوا اور کسی دنیاوی مہبود کے سامنے سر نہیں ہٹا دیا۔ اس بارہ خاص میں سب سے نازک وقت آپ کے لیے وہ ہوتا تھا آپ کس ذبح سے کہہ میں جب آپ خانہ کعبہ میں تشریف لے جاتے۔ اس لیے کہ ایک طرف تو آپ کعبہ کو چاہے بعد اسی جانتے تھے۔ دوسری طرف اس میں صدا ہوتی تھی جن کو ساری قوم پوج رہی تھی۔ مگر آپ نے وہاں بھی کسی بت کی تعظیم نہ کی۔ بلکہ اُس مقدس بیت الہ میں جاتے وقت فرماتے بلیک حقا اقبدا و صدقا محض با عاذہ ابراہیم یعنی تیری مدد گاہ میں میں حاضر ہوں حق پرستی عبادت گذاری اور سچائی سے اور اسی سے پناہ مانگتا ہوں جس سے ابراہیم نے پناہ مانگی تھی۔

جو وہ کیا ان زندہ دفن کی جاتیں
اُصین بجاتے

آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ جب کوئی شخص حسب رواج جاہلیت اپنی لڑکی کو زندہ دفن کرنا چاہتا تو آپ حتی الامکان اُس کی جان بچانے کی کوشش کرتے۔ یا تو اُس کے باپ کو بھلا بھلا کے اس ظلم سے روکتے۔ یا اگر اپنے پاس کچھ سرمایہ ہوتا تو اُس معصوم کو لے کے خود پال لیتے۔ انھیں باتوں پر منحصر نہیں۔ ثابت ہوتا ہے کہ نبوت سے پیشتر نبوت سے پیشتر آپ کا مذہب آپ اور گناہوں سے بھی بچے رہے۔ چنانچہ ایک واقعہ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے کبھی بت کو پوجا ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی نہیں۔ پھر پوچھا آپ نے کبھی شراب پی ہے؟ پھر وہی جواب دیا کہ کبھی نہیں۔

اس کے بعد اپنے فریادیں بھری سے پیشتر میں ہمیشہ سے جانتا تھا کہ لوگ جس دین پر
میں یہ کفر ہے؟

باب چہارم

آغاز بلوغ سے جناب خدیجہ الکبریٰ کی ساتھ عقد ہونے کے وقت تک
یوم غار میں آپ کی شرکت۔ غار کی وجہ تسمیہ۔ غار اول۔ غار ثانی۔ غار ثالث۔ غار رابع
جس میں آپ شریک تھے جلعن الفضول۔ یہ حلف بعد اسلام بھی پسند کی گئی۔ عبد
اسلام میں اس کا اثر حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی اس سے خاندہ اٹھایا۔
آپ کا سفر میں۔ ابوطالب آپ کو کس کے ساتھ بھیجتے دیتے تھے۔ اب تجارت آپ کا
پیشہ ہو۔ آپ کی ذاتی تجارت اور آپ کا فریک۔ آپ جاشہ کے بازار میں۔
حضرت خدیجہ الکبریٰ۔ ان کی تجارت۔ وہ کاروبار تجارت میں آپ سے مدد لینے کی
آزاد ہونے۔ ابوطالب آپ کو اس تعلق کے لیے آمادہ کرتے ہیں۔ آنحضرت کی غیرت
و خود داری۔ حضرت خدیجہ کی تجارت آپ کے ہاتھ میں۔ آپ کا دوسرا سفر شام۔
نسطور ارباب۔ وہ آپ کے رہنے کو پہچانتا ہو۔ اس کی پیشین گوئی۔ تجارت میں برکت۔
اس پر حضرت خدیجہ کی مسرت۔ وہ آپ کے ہجرات دیکھ کے سحر ہوتی ہیں۔ حضرت
خدیجہ کے لیے اور سفر تجارت۔ حضرت خدیجہ آپ کے حالات و رقعہ سے بیان کرتی ہیں
ورقہ کی پیشین گوئی۔ نکاح کی تحریک۔ جناب خدیجہ کے پہلے شوہر اور اولاد۔ ان کے
فاسن پیام نکاح۔ عقد نکاح۔ حرم۔ دعوت ولیمہ۔ حضرت خدیجہ سے آپ کی اولاد۔

یوم غار میں آپ کی شرکت۔ اب آپ چودہ برس کے تھے۔ اور ایک نہایت ہی

عسیرۃ العلیہ۔ جلد ۱۔ صفحہ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۳۵۔ عہد ترقیہ اوقات اور ان کے مآذ سے آپ کے عہد میں ہیں

بڑا اختلاف ہے اکثر اہل بیس نے اسے آپ کی عمر چوبیس برس کی بتاتے ہیں جن میں ابن شہام بھی جو گریٹر اہلبیہ کے ہیں انظر مصنف نے
اسی کو ارجح تسلیم کیا ہے کہ آپ ایک اندون سن چودہ برس کا تھا

کو انا و تندرست اور خوش رو و خوش جمال نوجوان تھے کہ جاہلیت کی مشہور لڑائی جو قحار کے نام سے یاد کی جاتی ہے پیش آئی۔ اور آپ بھی اس کے بعض معرکوں میں اپنے چچاؤن کے ساتھ تشریف لے گئے۔ خود لڑنے کی تو ابھی عمر نہ تھی مگر کمال شجاعت و استقلال سے میدان جنگ کا تماشا دیکھتے اور اپنے چچاؤن کو تیراٹھا اٹھا کے لادیتے تھے۔

قحار کی وجہ تسمیہ | لفظ قحار غور سے نکلا ہے جس کے معنی عربی میں نافرمانی کرنے کے ہیں۔ اس لڑائی کو یوم قحار اس لیے کہنے لگے کہ جس واقعے سے اس کی بنیاد پڑی وہ مقدس مہینوں کی حرمت توڑنے کے اور قوم و مذہب کے سلسلہ اصول پامال کر کے عمل میں لایا گیا تھا۔ عرب کی چار لڑائیاں قحار کے نام سے مشہور ہیں اور چار دن کی نزاع عرب کے انھیں مہینوں سے شروع ہوئی۔ یہ چاروں لڑائیاں آپ کے سامنے پیش آئیں مگر آپ کی شرکت سے اُسی قحار کو عزت حاصل ہوئی جو قحار رابع کہلاتی ہے۔

قحار اول | پہلی قحار کے وقت آپ کی عمر دس برس کی تھی۔ اور اس کی بنیاد ہوئی کہ بدر بن معشر غفاری عرب کا ایک زبردست اور جری بہرہ آزا تھا۔ بازار حکما ظ میں اس کے نیچے کے سلسلے ایک صحبت مرتب ہوا کرتی۔ اور وہ مجمع عام میں اپنے غر بیان کیا کرتا۔ ایک دن خود پرستی کا جوش بیان تک بڑھا کہ میں نے اپنے بیٹھے اپنی برہنہ ٹانگ آگے بڑھا دی اور کہا میں سارے عربوں سے زیادہ معزز ہوں۔ اور جسے میرے مقابلے میں عزت کا دعویٰ ہو سامنے آئے میری اس ٹانگ پر وار کرے۔ اس نے کہا ہی تھا کہ کسی شخص نے مجمع سے نکل کے تلوار کا ایک بھر پور ہاتھ مارا۔ اور اس کے ساتھ لڑائی شروع ہو گئی۔

ہو کہ عکاظ کا میلہ مقدس اور حرام مہینوں میں ہوتا تھا جن میں کہ قتل و خون حرام تھا لہذا یہ لڑائی فجار کے نام سے نامزد ہوئی

فجار ثانی | فجار ثانی کا واقعہ یہ ہے کہ بنی عامر کی ایک جوان عورت اسی بازار عکاظ میں نہہ کو گھونگھٹ میں چھپا نے بیٹھی تھی۔ کوئی قریشی نو جوان اُس کے پاس آیا اور صورت دکھانے کی فرمائش کی۔ عورت کی طرف سے انکار ہوا تو تھوڑی دیر مال کے وہ چپکے سے اُس کے پیچھے گیا۔ اور اُس کی زار کا نیچے کا سر ایک کانٹے سے اوپر کی طرف اٹکادیا۔ چند ساعت کے بعد جب وہ عورت کھڑی ہوئی تو زار سمٹ کے اوپر آ رہی اور اس کے ٹرسین کھل گئے۔ اور لوگوں نے تہقہ لگایا۔ عورت نے شرما کے اور اپنی بے بسی چھبھلا کے اپنی قوم کی دوہائی دی اور بکاری یا آل عامر بنی عامر کو تہمار نکالتے دیکھ کے نو جوان بھی چلا اٹھا یا بنی کنا نہ پھر کیا تھا بنی کنا نہ اور ان کے ساتھ قریش بھی جو ان کے حلیف تھے دوڑ پڑے۔ اور سخت معرکہ ہوا جو فجار ثانی کے لقب سے مشہور ہے۔

فجار ثالث | فجار ثالث کا ہنگامہ یوں برپا ہوا کہ بنی کنا نہ کے کسی شخص پر کسی بنی عامر والے کا قرض آتا تھا۔ ادائی میں دیر ہوئی۔ اور قرض خواہ نے تقاضے میں سختی کی۔ اسی پر آتش فساد بھڑک اُٹھی۔ اور دونوں قبیلے لڑ بیٹھے۔ آخر کار عبداللہ بن جدعان نے قرض کو اپنی طرف لے کے اور اپنے روپیہ سے ادا کر کے فیصلہ کرایا۔

فجار رابع جس میں آپ شریک تھے اگر سب سے سخت فجار رابع تھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے۔ اس لیے کہ اُس معرکے نے چار یا چہودن تک خاص کے میں میدان جنگ گرم رکھا۔ اور بناے فساد یہ تھی کہ حیرہ کا فرمان روا نعمان بن منذر ہر سال شک اور کپڑے وغیرہ فروخت کے لئے

بازار عکاظ میں بھیجا۔ اور اس کی قیمت کے سرٹائیے سے طائف کے چرنے خریدوائے
 سنگھاتا تھا۔ مگر اس تاجر نے قافلے کو ہمیشہ کسی عربی سردار و شہ سوار کی ذمہ داری حاصل
 کر لینے کے بعد کوچ کرنے کی جرات ہوتی۔ اس لیے کہ ایسا بادیہ کی دست برد
 سے بچنے کی بس یہی ایک تدبیر تھی۔ ایک سال یہ قافلہ حیرہ سے روانہ ہونے کو تھا
 اور نعمان کے دربار میں جو عائد عرب موجود تھے ان میں ایک تو بنی کنانہ کا نامی
 شہ سوار براض تھا۔ اور دوسرا قبیلہ ہواذن کا نامور سردار عروہ رحال۔ نعمان
 نے جب ان عربی سرداروں کی طرف دیکھ کے پوچھا کہ اب کی میرے قافلہ
 تجارت کی حفاظت کا کون ذمہ دار ہوتا ہے تو براض نے کہا بنی کنانہ (یعنی اپنی
 قوم) کے ہاتھ سے بچانے کا تو میں وعدہ کرتا ہوں۔ نعمان بولا "صرف بنی کنانہ سے
 بچایا بھی تو کیا؟ میں تو اس شہ سوار عرب کو چاہتا ہوں جو تمام اہل نجد و تہامہ سے
 محفوظ رکھنے کا ذمہ لے" یہ سنتے ہی عروہ رحال بولا "اس کے لیے میں موجود ہوں"
 یہ بات براض کو ناگوار ہوئی۔ پوچھا تو کیا آپ بنی کنانہ سے بھی بچالین گے؟ عروہ
 نے کہا ہاں سب سے۔ براض نے یہ بات دل میں رکھی۔ اور خاموش ہو رہا
 اس کے بعد جب عروہ گھر کی طرف روانہ ہوا تو براض بھی اس کے پیچھے چلا۔ ایک
 منزل میں عروہ نے صحبت نشاط مرتب کی۔ گانے والیاں سامنے کھڑی
 ہو کے نغمہ پڑھنے لگیں۔ اور وہ شراب کے جام پیتے پیتے لہٹ کے سو گیا۔
 بہت سو رہا تھا کہ براض نے ہونچ کے جگایا۔ عروہ نے آنکھ کھولتے ہی حضرت
 خواہی شروع کی۔ مگر باتیں نے ایک نہ سنی اور اس کا کام تمام کر دیا۔ عرب بازار
 عکاظ میں جمع تھے کہ کسی نے بنی کنانہ کو خبر کی کہ براض نے عروہ رحال کے خون
 سے اس مقدس و محترم مہینہ میں ہاتھ رنگے یہ سنتے ہی بنی کنانہ دوسرے کہ کہیں بیان
 عکاظ میں بنی خزیمہ نہ ہو جائے۔ چپکے سے چل کھڑے ہوئے۔ اور حرم مکہ کی راہ لی

اُن کے جانے کے بعد ہوازن کو اپنے سردار کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا۔
 برہم ہو کے اُن کے پیچھے انھوں نے بھی کوچ کر دیا۔ اور بنی کنانہ حرم میں نہیں
 داخل ہونے پائے تھے کہ سر پہ جاہو پہنچے۔ مگر اس روز خواہ کبے کی حرمت کا خیال
 کر کے یا کسی دخیال سے ہوازن نے حلیہ میں کیا لیکن دوسرے دن ہر کہ کارزار گرم ہو گیا۔
 قریش نے اس موقع پر بنی کنانہ کا ساتھ دیا۔ اس لیے کہ اُنکے حلیف تھے۔ اور بہت قریبی تعلقات
 رکھتے تھے۔ پھر دن کی سخت خوریزی کے بعد دونوں قبیلے اپنے اپنے مستقر کی طرف روانہ ہوئے اور
 لڑائی آئندہ سال اٹھارہ گئی گئی کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں آپؐ مشہور شہسوار عرب ابو براء کو جو
 راعبل لاسنہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا زخمی کیا۔ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہی لڑائی پر گیا جو قریش میں ہو کہ
 اس لڑائی کے وقت آپؐ کی عمر بیس برس کی تھی۔ مگر ظاہر روایات سے یہی
 ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ اتنے کسن تھے کہ سوا اپنے چچاؤن کو تیراٹھا اٹھا کے
 لاوینے کے کبھی خود پسہ گرمی دکھانے کا ارادہ نہیں کیا۔ دوسرے سال پھر قبائل
 جمع ہوئے۔ مگر ہنوز تلوار نکلنے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ صلح ہو گئی۔
 حلف الفضول | فجار رابع کی لڑائی شوال کے مہینے میں ہوئی تھی۔ لوگ تھکے
 ماندے اور خستہ و زخمی کے مین پلٹے تھے کہ ایک اور واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے
 سرداران قریش اور بکے کے دیگر قبائل نے باہم مل کے ایک معاہدے پر
 قسم کھائی جو حلف الفضول کے نام سے مشہور ہے۔ اور وہ واقعہ یہ تھا کہ زبید کا
 ایک سوداگر کچھ اسباب ملے کے مکے میں آیا۔ حاص بن وائل نے جو مکے کے
 صاحب اثر لوگوں میں تھا وہ اسباب مول لیا۔ اور قیمت دینے سے انکار
 کر دیا۔ زبیدی سوداگر نے خاندانہاے عبد الدار و مخزوم وغیرہ کے سامنے
 جا کے فریاد کی اور مدد مانگی مگر حاص کے خلاف مدد دینے کی کسی نے حامی

نہ بھری تب وہ عاجز آ کے ایک صبح کو کوہ ابوقیس کی بلندی پر چڑھا اور چلا کے چند اشعار پڑھے جن کے ذریعے سے قریش کو غیرت دلائی تھی۔ اور اپنی یکسی کو ظاہر کر کے انھیں اپنی مدد پر بلایا تھا۔ یہ منطلومی کی آواز سنتے ہی آپ کے چچا زید بن عبدالمطلب اور عبدالمطلب بن جدعان وغیرہ شرفاے مکہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور باہم عہد کیا کہ ہمیشہ منطلوم کی حمایت و مدد کیا کریں گے۔ اسی معاہدے کا نام حلف فضول ہے۔ معاہدے کے بعد ان سب لوگوں نے فوراً جا کے حاص کو مجبور کیا۔ اور زبیدی کا مال واپس دلوا دیا۔

یہ حلف بعد اسلام بھی پسند کی گئی | اس حلف میں آپ بھی شریک تھے۔ اور آپ کو اس قدر پسند تھی کہ فرمایا کرتے تھے ”عبد اللہ بن جدعان کے مکان پر

میں ایک ایسی حلف میں شریک ہوا ہوں جو مجھے دنیا کی ہر بڑی سے بڑی نعمت سے زیادہ عزیز ہے۔“ اور شاید آپ کے اس ارشاد فیض نبیادہی کا اثر تھا کہ عبد اسلام میں بھی اس حلف کا کسی حد تک ضرور لگا دیا جاتا تھا۔ اور جب کوئی عہد اسلام میں اس کا اثر

کو اٹھ ہی کھڑے ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک خشمی شخص اچھی مٹی کو لے کے حج کے لیے آیا اس کی بیٹی نہایت ہی حسین و خوب رو تھی نبیہ بن حجاج صورت دیکھ کے فریفتہ ہو گیا اور وہ لڑکی زبردستی پھین لی۔ خشمی شخص حیران و پریشان مارا مارا پھرتا تھا۔ لوگوں نے کہا سو اس کے اور کوئی علاج نہیں کہ تو حلف فضول کا نام لے یہ سنتے ہی اس نے کبجے کے پاس کھڑے ہو کے زور سے حلف فضول کی دہائی دی۔ اس کی آواز سنتے ہی لوگ برہنہ ملواریں لے کے دوڑے۔ اصل حقیقت یہ یافتہ کر کے قبیہ کے دروازے پر گئے۔ اور اس نے ہزار خوشامد کی ایک نہ سنی۔ خشمی کی لڑکی اپنی آنکھوں کے سامنے دلوادی تو بیٹھ۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی اسی طرح جناب معاویہؓ کے زمانے کا واقعہ ہر کہ ولی بن
اس سے فائدہ اٹھایا

امام حسین علیہ السلام سے کسی جائداد کے تعلق جھگڑا ہوا۔ ولید حکومت کے زور میں
جناب سبط اصغر کے ساتھ نا انصافی کرنا چاہتا تھا کہ آپ نے فرمایا تمہیں انصاف
کرنا ہے تو کرو ورنہ اپنی تلوار لے کے مسجد نبوی میں کھڑا ہو جاؤں گا۔ اور لوگوں کو
حلف فضول یا دلاؤں گا۔ عبداللہ بن زبیر کھڑے سُن رہے تھے بولے اگر آپ
اُس حلف کی طرف بلائیں تو میں ابھی سے حاضر ہوں۔ پھر مسور بن مخزوم زہری اور
عبدالرحمن بن عثمان بن عبداللہ التیمی نے بھی آمادگی ظاہر کی۔ یہ رنگ دیکھ کے ولید
وب گیا۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے خاطر خواہ فیصلہ کرا کے واپس آئے

آپ کا طریق | جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر سترہ برس کو پہنچی تو زبیر بن
عبدالطلب اور بعض راویوں کے نزدیک جماس بن عبدالطلب نے بھی تجارت
کے لئے ارض تین کا ارادہ کیا۔ اور چونکہ آپ کی برکتوں کا اندازہ کر چکے تھے لہذا
جناب ابوطالب کے پاس آئے اور کہا ہم تجارت کے لئے یمن جاتے ہیں محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی ہمارے ساتھ کر دیجئے تاکہ اُن کی نایاب و آرزو مودہ برکتوں
سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ابوطالب کو پیرا وغیرہ نے آپ کی نسبت کچھ ایسا ڈرا دیا تھا کہ
آپ کے باہر جانے کے روادار نہ تھے۔ مگر بھائیوں کے اصرار نے مجبور کیا۔ اور آپ کو
ابوطالب آپ کو کسی کے | اُن کے ہمراہ تین جانے کی اجازت دے دی۔ یہ آپ کا
ساتھ بھیجتے دیتے تھے دوسرا سفر تھا۔ جس میں آپ گئے۔ اور پھر فوجی واپس

اب تجارت آپ کا پیشہ جو آئے۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے کم سنی ہی میں اور اسی عمر تک
جب تک انسان ہوشیاری کے کام نہیں کر سکتا اجرت پر بھیڑیاں چرائیں سن تین سو

پونچتے اور چاؤن کے ہمراہ سفر تجارت کرنے کے بعد آپ نے اس کام کو چھوڑ
کے بطور خود تجارت شروع کی۔ تجارت آپ کا خاندانی اور آبائی پیشہ تھا۔ اسی
تجارت کی گود میں آپ پلے تھے۔ اور غالباً اسی برکت کا نتیجہ ہو کہ امانت دار اور
ایمانت دار تاجر کو یہ مرتبہ عظیم حاصل ہوا کہ آپ فرماتے ہیں ”التاجر الامین شمع الانبياء
والصالحين“ یعنی دیانت دار سوداگر کا شہرہ پیغمبروں اور نیکو کاروں کے ساتھ ہوگا۔

آپ کی ذاتی تجارت | اس ابتدائی تجارت میں جو آپ نے بطور خود شروع کی سائب
اور آپ کا فریک | بن ابی سائب نام ایک شخص آپ کے شریک تھے جن کے
ساتھ معاملت کے آخر زمانے تک آپ نے ایسا اچھا دیانت داری اور برادرانہ
محبت کا برتاؤ کیا کہ آپ سے ہمیشہ خوش رہے۔ اور فتح مکہ کے وقت جب آپ
حکومت و سطوت کے ساتھ اپنے چھوڑے ہوئے وطن میں داخل ہوئے بین
تو سائب بن ابی سائب بڑے فرو تمکنت کے ساتھ آئے اور اپنا بھائی اور شریک
بتا کے آپ کا خیر مقدم ادا کیا۔ اس ذاتی تجارت کی غرض سے بھی آپ نے کئی
سفر کئے۔ جن کا مفصل حال علما سے سیر کو نہیں معلوم ہو سکا۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہو
کہ حکیم بن خزام نے جاشہ کے بازار میں جوئین کے راستہ پر تھا آپ سے تمامہ کا
آپ جاشہ کے بازار میں | کچھ کپڑا خریدا تھا۔ اور اسے لے کے مکہ میں آئے تھے جناب
حدیجہ کو حکیم ہی کے ذریعے سے معلوم ہوا تھا کہ آپ نے جاشہ کی تجارت میں کیا بیانی
حاصل کی۔ جس کے بعد انھیں شوق ہوا کہ اپنی تجارت بھی آپ ہی کے پیڑ کردین
حضرت خدیجہ الکبریٰ | جناب خدیجہ جو اسلام میں اپنے فضائل کے لحاظ سے خبیجۃ الکبریٰ
کے واجب التعظیم نام سے یاد کی جاتی ہیں قریش کی ایک نہایت ہی معزز عالی
خاندان وہ مکے کی سب سے زیادہ صاحب دولت و ثروت خاتون تھیں۔ وہ

خوئلہ نام ایک بڑے محترم رئیس کمہ کی بیٹی تھیں جو قصی کے پر پوتے تھے۔ اُن کا نسب یون ہو کہ خوئلہ بن اسد بن عبد الغری بن قصی۔ عبد الغری حضرت عبد المطلب کے دادا عبد مناف بن قصی کے بھائی تھے۔ لہذا قصی تک پہنچ کے جناب خدیجہ کا نسب آنحضرت کے نسب سے مل جاتا ہے۔ یون تو قریب قریب ساری قوم قریش تجارت پیشہ تھے مگر حضرت خدیجہ کی تجارت باوجود اُن کی بیوگی وبے داری کے بڑی اور دوردور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اپنی تجارت یون جاری رکھتی تھیں اُن کی تجارت کے قابل اعتبار اور تجربہ کار کارندوں کو لے کے قافلوں کے ساتھ سفر تجارت پر بھیجتیں اور معاوضہ خدمت میں نفع میں سے کوئی خاص حصہ اُن کا مقرر کر دیتیں۔

وہ کاروبار تجارت میں آپ سے دینا سنت کا شہرہ تمام قریش میں ہوا تو انھوں نے بھی سنا۔

پھر جب حکیم بن خزام کے ذریعے سے معلوم ہوا کہ آپ کو سوداگری کے کاموں میں تجربہ بھی اچھا ہو گیا ہے تو اور زیادہ معترف ہوئیں۔ مگر اس کی امید نہ تھی کہ آپ اُن کے تعلقات کو پسند فرمائیں گے۔ اتفاقاً ان دنوں ابو طالب نہایت ہی پریشان حال ابو طالب آپ کو اس تلقین اور گرانی و قحط نے اور زیادہ مایوس کر دیا تھا جب کے قافلہ تجارت کے لیے آؤ گئے تھے

انح (بہت سوجھ) تم جانتے ہو کہ میں فی الحال مفلس و نادار ہو رہا ہوں۔ اس پر ان سترائے قحط سالیوں نے اور توڑ دیا۔ اب نہ کچھ میرے پاس باقی رہا ہے جس سے بسر کی جائے اور نہ کوئی سرمایہ ہے کہ تجارت کروں۔ ہماری قوم کا قافلہ عن قریب مال تجارت لے کے ارض شام کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ اور خدیجہ نبیہ خویلد اسپنہ

ہال کے ساتھ بعض قریشی لوگوں کو بھیجنا چاہتی ہیں جو نہایت کامیابی و مقصد دہری کے ساتھ نفع اٹھا کے واپس آئیں گے۔ اس موقع پر اگر تم خدیجہ کے پاس جا کے اپنی استعدادی ظاہر کرو تو وہ تم کو اور دن پر ترجیح دیں گی۔ اور یہ نفع تمہارے ہی ہاتھ لگے گا۔ اگرچہ میں تمہارے باب میں اہل کتاب کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ اور ہرگز نہیں پسند کرتا کہ تمہارا قدم گھر سے باہر نکلے مگر کیا کیا جاے مجبوری ہے۔“

آنحضرت کی غیرت و خودداری | آنحضرت اگرچہ ابوطالب کے منشاء کے خلاف کرنا نہیں چاہتے تھے مگر اس کے ساتھ یہ بھی نہ پسند تھا کہ خود ہی جا کے اپنی امیدواری ظاہر کریں۔ مٹانے کے طور پر فرمایا ”ایسا ہی تو غالباً خدیجہ مجھے بلوائیں گی۔“ ابوطالب بھی زیادہ حضرت خدیجہ کی تجارت آپ کے ہاتھ میں | اصرار کرنا مناسب نہ سمجھے صرف اتنا کہا ”لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کسی اور کو نہ مقرر کر لیں“ اور خاموش ہو گئے۔ اتفاقاً چچا بھتیجوں کی یہ گفتگو جناب خدیجہ کے گوش گزار ہو گئی۔ بولیں ”مجھے کیا خبر تھی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو میری ملازمت منظور ہے؟“ پھر آپ کو بلوا کے کہا ”آپ کی سچائی امانت داری اور خوش اطواری کا حال میں سُن چکی ہوں۔ اگر آپ میرے لیے سفر کی زحمت گوارا کریں تو اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟ جتنا اور کسی کو دون اس کا دُونا آپ کو دون گی“

آنحضرت نے منظور فرمایا۔ اور گھر آ کے اپنے اس تعلق کا حال ابوطالب سے بیان کیا۔ وہ سُن کے خوش ہوئے۔ اور بولے ”یہ خدا کی عنایت ہے۔“

آپ کا تیسرا سفر شام | اس قرار واد کے مطابق آپ نے حضرت خدیجہ کا مال تجارت لے کے ارض شام کی راہ لی۔ اور جناب خدیجہ کا غلام پیسرہ آپ کے ہمراہ ہوا۔ شہر بصری میں پہنچ کے آپ ایک درخت کے نیچے ٹھہرے۔ اُس کے پاس ہی ایک پرانے اور بوڑھے راہب کی خانقاہ تھی۔ اکثر مورخین اسلام اس راہب کا

نسطور راہب | نام نسطور بتاتے ہیں بلکہ بعض نے تو یہ بھی لکھ دیا کہ یہ وہی نسطور تھا جو نسطوری فرقہ نصارا کا بانی ہے مگر یہ صریح غلطی اور ناواقفیت ہے۔ نسطوری فرقہ کا بانی نسطوریوس نام ایک شخص تھا جس نے جرمن میں پرورش پائی تھی اور مسیح نبوی (س) میں قسطنطنیہ کا سب سے بڑا اقتدارے اعظم مقرر ہو گیا تھا۔ تکلیف کی الجھنوں نے اُس کے خیالات ایسے پریشان کر دیے کہ اپنے ذاتی اجتہادات کی بنا پر شہر افسوس کی پہلی کونسل میں جو ۳۸۹ء نبوی (س) میں ہوئی لازم مذہب و بدعتیہ قرار دے کے چار برس کے بعد جلاوطن کیا گیا جلاوطنی میں پہلے تو چند روز انطاکیہ کی خانقاہ میں چھپا بیٹھا رہا مگر جب نظر آیا کہ اس کے پیرو بڑھتے جاتے ہیں تو وہاں سے بھی نکالا گیا۔ اور آخر ہندی مصر میں بڑی مصیبتیں اُٹھا کے مر گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نسطوری فرقہ کا بانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً ایک صدی پیشتر مچکا تھا۔ یہ خیال بھی غلط ہے کہ اس راہب کا نام نسطور تھا جیسا کہ اکثر علماء سیرۃ بیان کر رہے ہیں صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی نسطوری فرقہ کا راہب تھا جو اپنے دیگر ہم مذہبوں کی طرح اطراف شام میں سکونت پذیر ہو گیا ہو گا۔ ان دنوں نسطوریوں پر اضلاع روم میں بڑے بڑے ظلم ہو رہے تھے۔ اور اُنھیں شمالی علاقہ عرب اور بلاد شام سے بہتر کوئی امن مل سکتا تھا کہا جاتا ہے کہ شام کے عرب متصرفہ جو اسی حصہ ارض میں آباد تھے وہ بھی نسطوریوس ہی کے پیرو تھے۔

وہ آپ کے رستہ کو چھانتا ہے | الغرض آپ کو دیکھ کے وہ راہب اپنے حجرے سے نکلا۔ اور میرہ سے پوچھا یہ کون شخص ہے جو اس درخت کے نیچے ٹھہرا ہوا ہے میرہ نے بتایا یہ حرم کہ کے رہنے والے ہیں۔ اور نسل قریش سے ہیں۔ راہب نے

آپ کے چہرے پر اپنے علم و فضل اور اپنی واقفیت کے مطابق علامات نبوت
 بیٹھ لیے تھے یا بعض خوارق عادات کو دیکھ کے پہچان گیا تھا۔ بولا "اُس درخت
 کے نیچے جو شخص ٹھہرا ہو وہ یقیناً نبیؐ ہے اور پیغمبر مرسل ہونے والا ہے" راہب کا
 اسکی پیشین گوئی یہ بیان سن کے میسرہ کے دل میں بھی ایک خاص خیال پیدا
 ہوا۔ اب آپ نے اپنا مال فروخت کر کے شام کا نیا مال مول لیا۔ اور وطن
 کی طرف پلٹے۔ اب اس واپسی کے سفر میں میسرہ ہمیشہ آپ کو ایک نئی اور
 حیرت کی نظر سے دیکھتا رہا۔ اور آپ کے متعلق جو واقعات گزرتے اُن کا خیال
 کرتا رہتا۔ اُس نے دیکھا کہ جب ٹھیک دوپہر ہوتی اور گرمی کی شدت انتہا درجے
 کو پہنچ جاتی اُس وقت دو فرشتہ آپ پر سایہ یکے رہتے۔

اس تجارت میں ایسی برکت نمایاں ہوئی اور اس قدر زیادہ نفع ہوا کہ حضرت
 خدیجہ کا غلام تیسرہ آنحضرتؐ سے کہنے لگا "خدیجہ کی تجارت کو میں چالیس سال سے
 دیکھتا رہا ہوں مگر اتنا نفع کبھی نہیں ہوا تھا جتنا کہ اس دفعہ آپ کی برکت سے ہو گیا"
 اُن تھوڑے ہی دنوں کے برتاؤ میں اُسے آپ سے ایک دنی اُنس ہو گیا تھا
 غلاموں کی طرح آپ کی خدمت کرتا۔ اور کبھی کسی حکم کی تعمیل میں بستی نہ کرتا۔
 آپ کے کے باہر ہی تھے کہ اس نے کہا "بہتر ہوتا کہ آپ بڑھ جاتے۔ اور
 خدیجہ کو خود اپنی زبان سے مژدہ سناتے کیا عجب کہ وہ خوش ہو کے آپ پر زیادہ
 مہربانی کریں" اُس کی صلاح کے مطابق آپ بڑھے ہوئے گئے۔ جناب خدیجہ
 اس پر حضرت خدیجہ کی مسرت نے غرض سے آپ کو گزرتے دیکھا۔ اور فرشتوں کی
 سائبانی کو دیکھ کے متحیر تھیں کہ آپ نے پہنچ کے کامیابی کا مژدہ سنایا۔ وہ
 سُن کے بہت خوش ہوئیں اور دونی اجرت دی۔ مگر اس وقت تک یہ نہیں

خیال کیا تھا کہ آپ ہی پرفشے سایہ کیے ہوئے تھے۔ جب آپ رخصت شہر تھیں وہ آپ کے سحرات دیکھ کے سے نکلے تو انھوں نے پھر غرنے سے دیکھا۔ اور فرشتوں کے متبرہ ہوتی ہیں کو سایہ بانی کرتے دیکھ کے تعجب کر رہی تھیں کہ میسرہ نے

حاضر ہو کے آپ کی نیک نفسی و خوش معاملگی کے واقعات بیان کیے جناب خدیجہ نے حیرت کے ساتھ فرشتوں کے سایہ کرنے کا حال بیان کیا تو میسرہ نے کہا یہ تماشائے تو بین راستے بھر دیکھتا آیا ہوں۔ پھر نسطوری راہب کی سرگزشت کہہ سنائی۔

حضرت خدیجہ کے لیے آپ کے آپ نے جناب خدیجہ کی ملازمت میں اور کئی سفرت تجارت کیے۔ جن کی تعداد میں اہل سیر کو اختلاف ہو۔ مگر صحیح اور اور سفرت تجارت

قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ شام کا تو ایک ہی سفر کیا۔ اور دو اور سفر میں شہر جاشہ تک کیے۔ جہاں ہر سال ایک میلہ ہوتا تھا اور وہ میں دن قائم رہتا تھا۔ مگر غالباً یہ سفر آپ نے جناب خدیجہ کے شوہر بننے کے بعد کیے ہوں گے اسلئے کہ شام سے واپس آنے کے دو ہی چہینے بعد نکاح ہو گیا۔

حضرت خدیجہ آپ کے حالات حضرت خدیجہ نے آپ کے متعلق جو خوارق عادات دیکھے اور میسرہ کی زبان سے سنے انھوں نے آپ کی

کچھ ایسی وقعت اس نیک اور خوش نصیب خاتون عرب کے دل میں بٹھادی تھی کہ آپ سے محبت ہو گئی۔ اور دل میں نکاح کا ارادہ کر لیا۔ تاہم مزید اطمینان کے لیے اپنے چچا زاد بھائی ورتہ بن نوفل کے پاس گئیں جو عہد جاہلیت کے مشہور موجد خدا پرست اور طالب حق گذرے ہیں۔ انھوں نے عرب کے مروجہ دین کی طرف سے بدظن ہو کے اپنی زندگی کسی سچے دین کی جستجو میں صرف کر دی تھی۔ کتب آسمانی کا خوب مطالعہ کیا تھا۔ پہلے بت پرستی چھوڑ کے

عنبار کیا۔ اور جب وہ مذہب بھی مطمئن نہ کر سکا تو نصرانیت اختیار کی

اور اسی دین پر مرے جو آپ کی بعثت سے پہلے دنیا کا واجب الاتباع مذہب تھا۔ ورقہ نے اپنی چچا زاد بہن سے تمام حالات سن کے غور کیا اور بولے "اگر تم ورقہ کی پیشینگوئی

سچ کہتی ہو تو یقین کر لو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس قوم کے پیغمبر ہونے والے ہیں۔ اور یہ مجھے معلوم ہے کہ اس است عرب میں ایک پیغمبر بعوث ہونے والا ہے جس کی نبوت کا زمانہ آگیا۔ اس کے بعد چند اشعار پڑھے جو کتب سیرین مذکور ہیں۔ ان اشعار میں ورقہ بن نوفل نے آپ کی نبوت کا اعتراف کیا ہے۔ چچا زاد بھائی کی اس پیشین گوئی نے جناب خدیجہ کو اور مستعد کر دیا۔

نکاح کی تحریک نکاح کی تحریک باتفاق اہل سیر جناب خدیجہ ہی کی طرف سے ہوئی اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے تمام اعدا و اقارب کے کبھی خیال میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ ایسی دولت مند اور معزز و ممتاز خاتون کہ آپ کے نکاح میں آنا پسند کرے گی۔ خدیجہ کی عمر اس وقت چالیس برس کی تھی۔ اس سے

جناب خدیجہ کے پہلے شوہر

پہلے قلیش بن مابر تھے ان کی آپ کے بطن سے ایک لڑکی ہوئی جس کا نام ہند تھا اور ام محمد بن صیفی مخزومی کی کینت سے مشہور تھی۔ دوسرے شوہر کا نام ہند تھا جو ابو ہالہ کہلاتے تھے۔ ان کے آپ کے بطن سے دو لڑکے ہوئے ہالہ بن ہند اور ہند بن ہند۔ یہ ہند آخر تک زندہ رہے۔ برکت اسلام سے شرفیاب ان کے ماسن

ہوئے۔ قرابت رسول اللہ پر ہمیشہ نازان رہتے۔ اور آخر جنگ جمل میں حضرت علی کی طرف مارے گئے۔ مگر باوجود اس دھری بیوگی کے جناب خدیجہ شرافت و نجابت اور حسن صورت و سیرت میں شہرت رکھتی تھیں۔

اپنی عفت و پاکدامنی کی وجہ سے جاہلیت میں طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں اور بعض لوگ سیدہ قریش کہا کرتے تھے۔ حسن و جمال کی عربی صحبتوں میں تعریف ہوتی تھی۔ اور آپ کی دولت و شہرت بہ اکثر شرفاء کے کا دانت تھا۔ اکثر معززین کی طرف سے نکاح کی درخواستیں بھی چلی آتی تھیں مگر آپ نے ایسی ہر درخواست نامنظور کی۔ جب آنحضرت کی محبت دل میں پیدا ہوئی تو نفیسہ بنت نضہ نام ایک عورت کو چپکے سے آپ کی خدمت میں بھیجا کہ نکاح کے تعلق آپ کا نشا و دریافت کرے۔ نفیسہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کیا "آپ نکاح کیوں نہیں کرتے؟" آپ نے فرمایا "میرے پاس کیا رکھا ہو جو نکاح کروں؟" نفیسہ نے کہا "اچھا اگر اس کا سر انجام میں اپنے ذمے لے لوں۔ اور نکاح کے ذریعہ سے آپ کو مال و دولت اور حسن و جمال دونوں چیزیں حاصل ہو جائیں تو وہ آپ نے پوچھا وہ ایسی کون سی خاتون ہو جس کی بدولت مجھے یہ فائدے حاصل ہوں؟" نفیسہ نے جناب خدیجہ کا نام لیا۔ آپ نے تعجب سے کہا "بھلا یہ ممکن ہے؟" نفیسہ نے جواب دیا "آپ مطمئن رہئے۔ میں تو اس کا انتظام کر دوں گی۔" یہ کہہ کے نفیسہ جناب خدیجہ کے پاس آئیں۔ اور آپ کی رضامندی ظاہر کی۔ تب جناب خدیجہ نے آپ کے پاس کہا "بھیا کہ فلاں وقت اپنے اعدا کو لے کے آجائیے۔" عقد نکاح آپ نے فوراً اس واقعے سے اپنے چچاؤں کو مطلع کیا اور وقت معین پر ان کو لے کے جناب خدیجہ کے گھر پہنچے۔ ابن ہشام کی یہ روایت غلط معلوم ہوتی ہو کہ سید الشہداء و حمزہ نے خدیجہ کے لیے ان کے والد خویلد بن اسد کے

عہد سیرۃ الجلیلیہ جلد ۱ - صفحہ ۱۴۸ عہد ابن ہشام نے آپ کے ساتھ آنے والوں میں صرف حضرت حمزہ کا نام لیا ہے مگر صحیح روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نکاح میں آپ کے اور چچا بھی شریک تھے۔ اور خاصۃً ابو طالب نے تو خطبہ نکاح پڑھا۔

سانے درخواست پیش کی۔ اس لیے کہ خولید بن اسد کا انتقال تو یومِ فجار سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اصل یہ ہے کہ یہ درخواست جناب خدیجہ کے چچا عمر بن اسد کے سامنے پیش ہوئی اور انھوں نے ہنسی خوشی منظور کی۔ نکاح کا ایسا باب و قبول اس طریقہ پر ہوا کہ پہلے ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کھڑے ہو کے فصاحت و بلاغت کے ساتھ ایک تقریر کی جس میں اپنی شرافت اور آنحضرت صلعم کے مجاہد بیان کیے پھر ظاہر کیا کہ وہی محمد جو ایسے نیک ہیں تم لوگوں (یعنی لڑکی والوں) کی شریف مسد | و نیک خاتون خدیجہ کو بارہا وقیعہ اور دو نشاۃِ معل و موبل پر اپنے عقد نکاح میں لانا چاہتے ہیں۔ آپ کی طرف سے جب یہ خطبہ پڑھا جا چکا تو جناب خدیجہ کی طرف سے اُن کے چچا عمر بن اسد اور بعض کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کھڑے ہوئے اور ایک خطبہ پڑھا جس میں پہلے تو اپنی قومی شرافت ظاہر کی پھر نبی ہاشم کی عالیٰ فسی کا اعتراف کیا۔ اور کہا ہم تم سے تعلقات قرابت پیدا کرنا پسند کرتے ہیں۔ پھر سب کو گواہ کر کے کہا کہ میں نے خدیجہ بنت خولید کو محمد بن عبد اللہ کے عقد نکاح میں دیا۔ اور مذکورہ بالا تعداد مہر بھی تسلیم کی۔

دعوتِ دلیہ | اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ ولیمہ کی جس کے لیے ایک اونٹ اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ دو اونٹ ذبح کیے گئے۔ اور حضرت خدیجہ کے حکم سے اُن کی لونڈیوں نے دفنِ بجا کے گا یا اور ناچیں اس

۵۵ ایک اوقیہ پائیں درہم شری کے برابر ہوتا ہے۔ اور ایک نفاۃس درہم کے برابر ہے۔ اس حساب سے کل مرہ ۵۵ درہم ہوا۔ مگر ابن ہشام کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہ کا مہر بیس اونٹنیاں تھیں۔ شاید اُن کی قیمت پانسو درہم ہو

۵۶ یہ دونوں خطبے لفظ سیرۃ الجلیلیہ میں موجود ہیں دیکھو جلد ۱ صفحہ ۱۵۰

نکاح سے ابوطالب اس قدر خوش ہوئے کہ بیان سے باہر ہو جناب باری عز اسمہ کا شکر یہ ادا کیا۔ اور کہا الحمد للہ الذی اذہب عنا الغموم (الحمد للہ کہ خدائے تعالیٰ نے ہماری مصیبتیں دور کیں اور ہمارے غم دفع کر دیے) یہی آپ کا پہلا نکاح ہو۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس برس کی تھی جس زندگی کو آپ نے ایک جوان صالح کی شان سے نہایت ہی عفت و پاکبازی کے ساتھ بسر کیا تھا۔ حضرت خدیجہ سے آپ کی اولاد آپ نے جناب خدیجہ کے حقوق کا آخر تک لحاظ رکھا۔ جب تک زندہ رہیں کوئی دوسرا عقد نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد بن حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہوئیں۔ سوا ابراہیم کے جو آپ کی حرم محترمہ رقیہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ خدیجہ کبریٰ کے بطن سے آپ کی سات اولاد بن ہوئیں تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں۔ صاحبزادے تو یہ ہیں قاسم جن کے اعتبار سے آپ کی کنیت ابوالقاسم قرار پائی۔ اور طاہر و طیبٹ۔ اور صاحبزادیوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں کہ زینب رقیہ ام کلثوم اور فاطمہ مینون صاحبزادوں نے تو ایام جاہلیت میں اور بعثت سے پہلے ہی سفر آخرت کیا۔ مگر طاہر و صاحبزادیاں عمر رسالت تک موجود تھیں۔ مگر افسوس سوا جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہراء کے سب نے آپ کی زندگی ہی میں وفات پائی۔

باب پنجم

تعمیر کعبہ اور بعثت حضرت ختم المرسلین

تعمیر کعبہ۔ اس کی وجہ۔ کعبے کی پرانی حالت۔ ایک سانپ جو خرابی کعبہ میں رہتا تھا

عہد البیۃ الجلیلیہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۱

عہد بیروت ابن ہشام - ۱۲۱

تعمیر کا قدرتی سامان۔ دیواریں منہدم کرنے کی تیاری۔ تعمیر میں صرف پاک اور طلال آمدنی صرف ہوئی۔ دیواریں منہدم ہوئیں۔ یو کھودی گئی۔ آپ کی برہنگی اور غش کا واقعہ حجر اسود کے اٹھانے کے لیے نزاع۔ حلف لعنة الہم۔ آپ کا عام پسند فیصلہ۔ خاص آپ کے ہاتھ سے حجر اسود اپنے مقام پر نصب ہوا۔ پہلی اور پچھلی عمارت کعبہ میں فرق قریب نبوت میں آپ کی حالت۔ زویاے صادقہ۔ غار حرا میں چلہ کشی۔ بعثت آپ جبریل کو پہلے پہل بیداری میں دیکھتے ہیں۔ حضرت خدیجہ کا حسن عقیدت۔ ورقہ بن نوفل کی حق شناسی۔ ورقہ سے اور آپ سے ملاقات۔ حضرت خدیجہ فرشتہ کا امتحان کرتی ہیں۔ فرضیت و تعلیم ناز۔ آپ حضرت خدیجہ کو ناز پڑھاتے اور سکھاتے ہیں۔

تعمیر کعبہ | اس عقد کے بعد دس برس تک آپ کی زندگی ایک ایسے سکوت میں گزری کہ اُس زمانے کا کوئی واقعہ اہل سیر کو نہیں معلوم ہو سکا۔ مگر بان جب آپ پینتیس برس کے ہوئے تو قریش نے کعبہ کے اذ سر نو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اس تعمیر کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مکہ میں ایک سیلاب عظیم آیا۔ اور پانی اتنا بلند ہوا کہ قریش نے کعبہ کے گرد جو پلستہ سنا بنا رکھا تھا اُس سے گزر کے اندر داخل ہوا اور قدیم متبرک دیواریں بالکل کمزور کر دیں۔ اس سیلاب سے پیشتر ایک اور واقعہ پیش آچکا تھا۔ وہ یہ کہ کوئی عورت عبادت کے طریقے سے خوشبو میں سلکار ہی تھی۔ اتفاقاً انکے ٹھکانے سے ایک چنگاری اُڑ کے غلاف کعبہ میں جا لگی۔ فوراً آگ بھڑک اُٹھی اور حضرت ابراہیم کے بنائے ہوئے مقدس خانہ خدا پر دیر تک شعلے بلند ہوتے رہے۔ اس آگ ہی سے کیا کم ضرر پہونچا ہوگا کہ سیلاب آیا اور دیواریں بالکل قریب الاندام ہو گئیں۔

کعبہ کی پرانی حالت | قدیم مورخوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ اس وقت تک اپنی اُسی حضرت ابراہیمؑ تکمیل کی بنائی ہوئی وضع و حالت پر تھا۔ ایک مدت سے لوگوں کا خیال تھا کہ کسی طرح اس مبارک گھر کی تجدید کی جائے مگر کسی کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ کسی کو اتنا حوصلہ ہی نہ ہو سکتا تھا کہ اس کا ایک پتھر بھی اپنی جگہ سے ہٹا دے۔ کعبہ اس وقت تک صرف ایک پست چار دیواری کا نام تھا۔ جس کی بلندی قد آدم سے صرف تھوڑی ہی زیادہ تھی۔ اور پخت بھی نہ پٹی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے عبادت کے لیے فقط دیواروں کا ایک مختصر احاطہ بنا کے بے پخت پائے چھوڑ دیا تھا جس میں پھر کبھی کسی قسم کی اصلاح و ترمیم نہ ہوئی۔ اسی چار دیواری میں وہ بت رکھے ہوئے تھے جو قریش کے دیوتا تھے۔ اور بڑے بت جہیل کے نیچے ایک بڑا گڑھا تھا جو خانہ کعبہ کا خزانہ قرار پا گیا تھا جو قیمتی چیزیں چڑھائی جائیں اسی گڑھے میں ڈال دی جاتیں۔ پخت نہ ہونے کا اتفاق یہ نتیجہ ہوا کہ کسی مضبوط دل والے نے خزانہ کعبہ میں سے بہت سی چیزیں چُرا لیں۔ اور چونکہ چوری کا مال علیحدہ بن عمرو کے غلام دُویک کے پاس سے برآمد ہوا لہذا وہی لزم قرار پایا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ تاہم قریش کو گمان تھا کہ خود دُویک نے چوری نہیں کی۔ بلکہ چوری کرنے والوں نے کعبہ کا مال چُرا کے اُس کے پاس رکھ دیا تھا۔ اس چوری کے واقعے نے قریش پر کعبہ کی پخت پانے کی ضرورت صاف عیاں کر دی تھی اس لیے کہ چوری پخت کے نہ ہونے ہی کی وجہ سے ہوئی تھی۔

ایک سانپ جو خانہ کعبہ میں | اس کے ساتھ ایک اور نئی بات بھی ظاہر ہوئی جس نے قریش میں تمیزِ نسبتِ امد کا اور زیادہ حوصلہ پیدا کیا وہ یہ کہ خزانہ کعبہ یعنی اسی مذکورہ گڑھے میں ایک بڑا زبردست سانپ رہنے لگا تھا جو روزِ نکل کے بے پخت کی دیوار پر بیٹھتا اور جان کوئی قریب جانے کا ارادہ کرتا پھین

تھا کہ پشکارین مارنے لگتا۔ بلکہ بعض اوقات منہ کھول کے دوڑ بھی پڑتا قریش کے دونوں پر اس سانپ کا ایسا خوف طاری ہو گیا تھا کہ کبھی مین جاتے ڈرتے اتفاقاً ایک دن یہ سانپ دیوار کعبہ پر بیٹھا تھا کہ کوئی شکاری چڑیا ایک آسانی تیر کی طرح اوپر سے آئی اور اُسے بھینٹا مار کے اڑا لے گئی۔ اس مہیب و موذی جانور سے بیت اللہ کے خالی ہونے کا حال سن کے قریش بہت خوش ہوئے۔ بلکہ یقین ہو گیا کہ اب خدا ہم سے راضی ہو جس نے اپنے مقدس گھر کو ایسے ظالم و موذی سے خالی کر دیا۔

تبرکاتہ رت سامان | جہان کبھی کی تعمیر کی ضرورت تھی۔ اور خدا نے اس میں سانپ کا خوف نہیں باقی رکھا تھا وہ ان اتفاقاً ان دنوں کسی رومی سوداگر کا ایک جہاز کے ذریعہ قدیم بندر گاہ شعیبہ پر جہان اب جدہ آباد ہوتا ہوا تھا۔ سمندر کی پریشانیوں نے ایک تھکیر مڑ دے کے اُسے خشکی پر پھینک دیا۔ یہ جہاز باقوم نام ایک رومی شخص کا تھا جو فن تعمیر سے خوب واقف تھا۔ اور سنگ مرمر لکڑی اور لوہا لاد کے مین کو لیے جاتا تھا تاکہ وہ ان کے کینے کو جسے فارسیوں نے منہدم کر دیا اور سر نو تعمیر کرے۔ جب اس کا حال قریش کو معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے اس لیے کہ خاندان کعبہ کی چھت پانے کا اس سے بہتر سامان اور کسی طرح نہیں فراہم ہو سکتا تھا شعیبہ میں پہنچے اس جہاز کی لکڑی مول لی۔ اور خود باقوم کو بھی ساتھ لے گیا تاکہ تعمیر میں مدد دے۔ ان دنوں خاص مکہ میں تھر کا ایک ہوشیار قبیلی بڑھئی بھی موجود تھا الغرض ان سامانوں کو دیکھ کے انہیں بالکل یقین ہو گیا کہ واقعی خدا ہی کو اپنے گھر کی تعمیر منظور ہے جس نے ایسے ایسے سامان فراہم کر دیئے ہیں۔ دیواریں منہدم کرنے کی تیاری | جب تعمیر کا سب سامان جمع ہو گیا تو قریش نے پُرانی

دیواروں کے منہدم کرنے کا ارادہ کیا۔ اور چونکہ عربوں میں یہ بہت بڑا قومی اور دینی کام تھا لہذا کبے کے مختلف حصے مختلف قبائل میں تقسیم ہو گئے کہ ہر گروہ اپنے حصے کو کھود کے تعمیر کرے۔ اس تقسیم میں دروازے کا حصہ عبد مناف و زہرہ کی اولاد کو ملا جن میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے۔ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کا حصہ بنی مخزوم کو جن کے ساتھ قریش کے چند اور خاندان بھی شریک تھے۔ پھوارے کا حصہ بنی نجج اور بنی سہم کے سپرد ہوا۔ اور حجر کا حصہ جس سے عبارت حکیم یعنی کعبے کے گرد کا کثرہ ہے بنی عبد المطلب بنی اسد اور بنی عدی کو ملا۔ یہ تقسیم بھی ہو چکی مگر کسی کو پھاؤڑا چلانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ سب ڈرتے تھے کہ منہدم کرنے میں کوئی غضب الہی نہ نازل ہو جائے۔ اور دینی مصیبت و آفت نہ نازل ہو جائے جو اہل ہر کے جتنی لشکر نازل ہوئی تھی۔ آخر بنی مخزوم میں سے ابو وہب بن عمرو نے دل مضبوط کر کے ایک پتھر اٹھا کر اگر اتفاقاً وہ پتھر ان کے ہاتھ سے چھوٹ کے پھر اپنے مقام پر تعمیر میں صرف پاک اور حلال آمدنی قائم ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ اس واقعے سے سب لوگ سہم صرف ہوئی گئے ہوں گے۔ مگر ابو وہب نے پھر اپنے دل کو

اطمینان دلایا۔ اور سب لوگوں کی طرف متوجہ ہو کے کہا "اے اہل قریش! یہ خیال رہے کہ اس کا رخیر میں ہر شخص وہی روپیہ لگائے جو جائز طور پر اور حق حلال سے حاصل کیا گیا ہو۔ خانہ خدا کی تعمیر میں نہ زنا کی آمدنی صرف ہو نہ سود کی اور نہ وہ رقم جو جبر و ظلم سے یا غضب کر کے لی گئی ہو" سب نے اس درخواست کو منظور کیا لیکن اب بھی کسی کو منہدم کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

دیواریں منہدم ہوئیں | اب دیکھ بن سیرہ بڑھا اور کہا اچھا دیکھو میں شروع کرتا ہوں یہ کہہ کے اُس نے پہلے درگاہ خداوندی میں دعا کر کے عرض کیا کہ

”بادشاہم کسی بڑی نیت سے تیرے گھر کو نہیں منہدم کرتے ہیں“ اور کڈال ہاتھ میں لے کے کھودنے لگا۔ تھوڑی دیر میں وہ حصہ دیوار گرا دیا جو رکن بیانی و جراسود کے درمیان میں ہو۔ اتنا ہی کھودنے پائے تھے کہ شام ہو گئی قریش نے دہشت سے یہ ساری رات جاگ کے کافی کر اگر کسی امر سے خدا کی ناراضی ظاہر ہو تو جتنا حصہ کھودا ہو پھر بنا کے درست کر دیں۔ مگر رات نیمرو خوبی سے گزر گئی اور صبح کو سب قبائل اپنے اپنے حصے کے منہدم کرنے میں مشغول ہوئے۔

یہ کھودی گئی | جب حضرت ابراہیم کی قائم کی ہوئی اصل نیو تک کھود لے گئے تو ایسے بہتر پڑے جو چولین بنا کے ایک دوسرے میں پیوست کئے گئے تھے۔ کسی نے ایسے دو پتھروں میں کڈال ڈال کے الگ کرنا چاہا تو وہ الگ نہ ہوئے اور ان کی حرکت سے چاروں طرف کی ساری بنیاد ہل گئی۔ فوراً سب نے پھاروڑے روک لیے۔ اور معلوم ہوا کہ اب زیادہ کھودنے کی ضرورت نہیں۔

آپ کی رہنمائی اور غش کا واقعہ | اب اس کے بعد تمام قبائل قریش نے عمارت کے لیے پتھروں کے جدا جدا ڈھیر کرنا شروع کیے۔ اسی موقع پر وہ واقعہ پیش آیا تھا جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت عباسؓ کے ساتھ پتھر لاتے وقت آپؐ پر ہنہ ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی آپؐ کو غش آگیا۔ جب پتھر جمع ہو گئے تو تعمیر کا کام شروع ہوا جراسود کے اٹھانے | اور ہر گروہ اپنے اپنے حصے کی دیوار بلند کرنے لگا مگر ان کے لئے نزاع | لوگوں نے کام کے مختصر کرنے کے لیے جدید رقبہ پہلے

رہنے سے چھوٹا کر دیا۔ اب سب دیواریں اتنی بلند ہو گئیں کہ جراسود اپنے مقام پر کھڑے کے نصب کیا جائے۔ مگر یہ تعمیر بیت اللہ کا اتنا اہم کام تھا کہ ہر گروہ قریش بلکہ ہر شخص کو متناقصی کہ اس میں ضرور شریک ہو۔ عام اشتیاق اور جوش نے آخر کو ایک بڑا بھاری جھگڑا پیدا کر دیا۔ لوگ خون ریزی پر تیار ہو گئے۔ باہم تقسیم

حلف لعلۃ الدم | کھائی جانے لگیں۔ جو بیل کا طوق دار تھا اُس کے ساتھ حلف اٹھانے کو مستعد ہوا۔ نبی عبد الدار نے ایک کھڑے مین خون بھر کے رکھ دیا۔ اور نبی عدی نے اُن کے ساتھ اس خون میں ہاتھ ڈال ڈال کے قسم کھائی کہ مر جائیں گے مگر اپنا دعویٰ نہ چھوڑیں گے۔ چونکہ ان لوگوں نے تھوڑا تھوڑا خون چاٹا بھی تھا لہذا لعلۃ الدم کے نام سے مشہور ہوئے۔

چار پانچ روز اسی نزاع میں گذر گئے۔ تعمیر کا کام رکا ہوا تھا۔ اور کسی طرح فیصلہ نہ ہو سکتا تھا۔ آخر سب لوگ مسجد مکہ میں مشورے کے لیے جمع ہوئے کہ جس طرح بنے تصفیہ کریں۔ حضرت اُم المؤمنین اُم سلمہ کے والد ابو اُبیہ ابن مغیرہ نے جو تمام قریش میں محترم اور سن رسیدہ تھے اور اپنے جو دوستوں کے لحاظ سے ساری قوم میں ضرب المثل ہو رہے تھے اُنھ کے یوں فیصلہ کر دیا کہ لڑنا بھڑنا بے سود ہے اسی مسجد کے اُس دروازے کا جو باب عبد شمس کہلاتا ہے خیال رکھو۔ اور جو پہلے گئے اسی کو حکم قرار دے دو۔ مگر پہلے سے اقرار ہو جائے کہ وہ جو تصفیہ کر دے اُس پر سب راضی ہو جائیں گے۔ اس بات کو سب نے منسلک کر لیا۔ اور منتظر ہوئے کہ دیکھیں قدرت آپ کا عام پسند فیصلہ کس پر قرعہ ڈالتی ہے۔ اب آپ کی نبوت کا زمانہ قریب تھا۔ اور خداوند عزا احمد ہر حیثیت سے آپ کو ساری قوم میں معزز و ممتاز ثابت کر رہا تھا۔ اتفاقاً سب کے پہلے باب عبد شمس سے آپ ہی گذرے۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی سب لوگ خوش ہو گئے۔ اور جوش و خروش سے چلائے۔ ”بس محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اچھا حکم کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہ امین ہیں۔ اور ہمیشہ استقبالیہ ثابت ہوئے ہیں۔“ آپ کو تحیر دیکھ کے سب نے اصل حقیقت بیان کی۔ اور آپ فوراً فیصلہ کرنے پر راضی ہو گئے۔ فرمایا ”ایک کپڑا لے آؤ۔“

عمرہ ابن مہاشم ۱۲۴ و ۱۲۵ حکم اس دروازے کو اب باب السلام کہتے ہیں۔

فوراً ولید بن مغرہ نے ایک سفید شامی کپڑا پیش کیا۔ آپ نے اُس کپڑے کو زمین پر بکھا کے حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اُس کے درمیان میں رکھ دیا۔ اور فرمایا وہ چاروں جماعتیں جن پر تعمیر کعبہ منقسم ہوئی ہو ان کا ایک ایک وکیل ایک ایک کو نے کو پکڑ کے اٹھا لے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق ایک سرے کو عتبہ بن ربیعہ نے دوسرے کو زمعہ نام ایک معزز قریشی نے تیسرے کو ابوالایتہ بن خیر نے اور چوتھے سرے کو قیس بن عدی نے پکڑا۔ یہ چاروں ساری قوم کے وکیل تھے اس طرح قبائل قریش کے تمام وکلا حجر اسود کو اٹھا کے لے چلے اور خاص اُس مقام تک پہنچا دیا جہاں اُسے نصب کرنا تھا تب آپ نے اُسے اپنے خاص آپ کے ہاتھ سے حجر اسود دست مبارک سے اٹھا کے دیوار میں قائم کر دیا۔ اپنے مقام پر نصب ہوا اور اس خدمت میں حضرت عباسؓ آپ کے شریک ہوئے آپ کے اس فیصلے سے تمام قریش مطمئن اور خوش ہو گئے۔ اس لیے کہ ایک بڑا جھگڑا جس سے سخت خوزیری کا اندیشہ تھا بہت آسانی سے حل ہو گیا۔ اس نزاع کے دفع ہوتے ہی سب لوگ پھر تعمیر میں مشغول ہوئے۔ اور چند ہی روز میں کعبہ کی پوری عمارت بن کے تیار ہو گئی۔ مگر اس جدید عمارت اور پہلی اور ایسی عمارت میں فرق تھا حضرت ابراہیمؑ نے صرف نو نو ہاتھ بلند دیواروں پہلی اور پہلی عمارت کعبہ میں فرق کا ایک مختصر احاطہ بنا دیا تھا جس میں چھت ہی نہ تھی اور صرف ایک دروازہ رکھا تھا جو زمین کے برابر تھا۔ اور پٹ نہ تھے ہر وقت کھلا پڑا رہتا ایک قدیم حمیری فرمان روا نے جو تباہی میں سے تھا دروازے میں جوڑی ڈھائی اور غلاف ڈالنے کی رسم مروج کی۔ پھر دروازے کے اندر دھنی جانب ایک گڑھا کھدوا دیا گیا جس میں نذرین اور چڑھاوے کی چیزیں ڈالی جاتی تھیں اور خزانہ کعبہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ عمالقا اور

جرہم والون نے بھی اپنے زمانوں میں خانہ خدا کی مرمت کروائی تھی۔ مگر قریش نے
 از سر نو تعمیر کرتے وقت بہت سے تغیرات کر دیے۔ دیواریں بجائے نو ہاتھ کے
 اٹھارہ ہاتھ بلند کر دیں۔ دروازہ زمین سے اچھال کے بہت بلند کر دیا جس میں
 سے بغیر بیڑھی کے کوئی داخل نہ ہو سکتا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 اپنے زمانہ نبوت میں فرمایا کرتے تھے قریش نے تنگی معاش کی وجہ سے نئے
 کعبے کی بنیاد اصل ابراہیم بنیاد سے چھوٹی کر دی۔ اگر عہد جاہلیت کو تھوڑا ہی زمانہ
 نہ گزرا ہوتا۔ لوگوں میں ابھی پُرانے خیالات نہ باقی ہوتے اور مجھے بھی استطاعت
 ہوتی تو دروازے کو نیچا کر کے زمین سے ملا دیتا۔ اور بجائے ایک دروازے
 کے دو دروازے قائم کر دیتا ایک مشرق کی طرف اور ایک مغرب کی طرف۔
 تاکہ ایک سے لوگ داخل ہوں اور دوسرے سے باہر نکلیں۔ اور حجر اسود کو اندر
 داخل کر دیتا۔ آپ کے اس ارشاد پر عبداللہ بن زبیر نے اپنے زمانے میں
 عمل کیا تھا۔ مگر جب حجاج کی فوجوں نے انھیں حرم محترم کے اندر شہید کیا اور
 جی ایسہ کا دور دورہ ہوا تو حجاج نے عبدالملک بن مروان کے حکم سے ابن زبیر کی
 بنیاد منہدم کر کے کعبہ کو پھر ویسا ہی بنا دیا جیسا کہ قریش نے بنایا تھا

اب نبوت کا زمانہ قریب تھا۔ عالم علوی کے ساتھ آپ کے تعلقات
 قرب نبوت میں آپ کی حالت بڑھتے جاتے تھے۔ تمام دنیوی معاملات کی طرف سے
 بے پروائی اور اس کے ساتھ ساتھ ایک خاص کیفیت آپ کے مزاج میں پیدا
 ہونے لگی تھی۔ لوگوں کے پاس اٹھنے بیٹھنے۔ اجنباء و اعزاء کی صحبت ہال
 بچوں کی محبت غرض سب چیزوں کی طرف سے دل پھرتا جاتا تھا۔ آپ خلوت و
 تنہائی کو ڈھونڈتے۔ اور سب سے الگ رہنے میں لطف ملتا۔ ان دنوں چونکہ

آپ کی روح نے ایک بے انتہا اور غیر معمولی قوت حاصل کر لی تھی۔ اور اس کا
 روزے سے مصادقہ وہاں صحیح بہت ترقی پر تھا لہذا نبوت کی سب سے پہلی علامت
 یہ نمایان ہوئی کہ آپ جو اسے دیتے بالکل صحیح اترتی۔ اور جو خواب دیکھتے فوراً
 سچا ثابت ہو جاتا۔ سب سے زیادہ عجیب بات آپ کو یہ نظر آتی کہ آپ جدھر سے
 گذرتے آواز آتی کہ السلام علیک یا رسول اللہ، آپ پھر پھر کے دیکھتے اور کوئی
 کھنے والا نہ دکھائی دیتا۔ آخر جذبات نبوت نے یہ شان پیدا کی کہ ہر سال ایک مہینے
 لہا رحا میں چلے کشتی کے لیے اور معمولاً ماہ مبارک رمضان میں آپ شہر کے باہر چلے جاتے
 اور مکے کے مشہور پہاڑ حراء کے ایک غار میں جو آبادی سے باہر کسی قدر فاصلے پر
 تھا بیٹھ کے چلے کشتی کرتے۔ پورا مہینہ ختم ہو لیتا تو پہلے آ کے کعبے کے گرد سات بار
 طواف کرتے پھر گھر میں تشریف لے جاتے۔ ان دنوں آپ کی رقت قلبی بھی
 بڑھ گئی تھی۔ غریب و مساکین کو ان کا کھانا کھلاتے اور ان کی خبر گیری کرتے جس سال
 آپ خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے، مہین یعنی اپنی عمر کے چالیسویں برس آپ
 حسب معمول غار حراء میں تشریف لے گئے اور آپ کے ہمراہ جناب خدیجہ بھی تھیں
 بشت | وہاں ۷ تا ۱۰ روز و شبہ کی صبح کو ترکے پو پھٹنے کے وقت آپ کو سوتے
 سوتے معلوم ہوا کہ کوئی فرشتہ آیا ہو۔ یہ حضرت جبریل تھے جو خداوند جل و علا کے
 حکم سے حریر کے ایک م صبیغ مکرٹے پر کچھ لکھا ہوا لے کے آئے۔ اور کہا پڑھو

۱۱۲ - سیرۃ النبویہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۰ - اس امر میں بڑا اختلاف ہے کہ پہلے پہل
 کس مہینے میں غریب و مساکین سے ملازمت ہوئی۔ ایک جماعت کثیرہ میں اصل بتاتی ہے۔ مگر صحیح اوراق المینا میں ہے کہ رمضان مبارک کی، اترھی
 ۱۱۲ - سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۵۲ بعض ضعیف روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بیماری کا پہلا ستر و ستر سال سیر خراب میں بتاتے ہیں
 محققین کو یہ خیال ہے کہ آپ کو پہلے سوتے میں نبوت حاصل ہوئی جسکی ابتداء میں الاول سے ہوئی اور اسکی شان چھ مہینے تک قائم رہی پھر بیماری
 جسکی ابتداء رمضان ہوئی اور اسکی شان آخر زندگی تک باقی تھی سہ کو روایت اگرچہ رمضان کا ہو مگر خراب میں ہوا۔ اور یہ بیماری پہلی کے
 بعد آپ نے جبریل کو دکھا جیسا کہ آگے آجائے گا۔ - سیرۃ النبویہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۵

آپ نے جواب دیا میں تو بڑھنا جانتا ہی نہیں۔ یہ سن کے انھوں نے آپ کو سینے سے لگایا اور بہت زور سے اور خوب بھینچ کے دبا یا۔ اور کہا پڑھو آپ نے پھر وہی جواب دیا کہ میں بڑھنا کیا جانتوں انھوں نے آپ کو پھر سینے سے لگا کے دبا یا۔ اور چھوڑ کے کہا اب پڑھو، آپ نے پھر فرمایا میں پڑھا نہیں ہوں، تجریل نے پھر دبا یا۔ اور کہا پڑھو، آپ نے پھر دبا دے جانے کے اندیشے سے پوچھا کیا پڑھوں؟، کہا اقرأ باسم ربك الذي خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاكبر الذي علم بالقلم علم الانسان ما لا يعلم (ترجمہ اس پروردگار کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا ہے۔ انسان کو ایک مفلحہ گوشت سے پیدا کیا۔ پڑھو اور تمھارا بزرگ پروردگار وہ ہے جس نے تم کے ذریعے سے تعلیم دی۔ انسان کو وہ کچھ سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا) الفرض یہی مبارک سورۃ ہے جو سب کے پہلے آپ پر نازل ہوئی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فیضِ تہجد میں ہے کہ یہ پڑھا کے تجریل تو چلے گئے۔ اور میں چونک کے اٹھا تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہ سورۃ میرے دل پر لکھی ہوئی ہے۔ گھبرا کے غار سے نکلا۔ اور کوہستان کے درمیان میں جا کھڑا ہوا۔ ناگمان آسمان سے میرے کان میں ایک آواز آئی ”اے محمد تم خدا کے رسول ہو۔ اور میں تجریل ہوں“ یہ سنتے ہی میں نے نظر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ تجریل انسان کی صورت میں کھڑے ہیں۔ اُن کے پاؤں اُفتخ میں جمے ہوئے ہیں۔ اور یہی جملہ کہہ رہے ہیں میں گھبرا یا۔ اور ٹھنک کے جہان کھڑا تھا وہیں کھڑا ہو گیا۔ دوسری طرف نظر پھیری تو اُدھر بھی وہی صورت نظر آئی اب میں جدھر رخ کرتا ہوں اُدھر تجریل سامنے نظر آتے ہیں۔ اس حالت میں ہمارے پر میں اتنی دیر تک کھڑا رہا کہ خدیجہ نے لوگوں کو میری تلاش میں کے بھیجا۔ جو وہاں گئے اور پلٹ کے واپس آگئے حضرت خدیجہ غارِ حرا میں آپ کے ہمراہ تھیں آپ کے ناگمان نکل کے چلے جانے سے متردد ہو گئے۔ اور آپ کے ڈھونڈنے لگے۔

لوگ روانہ کیے کہ شاید اپنے چاؤن سے ملنے کو شہر میں چلے گئے ہوں۔

حضرت خدیجہ کا حسن و عفت | اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ عجزِ ریل میری نظر کے سامنے سے غائب ہو گئے اور میں پٹ کے اپنی بی بی (یعنی جناب خدیجہ) کے پاس آیا اور ایسا سہا ہوا تھا کہ اُن کے زانو کے پاس اُن سے بھر کے بیٹھ گیا۔ انھوں نے پوچھا "جو القاسم کہاں گئے تھے؟ میں نے کہے تک میں ڈھونڈھوایا۔ اور پتہ نہ لگا تب میں نے ساری سرگزشت بیان کی۔ یہ سن کے انھوں نے تسلی دی۔ اور کہا گھر ایسے نہیں ہیں آپ کو بشارت دیتی ہوں کہ خدا کی قسم آپ اس قوم کے درقربنِ نوفل کی حق شناسی | پیغمبر ہونے والے ہیں" اس کے بعد جناب خدیجہ کمرے پہن کے اپنے چاڑا و بھائی درقربنِ نوفل کے پاس گئیں۔ اور یہ حالات بیان کئے وہ شفق ہی ہوئے اور خدیجہ اگر تم بھی ہو تو تمھارے شوہر کے پاس یہ وہی برسوں اکبر یعنی فرشتہ اعظم آیا تھا جو جناب عوسی کے پاس آیا کرتا تھا۔ وہ بے شک اس قوم کے پیغمبر ہیں۔ اور اُن سے کہہ دینا کہ ثابت قدم رہیں" یہ مردہ لے کے جناب خدیجہ آپ کے پاس غار میں واپس آئیں اور درق سے جو کچھ سنا تھا آپ سے بیان کر دیا۔

درق سے اور آپے ملاقات | پھر جب آپ نے چلے کا زمانہ یعنی رمضان کا مہینہ پورا کر لیا۔ تو مع حضرت خدیجہ کے غار سے نکلے اور سب کی راہ لی۔ وہاں پہونچ کے صبح ل طواف کعبے میں مشغول ہو گئے۔ آپ طواف کر رہے تھے کہ درق بے اور پھینے لگے آپ نے کیا دیکھا؟ آپ نے ساری کیفیت بلا کم و کاست بیان فرمادی درق نے سن کے پھر آپ سے بھی وہی کہا جو جناب خدیجہ سے کہا تھا کہ "آپ اس امت کے پیغمبر ہیں۔ اور آپ کے پاس وہی فرشتہ اعظم آیا تھا جو حضرت موسیٰ پر آیا کرتا تھا۔ انوس کہ لوگ آپ کو جھٹلائیں گے۔ ستائیں گے۔ گھر سے

مکالمین گے۔ اور جنگ و پیکار پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اگر مین اُس وقت موجود ہوا تو آپ کی مدد کروں گا۔ یہ کہہ کے انھوں نے آپ کے سر کا بوسہ لیا۔ اور آپ نے رخصت ہو کے گھر میں تشریف لائے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا امتحان کچھ یوں ہوا کہ اس کے بعد ایک مرتبہ جناب خدیجہ نے اُس فرشتے کا امتحان بھی لیا جو آپ پر نازل ہوا کرتا تھا۔ بعض اہل سیر کا خیال ہے کہ یہ تدبیر اُس نیک بی بی کو درقربن توفیق نے بتائی تھی۔ اور ہوا یہ کہ ایک دن وہ آپ سے کہنے لگیں بھلا یہ ممکن ہے کہ اب کی مرتبہ جب وہ فرشتہ آئے تو آپ مجھے خبر کر دیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بے شک“ جبریل آئے تو آپ نے حضرت خدیجہ سے کہا ”دیکھو یہ جبریل آئے ہیں“ خدیجہ نے کہا ”آپ اٹھ کے میرے بائیں زانو پر بیٹھ جائیے“ آپ بیٹھ گئے تو پوچھا اب بھی آپ جبریل کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ”ہاں“ پھر اپنے داہنے زانو پر بٹھلا کے یہی سوال کیا۔ تب بھی معلوم ہوا کہ آپ جبریل کو دیکھ رہے تھے پھر اپنی گود میں بٹھا کے پوچھا تو اب بھی وہ فرشتہ ربانی آپ کی نظر کے سامنے تھا۔ اس کے بعد جناب خدیجہ نے اپنی خمار اُتار ڈالی اور چادر کھول کے پوچھا تو آنحضرت نے فرمایا ”نہیں اب میں اُس فرشتے کو نہیں دیکھتا“ یہ سنتے ہی حضرت خدیجہ بولیں ”بس آپ مطمئن رہیے۔ اور اشتغال سے کام لیجئے۔ میں آپ کو فروہ سناتی ہوں کہ یہ شیطان نہیں۔ فرشتہ الہی ہی ہے“ اس لیے کہ شیطان ہوتا تو عورت کی برہنگی سے نہ بھاگتا۔ الغرض اس طریقے سے سب کے چہلہ جناب خدیجہ آپ پر ایمان لائیں۔ اور تسلی دے دے کے آپ کا دل بڑھانے لگیں۔

زینت و تعلیم ناز | اسی زمانے میں آپ پر ناز فرض ہوئی اور یہ فریفت اُسی روز پہنی

جس روز کہ آپ پر سورۃ اقرآن سدر دیکھتے تھے "اللہ یخلق" نازل ہوتی تھی۔ اور یہ اُسی
 روز کا واقعہ ہے جب کہ غار میں حضرت جبریل نے آپ کو اپنے سینے سے پتلا لپٹا کے
 پڑھایا تھا۔ نمازیوں فرض ہوتی کہ جبریل دوبارہ ایک نہایت ہی خوش رو آدمی کی
 صورت میں آپ کے پاس آئے اور کہا "اے محمد! اللہ جل شانہ آپ کو سلام کہتا ہے
 اور فرماتا ہے کہ آپ جن دُشمنوں پر پیغمبر مبعوث کئے گئے، اور آپ کا فرض ہے کہ ان
 سب کو اس کلمہ پاک "لا الہ الا اللہ" کی طرف مدعو کیجئے، یہ کہہ کے جبریل نے زمین پر
 ایک پاؤں مارا۔ فوراً وہاں سے ایک چٹمہ جاری ہو گیا۔ اس کے پانی سے جبریل نے
 وضو کیا۔ اور آپ کو بھی وضو کا حکم دیا۔ پھر وہ نماز پڑھنے لگے اور آپ سے کہا کہ تسبیح
 میں پڑھو، اسی طرح میرے ساتھ آپ بھی پڑھیے۔ یہ نماز آپ نے کبھی ہی کی طرف
 رخ کر کے پڑھی۔ اس وقت تک بیت المقدس کو آپ نے قبلہ نہیں قرار دیا تھا جبریل نے آپ
 کو پانچون وقت کی نماز میں دو دن یعنی دو دو مرتبہ پڑھائیں پہلے دن ہر نماز اسکے اول وقت دوسرے
 دن آخر وقت میں سوا مغرب کے کہ یہ نماز دونوں روز ایک ہی وقت پڑھائی۔ آپ یہ نماز سیکھ کے فوراً
 آپ حضرت خیرہ کو نماز پڑھاتے اور کھاتے ہیں جناب خدیجہ کے پاس آئے۔ اور جس طرح جبریل نے آپ کو نماز
 پڑھائی تھی اسی طرح آپ نے جناب خدیجہ کو پڑھائی۔ اور بتا دیا کہ ان پانچون نمازوں کو ان دونوں
 وقتوں کے درمیان میں ادا کرنا چاہیے۔ ابتداً آپ پر ہر نماز کی دو ہی رکعتیں فرض ہوتی تھیں۔ پھر
 اللہ جل شانہ نے حضور میں یعنی جب گھر پر ہوں یا کہیں مقیم ہوں چار رکعتیں کر دیں۔ اور منبر میں
 دس رکعتیں دو باقی رکعتیں

باب ششم

نبوت اور تبلیغ کی ابتداء فی مشوارین

آپ پہلے پہل فرشتے کو روکے ہیں۔ لیکن قلب سے پہلے جہان مان لایا وہ

عورت جو مردوں میں حضرت علیؑ پہلے مہربن ہیں۔ دیکھ لو کہ کون سا بن دلا سلام
 کہتے ہیں؟ چلے ایمان لائے دایوں کی صحیح ترتیب۔ زبیر بن حارثہ۔ ابو بکر صدیق۔
 ان کے ایمان لانے کی شان۔ ان کے ذریعے سے کس کس نے ایمان قبول کیا؟
 دیگر قریش ایمان لاتے ہیں۔ قرقہ و می۔ بنی نضیر و می۔ آپ کی بے مبری۔ عقیقہ تبلیغ مہربن۔
 ورقہ کا اسلام۔ اختلاسے تبلیغ کے زمانے میں مسلمانوں کی حالت۔ قرقہ و اسلام کے
 بن۔ پہلی لڑائی۔ علامہ تبلیغ کا مکمل ہوتا جو۔ آپ اپنے امرا کو دین کی طرف بلاتے ہیں۔
 ابولسب کی قسوت و بدتمیزی۔ جہی باظم آپ کا ساتھ دیتے ہیں۔ آذاز و بن۔
 ہونے کا اثر۔ ابوطالب پر زور ڈالا جاتا ہے کہ آپ کی حمایت نہ کریں۔ وہ آپ کو بلا کے
 بکھاتے ہیں۔ آپ کا جو شہوت۔ آپ کے عرصہ میں عمارہ ابوطالب کو دیا جاتا ہے۔
 ابوطالب کا جواب۔ مسلمان شائے جاتے ہیں۔ پہلے شہدائے اسلام۔ دشمن بھی
 آپ کی ہجو۔ بیانی کے معترف ہیں۔ مشورہ ہوتا ہے کہ آپ کو کیا ایوان دیا جائے۔ آپ جلدیگر
 قرار دیے جاتے ہیں۔ آپ کی فہرت سارے عرب میں

آپ پہلے ہل فرشتہ کو دیکھتے ہیں | سورۃ افراس کے بعد ہی بلکہ اسی روز ایک یہ واقعہ گذرا کہ
 آپ فرشتہ الہی کو دیکھ کے ایسے مرعوب ہوئے کہ گھبرائے ہوئے گھر میں آئے اور
 جناب صبر سے فرمایا مجھے اڑھاؤ مجھے اڑھاؤ مجھے اڑھاؤ مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ حالت اضطراب
 الطمان قلب | مریخ ہو گئی۔ اور نور نبوت نے سینہ پُر نور میں اپنی شعاعیں ڈال کے
 عجیب فہم کا لطف و سکون پیدا کر دیا۔ جس کی برکت سے آپ کو الطمان کامل تھا
 کہ یہ امور خداوند جل و علاہ ہی کی طرف سے ہیں۔ اور صاف طور پر دیکھ گئے کہ اللہ
 جل شانہ نے مجھے گناہگاروں کو معافی سے بچانے اور بے دینوں کے دیندار
 بنانے کے لیے امور کیا ہے اگرچہ یہ ظاہر اسباب اس خدمت میں بڑی بڑی

دو شواریان نظر آتی تھیں۔ اور زہر باطرح کی مصیبتوں کا خوف تھا۔ ساری قوم سے اُس کے آبائی مذہب اور خاندان کی مروجہ رسوم کا چھڑا دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر آپ نہایت ہی ثبات قدمی و استقلال سے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں مصروف ہو گئے۔

سب سے پہلے جو ایمان لایا وہ عورت ہے | اس امر سے دنیا کبھی انکار نہ کر سکے گی کہ سب سے

پہلے تعلیمات نبوت کا خیر مقدم ادا کرنے اور پیغمبر کی آواز کو بے غرضت و جفا و بلیک کہہ کے سننے والی عورت ہے۔ اس لیے کہ جس نے سب کے پہلے آپ کے بیان کی تصدیق کی اور آپ کا دین متین قبول کیا وہ آپ کی بی بی مردون میں حضرت علیؑ پہلے مومن ہیں | جناب خدیجہ الکبریٰ ہیں۔ مردون میں سب کے

پہلے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے دین برحق کو قبول کیا۔ آپ کا شمار اس وقت بچوں میں تھا۔ ابھی سن بلوغ کو بھی نہ پہنچے تھے۔ اور دس برس سے زیادہ عمر نہ تھی۔

علاوہ برین ابوطالب کی غزوت و ناداری کے خیال سے آنحضرت نے جناب علیؑ کی پرورش کا بار اپنے ذمے لے لیا تھا۔ لہذا آپ کے ساتھ حضرت علیؑ کو

لوگ، بزرگ و کیوں سابق الاسلام | وہی نسبت تھی جو باپ کے ساتھ بیٹے کو ہو سکتی ہے، ظاہر ہے کہ ایک نابالغ بچہ اپنے آئین پرورش کرنے والے اور تکفل کئے ہیں ۹

کی تعلیمات سے کبھی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ سبب ہے کہ مورخین اسلام حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سابق الاسلام اور مردون میں سب سے پہلے ایمان لانے والا بتاتے ہیں۔ ابوبکر

صدیقؓ تین آنحضرت صلعم سے دو ہی تین سال چھوٹے تھے۔ صاحب اثر لوگوں میں تھے۔ انساب قریش کو جس قدر وہ جانتے تھے کوئی نہ جانتا تھا۔ تجارت پر زندگی بسر کرتے تھے۔ اور معزز لوگوں کی اُن کے گھر پر آمد و رفت اور نشست و برخاست

رہتی تھی۔ یہ اسباب ہیں جن کے لحاظ سے اُن کا ایمان لانا ایک مزہم جہا گیا اور آپ نے اُسے اور وں کے مسلمان ہونے سے زیادہ با وقعت خیال کیا ایمان لانے والوں کی صحیح ترتیب | در صحیح ہی ہے کہ سب کے پہلے حضرت علی مرتضیٰ نے اُن کے بعد زید بن حارثہ نے۔ پھر حضرت صدیق نے آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ زید بن حارثہ کی اہلیت یہ ہے کہ حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام بن خویلد ارض شام سے چند غلام مول لائے تھے۔ خدیجہ اُن کے گھوٹن لہسن اور اُن غلاموں کو دیکھا تو بولے ان میں سے ایک غلام کو آپ پسند کریں گے زید بن حارثہ | جناب خدیجہ نے اُن کے اصرار پر زید بن حارثہ کو منتخب کر لیا جو ابھی نو عمر تھے گھر میں لائیں تو آنحضرت نے زید کو پسند فرمایا۔ اور بی بی سے کہا یہ لڑکا مجھے دے دو۔ اُنھیں عزیز فرما کر کی درخواست قبول کرنے میں کیا عذر ہو سکتا تھا۔ خوار زید کو آپ کے حوالے کر دیا۔ آپ نے اُنھیں اپنے قبضے میں کر کے پہلے اُن کی دی۔ پھر بیٹا بنانے کے پالنا شروع کیا۔ لہذا زید نے بھی اگر اپنے محسن اور باپ کی دعوت کو بے عذر قبول کر لیا تو یہ بھی کوئی ایسی اہم بات نہ تھی کہ اس سے قوت اسلام کا ترقی کرنے کا زیادہ یقین کیا جاسکتا۔ یہ ترتیب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فیض ترجمان سے ظاہر ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں دو شیعین کے روز مبعوث ہوا۔ اُسی دن تیسرے پہر کو خدیجہ نے ناز بڑھی۔ دوسرے دن شگل کو علیؑ نے ناز بڑھی پھر زید بن حارثہ نے پھر ابوبکرؓ نے۔

ابوبکر صدیق | ابوبکر صدیق چونکہ خوش رو اور وجہ آدمی تھے لہذا عتیق کے لقب سے مشہور تھے۔ جس کے معنی خوش رو کے ہیں۔ اُن کا نام عبد اللہ تھا۔ اور ابو قافہ نام ایک صاحب اثر قریشی نژاد کے بیٹے تھے۔ آپ سے اُن سے پہلے بھی

بہت اُنس تھا۔ اور ہمیشہ سے آپ کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جس کسی کو دین اسلام کی طرف بلایا اُس نے کسی نہ کسی قدر تامل و تردد ضرور کیا۔ سوا ابوبکر کے کہ وہ بلا تامل اور بغیر کسی پس و پیش کے مجھ پر ایمان لے آئے۔ اگر سچ پوچھیے تو ابوبکر کی فیضیت سابق الماسلام ہونے سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ ابوبکر صدیق کے ایمان لانے کی شان یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کا تذکرہ سن کے آپ کے اُن کے ایمان لانے کی شان پاس آئے اور کہا کیا واقعی آپ نے آبا و اجداد کا دین چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا اے ابوبکر مجھے خدا نے پیغمبر بنا کے نکھارے اور ساری قوم کے پاس بھیجا ہے۔ اتنا سنتے ہی ابوبکر نے کہا۔ میں آپ کی نبوت کو تسلیم کرتا ہوں۔ اور آپ ہی کے دین میں ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر کے ایمان لانے کی بے انتہا خوشی ہوئی۔ اُن کی تصدیق نے آپ کا حوصلہ تبلیغ بڑھا دیا۔ اور ابوبکر کی صورت میں آئندہ ہدایت و ترویج دین کے لیے آپ کو ایک بہت بڑا صاحب اثر مدد و معاون مل گیا۔ لہذا آپ کی یہ خوشی بالکل بجا تھی۔ اس لیے کہ ابوبکر اہل مکہ و معززین قریش سے ایسے تعلقات رکھتے تھے کہ ان کے ذریعے سے دین کے پھیلنے کی جلد اور آسانی امید کی جاسکتی تھی۔

اُن کے ذریعے سے کس کس نے اپنا پنچہ تھوڑے ہی زمانے میں خاص ابوبکر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ پانچ ایسے شخص دین اسلام میں داخل ہوئے کہ اسلام کی بڑھ چڑھ ہو گئی۔ عثمان بن عفان جو خاندان نبی امیہ کے ایک دولت مند رکن تھے۔ زبیر بن عوام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھوٹی بیٹی اور حضرت خدیجہ کے بیٹے تھے۔ عبد الرحمن بن عوف۔ سعد ابن ابی وقاص

اور طلحہ بن عبیدہ اسد۔ ان لوگوں کا مسلمان ہونا اور اصل حضرت صدیق ہی کے اسلام کا ایک ضمیمہ تھا۔ جب یہ چھوٹی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئی۔ تو آپ اور زیادہ جوش و قوت کے ساتھ تبلیغ کرنے لگے۔ اور مومنین کی جماعت آہستہ آہستہ بڑھنا شروع ہو گئی۔ چند روز میں قریش کے اور متعدد لوگ خدا کے پیغمبر قریش ایمان لاتے ہیں۔ برگزیدہ دین میں داخل ہوئے جن میں ابو عبیدہ بن الجراح۔ ابوسلمہ عثمان بن مظعون۔ عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب۔ سید بن زید۔ ان کی بیوی فاطمہ بنت خطاب یعنی عمر فاروق کی بہن آسماء بنت ابی بکر۔ عبیدہ اسد بن سعد و جعفر بن ابی طالب ان کی بیوی آسماء بنت عیس۔ اور عمار بن یاسر وغیرہ ہیں۔

خزۃ وحی | لیکن اس زمانے میں تبلیغ دین کی دشواریوں کے علاوہ آپ ایک اور بہت بڑی روحانی تکلیف میں مبتلا تھے۔ وہ یہ کہ سورۃ اقرأ باسم ربک الذی خلق یعنی ایک ہی سورۃ کے نازل ہو چکنے کے بعد نزول وحی کا سلسلہ رک گیا۔ وحی اگرچہ ایک ایسی چیز تھی جس کے نزول کے بار کو آپ بڑی دشواری سے برداشت کر سکتے تھے اور واقعی اُس کے تحمل کے لیے انسانی ظرف سے بدرجہا زیادہ بڑے ظرف کی ضرورت تھی مگر پہلے ہی نزول نے آپ کے دل میں ایک ایسا ذوق و شوق پیدا کر دیا تھا کہ کلام ربانی کے آنے میں جو جو دیر ہوتی آپ زیادہ بیتاب و بے صبر ہو جاتے تھے۔ اس تاخیر سے خداوند جل و علا ایک طرف تو آپ کے دل میں نبوت کا ذوق و شوق پیدا کر رہا تھا۔ دوسری طرف اُس میں یہ مصلحت تھی تاخیر وحی میں آپ کی بے صبری کہ آپ بار نبوت اٹھانے کی پوری صلاحیت حاصل کر لیں۔ مگر اس تاخیر میں آپ کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ انتہا سے زیادہ ملول و حزین اور پریشان و مضطرب ہو رہے تھے۔ بعض اوقات آپ کی بے صبری

اس درجے کو پہنچ جاتی کہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتے اور ارادہ کرتے کہ اپنے آپ کو گر کے ہلاک کر ڈالیں۔ ہر طرف پریشان و منہم مارے مارے پھرتے۔ کبھی دھشت پر خطر میں ہوتے۔ اور کبھی پہاڑوں کی گھاٹیوں میں۔ لیکن کسی جگہ اور کسی حال میں چین نہ آتا۔ غنیمت یہ تھا کہ اس حالت میں جب کبھی آپ نے اپنے کو ضرر پہنچانے کا ارادہ کیا فوراً جبریل سامنے آگئے۔ رد کا اور کہا گھبراہٹ میں نہیں آپ بے شک خداوند جل و علا کے پیغمبر ہیں۔ الغرض یہ حالت تقریباً تین سال تک رہی جسے مسلمانوں کی اصطلاح میں زمانہ فترت وحی کہتے ہیں۔ ان دنوں وحی تو نہ آتی تھی۔ مگر جبریل برابر آیا کرتے۔ اور وقتاً فوقتاً آپ کو تسلی دے جاتے آخر یہ پہاڑ زمانہ منقضی ہوا۔ اور سورہ یا ایہا المدثر نازل ہوئی جس کے ذریعے سے امد جل شانہ نے آپ کو خاص اپنے الفاظ میں تسلی دی ہے۔

خفیہ تبلیغ دین | اس زمانہ ^{فترت} فترت میں بھی باوجود پریشانیوں اور سخت روحانی تکلیف کے آپ تبلیغ اسلام سے غافل نہ تھے۔ برابر لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے۔ مگر خفیہ طریقے سے۔ ابھی آپ نے دعوت کو عام اور ظاہر نہیں فرمایا تھا۔ فترہ کا دوسرا ہی سال تھا ^{ورقہ کا اسلام} ورقہ کا اسلام کہ ورقہ بن نوفل نے انتقال کیا جن کی ذات سے آپ کو بہت کچھ امید تھی۔ اس لیے کہ آپ کی نبوت کی تصدیق کر کے انھوں نے مصائب اور دشواریوں میں پوری مدد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ورقہ کے اسلام میں اکثر بلکہ قریب قریب تمام مورخین اسلام کو تامل ہے۔ مگر ہم حیرت کرتے ہیں کہ جب

۷۷ فترہ بالفتح اُس زمانے کو کہتے ہیں جو دو پیغمبروں کے درمیان میں گذرتا ہو۔ یعنی جس زمانے میں کہ دنیا والوں کے پاس خدا کا کوئی پیام نہ آتا ہو۔ چونکہ اس زمانے کی بھی یہی حالت تھی۔ لہذا بھی فترہ وحی کا زمانہ کہلاتا ہو۔ ۷۸ السیرۃ الخلیہ جلد ۱ صفحہ ۲۷۹-۲۷۸

پہلے ہی مرتبہ سن کے انھوں نے آپ کو پیغمبر اور فرشتہ ربانی کو سچا ناموس الہی تسلیم کر لیا تو پھر ان کے اسلام میں کیا شک کیا جاسکتا ہے؟ ممکن ہے کہ اپنی آخر عمر اور ضعف و ناتوانی کی وجہ سے وہ دیگر سابق الاسلام صحابہ کی طرح آپ کی خدمت میں زیادہ آمد و رفت نہ کرتے ہوں۔ مگر ان کے اسلام میں شک نہیں کیا جاسکتا۔

اختلافِ تبلیغ کے زمانے میں | زمانہ فترت یعنی اُس وقت تک جب تک کہ آپ پوشیدہ مسلمانوں کی حالت | طور پر لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلاتے تھے مسلمانوں کی جماعت بہت کمزور اور مغلوب تھی۔ کسی کی یہ بھی مجال نہ تھی کہ سب لوگوں کے سامنے خداوندِ مطلق کی عبادت کر سکے۔ آپ زید بن ارقم کے مکان میں اپنے چند جان بازوں کے ساتھ رہتے۔ اور چند ناکورہ بالالوگ جو ایمان لاپکے تھے بطور اسلام کے بد پہلی لڑائی | اُن کا معمول تھا کہ نماز پڑھنا ہوتی تو کچے کی پتلی پتلی گلیوں میں چلے جاتے اور وہاں سب کی آنکھ بچا کے کسی جگہ فرض نماز ادا کر لیتے اسی معمول کے مطابق اتفاقاً ایک دن سعد بن ابی وقاص چند مسلمانوں کے ساتھ ایک گلی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کچھ مشرکین آگئے۔ اور انھیں نئی قسم کی عبادت کرتے دیکھ کے برہم ہوئے اور بڑا بھلا کہنے لگے۔ اس پر مسلمان بھی بکڑے۔ پہلے تو زبانی رد و بدل ہوا۔ اور آخر مار پیٹ کی فوج آگئی۔ سعد بن ابی وقاص بہادر و جری آدمی تھے۔ غصے میں آکے اونٹ کے جڑے کی ایک ہڈی اٹھائی اور اس زور سے ماری کہ کسی مشرک کا سر پھٹ گیا۔ یہی پہلا خون ہے جو اسلام کے حایوں نے بایا۔ اس واقعے کے مشہور ہوتے ہی مشرکین مکہ پر ہر ہوئے۔ اور آپ کی مزاحمت میں سختیاں ہونے لگیں۔

علائیہ تبلیغ دین کا حکم ہوتا ہے غالباً اس واقعے کے چند ہی روز بعد خداوند جل و علائے
 زماؤ فرست ختم کر کے آپ کو علائیہ تبلیغ دین کا حکم دیا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی کہ
 ”وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ“ جناب احدیت کا یہ حکم بجالانے کے لیے آپ فوراً
 اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کوہ صفا جو خاص کے کی آبادی سے ملا ہوا تھا اُس کی چٹی
 پر چڑھ کے آواز بلند پکارا ”یا صبا عاہ“ جس کا مطلب یہ تھا کہ لوگو! دھر آؤ۔ عدا
 شیعہ ہی تمام اہل کمہ دوڑے۔ اور سرکون اور گھردن سے نکل نکل کے آپ
 کے سامنے جمع ہو گئے۔ جب ایک بڑا گروہ جمع ہو گیا تو آپ نے اُن کی طرف
 خطاب کر کے پوچھا ”اگر میں تم کو اطلاع دوں کہ اس پہاڑی کے پہلو سے
 چند سواریاں نکل کر آپرین کے گے تو تم لوگ باور کرو گے؟“ سب نے کہا بے شک
 اس لیے کہ ہم نے بھی آپ کو جھوٹ بولتے نہیں سنا۔ یہ جواب سُن کے آپ نے
 فرمایا ”تو سنو میں تمہیں اُس عذاب شدید سے ڈراتا ہوں جس میں تم مبتلا ہونے
 والے ہو۔ اس پر اور سب لوگ تو خاموش ہو رہے مگر ابولہب نے وراثت بانی
 کر کے کہا ”واہ۔ ہمیں اسی لیے بلایا تھا؟“

آپ اپنے اعرار کو دین کی طرف اسی موقع پر آپ نے کئی صحبتوں میں اپنے اعرار و
 بلا تے ہیں اقارب کو جمع کر کے خدا کا پیام پہنچا دیا۔ چنانچہ ایک

مرتبہ ان فصیح و بلیغ اور معجزہ نما و موثر الفاظ میں دین کی تبلیغ کی الحمد للہ الحمد
 واستغنیہ و ہومن بہ و اتوکل علیہ و اشھد ان لا الہ الا اللہ و اللہ
 لا شریک لہ۔ ”ساری شنا و صفت خدا کے لیے ہے۔ میں اُس کی حمد کرتا ہوں
 اُس سے مدد مانگتا ہوں۔ اُس پر ایمان رکھتا ہوں۔ اُسی پر بھروسہ کرتا ہوں
 اور اقرار کرتا ہوں کہ سوا اُس اکیلے ایک اور بے شریک خدا کے کوئی ہجو
 نہیں ہے۔ پھر فرمایا ”سنو۔ دانا پانی مانگنے والا اپنے لوگوں کے سامنے“

بھوٹ لہین بولتا۔ میں اُس اکیلے ایک ہی خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تم پر خاصۃً اور عموماً تمام لوگوں پر میں پیغمبر مبعوث کیا گیا ہوں۔ خدا کی قسم جس طرح تم سوتے ہو اسی طرح مر جاؤ گے۔ اور مر کے پھر اسی طرح زندہ ہو گے جس طرح سوتے سے جاگ پڑا کرتے ہو۔ اُس وقت تمہیں اپنے اعمال کا جواب دینا پڑیگا۔ پھر یا تو جنت میں جاؤ گے یا دوزخ میں ۛ

اس ابتدائی تبلیغ میں آپ کا زیادہ تر خطاب خاص اپنے اعدا و اقارب بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ نبی ہاشم کی طرف تھا۔ اس کے نتیجے میں کسی کا ایمان لانا تو نہیں ثابت ہوتا مگر تاہم ضرور چلتا ہے کہ سوا ابولہب کے اور تمام لوگوں نے سکوت ابولہب کی قسوت و ہتھپیڑ کیا۔ بلکہ ابولہب کسی قدر سختی پر آمادہ ہوا تو آپ کی پھوپھو کی روکا۔ باقی سب لوگوں نے یہ طرز عمل اختیار کر لیا کہ آپ کو اپنے فرائض نہ است ادا کرنے کی آزادی دی۔ علی الخصوص ابوطالب جہنم آپ سے بے انتہا نبی ہاشم آپ کا ساتھ دیتے ہیں اجت تھی یہاں تک ہمدردی پر آمادہ ہو گئے کہ آپ کو ہر مخالف کے ضرر سے بچاتے۔ اور وہ خاندانی اتحاد و تعلق جو عرب میں شخص کو دوسروں کی دست برد سے بچا کر رکھتا ہے آپ کی غاظت میں صرف کرنے خلاصہ یہ کہ پہلی علانیہ تبلیغ میں خدا کی یہ مصلحت پوری ہوئی کہ نبی ہاشم کا ایمان نہیں لائے مگر اپنی قومی و خاندانی عصیت کو کام میں لائے آپ کی تائید پر آمادہ ہو گئے۔

آواز حق بلند ہونے کا اثر یہ اطمینان حاصل کر کے آپ نے علانیہ اور زور و شور سے تبلیغ دین شروع کر دی۔ جس کے ساتھ ہی قریش میں ہر طرف ایک تہلکہ مچا پڑ گیا۔ جا بجا صحبتوں میں آپ کا تذکرہ ہونے لگا۔ اور مخالفین اپنی قوت و وجاہت کے

مطابق عداوت پر آمادہ ہو گئے جب یہ حالت ہوئی تو آپ نے بنو اور جھوٹے
مہبود و ن کو بڑا کننا شروع کر دیا اور اہل مکہ اور اہل تمام قبائل میں جن سے اہل مکہ کے
تعلقات تھے ایک آگ سی لگ گئی۔ آپ کے جو چند دوست تھے وہ اپنی
جان بچائے ہوئے کو نون میں چھپے بیٹھے تھے۔ اور دشمنوں کی ہر طرف سے آپ پر
یہورش ہو رہی تھی۔ مگر باوجود ہر طرح کی دشمنیوں کے ابوطالب اور بنی ہاشم کے
خوف سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ آپ پر حملہ کر سکے۔

ابوطالب ہندوڑ ڈالا جاتا ہے آخر بڑے بڑے زبردست دشمن جن میں ابوسفیان بن حرب
کے آپ کی حمایت نہ کریں ابوجہل بن ہشام وغیرہ تھے ایک دن جمع ہو کر ابوطالب
کے پاس آئے اور کہا "تھارا بھتیجا ہمارے دیوتاؤں کی مذمت کرتا۔ ہمارے
دین کو عیب لگاتا۔ ہمارے عقلا کے نام رکھتا۔ اور ہمارے آباؤ اجداد کو گراہ بتاتا ہے
یا تو تم اسے ان باتوں سے روکو یا ہمیں اجازت دو کہ ہم خود بھگ لیں" ابوطالب نے
انہیں نرمی کے ساتھ سمجھا بھکا کے ٹالا۔ اور جس طرح بنا واپس کیا۔ مگر چند روز بعد
جب دشمنوں نے دیکھا کہ آپ اپنی توحید اور اس کی تبلیغ سے نہیں باز آئے۔ اور
آپ کی وضع و حالت میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا تو پھر وہ لوگ ابوطالب کے پاس
دوڑے آئے۔ اور کہا "اب ہم سے صبر نہیں ہو سکتا۔ اپنے بھتیجے کو روکو ورنہ ہم
سے تم کچھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ دینی بے عزتی ہیں اب اس کے بعد نہ گوارا
ہوگی" ابوطالب نے کچھ معمولی باتوں کر کے پھر ٹالا۔ مگر اس مرتبہ ان کے
دو آپ کو بلا کے بھگتے ہیں جانے کے بعد آنحضرت کو بلا کے ساری سرگزشت بیان
کی۔ اور کہا "مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے آپ کو فرار روکو۔ اور ایسا تو نہ کرو کہ
مجھ میں برداشت کی طاقت نہ رہے" آنحضرت نے فشیق و مہربان چپا کے یہ سچے
سن کے خیال کیا کہ اب یہ بھی میرا ساتھ چھوڑتے ہیں۔ غوراً جو شنبوت کا زور ہوا۔

اپکا جو ثنوت اور فرمایا "اگر آفتاب و ماہتاب کو میرے ہاتھ میں لاکے رکھ دین تو بھی خدا کی قسم میں اس تبلیغ دین کو نہ چھوڑوں گا یا تو خدا اس امر حق کو دنیا میں غالب کر دے گا اور یا میں اپنے فرض رسالت کو پورا کرتا ہوں اور اگر جان کاٹنے کو تو اپنے یہ کہہ دیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی جیب خیال آیا کہ اب مرنی و مہربان چچا کا بھی ساتھ بھٹتا ہے تو دل بھر آیا۔ اور زار و قطار رو گئے۔ عزیز بھتیجے کو اس طرح روتے ویکھ گئے ابو طالب میں بھی ضبط کی تاب نہ رہی آپ شکستہ دل کے ساتھ روتے ہوئے واپس چلے گئے کہ انھوں نے پھر بیٹلایا اور کہا جاؤ تمہارا جو بی چاہے کرو۔ میں خدا کی قسم تمہیں ان لوگوں کے حوالے نہ کروں گا۔"

آپ کے عوض عارہ ابو طالب کو اس کے بعد جب قریش کو معلوم ہوا کہ اب بھی ابو طالب اپنے بھتیجے کو نہیں روکتے تو عمارہ بن ولید نام ایک نوجوان شخص کو ساتھ لے ہوئے پھر ان کے پاس آئے اور کہا "سنو ابو طالب ہم جانتے ہیں کہ تم سے اپنا بھتیجا نہیں چھوڑا جاتا۔ اچھا تو اس کے عوض اس نوجوان عمارہ بن ولید کو لو۔ اور اپنا بیٹا بناؤ۔ یہ ویسا ہی تمہارے کام آئے گا جیسے کہ محمد کام آتے ہیں۔ بس اس کو لو اور اس کے عوض میں محمد کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ پکڑ کے قتل کر ڈالیں۔ اور یہ جھگڑا مٹا دیں۔ اس میں تمہارا ہی بھلا ہے۔ آخر تمہیں فکر نہیں کہ تمہارے دین کی تو بین ہو رہی ہے؟ تمہاری جماعت میں پھوٹ پڑی جاتی ہے؟" اور تمہارے باپ دادا بدنام ہو رہے ہیں؟"

ابو طالب کا جواب ابو طالب نے قریش کا یہ بیان سن کے حیرت اور ناگواری کے ساتھ جواب دیا "یہ تو خوب ہوئی کہ ہمارے بیٹے کو لو پاؤ۔ اور اپنے بیٹے کو لاؤ قتل کریں! خدا کی قسم یہ کبھی نہ ہوگا۔" الغرض یہ صحبت بے لطفی پر ختم ہوئی۔ جھگڑا ہوتے ہوتے رہ گیا۔ اور ابو طالب نے چند اشعار کہے جن میں قوم کی بے حیثی ظاہر

کر کے خاندان نبی ہاشم کو اپنی تائید پر ابھارا۔
 مسلمان تائے جاتے ہیں | اب قریش نے جو دیکھا کہ خود آپ کی ذات پر کوئی زور
 نہیں چلتا تو مسلمانوں کو ستانے لگے۔ خصوصاً غریب اور کم مایہ لوگوں کو۔ اس امر
 میں یہاں تک شدت اختیار کی کہ تمام قبائل جاز کو آمادہ کرنے لگے کہ اُن میں
 سے جو شخص آنحضرت کی پیروی اختیار کرے اُسے جان تک۔ بنے ستائیں اور
 آزار پہنچائیں اس کو شش کا چند ہی روز میں یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ غریب مسلمان
 بھوک پیاس کی مصیبت میں مبتلا رکھے جاتے۔ مار کھاتے۔ دوپہر کی جلتی اور
 تپتی بھول پر دھوپ میں لٹائے جاتے۔ آگ میں جلانے جاتے۔ اور
 بعض کی تو یہ حالت ہوئی کہ مصلوب کر کے لٹکا دیے گئے۔ ان مظلوموں میں
 ایک ہمال تھے جو نیک و دھرم کو بالو پرست اور پٹ لٹائے جاتے۔ اور اوپر سے
 ایک بڑا بھاری پتھر رکھ دیا جاتا۔ دوسرے عمار بن یاسر اور اُن کے مان باپ
 تھے۔ یہ تینوں بھی اسی طرح دھوپ کی گرمی کا عذاب سہتے اور اُف نہ کرتے
 اُن کے والد یا سراس تکلیف میں مر گئے۔ اور مان نے ابو جہل سے کچھ سخت زبانی
 کی تھی جس پر اس ظالم نے اُس نیک اور صابر نبی کی فرسگاہ پر کسی کاری ہتھیار سے
 ایسا حملہ کیا کہ ٹرپ کے مر گئی۔ اور کہتے ہیں کہ یہ پہلی جاں بین جو ظلم اور اسلام کے
 بعد خدا کی راہ میں صرف ہوئیں۔ اسی طرح اور بھی بہت سے لوگ تھے جنہوں نے
 پہلے شہداء اسلام اخلا پرستی اور توحید اختیار کرنے کے صلے میں طرح طرح کے
 ظلم سہے۔ اور آخر تک ثابت قدم رہے۔

دشمن بھی آپ کی ہزیمتانی کے
 شرف ہیں
 مشرکین کہ باوجود ان تمام دشمنیوں کے اس کے
 ضرور معترف تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

زبان میں کوئی ایسی تاثیر ہو کہ بہت آسانی سے ہر شخص کو قائل کر کے اپنا مطیع بنا لیتے ہیں۔ اور اُس کے دل پر آپ کی باتیں نقش ہو جاتی ہیں۔ لہذا جہانِ غریب و شکستہ حال مسلمانوں کو ستاتے وہاں یہ بھی کوشش کرتے کہ لوگوں کو بھڑکا بھڑکا کے آپ کے خلاف کریں۔ اس غرض کے لیے روز ایک نئی تممت لگاتے جو ہمیشہ جھوٹی ثابت ہو جاتی۔ موسمِ حجِ قریب آیا تو بہت گھبرائے کہ اب باہر مشورہ ہوتا ہے کہ آپ کو کے قہا لکے کے گرد آ کے اڑھیں گے۔ اور ایک خلقت کو کیا انزام دیا جائے۔ جمع دیکھ کے آپ پند و نصائح کا سلسلہ جاری کر دین گے۔ کون سی ایسی تدبیر کی جائے کہ لوگوں پر آپ کا اثر نہ پڑ سکے۔ ولید بن مغیرہ تمام کافروں میں مسن تھا اور تجربہ کار سمجھا جاتا تھا سب لوگ اُس کے پاس جمع ہوئے اور اس امر میں مشورہ ہونے لگا۔ ولید نے پوچھا اچھا بتاؤ تم باہر والوں کے سامنے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کیا نظر آ کر وگے اس وقت ایک امر ترابا دے لیا جائے تاکہ ہم میں خلاف بیانی نہ ہو۔ اور سب کی زبان سے ایک ہی بات نکلے ایک نے کہا ہم کہیں گے کہ یہ کاہن ہے۔ ولید بولا واہ کیا کاہن دیکھے نہیں ہیں؟ کہانت کی کوئی بات بھی اس شخص میں نہیں۔ لوگوں نے کہا اچھا کہنا یہ مجنون ہے۔ ولید نے پھر اعتراض کیا کہ سیکڑوں مجنون دیکھ ڈالے ہیں جنوں کی سب کوئی بات ہو گی تب تو لوگوں کو یقین آئے گا؟ نہیں یہ بھی نہیں سب بولے اچھا تو ساحر کہنا چاہیے۔ ولید نے اس کی بھی مخالفت کی تو آپ ہما دوگر قرار دیے جاتے ہیں قریش بولے یہ بھی نہیں تو شاعر کہیں؟ ولید بولا یہ بات بھی لگتی ہوئی نہیں ہے۔ میری سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ اس شخص کو کیا کہا جائے گر خیر ساحر و جادوگر بتانا۔ اور کہہ دینا کہ ”ایسا جادو بھرا کلام سناتا ہے کہ انسان قوم سے چھوٹ جاتا ہے۔ اور بھائی بھائی۔ اور میسان

ہیوی تک میں تفرقہ پڑ جاتا ہے۔ اس قرار واد کے مطابق یہ سب لوگ مکے کے گرد پھیل گئے۔ اور باہر سے آنے والے حاجیوں اور قبائل عرب کو آپ کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ عام گزرگاہوں پر بیٹھ جاتے۔ اور ہر آنے جانے والے سے کہتے ”دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بچے رہنا وہ جادوگر ہے“ مگر مشیت ایزدی آپ کی شہرت سارے عرب میں | عداوت و بدبختی گر خدا خواہد کا مضمون صادق آیا۔ یعنی دشمنوں کی ان ممانعت کو دشمنوں سے خود آپ کو فائدہ پہونچا۔ ہر قبیلہ میں آپ کی شہرت ہو گئی۔ فطرت انسانی کے تقاضے کے مطابق نام سن کے ہر شخص آپ کے دیکھنے اور آپ سے ملنے کا شائق ہوا۔ اور ابنا سے باد یہ آپ کے واقعات کو لے کے اطراف عرب میں پھیلے۔ اور ہر شہر اور ہر بدوی خیمہ میں آپ کا تذکرہ ہونے لگا۔

باب ہفتم

پہلے سے زیادہ جور و تشدد

ہر جگہ آپ جھٹلائے جاتے ہیں۔ ابولہب کی قساوتیں۔ پہلا معجزہ۔ ام جہل ابولہب کی جورو۔ اس کے ستم سے آپ کا بچنا۔ آپ کی صاحبزادیوں کو طلاق دی جاتی ہے عقیقہ کے حق میں آپ کی بددعا۔ اور اس کا ظہور۔ کعبہ میں نماز پڑھنے کی مانفت۔ توہین و تذلیل۔ اونٹ کی اوچھڑی آپ کی پیٹھ پر۔ معجز نما رعب نبوت۔ کفار کی یورش۔ ابو بکر صدیق آپ کو بچاتے ہیں۔ آپ کے مبارک دشمن۔ ابو جہل توہین کرتا ہے حضرت حمزہؓ۔ ان کا جوش خون۔ وہ ایمان لاتے ہیں

آپ ارقم کے گھر میں ابوبکر کا علانیہ تبلیغ پر امرار۔ ان کا خطبہ اور خدا پرستی کی نرا
آپ کو ہر طرح کا لالچ دلایا جاتا ہو۔ کلام ربانی کا اثر۔ پھر آپ کے سامنے دنیاوی
لطف پیش کیے جاتے ہیں۔ آپ کا جواب۔ تجوہ طلب کیا جاتا ہو۔ اور آپ
اکار کرتے ہیں۔ لیکن تشنیع۔ تجوہ دلیل نبوت نہیں۔ عبداللہ بن مسعود کی
کبھی میں قرآن خوانی۔ اہل کتاب کی نسبت مشرکین کا عقیدہ۔ آپ کی مخالفت
کے لیے یہود سے مدد لی جاتی ہو۔ یہود کے سوال۔ آیات قرآنی کا مضحکہ

ہر جگہ آپ بھٹلائے جلتے ہیں | اب قریش آپ کو انتہا سے زیادہ ستارہ تھے
کسی کو جان لینے کی تو جرأت نہ ہوتی مگر اور کسی قسم کی تکلیف و توہین نہ تھی
جو مشرکین کہنے آپ کے لیے اٹھا رکھی ہو۔ آپ جدھر تشریف لے جاتے
کوئی دشمن پیچھے لگا رہتا اور لوگوں کو آپ کی مخالفت پر آمادہ کرتا۔ مگر باوجود
اس کے آپ اپنے فرض تبلیغ سے باز نہ آتے۔ جہاں لوگوں کا جمع ہوتا
پہنچتے۔ اور توحید کی صدا بلند کرتے۔ ایک مرتبہ آپ قومی الجاز کے بازار
میں گئے۔ ایک سُرخ چلہ آپ کے جسم مبارک پر تھا۔ اور پلا چلا کے کہتے جاتے
تھے۔ ”لوگو! کو لا الہ الا اللہ“ مگر آپ کا نامہربان چچا ابولہب ایک پتھر لیے پیچھے
پیچھے تھا۔ اور پکارتا جاتا ”لوگو! خبردار ان کی بات نہ سننا۔ یہ جھوٹے ہیں“

ابولہب کی قنادین | آپ کو سب سے زیادہ آزار دینے والا یہی ابولہب تھا آپ کے
دروازے پر نص ستارے کے لیے ناپاک و متعفن چیزیں ڈال جاتا۔ ایک دن
وہ تمام تلخ سے بے پردا ہو کے اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ آپ کی زندگی
ختم کر کے شیع رسالت ہی کو خاموش کر دے۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ آپ معمولاً
کبھی میں حرا سودا اور مقام ابراہیم کے درمیان میں بیت المقدس کی طرف

رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابو جہل نے اپنے ہم خیال کفار سے کہا ”کل جب محمدؐ آ کے نماز پڑھیں تو عین اُس وقت جبکہ وہ سجدے میں ہوں میں اُن کا سر کچل دوں گا۔ پھر اس کے بعد نبی عبد مناف میرے ساتھ جیسا سلوک چاہیں کریں مگر میں اس امر سے باز نہ آؤں گا۔“ دوسرے دن صبح سے اس انتظار میں بیٹھ گیا۔ آپ آئے۔ نماز شروع کی اور سجدے میں گئے۔ کسی نے پکار کے اُسے بتا دیا کہ آپ سجدے میں ہیں۔ اتنا سنتے ہی ایک بڑا بھاری پتھر لے کے چلا۔ اور قریب پہنچ کے پتھر پھینکنے کو تھا کہ ناگهان کسی چیز سے ہٹا ہوا۔ بدحواس ہو کے بھاگا۔ اور اس قدر گھبرایا ہوا کہ ہوش بجا نہ تھے لوگوں نے تعجب سے پوچھا کیا ہوا کیا؟۔ بولا میں نے پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک نہایت مہیب اونٹ ڈراؤنے دانت نکال کے میری طرف دوڑا۔ اور اگر بھاگ نہ آؤں تو مجھے کھا ہی جائے۔“

آپ نے جب اپنے اعزاء و اقربا کو سب کے پہلے جمع کر کے دین اسلام کی طرف بلایا تو اُس وقت ابو جہل نے کہا تھا ”تالک“۔ یہ ایک عربی زبان کی ام جیل ابولسب کی جوڑی گالی ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ تو ہلاکت میں مبتلا ہو۔ اسی بنا پر سورۃ تبت یا الہی لب و تب نازل ہوئی جس میں اس کی بھی مذمت کی گئی ہے اور اُس کی جوڑی ام جیل کی بھی جو ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی۔ اور سو کام پھوڑ کے خاردار جھاڑیوں کا ایک بوجھ پٹھیر پر لاد کے لاتی اور آپ کے راستے میں کانٹے بچھاتی۔ ام جیل ایک نہایت ہی ہنر بان۔ دریدہ دہن اور درشت مزاج عورت تھی۔ اس سورۃ کا حال سنتے ہی نہایت برہمی کے ساتھ ایک بڑا سا پتھر لے کے آپ کو ڈھونڈھتی ہوئی نکلی۔ اور آپ کے پاس

اُسے تم ہے بچا ہوا آپہنچا اسوقت ابو بکر آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے خدا کی قدرت کہ اُمّ جمیل سر پر آ کے کھڑی ہو گئی مگر آنکھوں پر کچھ ایسے پردے پڑ گئے کہ آپ کو نہ دیکھ سکی۔ حضرت ابو بکر کی طرف متوجہ ہو کے بولی تمھارے دوست محمد کہان ہیں۔ میں نے سنا ہے انھوں نے میری بیوی کو بھی رہا۔ ابو بکر صدیق نے جواب دیا۔ نہیں اُن سے شاعری سے کیا علاقہ؟ یہ سن کے خاموش ہو رہی اور ابو بکر کے قول پر اطمینان کر کے واپس چلی گئی۔

آپ کی صاحبزادیوں کو ابو لہب سے آپ سے بہت قریب کی عزیزداری تھی طلاق دی جاتی ہے اول تو آپ کا چچا تھا۔ پھر قبل بعثت یہ سب سے زیادہ نازک تعلقات قائم ہو چکے تھے کہ آپ کی دو صاحبزادیاں رقیہ اور اُمّ کلثوم اُس کے دو بیٹوں عقیبہ اور عقیبہ کے عقد نکاح میں تھیں۔ اس مذہبی اختلاف و عداوت کا یہ نتیجہ ہوا کہ دونوں محصوم صفت لڑکیوں کو اُن کے اُن کا مشرک شوہروں نے طلاق دے دی۔ بلکہ عقیبہ نے تو یہ غضب کیا کہ آپ کے سامنے آ کے چہرہ مبارک پر تھوک مارا۔ اور اُمّ کلثوم کو طلاق دے کے آپ کے پاس چھوڑ گیا۔ ظاہر ہے کہ ان باتوں اور دونوں بے گناہ لڑکیوں پر ظلم و ستم ہونے کا کتنا برا صدمہ آپ کے دل پر ہوا ہو گا؟ مگر صبر کیا۔ درگاہ خداوندی سے داد خواہ ہوئے۔ اور فرمایا بار الہا اپنے کتوں میں سے عقیبہ کے حق میں آپ کی بدعا کسی کو اس پر مسلط کر۔ اس واقعے کے تھوڑے ہی زمانے بعد وہ اپنے باپ کے ساتھ ملک شام کی منزلیں قطع کر رہا تھا کہ ایک اور اُس کا نظور منزل میں سنایا بیان شیروں کا بہت خوف ہے۔ ابو لہب کو فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا یاد آئی۔ سب قافضے والوں کو میٹھے

اگر مسلمان اور ساقیوں کو بھوشا کر کے اگرچہ نگہبانی کا پورا اور قابل الطمان سالانہ کر لیا تھا۔ مگر شیر آیا۔ سب کے بیچ میں سے ہو کے خاص عقیبہ کے سر پر پہنچا۔ اور ایک ہی تھپڑ میں اُس کا کام تمام کر دیا۔

کبھی میں نماز پڑھنے کی ممانعت | اب عداوت پورے زور و شور پر تھی۔ ہر طرف سے آپ اور آپ کی پیروی کرنے والوں پر حملے ہو رہے تھے مشرکین کا یہاں تک نزعہ ہوا کہ آپ کبھی میں نماز پڑھنے سے بھی روک دیے گئے۔ آپ جدھر جاتے وہ لوگ آپ کے پیچھے پیچھے رہتے۔ آپ کو یا کسی مسلمان کو جہاں نماز پڑھتے دیکھتے اکڑوں پر نجس اور ناپاک چیزیں ڈال دیتے۔ بچوں اور ادارہ گرد بد معاشوں نے چڑھانا اور آوازے کنا شروع کر دیا۔ آپ کے راستے میں کانٹے بٹھائے جاتے۔ آپ کی جوین کہی جاتیں۔ طرح طرح کے نام رکھے جاتے۔ کوئی طعن توہین و تذلیل | و تشنیع کرتا۔ کوئی چستیان کہتا۔ قرآن کی آیتوں اور آپ کی نصیحتوں پر خوب خوب تمقہ اڑا رہے جاتے۔ الغرض ایسی باتیں عل میں آتی تھیں کہ آپ کو زندگی دشوار ہو گئی تھی۔ ایک طرف آپ غریب مسلمانوں کی مصیبتوں کو دیکھتے دوسری طرف خود اپنی شان میں عجیب قسم کی گستاخانہ سنتے مگر خدا ہی نے اس کے مناسب صبر بھی عطا کیا تھا کہ خاموش تھے۔ اور جو مصیبت آتی اُسے تحمل و بردباری کے ساتھ برداشت کرتے۔

اونٹ کی ادھڑی آپ کی پیڑ | ایک مرتبہ کچھ اونٹ فوج کے گئے تھے۔ اور اُن کی ادھڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ابو جہل نے دلگی کی راہ سے کہا۔ بھلا اس ادھڑی کو کون لے جا کے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ڈال دیا عقیبہ بن معیط

عہ السیرۃ الجلیلہ جلد ۱۔ صفحہ ۳۰۹ و ۳۱۰

عہ اسپرٹ آف اسلام صفحہ مولوی سید امیر علی صاحب جہانپور کلکتہ مطبوعہ ۱۸۹۶ء صفحہ ۹۳

کمال قسامت سے بولا، اس کام کو میں حاضر ہوں، یہ کہہ کے اُس نے اونچڑی اٹھائی۔ اور آپ سجدے میں پڑے خداوند جل و علا کی تسبیح کر رہے تھے کہ لا کے آپ کی پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان میں رکھ دی۔ اور سب دیکھ دیکھ کے غصے اور فتنے لگانے لگے مگر آپ اُسی طرح ساکت و صامت سجدے میں پڑے رہے کسی نے جا کے جناب سیدۃ النساء خاتمہ زہرا کو خبر کی۔ آپ ابھی کم سن تھیں۔ مگر آپ کی سببت سن کے دوڑی آئیں۔ اور وہ اونچڑی دونوں ہاتھوں سے ٹھیکیل کے گرائی تب آپ نے سجدے سے سر اٹھایا۔

سجڑنا رعب نبوت | اسی طرح ایک مرتبہ کعبے کے پاس مشرکین مکہ جمع تھے۔ اور آپ کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ کہا جاتا تھا ”اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھوں ہمارا دین بدنام ہو رہا ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد پر گالیوں پڑ رہی ہیں۔ اور ہمارے بنائے کچھ نین بنتی“ اتفاقاً آپ بھی آگئے اور حرا سود کو بوسہ دے کے غموشی کے ساتھ طواف کعبہ کرنے لگے۔ ہر طواف میں آپ کو اُن کے قریب سے ہو کے گزرنا پڑتا اور وہ کوئی نہ کوئی آوازہ ضرور۔ کس دیتے۔ و دفعہ تو آپ چپکے سے سر جھکائے چلے گئے۔ مگر تیسری دفعہ طیش میں آ کے اپنی تیز آنکھیں اٹھائیں۔ اور اُن کی طرف دیکھ کے فرمایا: ”یہ تمہارے پلے دُفعے کے آباؤ ہوں، یہ سننا تھا کہ سب پر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی۔ نظریں اوپر اٹھ گئیں۔ بہوت و شذر رہ گئے۔ اور گھبرا گھبرا کے بولے یا اے ابوالقاسم جاؤ خدا کی قسم تم جاہل نہیں ہو“ آپ کے اس جملے میں ان لوگوں کی آئندہ حالت کی طرف اشارہ تھا۔ جس کا حال اس وقت اٹھلا جب یہ سب لوگ واقعہ بدر میں قتل ہوئے۔ خیر ان لوگوں کی یہ حالت

دیکھ کے آپ چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد کسی نے کافرون کو پھر
 کفار کی پورش | جوش دلایا۔ اور کہا۔ وادیوں تو بیٹھے سب ہی کچھ منصوبے
 کیا کرتے ہو مگر جب سامنا ہوتا ہے تو کچھ بنائے نہیں بنتی! چنانچہ دوسرے دن
 پھر ایسا ہی اتفاق ہوا۔ آج سب نے ارادہ کر لیا تھا کہ جس طرح بنے آپ کو
 شہید کر ڈالیں۔ اور اسی غرض سے آپ کی صورت دیکھتے ہی چھپتے۔ اور
 ہر طرف سے گھر کے کھنڈے لگے۔ تم نے ہمارے بزرگوں کی توہین کی۔ دیوتاؤں
 کو برا کہا۔ اور یہ کیا۔ اور وہ کیا! اتنے میں کسی نے آپ کی چادر پکڑ کے پیچھی
 ابو بکر صدیق آپ کو پھاتے ہیں | اور قریب تھا کہ سب کا رخ ہو جائے ناگمان ابو بکر
 صدیق درمیان میں آ گئے۔ اور رو رو کے کھنڈے لگے۔ ارے کیا اُس شخص کو
 مار ڈالو گے جو پروردگار عالم کو اپنا خدا بتاتا ہے؟ ابو بکر کی کوشش سے آپ کو
 تو کسی قسم کا صدمہ نہیں پہنچ سکا۔ مگر بچارے ابو بکر کو کسی نے ڈاڑھی پکڑ کے
 اس زور سے کھینچ لیا کہ گرے۔ اور سر میں چوٹ آ گئی۔

آپ کے مہیاک دشمن | آپ کو تانے والوں میں زیادہ سنگدل اور سخت آسودہ بن
 عبد یوث حرث بن قیس۔ ولید بن یغیرہ۔ ایتہ بن خلف ابی بن خلف
 عاص بن ہذائل۔ نضر بن حارث۔ ابو جہل بن ہشام۔ زہیر بن ابی ایتہ
 (حضرت بی بی ام سلمہ کا بھائی) اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ تھے۔ جن میں سے
 ہر شخص خاص قسم کی دشمنیاں کرتا۔ اور آپ کی توہین و تحقیر اور حق کی آواز دبانے
 میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھتا۔

ابو جہل توہین کرتا ہے | ابو جہل نے بھی آپ کو اتنا سے زیادہ عاجز کر رکھا تھا۔ ایک دن
 آپ کو وہ صفا پر پھلے جاتے تھے کہ اُس کا سامنا ہو گیا۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی

وہ طرح طرح کی گالیاں دینے لگا۔ انتہا سے زیادہ چھیڑا اور ستایا۔ آپ چپکے سر
 جھکائے چلے گئے۔ اور زبان سے اُن بھی نہ کی۔ مگر سچ یہ کہ غلطو مانہ بے زبانی
 کی آواز سب سے زیادہ بلند اور موثر ہوتی ہے۔ اتفاقاً عبداللہ بن جدعان کی
 کوئی لونڈی ایک پوشیدہ مقام سے کھڑی اس واقعے کو دیکھ رہی تھی ابوجہل
 کی درشتی اور آپ کی بچاری پر اُسے بڑا ترس آیا۔ کھڑی کف افسوس مل رہی
 تھی کہ ابوجہل اور آپ کے چلے جانے کے بعد اُدھر سے حمزہ بن عبد المطلب
 گذرے جو کے مین اول درجے کے زور آزما بہادر۔ اور سُور مابھی جاتے
 حضرت حمزہؓ | تھے۔ وہ شکار کے بڑے شوقین تھے۔ اور غمکار ہی سے واپس
 آ رہے تھے کہ اُس لونڈی نے اُنھیں دیکھا۔ پاس آئی۔ اور بولی "ابو عمار
 (یہ حضرت حمزہؓ کی کنیت ہے) کاش آپ تھوڑی دیر پہلے آئے ہوتے اور
 دیکھا ہوتا کہ ابوجہل نے آپ کے بھتیجے محمدؐ کو کیسا ستایا ہے اور کیسی کبھی گالیاں دی ہیں
 محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بچارے خاموش ہو رہے جس کا مجھے بڑا صدمہ ہے۔"
 اُن کا جوش خون | حمزہ کو یہ واقعہ سُن کے غصہ آگیا لپکتے ہوئے کے مین گئے۔ اور
 چونکہ معمول تھا کہ شکار سے واپس آ کے پہلے طواف کعبہ کر لیتے تب گھر جاتے لہذا
 پیادے کعبے میں پہنچے۔ وہاں ابوجہل قریش کی ایک جلععہ میں بیٹھا ہوا تھا
 حمزہؓ دُور ہی سے پہچان کے اُس کے سر پر جا پہنچے۔ اور اس زور سے
 کہاں ماری کہ اُس کے سر سے خون جاری ہو گیا۔ پھر بولے "تو محمدؐ (صلی اللہ
 علیہ وسلم) کو گالیاں دیتا ہو ملوڑ یہ نہیں جانتا کہ مین بھی اُسی کے دین ہیں
 ہوں؟۔ اگر بہادری کا دعویٰ ہے تو آسمان سے آجا" بعض لوگ ابوجہل کی
 مدد کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر وہ خود کچھ ایسا دُوب کے مرعوب ہو گیا تھا کہ
 سب کو روک کے بولا "نہیں ابوجہل سے نہ بولو۔ یہ جو کرین کر لینے دو۔"

بے شک میں نے ان کے بھتیجے کو بہت بُری طرح سے گالیان دی تھیں۔
 وہ ایمان لاتے ہیں اس کے بعد حمزہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کے ایمان
 لائے۔ اور اسلام کو ایک زبردست پشت پناہ مل گیا۔ اُن کے ایمان لانے
 کی خبر سنتے ہی قریش کے دل دھل گئے۔ آپ کے غلبے کا یقین آ گیا۔ اور
 آپ کی ایذا رسانی میں بھی کسی قدر کمی ہونے لگی۔

آپ ارقم کے گھر میں آئے آپ پر ایمان لانے اور ہر موقع پر ہمدردی کرنے کی وجہ
 سے ابو بکر صدیق نے بھی اکثر سخت مصیبتیں برداشت کیں۔ اور سو اس کے
 کصبر کرین کوئی بات نہ بن پڑتی تھی۔ جب آپ عبادت کرنے کے لیے اپنے
 اڑتھیس ہمراہیوں کے ساتھ ارقم کے گھر میں جا کے بیٹھے اور پناہ گزین ہوئے
 تو قریش کی چاروں طرف سے بڑی یورش تھی۔ ابو بکر نے اصرار کیا کہ یا رسول اللہ
 ابو بکر کا علانیہ تبلیغ پر اصرار باہر نکل کے لوگوں کو دین حق کی طرف بلائیے۔ آپ نے

پہلے تو فرمایا کہ ہمارے جماعت کم ہے۔ مگر بعد جب زیادہ اصرار ہوا تو سب رفقہ
 کو ساتھ لے کے کعبے میں پہنچے۔ وہاں آپ اور آپ کے ہمراہی ٹھہر گئے
 اور ابو بکر نے عام لوگوں کی طرف متوجہ ہو کے ایک خطبہ پڑھنا شروع کیا۔
 اُن کا خطبہ اور خدا پرستی کی بشارت۔ بس کیا تھا ہر شرکین چاروں طرف سے جھپٹ پڑے اور

ابو بکر کو مارنا شروع کر دیا۔ عقبہ بن ربیعہ و نون و جویون سے اُن کو نہ ہی ٹھہ
 مارتا تھا۔ اور نہ مار چکتا تھا۔ آخر سب نے بیچارے کو مار کے گرا دیا۔ اور برابر
 پیٹے جاتے تھے کہ ابو بکر صدیق کے خاندان والے یعنی تیمی لوگ آہو پوچھے۔
 اور انتقام برآمد ہو گئے۔ تب اُن کی جان بچی۔ لوگ اُنھیں اٹھا کے گھر
 لے گئے۔ اُنھیں اس مارے اتنا صدمہ پہنچ گیا تھا کہ تیسرے پہر کو
 ہوش آیا۔ آنکھ کھولتے ہی پوچھا "رسول اللہ کیسے ہیں؟" عربزوں نے

لعنت ملامت کرنا شروع کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے یہ حالت ہو گئی اور اب بھی اُن کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔ مگر ابوبکر ان باتوں کا خیال بھی نہ کرتے اور آپ ہی کی خیر و حافیت پوچھے جاتے تھے۔ تب اُن کی ماں بولین خُدا کی قسم ہمیں نہیں خبر کہ وہ کہاں ہیں اور کیسے ہیں۔ یہ سن کے ابوبکر صدیق نے کہا اچھا تو آپ عمر بن خطاب کی بہن فاطمہ کے پاس چلی جائیے اور اُن سے پوچھ آئیے۔ فاطمہ بنت خطاب اس زمانے میں ایمان لا چکی تھیں۔ مگر عزرون اور دشمنوں کے دُور سے چھپاتی تھیں۔ جب ابوبکر صدیق کی والدہ نے اُن کے پاس جا کے کہا کہ ابوبکر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حال پوچھتے ہیں تو وہ دل میں ڈرین اور کہا میں نہ محمد کو جانتی ہوں اور نہ ابوبکر کو پھر آپ ہی کچھ سوچ کے کہا اچھا مجھے اُن کے پاس لے چلو۔ ابوبکر صدیق کی والدہ راضی ہوئیں اور اُن کو اپنے ساتھ گھر لائیں۔ یہاں بھی وہ حضرت صدیق کی والدہ کے سامنے کچھ کہتے دُرتی تھیں۔ مگر ابوبکر صدیق نے اطمینان دلایا۔ اور کہا میری ماں کی طرف سے اطمینان رکھو۔ یہ تمہاری رازداری کریں گی، تب انھوں نے بتایا کہ آپ خیریت سے ہیں۔ اور ارقم کے گھر میں ہیں۔

آپ کو ہر طرح کا دلچسپ دلایا جاتا ہے | اب قریش اپنی ظالمانہ اور ذلیل کمزور مشنوں میں تھک گئے تھے۔ اور علی ان خصوص جناب حمزہ کے مسلمان ہو جانے سے اُن کے دل پر اسلام کا ایک رعب سا پڑ گیا تھا۔ آخر عاجز آ کے عقبہ بن ربیعہ نے اپنے ہم خیالوں کے مشورے سے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کے کہا تم نے ہماری قومی جماعت اور ہمارے آبائی مذہب کی عجیب حالت کر رکھی ہے۔ اور اب ہم تمہاری باتوں سے تنگ آ گئے ہیں سچ بتاؤ

آخر ان خیالات سے تمھاری کیا غرض ہے؟ دولت چاہتے ہو تو ہم سب چندہ
 کر کے اور ہماری قوم سے روپیہ وصول کر کے تمھیں دینے کو تیار ہیں۔ اور
 وعدہ کرتے ہیں کہ دولت مند بنادیں گے۔ اگر سرداری اور قوم کی سرگردی
 چاہتے ہو تو ہم تمھیں اپنا سردار بنانے کو بھی موجود ہیں۔ اگر ملک چاہتے ہو تو
 وہ بھی لو۔ اور اس صوبے میں ہمارے بادشاہ بنو۔ یہ جو تم پر آتا ہے اگر کوئی جن
 یا کسی قسم کا مرض ہے تو صاف صاف کہو کہ ہم اس کا تدارک کریں۔ اور جان
 سے بنے تمھارے لیے دوامیہا کر دیں لیکن اس سے تو باز آؤ جو کر رہے ہو
 کہ قوم میں تفرقہ ڈالے دیتے ہو۔ دیوتاؤں کی توہین کرتے ہو۔ بزرگوں کو گالیوں
 کا نام رانی کا اثر دیتے ہو۔ یہ تقریر سن کے آپ نے پہلے تو فرمایا بسم اللہ
 الرحمن الرحیم، پھر آیات حمہ تنزیل من الرحمن الرحیم کتاب
 فصلت آیاتہ قرآنا عربیاً لقوم یعلمون۔ بشیراً و نذیراً فاعرض الکتھم
 فھم لا یسمعون۔ آخر سورۃ تک پڑھیں۔ عقبہ ان آیتوں کو آگے جھک کے
 کان لگا کے اور بہت توجہ سے سننے لگا۔ ساعت بہ ساعت زیادہ بہوت
 ہوتا جاتا تھا۔ اور جب سن چکا تو خاموش ہو کے اپنے ساتھیوں کے پاس
 واپس گیا۔ اور کہا ”بھئی خدا کی قسم میں نے تو آج تک کبھی ایسا کلام نہیں
 سنا تھا۔ نہ شاعری ہے۔ نہ جادو ہے۔ اور نہ اسے کاہنوں کا کلام کہہ سکتے ہیں
 مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب ورگہ زکرو۔ اور یہ جو کرے کرنے دو اگر اہل عرب
 نے مخالفت کر کے اس شخص کا کام تمام کر دیا تو تمھارا مطلب برآئے گا اور
 خون کی ذمے داری سے بچے رہو گے۔ اور اگر سب پر غالب آگیا تو اس کے
 ملک و عزت سے تم بھی فائدہ اٹھانا۔ عقبہ کا یہ بیان سن کے سب بولے
 معلوم ہوتا ہے تم پر اس کا جادو اثر کر گیا۔ اگر سچ پوچھو تو یہ آپ کی آخری اور
 عمدہ بیرونی ہشام

سب سے زیادہ سخت آزمائش تھی۔ واقعی کسی ریاکار دنیا طلب کا قدم اس موقع پر ضرور لغزش کھا جاتا۔ مگر آپ اپنے فرض رسالت کو کچھ ایسی بے جگری کی شان سے پورا کر رہے تھے کہ دنیاوی طمع اور کوئی بڑی سے بڑی نعمت آپ کو غافل نہ کر سکی۔

پھر آپ کے سامنے دنیاوی لطف | اس امتحان نے اب دوسرا رخ بدلا پھر ایک دفعہ عائد قریش صحن کعبہ میں جمع ہوئے۔ اور آپ کو بلوایا پیش کیے جاتے ہیں

آپ کو خیال گذر کہ شاید یہ لوگ راہ راست پر آگئے۔ اور اب ایمان لے آئیں گے خوش خوش دشمنوں کے مجمع عام میں گئے۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی انھوں نے کہا "اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسی مصیبت ہماری قوم پر تمھارے ہاتھ سے پڑی ہے کبھی نہ پڑی تھی۔ دینی و دنیاوی غرض ہر طرح کی ذلت و رسوائی ہو چکی اب پھر تم سے کہتے ہیں کہ دولت و ثروت حکمرانی و سلطنت جو چاہو لو گران باتوں آپ کا جواب | سے باز آؤ۔ یا کوئی مرض ہے تو کو تو تمھارا علاج کریں" آپ نے فرمایا "اُن میں سے کوئی چیز نہیں چاہیے۔ خدا نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ اور ایک کتاب مجھ پر اتاری ہے جسے سنا تا ہوں۔ میں صرف اپنا فرض ادا کرتا ہوں۔ ماننا نہ ماننا تمھارا کام ہے۔ تاہم اتنا ضرور کہوں گا کہ مانو گے تو دین و دنیا میں کامیاب و کامران رہو گے۔ نہ مانو گے تو میں صبر کروں گا۔" | سبوحہ طلب کیا جاتا ہے اور خدا کو جو منظور ہو گا اعلیٰ میں لائے گا۔" یہ سن کے اُن لوگوں نے اپنی گفتگو کا رنگ بدلا۔ اور بولے "اچھا تم نہیں مانتے تو سنو۔ تم جانتے ہو کہ باعتبار پیداوار اور سرسبزی کے ہمارے شہر سے ناقص کوئی مقام نہیں ہے۔ اگر سچے پیغمبر ہو تو اُس خدا سے جس نے تمھیں بھیجا ہے کہو کہ ان برہنہ و سنگلاخ پہاڑوں کو دور کر کے ہماری زمین کو سرسبز و شاداب بنا دے۔ ان

اُجاڑا اور چھوٹے چھوٹے شہروں کو دست دے۔ اور تمام وعواقب کی سی لہری ہوئی نہریں بیان بھی جاری کر دے۔ پھر ہمارے تمام آبا و اجداد علی الخصوص قسّی بن کلاب کو جو بڑے راستباز شہور مسمیٰ زندہ کر کے بٹھا دے۔ ہم سب اُن سے پوچھیں گے اگر انھوں نے تمھاری تصدیق کی تو ہمارے ایمان لانے میں کوئی شک نہیں اور یہ نہیں کرتے تو اپنے ان دعویٰ سے باز آؤ۔ آپ نے فرمایا میں "ایسے کاموں کے لیے نہیں بعوث کیا گیا ہوں۔ میرا تو فقط اتنا کام ہے کہ خدا جو پیام دے اُسے تم تک پہنچا دوں" یہ جواب اُن کے سب نے کہا اچھا ہمارے لیے کچھ نہیں مانگتے تو اپنے ہی لیے مانگو۔ خدا سے کہو کہ ایک فرشتہ تمھارے ساتھ کر دے۔ جو ہمیشہ تمھارے ساتھ ساتھ رہا کرے۔ اُس کا کام ہو کہ ضرورت کے موقعوں پر تمھارے دعویٰ کی تصدیق کرے۔ ہمارے حلون سے تمھیں بچائے۔ اور تمھارے لیے سونے چاندی کے باغ اور محل بنا دے۔ طعن و تشنیع آپ نے فرمایا "خدا کے اختیار میں ہے۔ اگر اُسے منظور ہوگا تو ایسا ہی کر دیگا" ان جوابوں سے قریش نے خیال کیا کہ آپ اپنے دعویٰ میں عاجز آ گئے۔ بس چاروں طرف سے آوازے کسے جانے لگے۔ اور طعن آمیز باتیں شروع ہو گئیں۔ ایک بولا "ان کا رحمن خدا تھوڑا ہی ہے وہ تو ایک شخص ہے جو شہر یا مہم میں رہتا ہے۔ اُس پر تو ہم ایمان لا چکے" دوسرا بولا "فرشتے تو خدا کی بیٹیاں ہیں" تیسرا بولا "وہ چاہے جو ہوں مگر جب تک فرشتہ آ کے نہ کہے۔ ہم تو ایمان نہ لائیں گے" آخر آپ شکستہ دل و پر خاستہ خاطر ہو کے واپس چلے۔ کفار میں سے عبد اللہ بن ابی امیہ اُٹھ کے آپ کے ساتھ ہو گیا۔ اور راستے میں چلتے چلتے بولا "تمھیں سب طرح بھجایا۔ اور جو کچھ کہہ سکتے تھے

مگر تم ایک نہیں مانتے۔ لہذا اب ہم مجبور ہو کے صاف صاف کہہ دیتے ہیں جب تک
یہ نہ ہو کہ تم میٹر ہی لگا کے آسمان پر چڑھ جاؤ اور پھر وہاں سے چار فرشتے ساتھ
بالاؤ جو تمہاری ہر بات کی تصدیق کیا کریں ہم ایمان نہ لائیں گے۔ آپ یہ سُن کے
خاموش ہو رہے۔ اور وہ یہ کہہ سُن کے واپس گیا۔
سجودہ دلیل نبوت نہیں | اس مقام پر معجزے کے متعلق ایک نازک بحث کی ضرورت ہے
اکثر لوگوں اور اسلام کے بہت سے اگلے پچھلے علماء کی یہ رائے ہے کہ معجزہ نبوت
درسات کی دلیل ہے۔ لیکن اگر ایسا ہے تو مذکورہ بالا واقعہ دیکھنے کے بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ اعتراض وارد ہو گا کہ معجزہ واقعی نبوت کی دلیل تھا
تو آپ نے کفار مکہ کی خواہش کے مطابق ایسے امور کیوں نہ ظاہر کر دیئے تاکہ انہیں
اطمینان ہو جاتا۔ اور آپ پر ایمان لے آتے۔ آنحضرت ہی کی تخصیص نہیں تمام
انبیاء کی تاریخ میں اس امر کا پتہ چلے گا کہ دشمنان خدا اور منافقین اُن سے معجزے
کے خواستگار ہوتے تھے اور اُن کی طرف سے انکار ہوتا تھا حضرت مسیح کو
جس وقت یہودی گرفتار کر کے رومی والی اور یہودی صوبہ دار کے سامنے
لے گئے ہیں اُس وقت اُن سے بھی ایسی ہی فرمائش کی گئی تھی۔ اور باوجودیکہ
اُسی صبح کو مصلوبیت کا واقعہ پیش آیا مگر آپ نے یہ نہیں کہا کہ میں ایسے
ما فوق الفطرۃ تماشے دکھا سکتا ہوں۔ حالانکہ معجزات کو ثبوت نبوت میں اگر کچھ بھی
داخل ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ حضرت مسیح اُن کی واجبی درخواست پوری کرنے
میں تامل کرتے۔

ہمارا یہ نشانہیں کہ پیغمبروں سے معجزات ظاہر ہی نہیں ہوتے۔ بیشک
وقتاً فوقتاً اُن کا ظہور ہوتا رہا۔ مگر دلیل کے طور پر نہیں بلکہ خدا کی مرضی کے
مطابق کوئی وقتی دشواری یا مصیبت دفع کرنے کے لیے حضرت موسیٰ نے

قوم کو پیاس میں مبتلا اور تشنگی سے مرتے دیکھ کے پہاڑ سے پانی کا چشمہ جاری کر دیا یا اور کسی طرف مغرہ پا کے پھر قلعہ میں راستہ بنالیا۔ حضرت عیسیٰ نے تھوڑی روتی سے ایک بڑی جماعت کو کھانا کھلا دیا۔ یا کسی بیمار اور مڑے کو اپنی وقتی ضرورت یا جوش کے لحاظ سے اٹھا کے بٹھا دیا۔ اسی طرح نبی آخر الزمان علیہ السلام نے ایک کٹورے پانی سے ساری فوج کی پیاس بجھا دی۔ ایک ناتوان اور ایسی بکری سے جس کے ابھی بچہ نہیں ہوا تھا وودہ دودہ لیا۔ یہ سب باتیں دلیل نبوت کی حیثیت سے نہیں بلکہ وقتی ضرورت رفع کرنے کے لیے یہ ظاہر ہوئے۔ لہذا ان کی نسبت یہ خیال کر لینا کہ نبوت کی دلیلین تھیں غلطی ہے۔ اور ایسی غلطی کی بدولت بہت سے اعتراضات پیدا ہون گے اور انکا جواب نہ بن پڑے گا۔

غریب مسلمانوں پر اب بھی اگرچہ سخت سخت ظلم ہو رہے تھے مگر اب ان کا دینی جوش بہت بڑھ گیا تھا۔ انھارے حق نے ان کے دلوں میں ایک ایسا ہیجان پیدا کر دیا تھا کچاھے کیسی ہی آفت کا سامنا ہو مگر اپنا جوش ایمانی ظاہر کرنے پر آمادہ ہو جاتے۔ ایک دن آپ کے تمام اصحاب جمع تھے کہ عبداللہ بن مسعود کی کہیں

قرآن خوانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان سے قرآن سنا ہو کسی اور کی زبان سے نہیں سنا۔ لوگوں نے جواب دیا بھلا اس کی کسے جرأت ہو سکتی ہو؟ ابن مسعود نے کہا اس کے لیے میں حاضر ہوں۔ یہ بیچارے کم زور و ناتوان آدمی تھے خاندان والوں میں بھی اتنی قوت نہ تھی کہ اپنا دباؤ ڈال کے ان کی جان بچا لیتے۔ اسی خیال سے سب نے کہا اس کام کے لیے تو کوئی ایسا آدمی چاہیے جس کے کچھ حامی بھی ہوں اور مشرکین کو اس پر حملہ کرتے ہوئے تھوڑا بہت تامل ہو۔ ابن مسعود نے کہا

”مجھے جانے تو دو۔ دیکھو کیا ہوتا ہے“ یہ کہہ کے وہ کچھ دن چڑھے خانہ کعبہ کے پاس پہنچے۔ اور آواز بلند بسم اللہ کہہ کے سورۃ الرحمن پڑھنا شروع کر دی۔ قریش نے حیرت و تامل سے اُن کی صورت دیکھی اور ایک دوسرے کی طرف دیکھ کے بولے ”یہ کیا پڑھ رہا ہے؟“ کوئی بولا تو ہی جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پڑا تھا۔ اتنا سنا تھا کہ سب دوڑ پڑے اور اُن غریب کے منہ پر چار دن طرف سے تھپڑ پڑنے لگے۔ مگر ابن مسعود کی یہ حالت تھی کہ پتے جاتے تھے اور قرأت قرآن سے زبان نہ رکتی تھی۔ یہاں تک کہ مذکورہ بالا سورۃ کا زیادہ حصہ پڑھ لیا تو اپنی جگہ سے ہٹے۔ لیکن اتنی ہی دیر میں سارا چہرہ لہو لہان ہو گیا تھا۔ مسلمانوں نے یہ حالت دیکھ کے کہا ”اسی بات کو ہم ڈرتے تھے“ ابن مسعود حمایت جرات سے بولے ”اس کا تو خیال بھی نہ کرو۔ خدا کی قسم مشرکین کے حملے آج سے زیادہ گوارا مجھے کبھی نہیں معلوم ہوئے تھے۔ کہ تو کل پھر جا کے قرآن سنائیں“ سب نے کہا ”اب اس کی ضرورت نہیں“

اب کتاب کی نسبت شرکین کا عقیدہ اہل مکہ جاہلیت میں مدت سے اس امر کے معترف چلے آتے تھے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ قدیم تاریخ اور گذشتہ واقعات سے خوب واقف ہیں اور اُن کا مذہب ایسا پایا اصول ہے کہ ہر بھوٹے سچے دعوے دار مذہب کا اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں اور یہی سبب تھا کہ آپ کے اہل گور سے پیشتر عرب میں قدیم مذہب مغلوب ہوتا جاتا تھا اور نصرا نیت غلبہ حاصل کر رہی تھی۔ جب آپ کا دعویٰ نبوت اصول توحید سے مضبوط ثابت ہوا۔ اور یوں کی حمایت میں مشرکین کے بنائے کچھ نہ بنی تو بجائے اس کے کہ خدا سے واحد و الجلال پر ایمان لائیں محض تعصب کے بہتے اہل کتاب

کی طرف متوجہ ہوئے اور ارادہ کیا کہ غرون سے مدولے کے آپ کو قائل کریں
آپ کی مخالفت کے لیے یہود سے اور دیگر مذاہب سے قرض لی ہوئی دلیلیں آپ کے
مدولی جاتی ہے۔ مقابلے میں پیش کریں۔ اسی غرض کے لیے نظرین

حارث اور عقبہ بن ابی معیط مدینہ طیبہ میں جو ان دنوں شہر کے نام سے
مشہور تھا، بھیجے گئے تاکہ یہود سے مل کے آپ کی مخالفت کا سامان فراہم کریں
اجبار یہود نے تین سوال بتائے جن کا جواب ان کے خیال میں سوا وحی
آسمانی کے اور کسی طرح نہ دیا جاسکتا تھا۔ ان سوالوں میں سے ایک تو یہ تھا
یہود کے سوال کہ آسمان کھ کون لوگ تھے اور ان کی سرگذشت کیا ہو دوسرے

یہ کہ قواقرنین کون شخص تھا۔ اور اس کے کیا حالات ہیں۔ تیسرے یہ کہ روح
کیا چیز ہے۔ مشرکین نے مدینے سے واپس آئے جب یہ سوال آپ کے سامنے
پیش کیے تو آپ نے فرمایا کہ کل جواب دوں گا۔ اور جلدی میں ان شاء اللہ کہنا
بھول گئے۔ اس غفلت کا یہ نتیجہ ہوا کہ پندرہ دن تک نہ جبریل آئے اور نہ وحی
نازل ہوئی۔ آپ انتہا سے زیادہ ملول و اندوہ گین تھے۔ اور سب سے
زیادہ شرم یہ تھا کہ مشرکین نے طعنہ بازیان شروع کر دیں۔ آخر پندرہ دن
بعد خداوند جل و علا مرہبان ہوا۔ اور آپ کو مذکورہ سوالوں کے جواب وحی
کے ذریعے سے بتائے گئے۔ اگرچہ یہ امر اہل مکہ کے ایمان لانے کے لیے
آیات قرآنی کا مضحکہ کافی تھا مگر اب بھی اسی طرح تمرد و صداوت پر آمادہ رہے

بلکہ اب پہلے سے زیادہ عداوت پر کمر باندھ لی۔ باہم یہ تجویز قرار پائی کہ
آیات قرآنی کا مضحکہ اڑائیں۔ اور جب آپ تلاوت کریں تو ایسا شور مچا
جھائیں کہ آپ کی آواز کسی کے کان تک نہ پہنچے دین۔ چنانچہ اب ان کا
مسل ہو گیا تھا کہ ادھر آپ نے قرآن پڑھنا شروع کیا اور ادھر

وہ مغرہ بن کرنے لگے۔ اور ہر طرف سے ایک ہنگامہ پہا ہو گیا

باب ہشتم

ہجرت حبشہ تا اسلام فاروق اعظم

ہجرت حبشہ کا آغاز۔ مہاجرین حبشہ حضرت عثمانؓ اور آپؐ کی صاحبزادی رقیہؓ بھی حبشہ جاتی ہیں۔ تنجاشی۔ کفار کی عجیب غلط فہمی۔ حبشہ کی دوسری ہجرت۔ اُن غریب وطنوں کی تعداد ارض حبشہ میں اُن کی آزادی۔ تنجاشی کے دربار میں کفار کہہ کی سفارت سفیرون کی سازش۔ تنجاشی کی عدالت پروری۔ دربار میں حضرت جعفرؓ کی فصیح و بلیغ تقریر۔ تنجاشی کے دل میں بھی نور ایمان چمکنا۔ جعفر طیار و کلاسے کہ کو قائل کرتے ہیں و کلاسے کہ کی دوسری ذلیل کوششیں۔ اور پھر ناکامی۔ تنجاشی کی سرگزشت۔ وہ ہم سوز ہم پر بکتا۔ تخت نشینی۔ اس کے مسلمان ہونے پر اہل دربار کی بناوٹ اس کا جیلہ شرعی۔ آنحضرتؐ پر و غمنوں کی زیادتیان۔ آپؐ کی عزت گزنی۔ عمرؓ کہیں الخطاب۔ آپؐ اُن کے ایمان لانے کی دعا مانگتے ہیں۔ اُن کے اسلام قبول کرنے کی شان۔ وہ آنحضرتؐ کے قتل کا بیڑا اٹھاتے ہیں۔ عمر فاروقؓ اپنی مسلمان بن کے گھر میں۔ اُن کے دل پر نور اسلام کی پہلی شعل۔ حکام ربانی کا اثر۔ عمر فاروقؓ آنحضرتؐ کے دروازے پر۔ اُن کا ایمان لانا۔ اُن کی آزادی کا پہلا نمونہ۔ مشرکین کی یورش عمر فاروقؓ اور ابو جہل ابن ہشام کا سامنا۔

ہجرت حبشہ کا آغاز | اب کے میں یہ حالت ہو رہی تھی کہ آپؐ نہایت پریشان تھے۔ مشرکین کی اس قدر یورش تھی کہ ابوطالبؓ کی حمایت بھی بعض اوقات اور بعض حالتوں میں آپؐ کے لیے کافی نہ نظر آتی۔ تاہم آپؐ تو جو کچھ غنیمتیں

پیش آتین خدا پر نظر کر کے جھیل لیتے مگر آپ پر ایمان لانے والوں پر ایسا جو رستم ہو رہا تھا کہ وہ غریب پسے جاتے تھے۔ بعض غلاموں پر جو زیادتیاں ہوتی تھیں ان کا تو خیر یہ علاج ہوا کہ ابوبکر صدیق نے اپنا روپیہ صرف کر کے ان کو آزادی دلائی۔ مگر اب آزاد اور معزز درجے کے مسلمانوں کو بھی آزاد بیو بیچ رہا تھا اور وہ روز بروز زندگی سے تنگ آتے جاتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کے آپ نے مسلمانوں سے فرما دیا کہ بہتر ہو اگر تم یہاں سے نکل کر ارض حبشہ میں چلے جاؤ۔ وہاں کا فرمانِ روا عدل پرور ہو۔ امید ہو کہ اس کی قلم و دین تم پر کوئی جبر و تشدد نہ ہوگا۔ مسلمان عاجز تو ہو ہی رہے تھے۔ آپ کا اشارہ پاتے ہی اکثر ان کے ترک وطن کا سامان کر دیا۔ سب کے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کی بی بی یعنی آپ کی صاحبزادی سہیلہ بنت ابی سلمہ نے سفر کی تیاریاں کر دیں پھر ابوجذیفہ اور زبیر بن عوام کے سے چڑھ اور سابق الایمان لوگوں نے وطن کو خیر باد کہی۔ الغرض بہشت کے پانچویں سال جب کے مہینے میں مسلمان مفردین کا پہلا مختصر گروہ مکے سے بحر قلزم کے سواحل کی طرف روانہ ہوا۔ جس میں دس گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں ان میں سے بعض لوگ پایادہ گئے۔ اور بعض سوار یوں پر حضرت رقیہ کے ساتھ آپ کی دائی اور کھلائی ام ایمن بھی تھیں۔ جناب حضرت عثمان اور آپ کی صاحبزادی رقیہ حبشہ جاتی ہیں اور ان کے شوہر حضرت عثمان کی خوش روئی اور خوبصورتی کا بھی چرچا تھا۔ چنانچہ اکثر عورتیں یہ شعر گایا کرتی تھیں کہ

حسن شئی قدیری انسان رقیہ دہمعد با عثمان

بہترین چیز جسے انسان دیکھے رقیہ بین اور اُن کے بعد عثمانؓ، آپ کا رقیہ اور عثمانؓ
 بین دل لگا ہوا تھا۔ لہذا کسی کو بھیجا کہ اُن کے روانہ ہو جانے کی خبر لاکے سنائے
 اس شخص کو آنے میں دیر ہوئی۔ اور آپ کا تعلق خاطر بڑھتا جاتا تھا۔ آخر
 دیر کے بعد جب وہ آیا۔ اور دونوں کی خیریت سے روانہ ہو جانے کی خبر سنائی
 تو بولا میں عرض کروں کہ مجھے دیر کیوں ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ میں اُن کے
 حسن و جمال میں ایسا محو ہوا کہ واپسی کی فکر ہی نہ رہی۔ یہ لوگ چونکہ مشرکین
 سے چھپ کے روانہ ہوئے تھے لہذا معلوم ہوتا ہے کہ مکے سے تفرق طور پر نکلے
 پھر آگے جا کے مل گئے۔ اور اس پہلے گروہ کے بعد اور بہت سے مسلمانوں
 نے بھی وہیں جا کے پناہ لینے شروع کی۔

ارض حبشہ میں قریش لوگ معمولاً تجارت کو جایا کرتے تھے۔ اور اسی وجہ
 سے سمندر پار ہونے کے لیے سواحل جدہ پر جہاز اکثر تیار ملتے۔ اسی سبب سے
 مشرکین قریش جو مغربین کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے اُنھیں نہ پاسکے
 اور وہ نصف وینار کرایہ ادا کر کے سمندر سے پار ہو گئے۔ وہاں کافرانِ روا
 بنجاشی بنجاشی کے لقب سے مشہور تھا۔ اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا نہایت ہی نیک اور انصاف پرور تھا۔ اس کی مملکت میں پیغمبرِ وطن
 مسلمان نہایت آزادی اور امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے مگر سب کا
 دل گھر میں لگا ہوا تھا۔ اور منتظر تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تبلیغ
 میں کب آزادی حاصل ہوتی ہے۔ اور اُنھیں وطن کی صورت دیکھنے کا موقع
 ملتا ہے۔ رجب کے مہینے میں یہ لوگ گئے تھے۔ شعبان اور رمضان دو مہینے

رہنے پائے تھے کہ خبر آئی اہل مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین قبول کر لیا۔ اتنا سنا تھا کہ سب نے خوش ہو کے گھر کی طرف کوچ کر دیا۔ اور واقعہ یہ ہوا کہ ماہ مبارک رمضان میں آپ پر سورہ وانجم نازل ہوئی۔ کفار کی غلط فہمی اُسکے سناتے وقت جب آپ اس آیت پر پہنچے کہ افراتیم اللات والعزى و مناة اللاتہ الاخری، تو مشرکین غلط فہمی سے سمجھے کہ آپ نے ان بتوں کی تعریف کی۔ اور اس قدر خوش ہوئے کہ سورہ کے آخر میں جب آپ نے سجدہ کیا تو اپنے بتوں کی تعظیم کے خیال سے وہ بھی سجدے میں گر پڑے۔ اس کے بعد آپ گھر میں تشریف لے گئے اور اہل مکہ میں مشہور ہو گیا کہ آپ نے معاذ اللہ بتوں کی عظمت مان لی۔ جب اس واقعہ کی آپ کو خبر ہوئی تو آپ نے تردید کی۔ مگر مکے میں جو افواہ اڑی تھی وہ ارض حبشہ تک پہنچی۔ اور وہاں کے غریب الوطن مسلمانوں کو خیال گذر کہ معلوم ہوتا ہے آپ میں اور مشرکین میں صلح ہو گئی۔ لہذا سوال کے مہینے میں سمندر سے اتر کے وہ مکہ کی طرف آتے تھے کہ راستے میں سنا وہ افواہ غلط تھی۔ اور مشرکین کی آزار دہی و ایدار سانی بدستور جاری ہے۔ مگر اب گھر کے قریب آپ چلے گئے تھے اپنے اپنے دوستوں کی ذمہ داری و کفالت پر مکے میں آئے۔ اور پھر انھیں مصیبتوں میں

اس واقعہ کو اکثر مفسرین بیان کر رہے ہیں۔ اور اس طریقے پر کہ آپ وحی کی دو آیتیں بھول گئے تھے اُن کی جگہ جو بچے آپ نے ادا کیے اُن سے بتوں کی تعریف نکلتی تھی۔ رات کو جبرائیل نے اُنکے بتایا تو اپنے صبح آیتیں یاد کیں اور اپنی غلطی پر نادم ہوئے اور ڈر سے مگر محققین کو اس واقعہ سے قطعاً انکار ہے۔ بخلاف اصول پر صحیح حدیث سے اسکی تصدیق نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے محدثین ہذا دشوار سے انکار کر رہے ہیں۔ اور واقعی یہ بالکل بے سرو پا ہے۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ مشرکین سے کوئی ایسی غلط فہمی پیش نہ ہوئی تھی۔ آپ نے کچھ فرمایا اور وہ کچھ سمجھے۔ جسکی وجہ سے یہ خبر اڑ گئی کہ مشرکین

جیشہ کی دوسری تہ | مبتلا ہو گئے آخر چند روز پھر آپ نے انھیں جیشہ جانے کی اجازت دے دی اور چونکہ ان لوگوں کی زبانی وہاں کی آزادیوں کا حال تمام مظلوم مسلمانان مکہ کو معلوم ہو چکا تھا لہذا اب بتوں نے سفر کا سامان شروع کر دیا۔ اور جس سے بنی یہ ہاتھ ناشی کی قلمرو کی طرف چل کھڑا ہوا۔ چند روز میں آگے پیچھے سفر کر کے کل بیاتسی مسلمان اُس امن و امان کی سر زمین میں جا کے مقیم ہو گئے۔ اور آنحضرت اُن غریب و ملنگ کی تعداد | صلح مکہ کے میں اُسی طرح تبلیغ دین کیے جاتے تھے۔ کبھی مجبور ہو کر خفیہ طور پر ہدایت کرتے اور کبھی موقع پا کے علانیہ۔ مگر جو مسلمان مکہ میں تھے ان میں سے اکثر اپنے ایمان لانے کو ظاہر نہ کرتے تھے۔

ارض جیشہ میں ان کی آزادی | مگر مسلمان مہاجر جو ارض جیشہ میں تھے وہ علانیہ اپنا دین ظاہر کرتے۔ باز آدمی خدا کی عبادت بجالاتے۔ اور سوائے بارگاہ رسالت سے جدا ہونے کے انھیں اور کسی بات کی تکلیف نہ تھی۔ اُن کا حال سن کے وہ غریب اہل مکہ جو آپ پر ایمان لانا چاہتے تھے مگر کفار کے خوف سے جرأت نہ کر سکتے اب بے تکلف مسلمان ہونے پر آمادہ ہو گئے۔ اس لیے کہ جانتے تھے اگر کوئی زیادہ سنا لے گا تو ارض جیشہ میں چلے جائیں گے۔ یہ رنگ دیکھ کے کفار کہ بہت گھبرائے۔ اور ڈرے کہ جب مسلمان ہماری گرفت سے باہر ہیں تو یقیناً اسلام کی جڑ بھی مضبوط بخاشی کے دربارین کفار کی سفارت | ہو جائے گی چنانچہ اس کا تدارک یہ کیا کہ عبد اللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن عاص بہت سے تحف و ہدایا کے ساتھ گویا قریش اور اہل مکہ کے سفیر کی سازش | وکیل بن کے بخاشی کے دربار میں پہنچے۔ وہاں پہنچنے کے انھوں نے پہلے تو بہت کچھ روپیہ صرف کر کے اور مختلف ہدیے اور تحفے پیش کر کے تمام معززین جیشہ اور بخاشی کے کل اہل دربار کو موافق و ہرمان بنا لیا۔ پھر بخاشی کے سامنے

ان الفاظ میں اپنی درخواست پیش کی کہ ہمارے شہر میں چند ملاق نو جوان پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے دین میں تفرقہ ڈال رکھا ہے۔ نہ اپنے ہی دین پر قائم رہے اور نہ بادشاہ کا دین قبول کیا۔ ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جس سے نہ ہم واقف ہیں نہ حضور۔ چند روز سے اُن لوگوں نے حضور کی قلمرو میں آ آ کے پناہ لینی شروع کی ہے۔ لہذا وہاں کے سن رسیدہ اور معزز لوگوں نے ہیں اس دربار میں بھیجا کہ ہمارے شہر اور ہماری قوم کے جو مفوریہاں آئیں ہمارے سپرد کر دیے جائیں۔ نجاشی کی سہل پروری [نجاشی نے یہ درخواست سُن کے اہل دربار سے مشورہ کیا وہاں تو پہلے ہی سے کسی بدی تھی سب نے بالاتفاق تائید کی۔ نجاشی اپنے ارکان دولت کی یہ ایک طرف رائے سُن کے بگڑا اور کہا یہ تو کسی طرح نہیں ممکن ہے کہ جن لوگوں نے میرے دامن میں پناہ لی ہے وہ اپنے دشمنوں کے حوالے کر دیے جائیں] پھر بولا "اچھا اُن لوگوں کو بھی سامنے بلاؤ۔ دیکھوں وہ کیا کہتے ہیں؟" حسب الحکم وہ غریب الوطن مسلمان بھی حاضر دربار کیے گئے جن میں سب سے ممتاز اور فصاحت سے گفتگو کرنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم جعفر بن ابی طالب تھے جو اپنی آئندہ شہادت کے بعد جعفر طیار کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ یہ لوگ جیسے ہی سامنے گئے نجاشی نے پوچھا "وہ کون سا مذہب ہے جس کے لیے تم نے اپنا آبائی دین بھی چھوڑا اور دربار میں حضرت جعفر کی فصیح و بلیغ تقریر [ہمارے مذہب کی طرف بھی توجہ نہ کی جعفر نے ادب و شائستگی سے اس شاہی دربار میں یوں تقریر کی کہ] اس بادشاہ ہم جاہل لوگ تھے۔ بت ہو جتنے تہوار کھاتے۔ بدکاریوں میں مبتلا رہتے۔ تعلقات قرابت کو قطع کرتے پڑوسیوں کا کوئی حق نہ سمجھتے۔ اور ہمارا زبردست ضعیفوں اور ناتوانوں کو کھائے جاتا تھا۔ یہ خراب حالت ہو رہی تھی کہ اللہ جل شانہ نے

ہمارے پاس ایک پیغمبر بھیجا جس کی شرافت بچائی۔ دیانت اور پرہیزگاری سے ہم سب واقف ہیں۔ اُس نے ہمیں توحید و خدا پرستی کی طرف بلایا۔ اور کہا پتھروں اور بتوں کو جو باپ دادا کے وقت سے پجرتے آتے ہیں چھوڑ دو۔ سچ بولو۔ امانت داری کرو۔ اس کے علاوہ اُس نے ہمیں تعلقات قربت مضبوط کرنے۔ پڑوسیوں پر مہربان رہنے۔ بدکاری و خونریزی سے بچنے۔ خش دریا کاری کے پاس نہ جانے۔ اور نماز روزے اور زکوٰۃ کی پابندی کرنے کا حکم دیا۔ اُس کی نصیحت ہم نے مانی۔ جن باتوں کو بُرا کہا بُرا سمجھے۔ اور جنہیں اچھا بتایا اچھا خیال کیا۔ اس پر ہماری قوم والے گرٹے۔ ہمیں طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے۔ اور ہر قسم کی دشواریاں پیدا کر کے چاہتے ہیں کہ ہم پھرت پرتی شروع کر دیں۔ جب انھوں نے بہت ستایا تو ہم نے مجبوراً وطن چھوڑ دیا اور آپ کی قلمرو میں آ کے پناہ لی۔ اور اُمید ہے کہ آپ کے دامن عافیت میں آنے کے بخاشی کے دل میں بھی نوریاں | بعد ہم پر کوئی ظلم نہ کر سکے گا۔ یہ ایسی موثر اور دل کو مغلوب چمکتا ہے | کر دینے والی تقریر تھی کہ بخاشی کے دل میں بھی ایک

ذوق و شوق پیدا ہوا۔ بے اختیار بولا "بھلا تمھارے پاس اس وحی کا بھی کوئی حصہ ہے جو تمھارے پیغمبر پر نازل ہوتی ہے؟" جعفر طیار نے کہا "جی ہاں" اور سورہ البصیر کی چند ابتدائی آیتیں پڑھ کے سنائیں۔ جن کا مطلب معلوم ہوتے ہی بخاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بولا "خدا کی قسم یہ نور اور وہ نور جسے موسیٰ لائے تھے دونوں ایک ہی قندیل سے نکلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔" جعفر طیار دکھائے کہ اگر اب بادشاہ کو ہم دردِ پا کے جعفر طیار نے کہا "ان لوگوں سے قائل کرتے ہیں۔" پوچھا جائے کہ ہم غلام ہیں یا آزاد۔ اگر غلام ہیں اور

اپنے آقا سے بھاگے ہیں تو حضور بلا تامل ہمیں ان کے حوالے کر دین۔ عمرو بن عاص نے کہا: ”نہیں غلام نہیں۔ تم آزاد لوگ ہو“ پھر جعفر نے پوچھا تو کیا ہم نے ناحق کسی کا خون بہایا ہو اور تم قصاص کے طالب ہو؟ یا ہم نے کسی کا مال چھین لیا اور تم اسکی واپسی کے دعوے دار ہو؟ عمرو نے کہا: ”یہ بھی نہیں“ اب نجاشی نے خود متوجہ ہو کے عمرو سے پوچھا: ”یہ بھی نہیں تو کیا ان پر تمھارا کچھ قرض آتا ہو عمرو بولا: ”نہیں“ تب نجاشی نے صاف طور پر کہہ دیا کہ ”جاؤ۔ میں خدا کی قسم ان لوگوں کو کبھی تمھارے سپرد نہ کروں گا“

وگھڑا سے کہہ کر دوسری اس وقت تو یہ لوگ حبشی دربار سے بے نیل مرام واپس ذلیل و کمزور آئے۔ مگر باہر نکل کے عمرو نے کہا: ”اچھا دکھو میں کل بادشاہ سے کہہ دوں گا کہ یہ لوگ مسیح کو بھی خدا کا بندہ کہتے ہیں۔ یہ سن کے ممکن نہیں کہ اسے ان پر غصہ نہ آئے“ اور ایسا ہی ہوا۔ دوسرے دن عمرو نے حبشی دربار میں آ کے نجاشی کو مسلمانوں کے اس عقیدے کی طرف متوجہ کیا۔ نجاشی نے جلا وطن مسلمانوں کو پھر بلوایا اور پوچھا تو جعفر طیار نے اپنی اُسی سخنرما فصاحت سے کہا: ”حضرت مسیح کی نسبت ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ خدا کے بندے۔ پیغمبر اور اُس کی روح تھے۔ اور وہ کلمہ تھے جسے خدا نے کنواری مریم کے بطن میں اور یہ ناکامی ڈال دیا تھا“ اتنا سنتے ہی نجاشی بے اختیار بول اٹھا: ”بیشک تم سچ کہتے ہو اور واقعی مسیح کی یہی شان تھی“ اب وہ مشرکین کہہ اور خاصۃً انکے دیکھو نہایت ہی ناراض تھا اُسکی برہمی آخر اس درجے کو پہنچ گئی کہ ان کے تمام ہریے واپس کر دیے اور کہا ”مجھے اس کی حاجت نہیں۔ خدا نے بھی سلطنت عطا کرتے وقت مجھ سے رشوت نہیں لی تھی“ بہر تقدیر اہل مکہ کی اس سفارت کا ایسا نتیجہ ہوا کہ مشرکین اپنی اغراض میں

نہایت ہی ناکام و نامراد ہو۔ اور مسلمان اس قدر گرویدہ اور شکر گزار ہوئے کہ اُس کے دربار سے نکلے کہ ہمیشہ اُس کے لیے ترقی اقبال و دولت کی دعا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی حریف نے اُس پر حملہ کر دیا۔ اور اُس کی حالت نازک ہو چلی تھی مگر اُس کی تمام قلمرو میں مسلمانوں سے زیادہ کوئی اُس کا ہم در نہ تھا۔ اُس لڑائی سے مسلمانوں کو یہاں تک تعلق خاطر تھا کہ زیر بن عوام خاص اس غرض کے لیے عین معرکہ جنگ میں کھڑے رہے کہ جس قدر جلد ہو سکے اُسکی فتح کی خبر مسلمانوں کو سنا کے خوش کریں۔

نجاشی کی سرگذشت | اس نجاشی کی داستان بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ بچہ تھا کہ لوگوں نے اُس کے باپ کو قتل کر کے چچا کو تخت پر بٹھادیا۔ اور صرف اس لیے کہ اُس کے چچا کی اولاد زیادہ تھی۔ مگر جب وہ چچا کے دامن میں پرورش پا کے بڑا ہوا تو اُس کے سب بیٹوں سے زیادہ لائق ہوشیار اور مدبر تھا یہ حالت دیکھ کے وہی لوگ جنھوں نے اُس کے باپ کو قتل کیا تھا ڈرے کہ کہیں یہی چچا کا جانشین بن کے باپ کے خون کا بدلہ نہ لے۔ اس خیال سے اُس کے تخت نشین چچا کو مجبور کر کے اُسے خارج البلد کرایا۔ اور اس دولت کے ساتھ وہ چھ سو درہم پر کہتا ہوا کہ ایک سوداگر کے ہاتھ چھ سو درہم پر بیچ ڈالا۔ سوداگر اپنے شاہی خاندان کے غلام کو لے کے چلا تھا کہ چچا پر بجلی گرمی۔ اور اُس کے بیٹوں میں سے کوئی اس قابل نہ ملا کہ سلطنت کی باگ اُسکے ہاتھ میں دی جائے۔ مجبوراً وہی امرا سے دولت جنھوں نے اُسے بیچا تھا سوداگر کی تلاش میں نکلا اور اُسے پاتے ہی نجاشی کو چھین کے تخت پر بٹھادیا۔ خدا کی قدرت کہ اُس تخت نشین سوداگر نے نجاشی ہی کے دربار میں آ کے فریاد کی کہ ان لوگوں نے غلام کو تو چھین لیا۔ اور وہ قیمت نہیں واپس دیتے جو مجھ سے لی تھی۔ ممکن تھا

کہ نجاشی اپنی قیمت ثنابہی خزانے سے ادا کر دیتا۔ مگر اُس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اُنھیں لوگوں سے قیمت دلوائی۔ نجاشی نے جو کہا تھا کہ خدا نے سلطنت دیتے وقت مجھ سے رشوت نہیں لی اس میں اسی واقعے کی طرف اشارہ تھا۔

اُس کے مسلمان ہونے پر لیکن اب نجاشی نے جب علانیہ اسلام قبول کر لیا۔ اور مسلمانوں اہل دار کی بنادوت کے ہر عقیدے کی تصدیق کی تو ساری سچی رعایا بگڑ گئی اور اس

دولت میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔ اور خود اُس کی فوج والے مقابلے کو تیار ہو گئے۔ نجاشی نے یہ حالت دیکھ کے اُسی وقت جعفر طیار کے پاس کہا بھجیا "میں نے جہازوں کا انتظام کر دیا ہے۔ اُن پر سوار ہو کے آپ سواحل سے ذرا فاصلے پر

ٹھہریے۔ اگر اس ہم میں میں غالب آؤں تو فوراً واپس چلے آئیے گا۔ اور اگر معاملہ دگرگوں ہو تو جدھر جی چاہے چلے جائیے۔ پھر یہ کلمات کہ اشہدان لا الہ الا اللہ۔ اشہدان محمدٌ اجدہ و رسولہ۔ و اشہدان عسیٰ عجدہ و رسولہ اُس کا جیل شرعی

وروحہ و کلمۃ القباہ الی مریم" ایک کاغذ پر لکھ کے اپنی قبا کے اندر رکھ لے۔ اور مقابلے کو روانہ ہوا۔ مگر لڑائی بے سود تھی۔ اس لیے کہ وہ اکیلا اور ساری خدائی مقابلے پر آمادہ تھی۔ وطنی فوجوں کا سامنا ہوتے ہی اُس نے پوچھا

"تم لوگ کیوں بغاوت پر آمادہ ہو؟" جواب ملا "اس لیے کہ آپ نے اپنا مذہب بدل دیا۔ اور کہتے ہیں کہ مسیح خدا کے بندے تھے پوچھا "اور تم مسیح کے باپے میں کہا کہتے ہو؟" سب لوگ بولے "ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا کے بیٹے تھے"

یہ سن کے نجاشی نے کہا "اور میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ مسیح" یہ کہہ کے اپنا ہاتھ اُس مقام پر رکھ لیا جہاں قبا کے نیچے وہ کاغذ رکھا ہوا تھا۔ لوگ سمجھے کہ نجاشی اپنے اُسی قدیم عقیدے پر قائم ہے۔ فوراً سرطاعت جھکا دیا۔ اور نجاشی پھر آزادی سے حکومت کرنے لگا۔

آنحضرت پر دشمنوں کی زیادتیوں | اب کے والوں کی یہ حالت تھی کہ جب بہت سے مسلمانوں کو ارض جتہ میں جا کے پناہ مل گئی اور ان کی مخالفت میں ان کا کوئی زور نہ چل سکا تو آنحضرت کی ایذا رسانی میں اور سرگرمی دکھانے لگے۔ یہ نجات کا چھٹا سال تھا۔ اور اسی زمانے میں دشمنوں نے آپ کو یہاں تک تنگ کر دیا تھا کہ آپ نے سب جگہ کا آنا جانا بھی چھوڑا۔ اور کوہ تصفا پر ارقم بن ابی ارقم کے گھر میں چھپ کے بیٹھ رہے۔ اور اسی سے پتہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی اور دیگر مسلمانوں کی مصیبتوں کے جو واقعات ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں ان میں سے اکثر اسی زمانے میں گزرے۔ سید الشہداء حمزہ کا ایان لانا۔ ابو بکر صدیق کا بڑی طرح سے پٹیا جانا۔ یہ سب واقعات قریب قریب انہیں دنوں کے ہیں۔ ارقم کے گھر میں آپ ایک آپ کی عزت گزینی | جیسے تک مخفی رہے اور اٹنیالیس مسلمان جو کہ مین تھے وہ بھی آپ کے ساتھ اُسی گھر میں جا بیٹھے۔ مگر سچ یہ ہے کہ اب مظلومی انتہا درجے کو پہنچ گئی تھی۔ اور خدا کو منظور تھا کہ اس خانہ نشینی کے بعد اس قوت سے باہر نکلیں کہ اسلام کی بڑبڑ کے لیے مضبوط ہو جائے۔ حمزہ جو کہ کے ایک زبردست اور شجاع عربین الخطاب | مرد میدان تھے وہ پہلے ایان لاچکے تھے۔ اب ان کے تھوٹے ہی زمانے بعد حضرت عمر ایان لائے جو کہ کے بڑے صاحب اثر اور زبردست رکن تھے اور جن سے مخالفوں کی قوت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اس لیے کہ عمر بن الخطاب اس سے پیشتر آپ کے سخت مخالف تھے اور آپ کو ایذا پہنچانے میں بہت کچھ سعی دکھاتے تھے۔ عمر بن الخطاب اور ابو جہل بن ہشام یہی دو شخص چونکہ مشرکین میں سب سے زیادہ زبردست اور آپ کی مخالفت کا جو شش بڑھانے والے تھے لہذا آپ نے

آپ اُن کے ایمان لانے کی دعا مانگی کہ بارالہا اسلام کو ان دونوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ سے قوت دے یعنی ان میں سے کسی کو ہدایت دے کہ اسلام کا حامی و مددگار بنے۔ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اور عمر بن خطاب خود حاضر ہو کے ایمان لائے۔ یہ واقعہ غالباً دوسری ہجرت جیشہ کے ابتدائی زمانے کا ہے۔ اس لیے کہ عمرؓ روق کے ایمان لانے تک تقریباً چالیس ہی آدمی ایمان لائے تھے۔ اور جیشہ میں آخر وقت بیانی مسلمان پہنچ چکے تھے۔

اُن کے اسلام قبول کرنے کی شان عمر بن خطاب کے ایمان لانے کا واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ ایک دن کفار قریش باہم بیٹھ کے آپ کا اثر مٹانے کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔ جب اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی تو بولے ”اچھا بتاؤ کس میں اتنی جرأت ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈالے“ عمرؓ جوش میں آ کے وہ آنحضرت کے قتل کا بیڑا بولے ”اس کام کو میں اپنے فوسے لیتا ہوں“۔ سب نے اٹھاتے ہیں متعدد دیکھ کے اور اُبھارا۔ اور وہ تلوار باندھ کے آپ کی تلاش میں نکلے۔ جب معلوم ہوا کہ آپ آرقم کے گھر میں ہیں تو اُسی طرف رخ کر کے چل کھڑے ہوئے۔ راستے میں نعیم بن عبدالمذام ایک صحابی ملے جو اسلام قبول کر چکے تھے مگر اہل مکہ کے خوف سے چھپاتے تھے۔ پوچھا ”کہاں جاتے ہو؟“ عمرؓ نے جواب دیا ”جاتا ہوں آج اس صابئی شخص کا کام بھی تمام کر دوں گا“ مشرکین عموماً آپ کو اور ان تمام لوگوں کو جو مسلمان ہو جاتے صابئی کہا کرتے تھے۔ جس کے معنی اُن کی اصطلاح میں لاندہب یا بے دین کے تھے۔ نعیم نے یہ سن کے سمجھا یا اور کہا ”کیون بے وقوف ہوئے ہو؟ بھلا

عمر فاروق اپنی سلمان بن کے گھر میں | ممکن ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مارا اور بنی عبد مناف تمھاری جان چھوڑ دین؟ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ خاص تمھاری بہن فاطمہ بنت خطاب اور تمھارے بنوئی سید بن زید سلمان ہو چکے ہیں۔ اتنا سنا تھا کہ آپ کی طرف جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور اپنی بہن کے گھر کی طرف پلٹ پڑے وہاں اس وقت جناب بن اریث نام ایک صحابی بیٹھے دونوں کو قرآن پڑھا رہے تھے عمر کی آہٹ پاتے ہی انھوں نے تو قرآن چھپا دیا مگر عمر گھر میں گھسے تو یہ کہتے ہوئے گھسے تباہ و تم کیم پڑھ رہے تھے؟ جواب ملا کہ نہیں بس پھر کیا تھا مگر گھر کے اور بجائے میں غن چکا ہوں کہ تم دونوں محمد پر ایمان لے آئے ہو۔ یہ کہہ کے بنوئی کو پکڑ لیا۔ اور لانے لگے فاطمہ سے شہر کی یہ مصیبت نہ بھی گئی دو ٹوک سے بیچ بچاؤ کرنے لگیں۔ عمر نے جھنجھلا کے بہن کو ایک ایسا تھڑا مارا کہ اٹکانہ لہو لہان ہو گیا جب یہاں تک ثوبت پہنچ گئی تو دونوں میان بیویوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہاں اُن کے دل پر نور اسلام کی | ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ تمھارا جو بی چاہے کرو وہ عمر یہ حالت دیکھ کے ایک سناٹے میں آ گئے۔ اور بہن کے چہرے کو پہلی شمع

خون آلود دیکھا تو دل میں ایک غیرت بھی پیدا ہوئی جو کسی مظلوم اور کمزور پر جوڑ کر کے ہر شریف بہادر کے دل میں پیدا ہو کر تھی ہو۔ آخر تھوڑی دیر کے توقف کے بعد نرمی اور متانت سے بولے۔ اچھا وہ کتاب تو لاؤ جو تم پڑھ رہی تھیں۔ دیکھو تو سہی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کیا اُترا ہے؟ بہن نے جواب دیا اُمی جان پر کھیل گئی تھیں کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم خدا کے کلام کو تلف کر دو گے؟ عمر نے قسم کھائی کہ نہیں میں پڑھ کے پھر دوں گا؟ تب وہ بولیں وہ تم ابھی نجاست شرک میں مبتلا ہو۔ اور اس کلام کو وہی شخص چھو سکتا ہے جو پاک و صاف ہو۔ اتنی ہی باتوں نے عمر فاروق کے دل پر نور ایمان کا اتنا اثر ڈال دیا تھا کہ بلا عذر و وجہ جا کے غسل کیا۔ اور پھر آ کے قرآن کو مانگا۔

کلام ربانی کا اثر | فاطمہؑ نے یہاں تک متعدد دیکھ کے وہ اجزائے قرآن نکال کے اُن کے ہاتھ میں دے دیئے۔ اُن میں سورہ طہ لکھی تھی۔ عمرؓ نے چند ہی آیتیں پڑھی ہوں گی کہ متاثر ہو کے بولے ”کیا اچھا کلام ہے!“ اُن کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی خجابت نکل آئے جو کہ نے میں بچے بیٹھے تھے۔ اور بولے ”اے عمر مجھے خدا کی قسم امید ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے پیغمبرؐ کی دعائیں تم کو منتخب کیا کُل ہی آنحضرتؐ نے یہ دعا کی تھی کہ خداوند ابوجہل کے ہاتھ سے اسلام کو مدد دے یا عمرؓ میں خطاب کے ہاتھ سے“ یہ سن کے عمرؓ بولے ”تو اچھا مجھے اُن کے پاس لے چلو“ خجابت نے کہا میرے چلنے کی ضرورت نہیں۔ آپؐ کوہ صفا پر آ رہے ہیں مگر میں ہوں تم خود چلے جاؤ“ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے تلوار اٹھالی عمرؓ راق آنحضرتؐ کے اور کوہ صفا کی طرف چلے۔ وہاں آرقم کے دروازے پر پہنچ کے دستک دی تو لوگوں نے دروازے کی درزون سے دروازے پر جھانک کے دیکھا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں جا کے عرض کیا ”یا رسول اللہؐ عمرؓ میں خطابت آئے ہیں اور تلوار باندھے ہوئے ہیں“ مسلمانوں پر اُن کی اتنی ہیبت تھی کہ کسی کو دروازہ کھولنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ آپؐ کے تمام ہراہیوں میں عمرؓ البتہ بڑے بہادر تھے۔ بولے ”کیا مضائقہ ہے۔ آئے دو اگر اچھی نیت سے آئے ہیں تو ہم اخلاق سے پیش آئیں گے۔ ورنہ اُنھیں کی تلوار سے اُن کی جان لیں گے“ عمرؓ کے اطمینان دلانے کے بعد دروازہ کھولا گیا۔ اور عمرؓ اندر داخل ہوئے۔ اب اُنھیں گھبرا گھبرا کے اور سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے ایک حجرے میں جا کے تنہا تھے۔ اور ملتے ہی اُن کی چادر کا کونا پھینچ کے کہا ”اے عمرؓ سچ بتاؤ کس ارادے سے آئے ہو؟“ عمرؓ نے کہا۔ ”اُس لیے کہ خدا اور اس کے

اُن کا ایمان لانا رسول پر ایمان لاؤں یہ خلاف امید جواب سنتے ہی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی بے انتہا خوشی ہوئی کہ زور سے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا
بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر تمام مسلمانوں نے اس زور
سے تکبیر کہی کہ مسجد حرم میں جو کفار بیٹھے تھے وہ بھی سُن کے چونک پڑے
اُن کی آزادی کا پہلا نمونہ عمر فاروق عجب مضبوط بے ریا اور نڈر طبیعت کے
آدمی تھے۔ اُن کی فطرت کسی طرح اس امر کی متعاندگی نہ ہو سکتی تھی کہ توحید اور
دین حق کو اختیار کرنے کے بعد کسی سے چھپائیں۔ اپنی مضبوطی کی پہلی نشان
دکھائی کہ ایمان لاتے ہی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے نکلے
تو راستے میں پوچھتے چلے کہ مکے میں ب سے زیادہ پیٹ کا ہلکا کون شخص ہے؟
کسی نے کہا بیل بن عمرؓ سیدھے اُس کے پاس گئے اور کہا تم نے کچھ اور بھی
سنا؟ میں مسلمان ہو گیا۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیروں میں ہونے
حضرت عمرؓ کہہ کے اچھی طرح پلٹے نہ ہون گے کہ وہ کعبہ کی طرف روانہ ہوا۔ عمرؓ تو
جانتے ہی تھے کہ وہ کہاں اور کس لیے جاتا ہے۔ خود بھی اُس کے پیچھے ہو لیے
جیل نے خاص مسجد حرم کے پاس آ کے سوزنوں کی شان سے پکارا "اے اہل قریش
عمر بن الخطاب صابئی ہو گئے" حضرت عمرؓ اُس کے پیچھے موجود تھے بولے بھونکا
کم بخت۔ صابئی کیسا؟ میں تو اس بات پر ایمان لایا ہوں کہ لا الہ الا اللہ و محمد
عبدہ و رسول۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ لوگ چاروں طرف سے جھپٹ پڑے
مشرکین کیورش | اور حضرت عمرؓ ہر جانب سے مشرکین کے حملے ہونے لگے۔
آپ بہت دیر تک اُن سب کا جواب دیتے اور مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں تک
کہ آفتاب سر ہر آ گیا۔ اور دھوپ کی حدت بڑھ گئی۔ اُس وقت تھکن اور

اضحیٰ مال سے آپ زمین پر بیٹھ گئے۔ مگر لوگ اُسی طرح چاروں طرف سے گھرے ہوئے تھے۔ اتنے میں عاص بن وائل بھی آگیا۔ اور بھیڑ دیکھ کے پوچھنے لگا "کیا ہے؟" لوگوں نے کہا "عمر صابی ہو گئے"۔ یہ سُن کے عاص بولا "ہو گئے تو ہو جانے دو۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ جس مذہب کی چاہے پیروی کرے۔ کیا تم جانتے ہو کہ نبی صدی غر کے خون کا انتقام نہ لین گے؟" اس جملے نے عجیب اثر کیا جتنے لوگ گھرے کھڑے تھے سب ادھر ادھر غائب ہو گئے۔ اور آپ اُٹھ کے گھر آئے۔

عمر فاروق اور ابو جہل | اسی زمانے میں ایک دفعہ یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ عمر بن ابن ہشام کا سامنا | الخطاب طواف کعبہ کر رہے تھے کہ ابو جہل بن ہشام کا سامنا ہو گیا اُس نے دیکھتے ہی کہا "میں نے سنا ہے تم صابی ہو گئے؟" غر نے اس کے جواب میں کلمہ شہادت پڑھا کہ "اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد عبدہ ورسولہ" یہ الفاظ سنتے ہی شریکین نے دوبارہ یورش کی۔ غر نے اس کی بالکل پروا نہ کی۔ اور پوری دلاوری سے مقابلہ کرتے رہے۔ اور جب دیکھا کہ اکیلے سب کا جواب نہیں دے سکتے تو حملہ آوروں میں سے عقبہ بن ربیعہ کو پکڑ کے دے مارا اُس پر چڑھ بیٹھے۔ اور اس زور سے اُسکی آنکھوں میں انگلیاں کھینچتے کہ وہ تباہ ہو کے چینیہ لگا۔ اُس کی یہ حالت دیکھ کے سب علیحدہ ہو گئے تباہ آپ اُسکو چھوڑ کے اُٹھے۔

باب نہم

عن اعلان تبلیغ تا وفات ابوطالب

آپ کچھ عرصہ ناز بڑھتے ہیں۔ نبی اشتم سے تعلقات قطع کرنے پر قریش کا معاہدہ۔

یا دوث آف نشیور۔ ابوطالب کا احاطہ۔ مگرانی اور روک ٹوک۔ اس محصور میں
 نبی ہاشم کی مصیبت۔ مدد دینے والوں پر سختی۔ اندون آپ کی جان کا بھی اندیشہ تھا۔
 اب بھی آپ تبلیغ سے غافل نہ تھے۔ اس زمانے میں ابوبکر صدیق کی حالت۔ وہ بھی
 ہجرت حبشہ کا سامان کرتے ہیں۔ ابن دغنه ان کی کفالت کرتا ہے۔ اب وہ تلاوت
 قرآن سے روکے جاتے ہیں۔ امین دغنه اپنی کفالت فسخ کرتا ہے۔ ابوبکر صدیق پھر آزار
 پاتے ہیں۔ قریش کے معاہدے کو دیکھ گائی۔ ابوطالب اپنے احاطے سے
 نکلنے ہیں۔ کفار سے گفتگو۔ مگر وہ اپنی تساوت نہیں چھوڑتے۔ انھیں میں لوگ
 عمدہ شکنی پر آمادہ ہوتے ہیں۔ وہ معاہدہ کا عدم ہوتا ہے۔ نبی ہاشم کو آزادی حاصل
 ہوئی۔ طفیل بن عمرو کا درود کہہ میں۔ قریش انھیں آپ کی طرف سے ہجر کاتے ہیں
 مگر وہ ایمان لاتے ہیں۔ اراش کے ایک سوداگر پر ابوجہل کا ظلم۔ وہ آپ کے
 سامنے فریاد کرتا ہے۔ ابوجہل پر آپ کا معجزہ۔ نارعب۔ نفاہ اسے بخران آکے ایمان
 لاتے ہیں۔ عطاء نام ایک عامل کے میں آتا ہے۔ وہ بھی ایمان لاتا ہے۔ ابوطالب کی
 وفات۔ کفار صلح کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر توحید کو کسی طرح نہیں پسند کرتے۔
 خود ابوطالب پر تبلیغ اسلام۔ اور ان کا انکار کرتے وقت ان کی کلمہ خوانی۔
 ابوطالب کے ایمان میں اختلاف۔ ان کے مسلمان ہونے کے ثبوت۔

آپ کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں | حضرت عمرؓ نے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم اور دیگر مسلمانوں کو جو اس وقت تک کونون میں چھپے اور مشرکین کے
 خوف سے دبے بیٹھے تھے اس امر پر آمادہ کیا کہ اسلام کو علانیہ ظاہر کریں۔
 اور خاص خانہ کعبہ کے پاس جا کے بالاعلان نماز ادا کریں۔ چنانچہ آپ
 اپنے تمام رفقاء کے ساتھ ارقم کے گھر سے نکل کے کعبہ میں تشریف لے گئے
 اور مشرکین کے سامنے آزادی نماز ادا کی۔ بس یہی وقت ہے جبکہ اسلام کو

قوت حاصل ہوئی۔ اور آپ محمد خانہ خدا کے گرد نماز پڑھنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ بھٹنا چاہیے کہ اس دن سے تبلیغ کی آواز بھی قوی ہو گئی۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجرہ کے ایمان لانے سے بھی بڑی تقویت ہو گئی تھی۔ مگر یہ بات خدا نے حضرت عمرؓ ہی کے لیے مخصوص کر دی تھی کہ ان کے قوت بازو سے اسلام ایک بند گھر سے نکل کے شان و شوکت کے ساتھ عرب میں پھیلنے لگے۔

جب مشرکین قریش نے یہ حالت دیکھی کہ اب آپ آرم کے گھر سے ہر خاص شہر مکہ میں بازادی رہنے لگے۔ حجرہ اور عمر کے سے بہادر اور ہر آزما جان باز آپ کے قوت بازو اور مدد و معاون ہیں۔ غریب اور کمزور بنی ہاشم تعلقات قطع کرنے پر قریش کا معاہدہ یاد رکھو۔ آت نشور

تو بھوننے جمع ہو کے ہاشم ایک تحریریں معاہدہ کیا کہ بنی ہاشم دینی مطلب سے شادی بیاہ۔ بیع و شرا۔ ربط و ضبط مجالست و موائست یک قلم سو قوف روین۔ اس معاہدے کو منصور بن عکرمہ نے جو بنی عبدالمطلب سے تھا اپنے ہاتھ سے لکھا۔ اور بعد تکمیل وہ خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا یہ معاہدہ بعثت کے ساتویں برس مجرم کے جینے میں لٹکا دیا گیا تھا۔ تمام بنی ہاشم اس وقت تک باوجود اپنے قدیم مذہب پر قائم ہونے کے صرف تعلقات قرابت کی وجہ سے ابوطالب کا احاطہ آپ کا ساتھ دے رہے تھے قریش کا یہ رنگ دیکھ کے ابوطالب کے پاس جمع ہوئے۔ اور چونکہ سارا شہر خلاف نظر آتا تھا اور وہ کسی صحبت میں جانے کے قابل نہیں رہتے تھے لہذا سب کے سب ابوطالب کی گلی

یا اُن کے مکانوں کے احاطے میں آ کے سکونت پذیر ہو گئے۔ ایک صرف ابولہب نے تو ان لوگوں کا ساتھ نہیں دیا اس لیے کہ وہ دشمنوں کے مشورے میں شریک تھا باقی سبھوں نے خود ہی باہر کی آمد و رفت چھوڑ دی۔

نگرانی اور رک ٹوک | لیکن کلارا باہر سے بڑی نگرانی رکھتے اور کوشش کرتے کہ حتی الامکان کسی کو ان لوگوں سے ملنے نہ دین تاکہ یہ لوگ عاجز آ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیں۔ اس امر میں ابوجہل کو سب سے زیادہ اتہام تھا۔ چنانچہ ایک دن حکیم بن خزام اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کے پاس آئے تھے جو آنحضرت کے ہزاہ ابوطالب کے احاطے میں تھیں۔ اُن کے ساتھ ایک ندام تھا جو کچھ کھانا لیے آتا تھا۔ ابوجہل نے دیکھ کے ٹوکا کہ تم جی ہاشم کے لیے کھانا لیے جاتے ہو؟ سارے کے میں بدنام کر دوں گا۔ اتفاقاً اسی وقت ابوالہجرتی آگئے جو حضرت خدیجہ کے عزیز داروں میں تھے اور اصل ماجرا سُن کے ابوجہل سے کہا ”تھیں کیا؟ وہ اپنی پھوپھی کے لیے کھانا لیے جاتے ہیں۔ جس کے روکنے کا کسی کو حق نہیں“ ابوجہل اس پر گہرا۔ اور ابوالہجرتی اور اُس میں یہاں تک مخالفت ہوئی کہ ابوالہجرتی نے اونٹ کے جبرے کی ایک ہڈی اٹھا کے اس زور سے ماری کہ ابوجہل کے خون جاری ہو گیا۔

اس مصوری میں نبی ہاشم کی مصیبت | یہ توخیر ایک مولیٰ واقعہ تھا۔ یہ کہ نبی ہاشم نے ابوطالب کے محلے میں محصور ہو کے آپ کے ساتھ بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائیں آپ نے کفار کا ایسا زغہ دیکھ کے تمام مسلمانان کہ کو ارض حبشہ میں چلے جانے کا حکم دیا اور خود درمند چپا اور ہر دہل خاندان کی حمایت میں بیٹھ رہے تمام محصورین کو کھانسنے پینے اور ہر قسم کی تکلیفیں تھیں۔ کھانے کو کبھی صرف

دخون کے پتے ہی ملتے اور صبر و شکر سے کھائے جاتے۔ مکے میں جو غلہ لانے والے تاجرون کا قافلہ آتا تو بنی ہاشم میں سے کوئی شخص خریدنے کو چلا جاتا۔ اور اُسے بھی یہ مصیبت پیش آتی کہ ابولہب سودا گروں کو بہکا کے بھاگ بڑھوا دیتا۔ اکثر دونی جمع دینی پڑتی۔ بلکہ کبھی اس پر بھی کچھ نہ ملتا۔ اور وہ خالی ہاتھ گھر میں آکے بچوں کو بھوکوں مرتے دیکھتا۔ اور اُن کا بلکنا دیکھ کے کلیجہ اشق ہوتا۔ ہاشم بن عمرو بن حرث نے جو بعد میں مسلمان ہو گئے ایک رات کو موقع پا کے دو دینے والوں پر سختی غلہ کے تین اونٹ پہنچا دیے تھے۔ قریش کو خبر ہوئی تو جمع ہی کو جا کے دھمکایا۔ اُنھوں نے کہا اچھا پھر ایسا نہ ہو گا۔ مگر بنی ہاشم کی مصیبت پر ترس لکھا کے ایک بار اُنھوں نے ایک اور اونٹ پہنچا دیا۔ اتفاقاً پھر قریش کو پتہ لگ گیا۔ اب کی سب اُن بچارے کی آبروریزی کے درپے ہو گئے تھے کہ خذلانے ابوسفیان کے دل میں کچھ نیکی ڈال دی۔ اور اُن کے بچانے سے بچ گئے۔

ان دنوں آپ کی جان کا بھی یہ محسوسی کا زمانہ تین سال تک رہا۔ اور اس پورے زمانے میں صرف یہی نہ تھا کہ بنی ہاشم کو کھانے کی تکلیف تھی بلکہ ہمیشہ آپ کی جان کا بھی اندیشہ لگتا رہتا۔ ابوطالب کا معمول تھا کہ ابتداً شب میں آپ کو ایک بچھونے پر سلاتے مگر جب زیادہ رات آلتی اور سب سو چکے تو اُٹھا کے کہیں اور لٹا دیتے اور اُس بچھونے پر اپنے کسی لڑکے یا کسی اور عزیز کو سلا دیتے تاکہ اگر دشمن رات کو یورش کر کے آئیں بھی تو آپ کو نہ پاسکیں۔ تاہم آپ اپنے فرض تبلیغ سے غافل نہ تھے۔ وہ مبینہ جو جاہلیت میں تبرک بکھے جاتے تھے اور بن بن خون ریزی حرام تھی اُن کے شروع ہوتے ہی آپ ابوطالب کے احاطہ سے باہر نکل آتے اور لوگوں کو خدا کی

کی طرف بلانے لگتے۔ مگر ابولہب اکثر ساتھ ساتھ رہتا اور جس کے سامنے آپ اُس زمانے میں ابوبکرؓ توجید کی آواز بلند کرتے وہ کہتا "بھوٹا اور صابئی ہو۔"

صدقہ کی حالت | ظاہر ہے کہ ان دنوں جب خود حضرت سرور کائنات کی یہ حالت تھی تو دیگر مسلمانوں پر کیا کچھ خفتیاں نہ ہوتی ہونگی۔ سب لوگ جان بچا بچا کیلوسی سے جیشہ کی طرف بھاگے جاتے۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ ابوبکر صدیقؓ جو

اپنی قوم والوں کی حمایت کی امید پر اس وقت تک آپ کا ساتھ دیتے رہے تھے اُن کا قدم بھی کے مین نہ ٹک سکا مجبوراً آنحضرتؐ سے اجازت لے کے وہ بھی ہجرت حبشہ کا سامان | نجاشی کی قلعہ میں جانے کے لیے مکے سے روانہ ہو گئے۔

کرتے ہیں | دو ہی تین منزلیں قطع کی تھیں کہ آہن دغہ نام ایک سوز

شخص ملا۔ پوچھا کہاں جاتے ہو؟ ابوبکرؓ نے جواب دیا قوم والوں نے مجھے نکال دیا میں غصہ نے

ابن دغہ اُن کی کفالت کرتا ہے | یہ سن کے تعجب کیا اور کہا تم سے نیک نفس فیاض اور رحیم شخص کے

ساتھ تو ایسا سلوک نہ ہونا چاہیے تم اُن کی پروا کرو اور چلو مین تمھاری کفالت کیے لیتا ہوں

یہ کہہ کے اپنی دغہ ابوبکرؓ کو مکے میں پلٹا لایا۔ اور ب سے کہہ دیا کہ "یہ میری ضمانت پر

یہاں رہیں گے۔ خبردار کوئی ان سے متعرض نہ ہو" اس طرح انھوں نے پھر کے

کی سکونت اختیار کی۔ مگر اب اُن بیچارے کے لیے ایک نئی دشواری پیش آئی

وہ جی جمع کے محلے میں رہتے تھے۔ اور اپنے مکان کے دروازے پر ایک چھوٹی

سی مسجد بنالی تھی جس میں عبادت کرتے۔ اور اکثر اوقات نہایت ہی خصوصاً خوش

اور رقت قلب سے تلاوت قرآن کیا کرتے تھے۔ اُن کی آواز مین کچھ ایسا اثر اور

ایسی دلکشی تھی کہ قرآن پڑھتے وقت اُن کے گرد عورتوں اور بچوں کی بھیڑ لگ جاتی

ابوبکرؓ تلاوت قرآن سے روکے جاتے ہیں | اور اُن کی آواز جس کے کان تک پہنچتی اُس کے دل پر پورا

اثر کر جاتی۔ یہ حالت دیکھ کے مشرکین ڈرے کہ مین ہماری عورتیں اور ہمارے بچے

ان کے متفقہ نہ ہو بائین۔ سب کے سب دوڑے ہوئے آبن دغنه کے پاس گئے۔ اور کہا تمہاری وجہ سے ہم نے ابو بکر سے کبھی تعرض نہیں کیا۔ لیکن انھوں نے ایسی وضع اختیار کر رکھی ہے کہ ہمیں اپنے بال بچوں کی نسبت مسلمان ہو جانے کا ہمیشہ ہے۔ اگر تم نے اپنی کفالت میں لیا ہے تو انھیں اس بات سے روکو، ابن دغنه ابن دغناہی کفالت فرماتا ہے۔ اے سن کے ابو بکر کے پاس آیا۔ اور کہا میں نے اس لیے تمہاری کفالت نہیں کی تھی کہ اپنی قوم کو ستاؤ۔ تمہاری یہ وضع انھیں ناگوار ہے۔ قرآن پڑھنا تو گھر کے اندر بیٹھ کے پڑھا کرو۔ ابو بکر کو یہ امر ناگوار ہوا۔ بولے ”میں تمہاری کفالت ہی سے باز آیا۔ تمہاری ذمہ داری نکال کے میں اپنے تئیں خدا کی ذمہ داری میں دیتا ہوں۔“ ابن دغنه نے کہا ”بہتر“ اور ہا کے قریش میں پکار دیا کہ اب آبن ابو بکر صدیق پھر آزاد ہاتھ ہیں۔ ابی قحظہ (یعنی ابو بکر) میری کفالت میں نہیں۔ آئندہ تمہارا جو بی چارے کرو۔ پھر کیا تھا بیچارے ہر جگہ اور ہر شخص کے ہاتھ سے آزار پانے لگے۔ ایک دن کہتے کو جاتے تھے کسی نے سر بد خاک ڈال دی۔ اودھر سے ولید بن مغیرہ گذرا اس کی طرف دیکھ کے انھوں نے کہا دیکھتے نہیں کہ اس کنبت نے کیا کیا؟ ولید بولا اس کی خطا نہیں۔ جو کچھ کیا خود تم نے کیا ہے۔ سو اس کے کیا علاج تھا کہ بیچارے نے آسمان کی طرف دیکھ کے کہا خداوند تو کتنا بڑا حلیم ہے؟ اور خاموش ہو رہے۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام بنی ہاشم کو ابی طالب کے احاطے میں محصور ہوئے پورے تین سال گزر گئے تھے۔ یایون کتنا چاہیئے قریش کے مقابلے کو کہ خداوند جل و علا اپنے پیغمبر کا پورا امتحان کر چکا۔ اور وقت دیکھ لیا گئی۔ آگیا تھا کہ آپ پھر گھر سے نکل کے مکہ کی گلیوں میں

دین برحق کی تبلیغ کریں جس کی ابتداء یوں ہوئی کہ جبریل نے آپ کو آکے بتایا کہ قریش نے جس معاہدے کو غلط کہہ میں لٹکایا تھا اُسے دیکھ کھا گئی ہے خدا کا نام جہاں لکھا تھا وہ تو باقی ہے باقی کوئی لفظ نہیں بچا۔

آپ نے خبر پاتے ہی ابوطالب کو مطلع کیا۔ ابوطالب نے اُسی وقت اپنے چند اور بھائی بند یوں کو بلا کے خبر کی۔ اور کہا تم سب پُر تکلف پڑے ہن لو۔ اور چلو قریش سے مل کے کچھ گفتگو کریں۔ فوراً سب تیار ہو گئے۔ اور ابوطالب اُن کو لے کے کعبے کے پاس مسجد حرم میں پہنچے۔ قریش نے ابوطالب اپنے احاطے سے جیسے ہی دُور سے ان کی صورت دیکھی دل میں خیال کئے ہیں کیا کہ معلوم ہوتا ہے اب یہ لوگ عاجز آکے اس امر پر

آماؤ ہو گئے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالے کر دیں۔ مگر یہ بات ہنوز اُن کے خیال میں تھی کہ ابوطالب نے اُن کی طرف متوجہ ہو کے کہا ہم میں تم میں بہت کچھ جھگڑا ہو چکا۔ اچھا اپنا وہ معاہدہ لا کے پیش کرو شاید گفتگو سے گفتگو صلح کی کوئی صورت نکل آئے۔ اس پر وہ لوگ راضی ہوئے اور اُس معاہدے کو کعبے سے اُتار کے لے آئے۔ مگر ہنوز پیش کرنے اور کھولنے نہیں پائے تھے کہ ابوطالب نے کہا ”سنو میرے بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے کہ اس معاہدے میں سوا خدا کے نام کے اور تمام الفاظ کو دیکھ کھا گئی بس اب اسی بات پر فیصلہ ہو۔ اسے کھول کے دیکھو۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا بیان صحیح نکلے تو اپنی ان بدگمانیوں اور دشمنیوں سے باز آجاؤ۔ اور اگر غلط نکلے تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لا کے تمہارے پروردگار کے پاس لے جاؤں گا۔ جیسا سلوک چاہنا کرنا۔“ سب نے کہا ”بہتر ہم اس پر راضی ہیں۔ لیکن اگر یہ بیان جھوٹ نکلا تو تمہیں اپنا اقرار پورا کرنا پڑے گا۔“

مگر وہ اپنی قسوت نہیں چھوڑنے۔ ابوطالب نے کہا بے شک "اب اس کے بعد اس
 معاہدے کو جو کھول کے دیکھتے ہیں تو موسیٰ بات نظر آئی جو آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی تھی۔ سوا خدا کے نام کے کوئی لفظ نہیں باقی
 تھا۔ یہ دیکھ کے قریش پہلے تو گھبرا اٹھے۔ پھر طرح طرح کی تاویلین کرنے لگے
 اور یہ "لے" تھا رسے بھینچنے نے جا دو کر دیا ہے۔ اس واقعے سے بجائے اس کے
 کہ مشرکین نرمی اختیار کریں اُلٹے اور سختی پر آمادہ ہو گئے۔ اور پہلے سے بھی
 زیادہ مخالفت اور دشمنی ظاہر کرنے لگے۔

انہیں میں لوگ عمدہ شکنی پر یہ واقعہ معاہدے کے غارت ہونے کا ثبوت کے
 آادہ ہوتے ہیں۔ دسویں سال پیش آیا۔ مگر انہیں دنوں خداوند جل و
 علانے ایک اور طریقہ سے بھی دشمنوں کی جماعت توڑ دی۔ اور ہوا یہ کہ
 آپ کی اور تمام بنی ہاشم کی امیری و مظلومی دیکھ کے بعض غیر متعصب اور
 رحم دل قریش کو ترس آیا۔ اور خود ہی آمادہ ہو گئے کہ جس طرح بنے اس
 معاہدے کی پابندی چھوڑ دیں۔ سب کے پہلے یہ خیال ہشام بن عمر کے
 دل میں آیا جنہیں بعض مورخین ہاشم بن عمرو کے نام سے یاد کرتے ہیں۔
 یہی ہیں جو اکثر اوتون کو چھپا کے بنی ہاشم کے پاس غلہ پہنچا دیا کرتے۔ اور
 بعض اوقات دیکھ بھی لئے گئے۔ جس پر لوگوں نے یورشیں کیں۔ آخر

ع۔ السيرة الحلبیہ جلد ۱ صفحہ ۲۶۵ و ۲۶۶ ع۔ تاریخ الخلفاء جلد ۱ صفحہ ۳۲۶ و ۳۲۷

آؤ۔ اسلام فیہ السلام۔ اس امر کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایسے اختلاف عربی ماسون میں
 بہت ہیں۔ جس کی بنا پر زیادہ تر رسم خط کے نقصان سے پڑی ہو۔ قدیم تحریروں میں الف کے مقام پر
 اکثر کلمہ زبر و یا خان تھا۔ مرث لکھتے تھے اور حارث پڑھتے تھے۔ اسی طرح ہشام اور ہاشم میں بھی
 کثرت سے اشتباه پڑ گیا ہو۔

جب انھوں نے دیکھا کہ اب خفیہ مدد سے بھی کام نہیں چل سکتا تو کوشش کرنے لگے کہ لوگوں کو اس معاہدے کے توڑنے پر آمادہ کریں۔ اٹھ کے زبیر بن ابی امیہ کے پاس پہنچے۔ اس سے زیادہ امید اس لیے تھی کہ عاتکہ بنت عبد المطلب کا بیٹا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹی زاد بھائی اور بنی ہاشم کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اسی خیال سے ہشام نے اس سے مل کے کہا تمہیں یہ پسند ہے کہ ہم تم کھائین بنین مرے اڑائیں اور بنی ہاشم یون ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کو زساکریں؟ زبیر نے کہا یہ تو سب کچھ ہے۔ مگر میں اکیلا کیسا کر سکتا ہوں؟ ہشام بولے اگر تم متعدد ہو تو میں بھی تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں تب زبیر نے سوچ کے کہا اچھا کوئی تیسرا شخص بھی ساتھ لے لو یہ سن کے ہشام مکرم بن عدی سے جا کے ملے اور ان سے بھی یہی خواہش کی انھوں نے بھی تنہائی کا عذر کیا تو اپنا اور زبیر کا نام لے دیا مکرم نے کہا کسی ایک شخص کو اور ملاو تب ابوالختری کے پاس گئے جنھوں نے حضرت خدیجہ کے پاس کھانا لاتے وقت حکیم بن حزام کی مدد کی تھی۔ ابوالختری نے بھی اپنی متعددی ظاہر کی مگر وہی تنہائی کا عذر کیا۔ اور جب تین اور آدمیوں کے نام بتا دیے گئے تو کہا ایک اور پانچواں شخص بھی ہونا چاہئے۔ یہ سن کے ہشام زمرہ ابن اسود کے پاس دوڑے گئے۔ اپنے سوا اور چار آدمیوں کو آمادہ دیکھ کے وہ بھی ساتھ دینے پر راضی ہوا۔ الغرض اس طرح ہشام کی کوشش سے پانچ آدمی قریش کا معاہدہ توڑنے پر آمادہ ہوئے۔ اسی رات کو وہ سب ایک مقام میں ملے۔ باہم عہد و پیمان کیا کہ آخر تک ساتھ دین گے اور زبیر نے کہا صبح کو قریش کے مجمع میں میں ہی اس معاملے کو چھیڑوں گا۔ مگر تم سب کو بھی اس وقت موجود ہونا چاہیے۔ لیکن اتنا خیال رہے کہ ہم سب

مگر وہ اپنی قساوت نہیں چھوڑنے ابو طالب نے کہا "بے شک" اب اس کے بعد اس معاہدے کو جو کھول کے دیکھتے ہیں تو وہی بات نظر آئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی تھی۔ سوا خدا کے نام کے کوئی لفظ نہیں بانی تھا۔ یہ دیکھ کے قریش پہلے تو گھبرا اٹھے۔ پھر طرح طرح کی تاویلین کرنے لگے اور بولے "تھارے بھتیجے نے جادو کر دیا ہے" اس واقعے سے بجائے اس کے کہ مشرکین نرمی اختیار کریں اُلٹے اور سختی پر آمادہ ہو گئے۔ اور پہلے سے بھی زیادہ مخالفت اور دشمنی ظاہر کرنے لگے۔

انہیں میں لوگ عمد شکنی پر یہ واقعہ معاہدے کے غارت ہونے کا نبوت کے آمادہ ہوتے ہیں دسویں سال پیش آیا۔ مگر انھیں دنوں خداوند جل و علانے ایک اور طریقہ سے بھی دشمنوں کی جماعت توڑ دی۔ اور ہوا یہ کہ آپ کی اور تمام بنی ہاشم کی امیری و مظلومی دیکھ کے بعض غیر متعصب اور رحم دل قریش کو ترس آیا۔ اور خود ہی آمادہ ہو گئے کہ جس طرح بنے اُس معاہدے کی پابندی چھوڑ دیں۔ سب کے پہلے یہ خیال ہشام بن عمر کے دل میں آیا جنھیں بعض مورخین ہاشم بن عمر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہی ہیں جو اکثر راتوں کو چھپا کے بنی ہاشم کے پاس غلہ پہنچا دیا کرتے۔ اور بعض اوقات دیکھ بھی لئے گئے جس پر لوگوں نے یورشیں کیں۔ آخر

عہ السیرۃ الخلیفہ جلد ۲ ص ۲۶۵ و ۲۶۶ عہ تاریخ الخلفی جلد ۱ صفحہ ۲۳۶ و ۲۳۷

آؤں اسلام صفحہ ۱۱۔ عہ اس امر کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایسے اختلاف عربی ناموں میں بہت ہیں۔ جس کی بنا پر زیادہ تر رسم خط کے نقصان سے پڑی جو۔ قدیم تحریروں میں الف کے مقام پر اکثر کھرازدہ یا جانا تھا۔ مرث لکھتے تھے اور حادث پڑھتے تھے۔ اسی طرح ہشام اور ہاشم میں بھی کثرت سے اشتباہ پڑ گیا۔

جب انھوں نے دیکھا کہ اب خفیہ مدد سے بھی کام نہیں چل سکتا تو کوشش کرنے لگے کہ لوگوں کو اس معاہدے کے توڑنے پر آمادہ کریں۔ اُٹھ کے زہیر بن ابی امیہ کے پاس پہنچے۔ اس سے زیادہ امید اس لیے تھی کہ حاکم بنت عبدالمطلب کا بیٹا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹی زاد بھائی اور بنی ہاشم کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اسی خیال سے ہشام نے اس سے مل کے کہا تمہیں یہ پسند ہے کہ ہم تم کھائین بیٹن مرے اڑائیں اور بنی ہاشم یوں ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کو ترسا کریں؟ زہیر نے کہا یہ تو سب کچھ ہے۔ مگر میں اکیلا کیسا کر سکتا ہوں؟ ہشام بولے اگر تم مستعد ہو تو میں بھی تمہارا ساتھ دیتے کو تیار ہوں تب زہیر نے سوچ کے کہا اچھا کوئی تیسرا شخص بھی ساتھ لے لو یہ سن کے ہشام مطعم بن عدی سے جا کے ملے اور ان سے بھی یہی خواہش کی انھوں نے بھی تنہائی کا عذر کیا تو اپنا اور زہیر کا نام لے دیا۔ مطعم نے کہا کسی ایک شخص کو اور ملاو تب ابوالختری کے پاس گئے جنھوں نے حضرت خدیجہ کے پاس کھانا لاتے وقت حکیم بن حزام کی مدد کی تھی۔ ابوالختری نے بھی اپنی مستعدی ظاہر کی مگر وہی تنہائی کا عذر کیا۔ اور جب تین اور آدمیوں کے نام بتا دیے گئے تو کہا ایک اور پانچواں شخص بھی ہونا چاہئے۔ یہ سن کے ہشام زمرہ ابن اسود کے پاس دوڑے گئے۔ اپنے سوا اور چار آدمیوں کو آمادہ دیکھ کے وہ بھی ساتھ دینے پر راضی ہوا۔ الغرض اس طرح ہشام کی کوشش سے پانچ آدمی قریش کا معاہدہ توڑنے پر آمادہ ہوئے۔ اسی رات کو وہ سب ایک مقام میں ملے۔ باہم عہد و پیمان کیا کہ آخر تک ساتھ دیں گے اور زہیر نے کٹا صبح کو قریش کے مجمع میں میں ہی اس معاملے کو چھیڑوں گا۔ مگر تم سب کو بھی اس وقت موجود ہونا چاہیے۔ لیکن اتنا خیال رہے کہ ہم سب

ایک ساتھ نہ جائیں۔ بلکہ ہر شخص جدا جدا جا کے وہاں کھڑا ہو جائے۔ صبح کو اس
 وہ معاہدہ کا عدم ہوتا ہے۔ تجویز کے مطابق زہیرہ تکلف لباس پہنے ہوئے خانہ کعبہ کے
 گرد پہنچا۔ اور جب دیکھ لیا کہ سب ساتھی آگئے تو قریش کی طرف غا طلب
 ہو کے بولا: اے اہل قریش۔ اب یہ کب تک رہے گا کہ ہم سب تو کھائیں
 پیئیں اور ہمیں اور حنین اور ہمارے عزیز بچی ہاشم مصیبت و ہلاکت میں
 مبتلا رہیں؟ میں جب تک اس کجنت معاہدے کو توڑ نہ لوں گا دم نہ لوں گا
 اب جو جمل کسی طرف کھڑا سن رہا تھا پلک کے سامنے آیا۔ اور جھنجھلا کے بولا
 تم جھوٹے ہو۔ ہمارا عہد نامہ نہیں ٹوٹ سکتا۔ زعمہ بن اسود پاس ہی کھڑا
 تھا بولا: تو خود جھوٹا ہے۔ ہم اس معاہدے سے پہلے ہی ناراض تھے۔ اس
 کے بعد ابوالہجتر ہی نے بڑھ کے کہا: ”زعمہ سچ کہتے ہیں سب مجھے بھی اس
 معاہدے سے اتفاق نہ تھا۔ یہ سن کے مظعم بن عدی نے کہا: ”بے شک
 ایسا ہی ہے۔ اور جو اس کے خلاف کہے وہ خود بالکل جھوٹ کہتا ہے۔ ات
 کہہ کے مظعم نے بڑھ کے اس معاہدے کو کعبے سے اتار لیا۔ اور ارادہ کیا
 کہ پھاڑ ڈالے۔ مگر دیکھا تو اسے دیک بے کار کر چکی تھی۔ معلوم ہوا
 کہ قریش نے ابوطالب سے شرط کرنے کے بعد جب معاہدے کو دیکھا ہے
 اس سے کسی قدر پیشتر تھا۔ اس لیے کہ اس وقت تک عام مشرکین کو دیک
 کی خبر نہ تھی۔

بنی ہاشم کو آزادی حاصل ہوئی اس گفتگو کے بعد ان پانچوں آدمیوں نے ہتھیار لگائے۔ اور
 ابوطالب کے احاطے میں پہنچ کے بنی ہاشم اور بنی مطلب سے کہا: ”اس قید کو
 چھوڑ کے بے تکلف نکلو۔ اور اپنے گھروں میں چل کے آ جاؤ۔“ یہ سنتے ہی

حضرت اور آپ کے خاندان والے ابوطالب کے احاطے سے نکل کے باہر آئے۔ اور پھر آزادی و باعلان تبلیغ دین ہونے لگی۔

طفیل بن عمرو کا درود کے ہیں | اسی زمانے میں طفیل بن عمرو ایمان لائے جو اس عہد کے نامی گرامی شاعر۔ صاحب مرتبہ شریف۔ اور معزز و مشہور یعنی قبیلہ دوس کے صاحب اثر رکن تھے۔ اس سے پیشتر انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بھی نہ معلوم تھا۔ اتنا قافی ضرورت سے کہ میں آگئے۔ مگر ہنوز کہیں آنے جانے بھی نہ پائے تھے کہ چند معززین قریش نے مل کے کہا یہاں آئے ہو تو قریش انھیں آپ کی طرف سے | اتنا خیال رکھنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نام ایک شخص سے بڑھا کرتے ہیں نہ ملنا۔ جو بڑا جادوگر ہے۔ اور باپ بیٹے۔ بھائی۔

اور یہاں یہی میں تفرقہ ڈال دیتا ہوں۔ طفیل نے اُن کے مشورے پر عمل کرنا وعدہ کیا۔ بلکہ کانوں میں ٹھیکھیاں لگا لیں کہ آنحضرت کی آواز کبھی اتنا قافی بھی کان میں نہ جاسکے۔ مگر جو بات خدا کو منظور ہوتی ہی ہے۔ آپ کی قرأت کی سچو نما آواز کسی نہ کسی طرح اُن کے کان تک پہنچ ہی گئی۔ اور کچھ ایسی بھلی معلوم ہوئی کہ زیادہ شوق ہوا۔ دل میں کہنا یہ تو بالکل حاققت ہے کہ کسی کی آواز نہ سنوں آخر خدا نے عقل دی ہے۔ اگر بڑی بات ہوگی تو نہ مانوں گا یہ خیال آتے ہی کانوں سے روئی نکال لی۔ اور جب ذوق و شوق سے آیات قرآنی کو اور خاص پیغمبر کی زبان سے سننے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں اس قدر متاثر ہوئے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہلے تو پیچھے پیچھے یہ بھی ساتھ ہو گئے۔ اور گھر چائے مگر وہ ایمان لاتے ہیں اتنا فی میں ملے۔ اپنی ساری سرگزشت بیان کی۔ پھر آپ کے ہاتھ پر ایمان لا کے تبلیغ دین کی اجازت حاصل کی۔ اور اپنے وطن کو واپس

میں نے یہ سن کر
بہت حیران رہا
اور اس کی
تائید میں
کچھ اور
کہاں

وہاں پہنچتے ہی تمام عویزوں سے کہہ دیا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ لہذا جو اسلام قبول کرے وہ میرا ہے اور میں اُس کا ہوں۔ اور جو نہ مانے اُس سے مجھ سے کوئی علاقہ نہیں۔ اس طریقے سے اپنے باپ اور بیوی کو دین حق کا پیرو بنایا۔ اور بڑی مستعدی سے ساری قوم کو اسلام کی طرف مدعو کرنے لگے۔

آراش کے ایک سوداگر ابو جہل کا ظلم انھیں دنوں جبکہ آپ حصار سے نکل کے علانہ دعوت اسلام کر رہے تھے ایک اور واقعہ پیش آیا جسے آپ کا سجدہ یا نبوت کا رعب و جلال جو کیسے بجا اور زیبا ہے۔ اور ہوا یہ کہ مقام آراش کا کوئی سوداگر اپنے چند اونٹ بیچنے کو کے مین آیا تھا۔ ابو جہل نے اونٹ تو خریداری کے نام سے لے لئے مگر اُسے کیڑو تمنا اور بے حامی و مددگار دیکھ کے قیمت دینے سے انکار کر دیا وہ غریب ہر جگہ اراما را پھرتا تھا اور ایک ایک کے سامنے جا کے روتا تھا مگر ابو جہل کے تعلقات کے خیال سے کوئی مدد دینے کی حامی نہ بھرتا۔ اتفاقاً ایک دن کعبہ کے گرد مسجد حرم میں آیا۔ جہاں ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے۔ اور قریب ہی چند سوز و شریکین قریش بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ وہ اُن لوگوں کے سامنے گیا۔ اور کہنے لگا صابو۔ میں غریب الوطن اور مسافر ہوں۔ کوئی صاحب اتنا احسان کرین کہ مجھے ابو جہل کے ظلم سے بچائیں۔ لوگوں نے تمہارے اور مصلوٰہ کی راہ سے آپ کی طرف اشارہ کر کے کہا ابو جہل کے ظلم سے تو تمہیں وہی بچا سکتے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ ابو جہل سے بڑا آپ کا کوئی دشمن نہیں وہ آپ کے سامنے اُس سے آپ سے خوب پوچھنے گی۔ مگر وہ بچارہ مصیبت زدہ فریاد کرتا ہے اس رزم کو کیا سمجھ سکتا تھا؟۔ یہ تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں آپ ہی مجھے ابو جہل کے پنجہ ستم سے

نجات دلانیں گے۔“ بہ ظاہر لوگوں کا خیال تھا کہ یہ درخواست سنتے ہی آپ نادم ہو کے سر جھکا لیں گے۔ مگر اُن کی امید کے خلاف جلال نبوت جوش میں آیا آپ اُچھا چلو کہہ کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اُسے ساتھ لے جا کے ابو جہل کے دروازے پر دستک دی۔ اُس نے اندر سے پوچھا ”کون ہے؟“ آپ نے فرمایا ”محمد ابو جہل پر آپ کا بھروسہ غارِ ب | ذرا باہر آؤ“ اس موقع پر بھی مشرکین کا خیال تھا کہ ابو جہل باہر نکل کے آپ کی کچھ نہ کچھ توہین ضرور کرے گا۔ مگر سب نے نہایت ہی حیرت سے دیکھا کہ وہ سہا ہوا باہر نکلا۔ چہرہ بالکل اُترا ہوا تھا۔ اور سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا۔ ابو جہل اس وقت تک اس قدر بدحواس تھا کہ کوئی لفظ زبان سے بھی نہ نکال سکا۔ آپ نے اُس کی صورت دیکھ کے فرمایا ”اس شخص کے اذیتوں کی قیمت ادا کرو“ اتنا سنتے ہی انتہا سے زیادہ بدحواسی سے بولا ”بہت خوب“ اور فوراً اندر جا کے قیمت لا دی۔ یہ ایسا واقعہ تھا کہ سب لوگ دیکھ کے سنائے میں آ گئے۔ بعضوں نے ابو جہل سے پوچھا بھی کہ ”یہ کیا تھا؟“ اُس نے کہا ”کیا بتاؤں کہ کیا تھا؟ محمد کا نام سنتے ہی جیسے میرا دل کانپ گیا۔ اور باہر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اُن کے سر کے برابر ہی ایک ایسے جیب اونٹ کا سر ہے کہ ڈرتا ہوں مجھے کھانا جائے۔“ ایسی حالت میں سوا اس کے اور کیا کر سکتا تھا کہ چپکے سے جا کے دام لا دیے۔

ضارای جزان کے یان لائے ہیں | اسی واقعے کے قریب کا تذکرہ ہے کہ شہرِ بخران سے جو مکے سے سات منزل مین کے راستے پر ہے تقریباً ۲۰ نصرانی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ

عہدِ یزید میں ہشام صفر ۲۰۰ھ ۲۰۱ھ کے ان اہلِ یرکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے اُن مسلمانوں سے آپ کا تذکرہ سنا تھا جنہوں نے مکے سے بھاگ کر ارضِ حبشہ میں پناہ لی تھی۔ مگر یہ ظالمی سلوک حقیقی جو اس لیے کہ بخران کو ارضِ حبشہ یا مدینہ کے رستے سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ دھوکا صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ اس عہدِ پیشتر میں یرکھتہ والوں کا قصہ ہو گیا تھا۔ اصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالباً ان لوگوں نے خود مکے کے تاجروں سے آپ کا تذکرہ سنا ہوگا۔

سُن کے مکے میں آئے۔ اور مسجد حرم میں آپ کی زیارت سے شرفیاب ہوئے
 آپ نے حسب معمول آیات قرآنی سنائیں جن پر اُن کے آنسو جاری ہو گئے۔
 پھر آپ کی ہدایت کے مطابق انھوں نے دین اسلام قبول کیا۔ اور رخصت
 ہو کے چلے تھے کہ ابوہبل نے راستے میں ٹوک کے کہا تم عجیب بے وقوف لوگ
 ہو! لوگوں نے بھیجا کہ محمد کا حال دریافت کرو۔ اور تم صورت دیکھتے ہی ایسے
 دیوانے ہوئے کہ بلا تامل اپنا دین چھوڑ دیا۔ انھوں نے کہا تمہیں اس سے کیا
 تمہیں جو مناسب معلوم ہو تم کرو۔ اور جو بہین مناسب معلوم ہو گا تم کریں گے۔
 مناد نام ایک عامل کے ہیں آنا ہر [بحران والوں کے آنے کے قریب ہی کا ذکر ہر کہ اتفاقاً
 خداوند اہل آزدشنوہ کا ایک شخص مکے میں آیا۔ یہ عامل تھا۔ اور جنوں اور بھوتوں
 کے اتارنے میں بڑا کامل خیال کیا جاتا تھا۔ مکے میں چند بد معاشوں کی زبان
 سے یہ سُن کے کہ آپ پر بھی کوئی جن آیا کرتا ہے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
 اور بولا میں ایک عامل ہوں اور بہتوں کو اچھا کر چکا ہوں۔ اگر آپ کو کوئی
 اس قسم کی شکایت ہو تو بتائیے۔ آپ نے اس کے جواب میں یہ مبارک اور
 الہامی الفاظ فرمائے کہ ”الحمد لله وحده وتسعين من بعدى الله فلا مضل له ومن الضلل
 الله فلا هو دى له واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمد عبده ورسوله
 رب تعالین خدا کے لیے ہیں ہم اُس کی حمد کرتے ہیں۔ اُس سے مدد مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت
 دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت نہیں کر سکتا۔ اور میں گواہی
 دیتا ہوں کہ اُس ایکے اور لا شریک نہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اُس کا بندہ اور پیغمبر ہے۔“
 خداوند نے یہ کلمات حیرت سے سُنے۔ اور کہا ”ذرا پھر تو فرمائیے۔“ آپ نے پھر
 وہ بھی ایمان لاتا ہر [فرمایا۔ مگر ابھی اُس کی سیری نہیں ہوئی تھی۔ تیسری دفعہ
 پھر سنا۔ اور وجد میں آگے بولا میں نے گاہنوں کا جادو گروں کا۔ اور شاعروں کا

غرض سب کا کلام سنا ہو مگر یہ بات کسی میں نہیں پائی۔ اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ بیعت کر کے مسلمان ہوں۔ جب وہ اسلام قبول کر چکا تو آپ نے فرمایا "اپنی قوم میں بھی تبلیغ کرنا۔ اُس نے اس کا اقرار کیا۔ اور زحمت ہو کے چلا گیا۔

ابھی تک ہم نبوت کے دسویں ہی برس کے حالات بیان کر رہے ہیں۔ جو واقعی آپ کے لیے بڑی سخت اور روح فرسا مصیبتوں کا زمانہ تھا۔ آپ اس سال کو "عام الحزن" کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ اس سال ماہ ذی قعدہ کی ابتدا ہی میں مذکورہ بالا محصور ہی سے ابوطالب کی وفات | بجائے پانے کے آٹھ مہینے اور اکیس دن بعد ابوطالب نے کچھ اوپر اسی برس کی عمر پاکے اس دنیا سے فانی کو زحمت کیا۔ اُن کی بیماری کی خبر جیسے ہی مشہور ہوئی۔ اور لوگوں کو خیال ہوا کہ مرض موت میں مبتلا ہیں تو عقبہ بن کفار صلیح کی کوشش کرتے ہیں | ربیعہ ابو جہل بن ہشام۔ امیہ بن خلف۔ اور ابوسفیان بن حرب اور دیگر علماء قریش آکے اُن کے گرد بیٹھے۔ اور کہا "ابوطالب بہرہ ہو کہ اس وقت تم ہمارے اور اپنے بھتیجے کے معاملات کا تصفیہ کر دو" ابوطالب نے اُن کی خواہش کے مطابق آپ کو بلوایا۔ اور کہا "یہ معززین قریش ہیں۔ اور اب آماد ہیں کہ باہم کوئی تصفیہ ہو جائے۔ ان کی شرطوں کا تم لحاظ کرو۔ اور تمھاری شرطوں کا یہ لحاظ کریں" آپ نے فرمایا "میں تو صرف ایک بات چاہتا ہوں۔ باقی ان کی تمام باتوں کے ماننے کو تیار رہیں۔ لیکن امواہل قریش۔ اگر میری اُس ایک بات کو مان لو گے تو سارے عرب کے مالک ہو جاؤ گے۔ اور اہل جمح تمھارے دین کی پیری کریں گے" ابو جہل گویا نہایت صلاحیت پر آگے بولا تم ایک بات کہتے ہو ہر سہم مگر توجہ کو کسی طرح نہیں پسند کرتے | تمھاری دس باتیں ماننے کو تیار ہیں" اُس کو مستعد دیکھ کر آپ نے کہا "تو منہ میرا پس آتا ہی ہو لیکن کہہ دو لا الہ الا اللہ۔ اور اُس

خداوند جل و علا کے سوا جس کسی کو پہنچتے ہو چھوڑ دو۔ آپ کی یہ درخواست سنتے ہی سب بدحواس سے ہو گئے۔ اور جیسے لاجواب ہو کے بولے ”محمدؐ کتنی بڑی غیب کی بات ہے کہ بہت سے خداؤں اور دیوتاؤں کو تم ایک ہی خدا بنائے دیتے ہو!“ اور انھیں میں سے کسی نے کہا ”بس جانے بھی دو۔ یہ کوئی بات زمانیں گے“ اس کے بعد بغیر اس کے کہ کوئی امر قرار پائے سب کے سب اُٹھ کے چلے گئے۔

جب وہ لوگ جا چکے تو ابوطالب نے آنحضرتؐ کی طرف دیکھ کے کہا ”تم نے خود ابوطالب پر تبلیغ اسلام کسی ایسے بہت بڑے یا بعید از عقل امر کی درخواست نہیں کی تھی“ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال گذرا کہ شاید ابوطالب یوں اسلام کو قبول کر لیں۔ اور فرمایا ”چچا۔ اگر انھوں نے نہیں کہا تو آپ ہی اپنی زبان سے قبول کر لیجئے۔ تاکہ میں قیامت کے دن آپ کی شفاعت کرنے کا مجاز در ان کا انکار ہو جاؤں“ ابوطالب نے کہا لوگ کہیں گے کہ موت کے ڈر سے

قبول کر لیا۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں اپنے آباؤ اجداد ہی کے دین پر مردن گا۔ مگر تمام بنی ہاشم کو بھی نصیحت کی کہ ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرنا۔ ان کی بات کو سچ جانتا۔ ان کی پیروی سے تمھیں نجات حاصل ہوگی۔ اور راہ راست پر رہو گے۔“ آنحضرتؐ نے فرمایا ”چچا آپ دوسروں کو تو نصیحت کرتے ہیں اور خود نہیں مانتے“ جواب دیا ”جانتا ہوں کہ تم اپنے دعوے میں سچے ہو مرنے وقت ان کی کلمہ خوانی“ مگر مجھے بھی پسند ہے کہ آباؤ اجداد کے دین پر دم بٹھے۔ لیکن جب روح کے پرواز کرنے کا وقت آیا تو ان کے ہونٹھ ہلے حضرت عباسؓ نے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر آنحضرتؐ کی دوستی کا دم بھرتے تھے بھک کے سنا اور آنحضرتؐ سے کہا ”اب تو یہ وہی کلمہ کہہ رہے ہیں جس کے کہنے کی

آپ نے درخواست کی تھی "آپ نے فرمایا: "مگر میں نے نہیں سنا۔"

ابو طالب کے ایمان میں اختلاف | ابو طالب کے ایمان میں اہل اسلام بہت مختلف ہیں۔ ابن ہشام کے ظاہری بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایمان پر مرسے اور مرتے وقت کلمہ شہادت زبان سے ادا کر دیا۔ علمائے شیعہ بڑے زور کے ساتھ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مسلمان مرسے۔ مگر اہل سنت میں سے قریب قریب کل مورخین و اہل حدیث کی رائے ہے کہ نہیں انھوں نے آخر وقت تک انکار کیا۔ جو آخری جملہ اُن کی زبان سے نکلا وہ یہی تھا کہ میں عبدالمطلب کے مذہب پر ہوں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے مسلمان کرنے کی تیار رہ گئی۔ محدثین کثرت سے ایسی روایتیں پیش کرتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اُن کے دوزخ میں جانے اور اُنکے مسلمان ہونے کے ثبوت | متلا سے عذاب ہونے کو بھی صاف الفاظ میں بیان کر دیا۔

مگر ابو طالب نے اپنے مختلف اشعار میں آپ کی اس قدر اور ایسے الفاظ میں تعریف کی ہے کہ آپ کی رسالت کے مقرومعترف معلوم ہوتے ہیں۔ پھر اس کے بعد جب یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حضرت عباسؓ نے اُنھیں کلمہ پڑھتے سن لیا تو یہیں اُن کے مومن تسلیم کرنے میں کوئی شک نہیں باقی رہتا۔ اُن کے کلمہ پڑھنے کی ایک معتبر شہادت موجود ہونے کے بعد کسی کے انکار کی وقعت نہیں باقی رہتی اس لیے کہ ممکن ہے وہ حضرت عباسؓ کے اور کسی نے اُن کو توحید کا اقرار کرتے دُنا ہو۔ درحقیقت آنحضرتؐ پر بلکہ سارے اسلام پر ابو طالب کے اتنے بڑے حقوق ہیں کہ اُن کا آتش دوزخ میں رہنا شاید کسی مسلمان کو گوارا نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے ہمیں امید ہے کہ خدا نے اُنھیں اُس سے ضرور بچا دیا ہوگا۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس پر دین کے کسی عقیدے کا دار و مدار ہو۔ لہذا اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اس پر زیادہ بحث کی جائے۔ یہ امر کہ حضرت عباسؓ نے اسلام لانے کے

بعد اس واقعے کو کسی کے سامنے نہیں بیان کیا اس سے یہ نہیں ثابت کیا جاسکتا کہ انھوں نے غلط سنا تھا یا بھڑٹ بیان کر دیا۔

باب دہم

نہایت یکسی کی حالت میں تبلیغ کی سخت ترین دشواریاں

چچا کی وفات پر آپ کا صدمہ۔ جناب خدیجہ کی وفات۔ ابوطالب کے بعد آپ کی مظلومی دیکھی۔ کفن رکاز غرض۔ ابولیب حمایت پر آمادہ ہوتا ہوا۔ مگر پھر گڑ گیا اور سخت دشمن ہو۔ آپ کے دوسرے نکاح۔ ان کی ضرورت۔ حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ۔ ام المومنین عایشہ صدیقہ۔ اور ابو بکر کے عذر۔ عذر رخ ہونے پر خود ابو بکر درخواست کرتے ہیں۔ نکاح کے وقت عایشہ صدیقہ کی عمر۔ آپ کے حامی و کفیل ہیں مگر پھر ٹکے طائف تشریف لے جاتے ہیں۔ تبلیغ و ناکامی۔ طائف و انون کی قساوت و سنگدلی۔

شہر مدینہ سے بچنے کے لیے آپ ایک باغ میں پناہ لیتے ہیں۔ ارض نبوی کا عیسائی غلام حداس۔ وہ آپ کے ہاتھ پاؤں چومتا ہے۔ طائف سے واپسی۔ آخر مطمئن بن عدسی کی کفالت سے آپ کے دین داخل ہوتے ہیں۔ سلم کی کفالت کی شان مسلمانوں کی کفالت نہیں قبول کی جاتی تھی۔ آپ قبائل عرب پر اسلام پیش کرتے ہیں۔ بنی کندہ

بنی کلب۔ بنی حنیفہ۔ بنی عامر۔ آپ کی وراثت کا ایک آرزو مند

چچا کی وفات پر آپ کا صدمہ | ابوطالب کے انتقال کا آپ کو بے حد صدمہ ہوا جب حضرت علیؑ نے ان کے مرنے کی خبر دی تو آپ روئے اور فرمایا جاؤ و نہلا کے اور کفن پنچا کے خاک میں دباؤ۔ خدا ان کی مغفرت کرے اور ان پر اپنی رحمت نازل کرے۔ جناب خدیجہ کی وفات | ابوطالب کی وفات کے تیسرے ہی دن ہنوز آپ کو

اس میں بھی بڑا غم تھا کہ ابوطالب کی وفات کے کتنے دنوں بعد (باقی صفحہ آئندہ)

چچا کی دائمی جدائی کا صدر کم نہ ہونے پایا تھا کہ پچیس برس کی رفیق اور عاشق مہربان بی بی حضرت خدیجہؓ نے انتقال کیا۔ وہ جیسے ہی مرض موت میں مبتلا ہوئیں آپ نے اُن کے سامنے جا کے کہا خدیجہؓ تمہیں معلوم ہو کہ خداوند جل و علانے تمہارے ساتھ مجھے اور یویان بھی دی ہیں؟ اور جنت میں قریم بنت عمران حضرت موسیٰؑ کی بہن کلثوم اور فرعون کی بیوی آسیہ کو میرے عقد نکاح میں دیا؟ حضرت خدیجہؓ نے پوچھا: ”وہی؟“ آپ نے فرمایا: ”ہاں“ تب انھوں نے دعادی اور بولیں: ”آپ اپنی بیویوں کے ساتھ پھیلے پھولے۔ ان امور کے اس موقع پر بیان کرنے سے آپ کا یہ منشاء تھا کہ حضرت خدیجہؓ سے آئندہ شادی کرنے کی اجازت حاصل کریں۔ مشیت ایزدی تھی کہ آپ کی متعدد بیویاں ہوں تاکہ اخلاقی امور میں اُن کی تعلیم سے شریعت اسلامیہ کی تکمیل ہو۔ مگر حضرت خدیجہؓ کی زندگی تک آپ نے کوئی اور عقد نہیں کیا تھا۔ اب اُن کے بعد ضرورت تھی کہ یہ منشاء قدرت پورا ہو۔ اسی وجہ سے آپ نے نہایت تہذیب کے ساتھ دوسرے عقدوں کے لیے اُن سے اجازت حاصل کر لی۔

ابوطالب کے بعد آپ کی | آپ ان دو عظیم الشان اور سخت غمون میں مبتلا تھے کہ قریش مظلومی و بیکسی اور مشرکین مکہ نے اور زیادہ تانا شروع کر دیا۔ اس سے پیشتر ابوطالب کا دباؤ تھا۔ ایک طرف تو اُن کے خوف سے کسی کو ستانے کی جرأت ہی کم ہوتی تھی۔ دوسری طرف وہ ہمیشہ آپ کی حفاظت کرتے۔ اور جہاں تک امکان میں (بقیہ صفحہ سابق) حضرت خدیجہؓ نے انتقال کیا۔ لیکن یہ بین توی اور مستند یہی قول ہو کہ اُس نیکو دربرگزیہ خاتون نے ابوطالب کے مرنے کے تیسرے ہی دن دنیا کو رخصت کیا اور شوہر کے دل کو داغ دے گئیں۔

ہوتا آپ کو ہر ضرر سے بچاتے۔ علاوہ برین حضرت خدیجہ تھیں جو اس قدر مہربان تھیں کہ آپ باہر سے چاہے کیسی ہی مصیبت اٹھا کے آئیں اپنی دلچسپ باتوں سے آپ کے دل کو تسلی دے دیتیں۔ اب نہ باہر کوئی بچانے والا تھا اور نہ اندر کوئی تسلی دینے والا۔ آپ کو بے کس قہر تھا دیکھ کے چاروں طرف سے دبانے لگے۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ جب تک ابوطالب زندہ رہے کسی کو اتنی زیادتیان کرنے کا موقع نہ ملتا تھا جتنا کہ بعد میں مل گیا۔ آپ کبھی مین نماز پڑھتے ہوتے اور لوگ بیٹروں کی ادھر بٹیان پھینک پھینک کے آپ کے کپڑے خراب کر دیتے۔ آخر عاجز آ کے آپ نے ایک بڑے پتھر کی آڑ میں نماز پڑھنا شروع کی کہ شاید اس طرح ان کے شر سے بچیں۔ ایک دن کسی بد معاش نے آپ کے سر پر خاک ڈال دی۔ آپ اسی طرح خاک میں نہائے ہوئے گھر میں گئے۔ کسی صاحبزادی نے آپ کا جسم مبارک دھو کے صاف کیا۔ مگر دھوتی جاتی تھیں اور مظلوم باپ کی مصیبت پر روتی جاتی تھیں۔ آپ نے انھیں اس طرح زار و قطار روتے دیکھ کے فرمایا بیٹی رو نہیں۔ خدا تمہارے باپ کو بچائے گا۔

لکھن رکاز خانہ ایک مرتبہ آپ راستے راستے چلے جاتے تھے کہ قریش نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور ہر جانب سے آپ کو کپڑے پکڑ کے کھینچنے لگے اور کہتے جاتے تھے کہ تم نے بہت سے خداؤں کو ایک بنا دیا۔ اس وقت آپ پر مشرکین کی ایسی یورش تھی کہ کسی کو پاس جانے اور بچانے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ مگر ابوبکر صدیق جان پر کھیل کے گھٹتے پلتے ہوئے گئے اور لوگوں کو ڈھکیل ڈھکال کے آپ کو بچایا۔ آخر آپ نے کچھ تو اپنے دلی صدقات اور کچھ ان یورشوں سے

پریشان ہو کے باہر کی آمد و رفت کم کر دیتی۔ اکثر گھڑی مین بیٹھ رہتے۔ اور باہر نکلنے کو بھی نہ چاہتا۔

ابولب حمایت پر آمادہ ہوتا ہے | آپ کی یہ مایوسانہ حالت دیکھ کے آپ کے سب سے بڑے دشمن اور زامہربان چچا ابولب کو بھی ایک دفعہ ترس آگیا۔ اُس نے آپ کے پاس آ کے کہا ”محمدؐ اب تمھیں اختیار ہے جو چاہے کرو۔ جو باتیں ابولب کی زندگی میں کرتے تھے اُسی طرح اب بھی عل میں لاؤ۔ قسم ہر لات و عزمی کی جب تک میں زندہ ہوں کسی کا دست ستم تم تک نہ پہنچ سکے گا“ اتفاقاً ابولب نے آپ سے یہ وعدہ کیا ہی تھا کہ ابن عیطلہ نام ایک شخص نے جو پیغمبر کی باتوں کا تمسخر کیا کرتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ سخت سخت کہا۔ ابولب یہ حال سنتے ہی اُس کے سر پر جا پہنچا۔ اور گستاخی کی پوری سزا دی۔ ابن عیطلہ نے ابولب کو خلاف امید آپ کا حامی دیکھ کے تمام قریش میں مشہور کر دیا کہ ابولب بھی صائبی (مسلمان) ہو گیا۔ اس خبر کو سنتے ہی قریش نے ابولب سے آ کے پوچھا ”کیا تم نے عبد المطلب کا دین چھوڑ دیا؟“ اُس نے کہا ”نہیں ایسا نہیں ہے۔ مگر اب میں نے اپنے بھتیجے کی حمایت اپنے ذمے لی ہے“ اس پر سب نے اُس کی تعریف کی اور کہا ”ہت اچھا کام کیا۔ صلہ رحم یعنی تعلقات قرابت مضبوط کرنے یا حقوق قرابت ادا کرنے سے زیادہ نیک کام کون ہو سکتا ہے؟“ اُس کی توجہ سے آپ کے چند روز آرام سے گزر گئے۔ ابولب کے خون سے کسی کو آپ کے چھڑنے کی جرات نہ ہوتی۔ آخر گرجر بڑا لگا اور سخت دشمن ہو | لوگوں نے اُسے بھکا کے پھر آپ کا دشمن بنایا۔ اور بات یہ ہوئی کہ ابو جہل اور عقبہ بن میطلہ نے ایک دن اس سے آ کے پوچھا ”بھلا تھارے بھتیجے نے یہ بھی بتایا کہ تمھارے والد (عبد المطلب) کھانا ہون گے؟ ہم نے

شنا ہو وہ انھیں بھی دوزخ میں بتاتے ہیں، ابولب نے آ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا بعد المطلب دوزخ میں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا بے شک۔ اور ان پر کیا منحصر ہو جو اُس طریقے اور اُس حالت پر مرے گا اُس کا یہی حشر ہوگا، اتنا سننا تھا کہ ابولب پھر بگڑ گیا اور بولا ”جبکہ تم بعد المطلب کو دوزخ میں بتاتے ہو تو میں ہمیشہ تمہارا دشمن ہی رہوں گا۔ پس اس وقت سے وہ پھر آپ پر سختیاں کرنے لگا۔ اور تمام قریش اُس کے ساتھ ہو گئے اور یکایک ایسا انقلاب ہوا کہ آپ کو بکے میں رہنا دشوار نظر آتا تھا۔

آپ کے دوسرے نکاح | اور اسی عام الحزن یعنی دسویں سال نبوت کے ماہ شوال میں آپ نے سودہ بنت زمعہ اور ابو بکر صدیق کی بیٹی عائشہ صدیقہ سے نکاح کیا۔ ان کی ضرورت | ان نکاحوں پر آپ آمادہ یوں اور اس لیے ہوئے کہ اول تو آپ ضرورت سمجھتے تھے کہ رہبانیت کی زندگی کو عملاً غیر منہن ثابت کریں۔ دوسرے شرفائے عرب میں جو خاندانی کثرت کو موجب عزت خیال کرتے تھے تجرود ایک حد تک میوب سمجھا جاتا تھا۔ لہذا حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ہی سلمان تنویر ہوئے کہ آپ کے لیے کسی نیک بیوی اور ہمدردائیں لنگی کو فراہم کریں۔ اسی خیال سے اور نیز سوا تر صدقات کے باعث آپ کو زیادہ لول و اندوین دیکھ کے عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ بنت حکیم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا ”آپ نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟“ آپ نے فرمایا ”کس سے نکاح کروں؟“ خولہ نے کہا ”اُس کی کیا کمی ہو؟ کنواری لڑکی چاہتے ہوں تو کنواری موجود ہے۔ اور اگر بیوہ عورت پسند ہو تو وہ بھی حاضر ہے“ آپ نے پوچھا ”کون حضرت ام المومنین سودہ بنت زمہ | کون؟“ خولہ نے ایک تو حضرت ابو بکر صدیق کی

بیٹی عائشہ کا نام لیا جو کنواری کیا معنی ابھی بہت ہی کم سن تھیں۔ اور دوسرا سودہ بنت زمعہ کا نام لیا جو ابتدا سے وراثت میں اپنے چچا زاد بھائی اور شوہر سکران بن عمرو کے ساتھ ایمان لائی تھیں۔ دونوں میان بیوی مشرکین مکہ کی عقیدوں سے تنگ آنے کے ارض حبشہ میں چلے گئے تھے۔ سکران نے وہاں پہونچ کے انتقال کیا جس کے بعد جناب سودہ شوہر کی مفارقت کا داغ سینہ لے کے مکہ میں آئیں۔ اور میان اندوگین رہتی تھیں۔

خو کہ نے جب یہ دو نام پیش کیے تو آپ نے ان دونوں کو اپنے عقد ام المومنین عائشہ صدیقہ نکاح میں لانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ سودہ تو بیوہ ہی تھیں اور ابو بکر کے عذر اور بغیر کسی والی وارث کے یکسی کی زندگی بسر کر رہی تھیں فوراً راضی ہو گئیں۔ مگر عائشہ کا معاملہ ان کے مان باب کے ہاتھ میں تھا۔ ابو بکر صدیق نے آپ کی درخواست سن کے یہ قبضہ پیش کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھائی کہہ چکے ہیں۔ اس رشتے سے تو عائشہ ان کی بھتیجی ہوئی نکاح کیونکر ہو سکے گا؟ ان کے اس قبضہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں رفع کیا کہ اس قسم کے زبانی تعلقات اخوت سے رشتہ نہیں قائم ہوتا۔ اور نہ ایسے زبانی رشتوں کا اثر احکام شرعی پر اثر ہے۔ اب ابو بکر کو اطمینان ہو گیا تھا مگر انھیں ایک اور بات یاد آئی۔ وہ یہ کہ عائشہ کی نسبت مسلم بن عداہی کے بیٹے کے ساتھ ٹھہر چکی تھی۔ اور ابو بکر ان سے وعدہ کر چکے تھے یہ عذر پیش کرتے وقت حضرت عائشہ کی والدہ ام رومان نے یہ الفاظ بھی زبان سے نکالے کہ ابو بکر نے آج تک کبھی بد عہدی اور خلاف وعدگی نہیں کی ہے مگر یہ ایسی بات تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاموش ہو جانا پڑا۔ مگر معلوم ہوتا ہے اس مبارک تعلق سے محروم رہ جانے کا خود ابو بکر کو بڑا صدمہ تھا مگر ان کو منظور تھا کہ عائشہ

آپ کی سب سے زیادہ عزیز بیوی اور سارے مسلمانوں کی مقدس و واجباً تعظیم
 مان نہیں آنحضرت کی خدمت میں یہ غدر پیش کر نیکے بعد جب وہ مطعم بن عدی سے ملے تو
 ان کی بیوی ام لہثی نے کہا "ابن ابی قحافہ اگر تمہاری لڑکی کا نکاح اُنکے (مطعم کے)
 پیٹے سے ہو گیا تو تم انہیں بھی صابئی بنا لو گے" ابو بکرؓ نے مطعم سے پوچھا کیا تم بھی یہ کہتے ہو
 "وہ بولا ہاں یہ کہتی ہی ہیں" اتنا سنتے ہی ابو بکرؓ کو اطمینان ہو گیا۔ دل میں کہا کہ یہ جو بی
 عذر رفع ہونے پر خود ابو بکرؓ نسبت چھڑاتے ہیں تو مجھے کون الزام دے سکے گا۔ فوراً اُن سے
 درخواست کرتے ہیں نسبت چھڑا لی اور آنحضرت صلم کی خدمت میں خود ہی درخواست

پیش کر کے عائشہؓ کو آپ کے عقد میں دے دیا۔ ابو بکرؓ کے دوسرے عذر کا یہ نہایت معقول جواب
 ہو سکتا تھا کہ مومنہ لڑکی مشرک کے عقد میں نہیں دی جاسکتی۔ جو مسئلہ کہ چند روز بعد وحی
 ربانی کے ذریعے سے آپ کو بتایا گیا مگر اس وقت تک چونکہ یہ مسئلہ خدا نے نہیں منظور کیا تھا لہذا
 آپؐ نے بھی اپنے ذاتی فائدے کے لیے اسے نہیں پیش کیا جس سے زیادہ ثبوت آپ کی
 نیک نفسی اور پاکبازی کا کیا ہو سکتا ہے؟

مکح کے وقت عائشہؓ صدیقہ کی عمر جناب عائشہؓ کی عمر اور تاریخ نکاح و رخصت میں عجب عجیبان
 پڑ گئی ہیں۔ یہ عام روایت قریب قریب ہر مؤرخ کی زبان پر ہے کہ نکاح کے وقت آپ چھ
 سات برس کی اور رخصت کے وقت نو دس برس کی تھیں۔ لیکن یہ امور جس زمانے میں واقع
 ہوئے ہیں۔ اُسکے حساب سے دیکھا جائے تو بہت فرق پڑتا ہے۔ اگر اُس مسلم روایت ہے کہ ہجرت
 تین سال پہلے آپ کا عقد ہوا۔ اور یہ بھی غالب روایت ہے کہ اُس وقت آپ سات برس کی تھیں
 اب اس کے بعد رخصت کا زمانہ یہ بتایا جاتا ہے کہ بعض کہتے ہیں ہجرت کے ایک سال بعد اور بعض کہتے ہیں
 دو سال بعد۔ ان روایتوں کا اگر اعتبار کیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ گیارہ
 یا بارہ برس کی عمر میں رخصت ہوئیں۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

آپ بے گناہ و مکمل ہیں | ابوطالب کی وفات اور ابولہب کے دوبارہ دشمن ہو جانے کے بعد آپ اس قدر رستائے جانے لگے کہ اب مکے کی سکونت قریب قریب غیر ممکن نظر آتی تھی نہ کوئی تسلی و دلہری کرنے والا باقی رہا تھا اور نہ کوئی زبردست حامی اور ہمدون کے دست سے بچانے والا عرب میں کسی کی جان کے بچنے کا اطمینان صرف اسی طریقے سے ہو سکتا تھا کہ یا تو اس کا قبیلہ اتنا زبردست ہو کہ اس کے خون کا انتقام لے سکے۔ یا کوئی شجاع اور صاحب اثر شخص اس کا کفیل ہو جائے۔ ابوطالب کے مرتے ہی بنی ہاشم کی قوت ٹوٹ گئی تھی اور اس خاندان میں اب سب سے بڑا شخص ابولہب تھا جو خود ہی بلکہ اوروں سے زیادہ آپ کے خون کا پیاسا تھا۔ ایسی حالت میں آپ کو ضرورت ہوئی کہ کسی نامی گرامی سردار عرب کو اپنا کفیل بنا کے تبلیغ دین کے لیے آزادی حاصل کریں۔ مگر ایسا کوئی شخص نہ ملتا تھا جب تک اس کے والدین اس امر میں مایوسی ہو گئی تو آپ کے لیے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور ارادہ کیا کہ طائف میں جا کے توحید کی آواز بھی بلند کریں اور کسی ایسے کو اپنا کفیل بنانے کی بھی کوشش کریں۔

کہ چچو کے مخالف تشریف لے جاتے ہیں | شہر طائف قبیلہ ثقیف والوں سے آباد تھا۔ اور ان دنوں اس قبیلے کے سردار تین شخص عبد اللیل، مسعود اور حنیفہ تھے۔ جو بھائی بھائی اور سردار قوم عمرو بن عقیل کے بیٹے تھے۔ اس درخیز شہر میں پہنچتے ہی آپ نے تینوں بھائیوں کے۔ دین تبلیغ و انکامی | اسلام کی تبلیغ کی ماہ آخر میں یہ بھی خواہش کی کہ آپ میں سے کوئی مجھے اپنی کفالت میں لے لے۔ اس کے جواب میں تینوں بھائیوں نے نہایت ہی بے رحمی و کج ادائیگی ظاہر کی۔ ایک بولا "تین مخالف کعبہ کو نوچوں اگر تم پیغمبر ہو" (یعنی تم ہر گز سچے پیغمبر نہیں) دوسرا بولا "اللہ کو پیغمبر بنانے کے لیے تمھارے سوا اور کوئی نہ ملا"۔ تیسرے نے گویا زیادہ مسامت و تہذیب کو کام میں لا کے جواب دیا "اگر آپ واقعی رسول اللہ ہیں تو آپ سے ہم کلام ہونا بھی اتنی بڑی بے ادبی ہے کہ اللہ سے خالی نہیں۔ اور اگر آپ بنے ہوئے پیغمبر ہیں تو مجھے آپ کی بات کا جواب ہی نہ دینا چاہیے۔"

عہد قرآن ہشام کی ظاہر رہا یہ کہ یہ مسلم ہوتا ہے کہ طائف آپ نہ تشریف لے گئے تھے مگر دیگر اہل مدینہ کہتے ہیں کہ یہ بنی حارثہ کے امراء کا یہ ہے۔

یہ ایسی باتیں تھیں کہ آپ نے دل شکستہ ہو کے کہا اچھا جانے دو مگر اور کسی اسکا تذکرہ کرنا۔
 طائف والوں کی قسادت و سنگدلی پھر اٹھ کے واپس روانہ ہوئے۔ مگر ان سنگدل اور غلامانہ
 رئیس زادوں نے بجائے اس کے کہ آپ کی خواہش کے موافق سکوت اختیار کریں طائف کے
 پیر حافون اور اپنے شریر غلاموں کو ابھار دیا جو شور مچاتے گالیان دیتے اور ڈھیلے مارتے ہوئے
 آپ کے پیچھے ہوتے۔ ان بازاری اور عام لوگوں نے اتنے ڈھیلے مارے کہ آپ کے پاؤں خون
 جاری ہو گیا۔ اور جتنے خون سے تر ہو گئے۔ جب پھر پاؤں میں لگتا آپ درد کی شدت زمین پر
 بیٹھ جاتے۔ آپ کو بٹھا دیکر کے لوگ فوراً دونوں شانے پر ٹکے آپ کو کھڑا کر دیتے اور پھر ڈھیلے
 مارنے لگتے۔ اس جہانی درد و الم کے ساتھ یہ روحانی تکلیف بھی آپ کو پہنچ رہی تھی کہ اس مصیبت
 چاروں طرف سے قفسے اترتے اور کوئی نہ تھا جسے ذرا ترس بھی آتا ہو آخر ان لوگوں نے پچھنے کے لیے آپ کے
 قریب کے ایک باغ میں پناہ لی جس کے گرد احاطہ کھنچا ہوا تھا۔ آپ نے باغ کے اندر جانے دیکھا تو انگوٹھی
 ابلین پھیلی ہوئی تھیں۔ انکا سایہ بھلا معلوم ہوا اور آپ کی ناک گور کے سایے میں جا کے بیٹھ
 لگے کہ خوارم نے لین بیان بیچے کے حضرت باری کی درگاہ میں دعا کرنا شروع کی کہ خداوند انجھ پر
 رحم کر۔ اور ان مصیبتوں کی فریاد تیری ہی درگاہ میں جو دعا فرما ہے تھے کہ رب تعالیٰ ایک ایسے طائف کے
 بیٹوں قبیلہ اوتیبہ کی نظر پڑ گئی جو اس باغ کے مالک تھے۔ اور اپنے باغ کے مکان میں بیٹھے سیر
 کر رہے تھے۔ انھیں آپ کی بیکسی پڑیں آ گیا۔ فوراً ایک تشری میں چھوڑے سے انگوٹھ لکے اپنے ایک
 ارض نبوی کا عیسائی غلام عداس | عیسائی غلام عداس کو دئے کہ جا یہ اس مصیبت زدہ شخص کو لیا کہ
 کھلائے۔ عداس نے وہ تشری لے کے آپ کے سامنے رکھی اور کھانے کو کہا تو آپ نے بسم اللہ کر کے
 ہاتھ بڑھایا بسم اللہ کے الفاظ سن کے عداس چونکا۔ آپ کی صورت دیکھی اور پوچھا اس زمین
 میں تو یہ الفاظ کسی کی زبان سے نہیں سنے جاتے۔ آپ نے پوچھا اور تم کس ملک کے بننے والے ہو؟
 اور کس دین کے پابند ہو؟ عداس نے کہا ایک نصرانی شخص ہوں اور ارض نبوی یا وطن ہے آپ نے شہر
 نینوی کا نام سن کے فرمایا نینوی، اسی جگہ ناک سے مروینک یونس بن متی پیدا ہوئے تھے یہ جو

سُن کے عداس سر باحیرت بن بولا خود نبویؐ میں بھی مجھے ایسے آدمی نہیں ملے جو لوٹس بن سہی
کو جانتے ہوں۔ آپ کو باوجود آدمی اور پہلے پڑھے کھے ہوئی کے اُکھا حال کہاں معلوم ہو گیا؟ آپ نے
وہ آپ کے ہاتھ پاؤں چرتا ہے۔ جواب دیا وہ میرے بھائی تھے۔ اس لیے کہ وہ بھی پیغمبر تھے اور خدا نے
مجھے بھی پیغمبر بنایا ہے۔ اتنا سنتے ہی عداس ایسا گر وہ ہوا کہ جھک جھک کے آپ کے سر ہاتھوں اور
پاؤں کو چومنے لگا۔ اس حالت میں پاک کے عقبہ اور شیبہ نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی اور
بولے اس شخص نے تو ہمارے غلام ہی کو غارت کر دیا۔ پھر جب عداس واپس گیا تو پوچھنے لگے یہ کیا
تھا کہ تو اس اجنبی شخص کے ہاتھ پاؤں چوم رہا تھا؟ اُسے کہا حضور اس شخص نے مجھے وہ بات
بتا دی جو سوا پیغمبر کے اور کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی۔ غلام کے اس جواب پر آقاؐ بولے مگر یہ خوب
سمجھ لے کہ تیرا دین اُس کے دین سے اچھا ہے۔ کہیں اپنے مذہب نہ پھر جانا۔

بسمت

عائتہ واپس چرکے دسویں سال فوال کے آخر میں آپ طائف تشریف لے گئے تھے مگر
وہاں والے خلاف یہ کچھ ایسی برسلوکی سے پیش آئے کہ چند ہی روز بعد واپس آئے۔ مگر ابھی تک
کفالت کا کوئی انتظام نہیں ہوا تھا اور پیغمبرؐ کے مین داخل ہونا جائز تھا دھونا تھا منجور
راستے میں غلہ نام ایک مقام میں ٹھہر گئے جہاں قرآنی میاں کے مطابق چند جنوں نے آپ کی قرأت سنی
ایمان لائے۔ اور اور جنوں کو بھی دین اسلام میں شامل کرنے لگے غلہ میں چند روز قیام کر کے
آپ کے کانچ کیا۔ وہاں پہونچ کے باہری کوہ حرا پر ٹھہر گئے۔ اور کوشش فرمانے لگے
کہ کسی کو اپنا کفیل و حامی بنالیں تو سواد وطن میں داخل ہوں۔ اتفاقاً یہاں آپ کو
جملہ مدبرن اریقہ مل گئے جنھیں آپ نے احنس بن ثریق کے پاس بھیجا اور کفالت کی درخواست
کی۔ احنس اس وقت مکہ یاں نہیں لائے تھے۔ جواب دین کہلا بھیجا تین اہل مکہ کا
حلیف بنوں۔ اور حلیف کو کفالت کا حق نہیں ہوتا۔ ناچار آپ نے سہیل بن عمروؓ کی طرف رجوع
کیا۔ انھوں نے یہ عذر پیش کیا کہ میں نبی عامر سے ہوں۔ اور نبی عامر بنی کعب (یعنی آپ کے

اقبیلہ والوں کے خلاف کسی کو اپنی پناہ دین نہیں لے سکتے۔ اور سے بھی ایسی ہی
آخر مطعم بن عدی کی کفالت آپ کے پاس پیام بھیجا۔ مطعم اگرچہ کافروں
آپ کے مین داخل تھے مین تھے مگر آپ کے ساتھ تھوڑی بہت ہمدردی ضرور رکھتے تھے

جن لوگوں نے آپ سے ملنا جلنا چھوڑنے کے متعلق قریش کا معاہدہ توڑا تھا ان میں ایک
یہ بھی تھے۔ انھوں نے پہنچا بھی ہمدردی کی تھی اور اس موقع پر بھی کام آئے۔ فوراً کھلا بھیجا
کہ آپ بلاتال کے مین داخل ہو جیسے مین کفالت کو حاضر ہوئے۔ الغرض اس طرح ہجرت کے
دسویں سال قریبی قعدہ کی ۲۳ تاریخ آپ کے مین داخل ہوئے۔

مطعم کی کفالت کی شان [اُس روز آپ مطعم ہی کے گھر مین رہے۔ دوسرے دن مطعم نے اور ان کے
چند اور عزیزوں نے ہتھیار لگائے۔ اور گھر سے باہر نکلتے ہی مطعم نے پکار کے کہہ دیا اور اہل
قریش مین نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی پناہ دین لیا۔ ہجر دار کوئی اُغصین نہ ستانے۔
اس طریقے سے اپنی کفالت کا اعلان کر کے آپ کو بلوا بھیجا۔ اور جب آپ تشریف لے
گئے تو وہ آپ کو خانہ کعبہ مین لے گئے۔ جہان آپ نے طواف کیا۔ امہ جل شانہ کی نماز ادا کی
اور وہ سب سی طرح ہتھیار بند چاروں طرف سے گھرے کھڑے رہے۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ
ابوسفیان بن حرب آگئے۔ یہاں یہ رنگ دیکھا تو مطعم پر ہجرت کی ایک نظر ڈال کے پوچھا
پناہ دی ہو یا اطاعت قبول کر لی ہو؟ مطعم نے کہا نہیں پناہ دی ہو یہ سن کے ابوسفیان
نے گویا کمال اطمینان سے کہا تو تمھاری کفالت نہیں توڑی جاسکتی۔

مسلمانوں کی کفالت نہیں توڑی جاتی تھی [اس سے پتہ چلتا ہو کہ جو لوگ آپ پر ایمان لا چکے تھے
ان کی کفالت کا اعتبار نہیں کیا جاتا تھا۔ اور یہی سبب تھا کہ سید الشہداء و عمرہ۔ اور کرم
عمر فاروق۔ اور عثمان بن عفان وغیرہ باوجودیکہ جاہلیت مین بڑے صاحب ثروت لوگ تھے
اور حیثیت رکھتے تھے کہ جسے چاہتے اپنی کفالت مین لے لیتے۔ مگر اسلام لانے کے بعد ایسے

بے دست و پا ہو گئے تھے کہ دوسروں کی کفالت کرنا دیکھ کر خود اپنے لیے کفیل ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ اور مجبور ہوتے جاتے تھے کہ بجائے آپ کا ساتھ دینے کے مکہ چھوڑ کے کسی طرف نکل جائیں اور خود اپنی جان بچانے کی تدبیر کریں۔

مطمع بن حدادی کی کفالت حاصل کرنے کے بعد آپ کو پھر موقع ملا کہ تبلیغ دین میں آزاد سی و سرگرمی دکھائیں۔ اگرچہ کفالت آپ کو توہین آمیز کلمات، کفار کی مزاحمتوں اور شرکین کی ایذا رسائیوں سے نہیں بچا سکتی تھی مگر ہاں اتنا اطمینان البتہ ہو گیا تھا کہ قومی خونریزی کے خوف سے کوئی جان نہ لے گا۔ اور صرف اتنی ہی امید پر سو سمجھ کے آتے ہی آپ ہر گروہ اور ہر قبیلہ کے سامنے جا کے اپنے آپ کو پیش کرتے اور چلا چلا کے اور جوش و خروش سے آپ قبائل عرب پر اسلام پیش کرتے ہیں | پکارتے توحید اختیار کرو۔ اور شرک سے بچو مگر افسوس بہت

کم تھے جو سننے کی بھی زحمت گوارا کرتے ہوں۔ ان اوقات میں اکثر ابولہب ساتھ ساتھ رہتا اور جسے آپ توحید کی طرف بلا تے اُسے بھکا تا کہ خبردار اٹھا کنا نہ ماننا۔ لیکن آپ نے کبھی اسکی بھی پروا نہ کی اور اپنا فرض تبلیغ اُسی مستعدی و جوش سے ادا کرتے رہے کہتے ہیں کہ عرب کا کوئی بنی کنہ | قبیلہ نہ تھا جس کے سامنے آپ نہ گئے ہوں اور اپنا فرض رسالت نہ ادا کر دیا ہو بنی کنہ

میں گئے۔ اور دین کی طرف بلایا۔ مگر صاف الفاظ میں جواب انکاری ملا۔ بنی کلب کے بنی کلب | خیون میں تشریف لے گئے مگر حق کی آواز پر ان میں سے بھی کسی کا دل نہ پسجا۔

بنی ضیفہ | بنی ضیفہ میں جا کے توحید کی آواز بلند کی لیکن افسوس کہ انھوں نے سب سے زیادہ تمرد ظاہر کیا۔ بنی عامر میں جا کے دین الہی کی برکتیں بیان کیں۔ مگر انکے دل

بنی عامر | بھی دیگر قبائل عرب سے کچھ کم سنگدل نہ ثابت ہوئے۔ بلکہ ان میں سے پیچہ نام ایک شخص آپ کی وضع و حالت دیکھ کے اپنے ہم قوموں سے کہنے لگا اگر اس

قریشی نوجوان کو اپنے ساتھ لے لوں تو وہ اکی قسم سالے عرب کو ہضم کر جاؤں | یعنی پوسے جزیرہ ناکو اپنا تابع فرمان بنالوں۔ پھر آپ کی طرف متوجہ ہو کے بولا اچھا اگر ہم

تھالے ہاتھ پر بیعت کریں۔ تمہارا دین مان لین۔ اور پھر یہ تمہارا مذہب غالب
 آپ کی وراثت کا ایک آرزو مند آجائے تو وعدہ کرتے ہو کہ اپنے بعد میں اپنا وارث بناؤ گے؟
 آپ نے فرمایا اس بلے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ یہ تو خدا کے اختیار میں ہے۔ یہ سُن کے
 اُس نے کہا۔ خوب۔ عربوں کے مقابلے میں اپنا سینہ سپر تو ہم کریں۔ اور جب کامیابی کا
 وقت آئے تو حکومت دوسروں کے ہاتھ میں جائے جاؤ۔ ہمیں اس دین کی ضرورت نہیں
 ہے۔ الغرض اس ساری دوڑ دھوپ اور محنت و مشقت کا نتیجہ ناکامی ہی ناکامی ثابت ہوا۔
 یہ کسی نے آپ کی بات مانی اور نہ کوئی آپ کی مدد پر آمادہ ہوا۔ بلکہ جس کے پاس گئے بہت
 بُری طرح پیش آیا۔ اور اُنے ذلیل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اکثر قبائل سے آپ کو یہی
 جواب ملتا کہ تمہیں تمہاری قوم سے زیادہ کون جان سکتا ہے؟

باب یازدہم

عقبہ اولی و عقبہ ثانیہ

وہی دُشمن اور وہی چش تیلیغ جو یہ دین صامت کا ایمان لانا جو شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آفرین
 یو دیو کی دھکی آہل شریعت پر آپ کا پہلا اثر۔ آپ کا ایمان لانا جس نے میں آپ قبائل کو توحید کی طرف بلانے اُس دین
 اختلاف۔ حجاج عقبہ اولی۔ اُنکی بیعت۔ اہل شریعت کے ساتھ معلم دین مصعب بن عمیر نے میں۔ ایک مہنی
 بڑا آپ ہی کے پاس لگے۔ یہ دین تیلیغ اسلام۔ اُسید بن حضریان لائے میں۔ بعد میں سادھی ایمان لائے میں
 اُن دونوں کے ارشے دو بہت بڑے ناخاندانوں کا اسلام لانا۔ جی خیرج کا کوئی مگر مسلمانوں کے خالی نہیں۔ قریشیت
 یوم بعد کا تقرر جہالت میں جسے کا کچھ اور نام تھا تہراہل مدینہ کے میں۔ ہزار بن عمرو۔ وہ کعبہ چھو کے بیت المقدس
 کی طرف نماز میں پڑھتے کتبہ در برابر رسالت میں۔ کچھ ہی کی طرف نماز پڑھتے پر آپ کا فیصلہ عقبہ ثانیہ اُن کی یہ
 شمار۔ آپ کا تشریف لانا حضرت عباس کی تقریر خود آپ کے کلمات ہدایت۔ جیت اہل مدینہ آپ سے جی اقرار لیتے ہیں

یہ تباہ و دہشت اور دنیوی و دنیوی زندگیوں پر حاوی تھامت کی شان۔ بارہ نقیصوں کا انتخاب۔ ان کے فضائل
تشریف لے کر جو کچھ بکھر گیا شرب کی لامعلی کام آئی۔ سب سے عبادہ پر قریش کا ظلم۔ بیت المقدس اور بیت المقدس کا فرق
اہل مدینہ کا جوش و خروش۔ معاذ بن عمرو۔ ان کے والد کا چھوٹا بہن۔ اُس بیت کے ساتھ معاذ کا بڑاؤ۔
ان کے والد عمرو بن جموح اسلام قبول کرتے ہیں۔

وہی شخص اور وہی جوش تبلیغ مگر باوجود ان تمام مزاحمتوں کے آپ ہی کی پیمبرانہ اور نہ تھکنے والی
ہمت تھی جس نے اُسی جوش سے آپ کو تبلیغ پر آمادہ رکھا۔ اور آخر تک یہ حالت تھی کہ جہاں آپ
کسی سردار قوم یا معزز شخص کے آنے کا حال سنتے بے تکلف اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور سانس
بھا کے تمام حجت کر دیتے۔ اتفاقاً سوید بن صامت نام مدینہ کے ایک بڑے رئیس ج کونے کو
سوید بن صامت کا ایوان لانا آئے۔ آپ خبر سنتے ہی حسب معمول تشریف لے گئے اسلام پیش کیا

اور قرآن کا ذکر فرمایا۔ سوید نے کہا غالباً تمہارے پاس کوئی ویسی ہی چیز ہوگی جیسی کہ میرے
پاس ہے؟ آپ نے دریافت فرمایا تمہارے پاس کیا ہے؟ سوید نے فخر و مباہات کے ساتھ کہا
”نعمان کی حکمتیں“ آپ نے فرمایا اچھا مجھے سناؤ تو۔ دیکھوں کیسی ہیں۔ سوید نے آپ کی خواہش کے
موافق جب وہ نصیحتیں سنیں تو آپ نے تعریف کی۔ اور فرمایا بیشک یہ اچھی نصیحتیں ہیں۔ مگر یہ پس
جو کچھ ہر داس سے افضل اعلیٰ ہے۔ اور خداوند جل و علا کا کلام ہے۔ بلکہ اسے کلام نہ کہنا چاہئے اس لیے
کہ سرسراہٹ و نور ہے پھر چند آیات قرآنی پڑھ کے سنا بھی ہیں۔ سوید نے انکو بہت پسند کیا۔ متاثر ہو
اور آپ کے دعوے نبوت کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ دین آبی کا شوق دل میں لیے ہوئے
میںے واپس گئے۔ شاید دوسرے سال آپ کی زیارت شریف ہو کے ایان لائے۔ مگر اسکی موت
انہیں آنے پانی تھی کہ قابل اوس تجربہ مین لڑائی ہوئی اور وہ اپنی قوم کی رفاقت میں نبی
خود ہج کے ہاتھ سے مارے گئے۔

خوش نصیب! رضی اللہ عنہ! شرب جس شہر سے سوید آئے تھے یہ خوش نصیبی ہی کی قسمت میں تھی کہ آنحضرت صلوات
مركز نبوت اور بعد کی اسلامی خلافت راشدہ کا مستقر و دار السلطنت قرار پا جائے۔ جب کہ ابتدائی

ظہور یہ تھا کہ وہ ان کا جو سب پہلا شخص ملا اگر آپ پر ایمان نہیں لایا تو آپ سے دشمنی و
اوس و خزرج | مخالفت بھی نہیں کی۔ یثرب کے قبائل آوس و خزرج کا سال ہم
کتاب ”عرب قبل از اسلام“ میں بیان کیجے ہیں اور وہیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ ان کے قرب و
جوار میں کثرت سے یہودی آباد تھے۔ جو بہت قدیم زمانے سے یہاں آ کے
سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اور جن سے آوس و خزرج سے پرانی رقابت
چلی آتی تھی۔ آوس و خزرج والوں کا مذہب عموماً بت پرستی تھا۔ یہودی
ان کے مذہب کو ذلیل سمجھتے تھے اور باوجود اپنے قومی ضعف کے تعصب
و عناد سے پیش آتے تھے۔ ان کے انھیں معمولی تعصبات کا ایک نمونہ یہ
بھی تھا کہ اپنی کتابوں اور قدیم پیشین گوئیوں سے مدد لے کے بت پرست
انھیں یہودیوں کی دھکی | شرفاے آوس و خزرج کو دھکی دی کہ ان دنوں ایک
پنمبر ہموٹ ہونے والا ہے۔ ہم فوراً اس کی پیروی اختیار کر لیں گے اور اسے
ساتھ لے کے تمہارا قلع و قمع کر دیں گے۔ یہودی اس پیشین گوئی کی آوس و
خزرج میں شہرت ہوئی۔ اور سب اس فکر میں تھے کہ اگر یہود کا کہنا سچ ہو گیا
تو ہم کیا کریں گے۔؟

اہل یثرب پر آپ کا پہلا اثر | اب گیارھواں سال نبوت تھا۔ اور آپ اپنی عادت
کے موافق قبائل عرب کے مجموعہ میں جا جا کے دین اسلام کو پیش کرتے
پھرتے تھے کہ اتفاقاً مقام عقبہ میں اُس مقام سے متصل ہی جہان حاجی لوگ
رہی جا رہا کرتے ہیں اور جہان ایک مسجد بنی ہوئی ہے جو اسی واسطے کی یادگار
میں مسجد بیعت کلماتی ہے آپ کو چھ آدمی ملے۔

۵۰ میر قاری شام صفحہ ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰ تاریخ الخلفاء جلد ۱ صفحہ ۳۲۵۔

۵۱ السیرۃ النبویہ مصنفہ سید احمد دحلان بہ حاشیہ السیرۃ الخلیفہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۲

اُن لوگوں کی صورت دیکھ کے آپ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ انھوں نے کہا ہم بنی خزرج میں سے ہیں۔ اور ارض شریب سے آتے ہیں۔ اُن کو متوجہ پا کے آپ نے فرمایا اچھا یہاں آئے ہو تو بیٹھ کے میری دو باتیں بھی سن لو۔ وہ بے تکلف بیٹھ گئے۔ اور آپ نے قرآن کی آیات بینات سنا کے انھیں دین اسلام کی طرف بلایا۔ کلام ربانی سنتے ہی اُن لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کے کہا کہیں یہ وہی پیغمبر تو نہیں جن کے بھروسے پر یہودیہن ہلکی دیا کرتے ہیں؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن سے پہلے ہم ہی ایمان لا کے ان کو اپنا دوست بنالین۔ یہ بات سب کے دل میں جم گئی۔ فوراً ایمان لے آئے۔ اور آپ کی نبوت تسلیم کر لی۔ پھر وعدہ کیا کہ ہم اپنی قوم کو بھی اس دین کی طرف بلائیں گے۔ اس کے بعد کہا ہماری قوم میں جھگڑا پڑا ہوا ہے۔ اگر آپ کی اُن کا ایمان لانا برکت سے اُن میں اتفاق ہو گیا اور دونوں گروہ آپ کی تائید پر آمادہ ہو گئے تو آپ کو اپنے اغراض نبوت میں پوری کامیابی ہوگی۔ یہ وعدہ کر کے وہ لوگ اپنے وطن کو واپس گئے۔ اور آپ کا حال بیان کر کے ساری قوم کو اس قدر مشتاق بنا دیا کہ آؤس و خزرج کا کوئی گھر نہ تھا جس میں آپ کا تذکرہ نہ ہو رہا ہو۔ یہی صحبتین جن میں اہل شریب آپ سے ملے اور ایمان لائے مورخین اسلام کی اصطلاح میں عقبہ کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔ اور بعض نے اس مذکورہ صحبت کو عقبہ اولیٰ کہہ دیا ہے۔ حالانکہ دراصل عقبہ اولیٰ اُس صحبت کا نام ہے جو اس کے بعد دوسرے سال واقع ہوئی تھی۔

۷۷۷ آؤس و خزرج میں کتھے ہیں ایک سو بیس برس سے نزاع چلی آتی تھی۔ اور بڑی بڑی خونریزی ہو چکی تھیں۔ آپ ہی کی برکت سے اُن میں صلح ہوئی۔ اور وہ پُرانا جھگڑا موقوف ہوا۔

۷۷۷ سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۲۸۶ و ۲۸۷ ۷۷۷ السیرۃ الجلیلیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰

اس امر میں بھی بڑا اختلاف ہے کہ آپ کس مہینے میں قبائل عرب جس زمانے میں آپ قبائل کو توحید کی طرف بلائے اس میں اختلاف کرتے تھے اور اکثر محققین کہتے ہیں کہ یہ

واقعات ہر سال رجب کے مہینے میں پیش آتے تھے۔ مگر یہ بالکل خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے۔ رجب اگرچہ جاہلیت کے محترم مہینوں میں شمار کیا جاتا تھا مگر قبائل عرب سے ملنے کا موقع سوا ذی الحجہ کے اور کسی مہینے میں نہیں مل سکتا تھا۔ اس لیے کہ مکہ میں عام قبیلوں کا مجمع صرف حج کی غرض سے ہوا کرتا تھا اور حج کی مذہبی رسم ذی الحجہ ہی کے مہینے میں ادا ہوتی تھی۔ ہمارے خیال میں یہ تمام واقعات لازمی طور پر ہر سال کے خاتمے پر اور ذی الحجہ ہی کے مہینے میں واقع ہوئے ہوں گے۔

دوسرے سال یعنی ^{۱۱}۱۱ھ کے بارہویں برس رجب کے مہینے میں آپ کو مسراج ^{۱۱}سراج ہوئی۔ پہلے حضرت جبریل براق پر سوار کر کے آپ کو مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس میں لے گئے۔ جہاں آپ نے تمام پیغمبروں کی ماست کی۔ اور نماز پڑھائی۔ پھر وہاں سے آپ کو آسمانوں اور جنت و دوزخ کی سیر کرائی گئی۔ اور وہ مرتبہ نصیب ہوا جو قرآن میں ”ذنی فذلّی“ و قلاب تو سین اودانی کے بارک الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ مسراج کے بارے میں بڑا اختلاف ہے کہ روحانی تھی یا جسمانی۔ یعنی آپ کا جسم بھی گیا تھا یا فقط روح کو یہ سیر لاہوتی نصیب ہوئی تھی۔ خود صحابہ میں سے متعدد صاحب اثر لوگ اور جناب عائشہ صدیقہ تک مسراج کے روحانی ہونے کے قائل ہیں۔ مگر تمام علماء متاخرین کا مسراج کے جسمانی ہونے پر اتفاق ہے۔

وہ اُم المؤمنین عایشہؓ اور دیگر صحابہؓ کے بیان کا یہ جواب دیتے ہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سی معراجیں ہوئیں جن میں سے ایک جہانی تھی اور
سب روحانی۔ لہذا حضرت عایشہؓ اور دیگر صحابیؓ جو معراج کو صرف روحانی بتاتے
ہیں ان کا بیان بھی صحیح ہے اس لیے کہ ایک نہیں بہت سی روحانی معراجیں ہوئی
تھیں۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ جواب ایک تاویل سے زیادہ وقت نہیں رکھتا۔
عقبہ اولیٰ | اسی بارھویں سال نبوت کے آخر میں پھر قبائل عرب حسب معمول کے میں
جمع ہوئے۔ اس مرتبہ ارض شرب کے بارہ آدمی خاص آپ کی زیارت سے
شریاب ہونے کے لیے آئے جن میں پانچ یا پھر تو وہی تھے جو گذشتہ سال
ایمان لاچکے تھے۔ اور باقی اور لوگ تھے۔ دس آدمی تو قبیلہ خزرج کے تھے
اور دو قبیلہ اوس کے۔ یہ لوگ خاص اسی مقام عقبہ میں آپ سے ملے اسلام
اُس کی بیعت لائے۔ اور آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کے اقرار کیا کہ ہم کسی
شخص یا کسی چیز کو خدا کی خدائی میں نہ شریک کریں گے۔ چوری اور زنا کاری سے
باز رہیں گے۔ لڑکیوں کی جانین نہ لیں گے۔ کسی پر ہتان نہ لگائیں گے۔ اور
احکام الہی سے کبھی کسی امر میں سرتابی نہ کریں گے۔ ان باتوں پر بیعت ملے
کے آپ نے ان لوگوں سے فرمایا اگر تم ان باتوں کی پابندی کرو گے تو
تھارے لیے جنت ہے۔ اور اگر مخالفت کی تو حد شرع جاری ہوگی جو ان گناہوں کا
کفارہ قرار دی گئی ہے۔ لیکن اگر گناہ کو پھپھایا اور حد شرع کا عمل درآمد نہ ہو سکا تو
تھارا معاملہ خدا کے ہاتھ ہے۔ چاہے عذاب کرے اور چاہے معاف کر دے
یہی صحبت عقبہ اولیٰ کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ جس میں اہل شرب خاصہ ایمان
لانے کی غرض سے آئے تھے

۱۔ یہی انیس جلد صفحہ ۲۷۵ عرب میں غیرت یا افلاس کہہ کر لڑکیوں کے زہر دھن کر لینے کا اور نماز کی سلامتی کے لیے
۲۔ یہی عرب میں بڑے زور سے اور بہت کچھ جنت دلا کے روٹی لگتی ہے۔ سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۲۸۹ و ۲۹۰

اہل یثرب کے ساتھ آپکا سلام دینا یہ لوگ جب واپس جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ ام جحہ کے مامون زاد بھائی ابن ام مکتوم کو اُن کے ہمراہ کر دیا تاکہ آپ کے نائب کی حیثیت سے اہل مدینہ یعنی یثرب والوں کو دین کی باتیں سکھائیں۔ پھر ان لوگوں نے مدینے میں پہنچ کے آپ کو لکھا کہ کسی اور مسلمان کو بھی بھیجئے جو ہمیں قرآن سکھائے۔ اور ہم پر اسلام کی خوبیاں ظاہر کرے۔“

مصعب بن عمیر مدینے میں اُن کی اس درخواست پر آپ نے مصعب بن عمیر کو روانہ

کر دیا۔ جن سے اسلام کو اہل مدینہ کے خدا شناس بنانے میں بڑی مدد ملی ایک مدنی بزرگ آپ ہی کے اہل یثرب کو آپ کی آواز توحید اسی جہلی معلوم ہوتی تھی کہ پاس رہ گئے۔ اس عقبہ اولی والوں میں سے عباس بن فضلہ نام ایک

صاحب نے وطن جانا بھی نہ پسند کیا اور آپ ہی کی خدمت میں رہ گئے اور انھیں دوہری اسلامی فیضیت حاصل ہوئی۔ اس لیے کہ اُن کا شمار مہاجرین میں بھی ہوا اور انصار میں بھی۔

مدینے میں تبلیغ اسلام مصعب بن عمیر کے پہنچتے ہی مدینے میں اسلام کو ترقی ہونے لگی۔ یہ وہاں جا کے اسعد بن زرارہ کے مکان پر ٹھہرے اور قرآن کی آیتیں سنائے تاکہ لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلائے لگے۔ اسعد بن زرارہ مصعب کے درود کے ابتدائی ہی زمانے میں ایک دن انھیں لیے ہوئے عبد الاشہل اور بنی ظفر کے گھرانوں میں گئے جو مدینے کے بہت معزز خاندان تھے۔ اور بنی ظفر کے ایک باغ میں ٹھہر کے لوگوں کو توحید کی طرف بلائے لگے عبد الاشہل میں ب سے معزز اور سردار قوم سعد بن معاذ اور اُسید بن حنیس تھے

۱۰ المیرۃ الجلیلیہ جلد ۲ - صفحہ ۹ - المیرۃ النبویہ - برہان شیعہ المیرۃ الجلیلیہ جلد ۱

صفحہ ۳۱۴ - المیرۃ الجلیلیہ جلد ۲ - صفحہ ۱۰

اور دونوں ابھی تک مشرک تھے۔ جب انھیں ان نئے دین کے منادیوں کی
 کی خبر ہوئی تو سعد نے اُسید کی طرف دیکھ کے کہا ”تم فوراً جا کے ان دونوں آدمیوں
 کو ڈانٹو تو جو ہمارے دونوں گھرانوں میں آ کے ٹھہرے ہیں۔ اور کم عقولوں کو ہکا
 اُسید بن حنیرا یا ان لائقین | لے لے ہیں۔ میں خود جاتا مگر سعد بن زرارہ میرے خال زاد بھائی ہیں۔
 اور مروت کی وجہ سے میں اُنسے دو بار و جھگڑا کرنا نہیں پسند کرتا۔ اُسید کہا ”بہتر“ اس کے
 بعد اپنا گزراٹھا کے کندھے پر رکھا۔ اور بنی ظفر کے بلغ میں پہنچے۔ ان کو دور سے
 آتے دیکھ کے سعد نے کہا ”دیکھو یہ جو آتے ہیں سردار قوم ہیں۔ ان کے راہ
 راست پر لانے کی کوشش کرو۔“ اتنے میں اُسید سر پر آ پہنچے اور کھڑے ہی کھڑے
 سخت وضعت کرنے لگے۔ مصعب نے نہایت نرمی سے کہا ”آپ ذرا تشریف تو
 رکھیے۔ میرے دو کلمے سن لیجئے۔ پسند آئیں تو مانیں گے ورنہ نہ سہی۔“ اُسید نے کہا ”کیا
 مضائقہ ہے؟ یہ کہہ کے گرز زمین پر ٹیکا اور بیٹھ گئے۔ اب مصعب کو کافی موقع ملا فوراً
 پسند و نصائح کا دروازہ کھول دیا۔ بہت ہی نرمی و شائستگی کے الفاظ میں توجہ کی
 خوبیاں بیان کر کے قرآن پاک کی چند آیتیں سنائیں۔ مصعب کی تھوڑی سی ہی باتوں
 نے اُسید پر کچھ ایسا بجز نما اثر ڈال دیا کہ بے اختیار ہو کے بولے ”اچھا اگر کوئی
 تمہارے اس دین میں داخل ہونا چاہے تو کیونکر داخل ہو سکتا ہے؟“ جواب
 ملا ”غسل کیجئے۔ پاک و صاف کپڑے پہنیے۔ کلمہ شہادت پڑھیے۔ اور نماز ادا کیجئے۔“
 اُسید نے جلاتامل ان باتوں کی تعمیل کی۔ اور ایک پُر جوش مسلمان بن کے واپس
 چلے۔ مگر جاتے وقت کہتے گئے ”یہاں ایک اور شخص ہیں۔ اگر انھوں نے تمہارا
 دین قبول کر لیا تو یقین کر لو کہ ان دونوں خاندانوں میں پھر کوئی شخص پُرانے
 دین پر نہیں باقی رہے گا۔ اور ٹھہرو میں خود انھیں بھیجے دیتا ہوں۔“ اُسید کو یہ
 مناسب نہیں معلوم ہوا کہ اپنے مسلمان ہو جانے کا حال بے تکلف ظاہر کر دین

چنانچہ جب سعد بن معاذ کے پاس پہنچے اور انھوں نے پوچھا کہ کیا کر آئے؟ اُن لوگوں کو منع کیا یا نہیں؟ تو جواب دیا ہاں اُن لوگوں سے گفتگو کی تھی مجھے تو اُن سعد بن معاذ بھی ایمان لاتے ہیں | مین کوئی اندیشہ کی بات نہیں نظر آئی۔ تاہم مین نے منع کیا۔ اور وہ بولے کہ ”ہم تو اس دین کے پابند ہو چکے تمھارے چاہے کرو۔“ اتنے مین مین نے سنا کہ اتنی حارثہ اس ارادے سے نکلتے ہیں کہ سعد بن زہراء کو قتل کر ڈالیں۔ اور جرم بس اتنا کہ تمھاری خالہ کے لڑکے ہیں۔ اس قومی نزاع کا حال سُن کے سعد کو کمان تاب رہ سکتی تھی؟ فوراً تیور دن پر پھیل آگیا۔ اپنا گرز لے کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور غصے میں بھرے ہوئے بنی نضر کے باغ کی طرف چلے۔ وہاں جب دُور سے دیکھا کہ سعد اور مصعب طینان سے بیٹھے ہیں تو دل میں کہا ”معلوم ہوتا ہے اُسید نے مجھے فقرہ دیا۔ اور ان کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ مین بھی ان لوگوں کی زبان سے کچھ سنوں۔ اچھا یوں ہی سی“ یہ کہہ کے آگے بڑھے۔ ان کے جانے پر بھی بعینہ وہی اُسید کا سا واقعہ پیش آیا یعنی سر پر کھڑے ہو کے بُرا بھلا کہا۔ مصعب کے اصرار سے بیٹھے۔ توحید و حق پرستی کی آواز اور نیکو کاری کی نصیحتیں سنیں اور مسلمان ہو گئے۔

اُن دونوں کے اثر سے دوبت بڑے | سعد کا ایمان لانا تھا کہ گویا اسلام نے مدینے کا خانہ انون کا اسلام لانا ایک حصہ فتح کر لیا۔ دین اسلام قبول کرتے ہی اُنھوں نے دونوں خاندان والوں کے تمام لوگوں کو جمع کیا۔ اور پوچھا ”تم لوگ مجھے کیا اور کیسا سمجھتے ہو؟“ سب نے بالاتفاق جواب دیا۔ اپنا سردار اور سب سے افضل ہے جواب پا کے کہنا تو شوتم مین سے ہر شخص مرد ہو یا عورت سب تک خدا اور اُس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا اُس وقت تک مجھے اُس سے بات کرنا حرام ہے“ سعد بن معاذ کے اس جہد کا یہ فوری نتیجہ ظاہر ہوا کہ تمام

ہونے سے پیشتر ہی ان دونوں گھرانوں کے تمام مرد و زن دین اسلام قبول کر چکے تھے۔ اب اتنی جماعت کثرت نے جب مسلمان ہو کر تبلیغ اسلام شروع کی تو چند ہی روز میں پیغمبر آخر الزمان علیہ التیمۃ والسنۃ کا مبارک دین مدینے میں بنی خراج کا کوئی گھر مسلمانوں سے ملنا نہیں | کثرت سے پھیلنے لگا۔ اور بنی خزرج بن کوئی گھر نہ تھا جس میں مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ موجود ہوں۔ لیکن ان ابھی قبائل اوس میں اسلام کو کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

فرضیت جمعہ | اب نبوت کا تیرھواں سال شروع ہوا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ یہودی یوم السبت یعنی ہفتے کے دن کی بہت وقعت کرتے تھے۔ اُس روز عبادت کرتے اور اُسے نہایت ہی مقدس و محترم سمجھتے۔ وہاں کے مسلمانوں کو بھی اُن کی یہ رسم بھلی معلوم ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ

”ہمارے لیے بھی کوئی دن مقرر فرمائیے تاکہ اُس روز باہم مل کے خدا کی عبادت کیا کریں“ اُن کی اس درخواست کو منشا سے نبوت و اخراض خدا پرستی کے یوم جمعہ کا تقرر | موافق پاک کے آپ نے مصعب بن عمیر کو لکھ بھیجا ”اُس دن کا خیال کرو جس روز یہودیوم السبت کی رسوم ادا کرنے کے لیے اپنے صحیفہ آسمانی کو باہر نکالا کرتے ہیں۔ بس اُسی دن کو تم اپنا روز عبادت سمجھو اور مسلمانوں سے کہہ دو کہ اُس روز اپنی عورتوں اور بچوں کو جمع کر لیں جب آفتاب کو زوال شروع ہو جائے درگاہ الہی میں دو رکعت نماز ادا کرو“ اس تحریر میں آپ کی

ہر ادا اس دن سے تھی جو ہفتے سے ایک دن پیشتر ہوتا ہو اور جس روز یوم السبت کے استقبال کی تیاری کرتے تھے۔ مصعب نے آپ کے حکم کے مطابق تمام

لوگوں کو جمع کر کے نماز جمعہ ادا کی اور اُس کے بعد برابر ادا کرتے رہے۔ اور واقعی مدینہ کا یہ بہت بڑا شرف ہے کہ نماز جمعہ پہلے پہل اسی میں ادا کی گئی۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میں معذور تھے۔ اور قریش کے نفوت سے کوئی ایسی دینی رسم نہیں بجالا سکتے تھے جو یوں علانیہ ادا کی جاتی ہو جاہلیت میں جسے کچھ اذنام تھا۔ اس مبارک اسلامی دن کو جاہلیت میں یوم عروبہ کہتے تھے۔ جسے کالفاظ اس نماز کے فرض ہونے کے بعد اور خاصۃً اہل مدینہ سے شروع ہو کے ساری دنیا میں پھیلا۔

پہراہل مدینہ کے میں اس سال کے آخرین جب قبائل عرب پھر ارض بطحانی کے میں جمع ہوئے تو اب کی صعب بن غیر کے ساتھ اہل مدینہ کی ایک بہت بڑی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے مکہ معظمہ میں حاضر ہوئی۔ جس میں سب سے زیادہ نامی گرامی ایک تو کعب اجار تھے جو عرب کے مشہور و گران پایہ شاعر تھے اور دوسرے ہر ابن معروف جو تمام ہمراہیوں میں براہین ہدرا معزز سر آردہ اور سردار قوم تھے۔ اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے مگر براہ نے وہ کعبہ چھوڑ کے بیت المقدس کی طرف راستے میں ہمراہیوں سے کہا میں سب باتین نماز نہیں پڑھتے تھے ماننا ہوں مگر یہ نہیں گوارا ہوتا کہ یہ گھر (کعبہ) چھوڑ دیا جائے۔ اور اسی وجہ سے وہ پورے سفر میں کبے ہی کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ مکہ معظمہ میں داخل ہو کے براہ نے کعبہ سے کہا چلو مجھے ذرا حضرت رسالت سے ملاؤ تو دیکھوں یہ جو میں نے سفر میں کبے کی طرف نماز پڑھی ہے اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ ان کی خواہش کے مطابق کتب انھیں

لے کے آپ کی تلاش میں نکلے۔ راستے میں کسی شخص سے آپ کا پتہ پوچھا اُس نے کہا تم انھیں پہچانتے بھی ہو؟
 کعب نے جواب دیا نہیں ہم کوئی نہیں پہچانتا تب بولے اچھا۔ عباس بن عبد المطلب کو پہچانتے
 ہو؟ کعب نے کہا ہاں انھیں پہچانتے ہیں اور اس شناسائی کی وجہ یہی کہ عباس کنز تبار کے
 سفرون میں مدینے سے ہو گئے گذرا کرتے تھے۔ کعب کا یہ جواب سُن کے اُس شخص نے کہا
 یُس تو مسجد کعبہ میں چلے جاؤ۔ وہاں عباس کے برابر جو شخص بیٹھا ہو وہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
 ہیں؟ اس پتے کے مطابق دونوں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
 کعب اور برادر بار رسالت میں | اور آپ کو سلام کیا۔ آپ نے عباس کی طرف دیکھ
 کے پوچھا آپ اُن لوگوں کو پہچانتے ہیں؟ یہ دونوں کون صاحب ہیں؟ عباس
 نے کہا ہاں! میں خوب جانتا ہوں۔ یہ تو برآء بن معرور اپنی قوم کے سردار ہیں
 اور یہ کعب بن مالک ہیں۔ آپ نے پوچھا کعب کون؟ شاعر؟ عباس نے
 جواب دیا ہاں ہاں وہی؟

کعبے ہی کی طرف ناز پڑھنے پر | اس تعارف کے بعد برآء نے کہا یا رسول اللہ مجھے یہ نہیں
 پسند کہ کعبہ چھوڑ دیا جاوے۔ لہذا میں نے تو اب تک
 آپ کا فیصلہ
 بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے ناز نہیں پڑھی ہو؟ آپ نے اس کی
 چند ان مخالفت نہیں کی۔ اور آپ کے ہمراہ میرا سنے شام ہی کی طرف ناز
 پڑھی۔

عقبہ ثانیہ | اس ملاقات کے بعد انصار نے حج کیا۔ اور آپ سے باضابطہ طور پر
 ملنے اور باہم عہد و پیمان کرنے پر آمادہ ہوئے۔ اس صحبت کے لیے آپ کے
 ارشاد کے موافق ایام تشریق کا درمیانی روز یعنی فی الحجہ کی ۱۲۔ تیاری اور ہفتے کا
 مبارک دن قرار پایا۔ مگر مشرکین مکہ سے مخفی رکھنے اور ان کی بیہودہ خلل اندازیوں
 سے بچنے کے لیے رات کا وقت قرار دیا گیا۔ مینہ شب یعنی ہفتے کی رات کے

ابتدائی صبح میں تو سب لوگ خاموش اور اپنی اپنی فرو دکا ہون میں ٹھہرے رہے جب ایک تہائی رات گزری یعنی دس بج گئے تو حسب قرار داد اہل مدینہ پوشیدہ پوشیدہ اور لوگوں کی نظروں سے بچتے ہوئے اُسی مقام عقبہ کے قریب ایک گھاٹی میں آکے ٹھہرے جہاں گذشتہ سال اُن کے چند ہم وطنوں نے آپ کا دین قبول کیا تھا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ کل تتر مرد تھے جن کے ساتھ اہل مدینہ کا شمار دو خوش نصیب عورتیں بھی تھیں۔ ایک تو کعبہ کی بیٹی نسیہ جن کی کیفیت اُم عمارہ بھی اور دوسری آسمان بنت عمرو بن عدی۔

آپ کا تشریف لانا جب یہ سب لوگ وادی عقبہ میں جمع ہو چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بھروسہ دار و غیر مسلم چچا عباس کو ساتھ لیے ہوئے تشریف لائے۔ اور سب سے ملاقات کی۔ ظاہر ہے کہ انصار میں یہ کس قدر جوش و خروش کا وقت ہو گا جن میں سے ہر ایک آپ کا شائق اور آپ کی تعلیموں پر عمل کرنے کو تیار تھا۔ سب کے پہلے جناب عباس ہی نے گفتگو شروع کی۔ اور نہایت پُر جوش حضرت عباس کی تعریف اور ستائش کے الفاظ میں کہا "اے نبی بخار! (اس لیے کہ ان لوگوں میں زیادہ لوگ نبی بخار ہی کے تھے جو قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے) تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے ہیں اور ہمتی الامکان ان کی حمایت کو تیار ہیں۔ مگر یہ تمہارا ساتھ دینا پسند کرتے ہیں۔ تاہم اس موقع پر میں اتنا کم دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ تم لوگ ابھی سے بخوبی سوچ بچھ لو کہ پوری طرح اور آخر تک ساتھ دے سکو گے۔ اور دشمنوں سے بچا سکو گے یا نہیں؟ اپنی حالت اپنی طبیعت۔ اور اپنی قوت کا خوب اندازہ کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ آخر تک نہ بچا سکو۔ اور تمہارے ملنے اور تم پر بھروسہ کرنے کا یہ نتیجہ ہو کہ بے وفائی کر کے انہیں ان کے دشمنوں کے سپرد کر دو۔ اگر اس کا ذرا بھی اندیشہ ہو تو میں صاف

خود آپ کے کلمات ہدایت کے دیتا ہوں کہ انھیں اسی حال پر رہنے دو۔ ہم انھیں اپنے پاس عذبت سے رکھیں گے۔ اور ہمیشہ دشمنوں سے بچائیں گے۔ جب عم رسول اللہ عباس گفتگو کر چکے تو خود آپ نے زبان فیض ترجمان کھولی۔ چند آیات قرآنی پڑھ کے سنائیں۔ اسد جل شانہ کی طرف انھیں بلایا۔ اسلام کا شوق دلایا۔ اور فرمایا میں تم سے صرف اتنی بات پر بیعت لیتا ہوں کہ جن مصیبتوں سے تم اپنی عورتوں اور اپنی اولاد کو بچاتے ہو انھیں مصیبتوں سے مجھے بھی بچاؤ۔ یہ جملہ سن کے برآں بن معرور نے جوش میں آکے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا: قسم ہو اُس خداوند جل و علا کی جس نے آپ کو پیغمبرِ برحق بنایا جن آفتوں کو ہم اپنے سر سے ٹالیں گے آپ کے سر سے بھی ٹالیں گے۔ اور جان لیجئے کہ ہم سب لوگ جنگ جوہر و آزما ہیں۔ اور ہماری جماعت میں پورا جھگڑا۔ برآ کی بات اہل مدینہ آپ سے بھی اترارہے ہیں۔ پوری نہیں ہونے پائی تھی کہ ابو الہشتم نام ایک مدنی شخص نے بات کاٹ کے کہا یا رسول اللہ! ہمارے وہاں بہت سے یہودی رہتے ہیں بن بن سے ہم سے تعلقات چلے آتے ہیں۔ مگر اب ہم آپ کی وجہ سے اُن کے تعلقات کو قطع کر دیں گے۔ ایسا تو نہ ہو گا کہ اس وقت ہم آپ کا ساتھ دیں۔ مگر جب اسد جل شانہ آپ کو غالب کر دے آپ ہمیں چھوڑ کے پھر اپنی قوم والوں سے آئیں۔ اور مکہ میں واپس آئیں؟ اس کے جواب میں آنحضرت نے سکرا کے ایک مثل فرمائی جس کا مطلب یہ تھا کہ میرا خون تمھارے خون کے ساتھ ہو اور میری تباہی تمھاری تباہی کے ساتھ۔ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے۔ جس سے تم لڑو گے اُس سے میں لڑوں گا اور جس سے تم سے صلح ہوگی مجھ سے صلح ہوگی۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اہل مدینہ کے ساتھ آپ کا معاہدہ

یہ معاہدہ دینی اور دنیاوی دونوں زندگیوں پر جاری تھا۔ دیناوی معاشرت میں بھی آپ نے اُن کی شرکت اختیار کی تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اپنی قوم سے نکل کے آپ اہل مدینہ کی قوم میں شامل ہو گئے تھے۔ جاہلیت عرب میں مخالفہ کے ذریعے سے جو کچھ تھی اور ہمدردی کے تعلقات پیدا کئے جاتے تھے اُن سے بھی آپ کے اور اہل شرب کے یہ تعلقات جو اس عقبہ ثانیہ کی صحبت میں قائم ہوئے زیادہ مضبوط اور زیادہ یگانگت کے تھے۔ بیت کی شان | اس عقبہ ثانیہ میں سب کے پہلے براہین معرور نے بیعت کی اُن کے بعد باقی سرد آدمیوں نے پھر دونوں عورتوں نے جن کی بیعت بغیر ہاتھ ملائے عمل میں آئی۔ بیعت کرتے وقت ہر شخص نہایت ہی جوش اور عقیدت کے کلمات ظاہر کرتا تھا اور وعدہ کرتا تھا کہ میں آپ کی حمایت میں ہر شخص اور ہر چیز کے تعلقات کو چھوڑ دوں گا۔ اس کارروائی کے بعد آپ نے اُن میں سے بارہ آدمی منتخب کیے جن میں سے نو مندرجہ ذیل آدمی قبیلہ خزرج بارہ نقیبوں کا انتخاب کے تھے۔ اسعد بن زرارہ۔ رائف بن مالک۔ عبادہ بن صامت سعد بن ربیع۔ عبدالمہ بن رواحہ۔ براہین معرور۔ عبدالمہ بن عمرو بن حرام۔ سعد بن عبادہ۔ منذر بن عمرو۔ اور یہ تین آدمی اُسید بن حضیر۔ سعد بن خثیمہ اور اُن کے فضائل | ابوالثیم بن نہمان بنی اوس کے پھر فرمایا یہ میرے نقیب ہیں جو حضرت مسیح کے حواریں کی طرح میرے وکیل بن کے اپنی قوم میں جائیں اور دین اسلام کو پھیلائیں۔ ان منتخب معززین اور سرداران اوس و خزرج کی شان میں آپ نے یہ کلمات بھی فرمائے تھے کہ موسیٰ بن عمران نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب منتخب کیے تھے۔ اُسی طرح یہ لوگ میرے

نقیب ہیں۔ اور جن لوگوں کو یہ عہد حاصل ہوئی تھی ہو چکی۔ اس لیے کہ یہ انتخاب تجربہ میں نے کیا ہے۔

مشرکین کو خبر ہو گئی | اس بیعت کی کارروائی ختم ہوتے ہی آپ واپس تشریف لائے اور انھیں بھی اپنی اپنی فرودگاہ کی طرف واپس جانے کا حکم دیا۔ مگر اتفاقات تھوڑی ہی دیر بعد مشرکین مکہ کو خبر ہو گئی۔ صبح ہوتے ہی یورش کر کے اہل ثرب پر جا پہنچے۔ اور کہا، ہم نے سنا ہے کہ تم اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملے تھے تاکہ اُسے ہم میں سے نکال لے جاؤ۔ اور ہمارے مقابلے کے لیے اس کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ اگر تمہاری ذات سے یہ جھگڑا پیدا ہوا تو خدا کی قسم بہت برا ہوگا۔ مشرکین ثرب کی لاعلمی کام آئی | اہل ثرب میں سے جو لوگ مشرک تھے اور رات کے واقعے کو نہ جانتے تھے قسین کھانے لگے کہ تم سے کسی نے غلطی نہ کیا۔ خصوصاً عبداللہ بن ابی بن سلول جو آخر عمر تک منافقین کے زمرے میں شامل رہا اور خود حکومت ثرب کا دعوے دار تھا بولنا نہیں میری قوم ہرگز ایسا فعل نہیں کر سکتی۔

اور یہ لوگ بغیر مجھ سے مشورہ لیے کوئی کام نہیں کرتے۔ یہ اطمینان دلانے والا جواب سُن کے قریش خاموش ہو کے واپس چلے گئے۔ مگر اُن کے جاتے ہی مدینے والوں نے اپنے شہر کی طرف کوچ کر دیا۔ اُن کے جا چکنے کے بعد جب قریش کو تحقیق طور پر معلوم ہوا کہ اہل ثرب کے آپ سے ملنے اور بیعت کرنے کی خبر بے اصل نہ تھی تو برہم ہو کے اور گھبرا کے تعاقب میں روانہ ہوئے اس تعاقب میں صرف سعد بن عبادہ اُن کے ہاتھ لگے جنھیں پکڑ کے مکہ میں سعد بن عبادہ پر قریش کا ظلم لائے اور طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے۔ مارتے پیٹتے تھے اور بال پکڑ پکڑ کے کھینچتے تھے۔ سعد کا جب اور کوئی زور نہ چلا تو جبر بن مسلم اور

حارث بن ایسہ کا نام لے لے کے فریاد کرنے لگے یہ دونوں معززین قریش میں سے تھے اور ثرب میں اکثر اہل مدینہ کے ہاتھ سے اُن کی جان سنبھالی کی کفالت سے بچا کرتی تھی۔ غرض کہ سعد کی فریاد کے مطابق جبیر و حارث نے آگے اُنھیں اہل مکہ کے ظلم سے بچایا۔ اور اُن کی کفالت میں اُن غریب کو گھر جانے کا موقع ملا بیعت النساء اور بیعت ثرب کا فرق [جاءت عرب میں دو قسم کی بیعتیں ہو کر تھیں ایک تو بیعت النساء یعنی عورتوں کی بیعت اور دوسری بیعت الحرب۔ یعنی لڑائی کی بیعت جس بیعت میں کہ صرف اخلاقی امور اور گناہوں سے بچنے کا سہارہ دیا جائے وہ تو بیعت النساء کہلاتی تھی۔ اور جس میں لڑنے مرنے بعد ایک دوسرے کی حمایت میں جان بازی کا اقرار کیا جائے وہ بیعت الحرب کے نام سے یاد کی جاتی تھی۔ اس اصطلاح کے مطابق عقبہ اولی کی بیعت بیعت النساء تھی۔ اور عقبہ ثانیہ کی بیعت بیعت الحرب۔ چنانچہ اس بیعت کے ساتھ ہی آپ کو امدادِ جل شانہ کی طرف سے لڑنے اور اسلحہ جنگ سے کام لے کے اپنے دین کی حمایت و حفاظت کرنے کا حکم مل گیا۔

اہل مدینہ کا جوش توجہ [اہل مدینہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف چند گھنٹوں کے لیے ملے تھے۔ اور اُنھیں دربار رسالت میں حاضری کی بہت ہی کم عزت حاصل ہوئی تھی مگر باوجود اس کے اُن میں توجہ کا کچھ ایسا جوش پیدا ہو گیا تھا کہ بت پرستی کو نہایت ہی حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ یہاں تک سادہ بن عمر [کہ بعض لوگ خود اپنے بتوں کی توہین پر آمادہ ہو جاتے۔ چنانچہ سادہ بن عمرو نام بنی سلمہ کے ایک نوجوان رئیس زادے عقبہ ثانیہ میں بیان لگے اللہ جل جلالہ بتات لائے لائے والد عمرو بن جموح ہنوز مشرک تھے۔ عمرو نے بتات نام

لکڑی کا ایک بت بنا کے اپنے گھر میں رکھا تھا۔ روز اُسے پاک و صاف کرتے۔ اُس بت کے ساتھ معاذ کا بڑاوا | نہلاتے دُھلاتے۔ اور اُس کے سامنے جانوروں کو ذبح کرتے۔ معاذ نے کیا کیا کہ رات کے وقت چپکے سے گھر میں گئے۔ باپ کی نظر بچا کے اُس بت کو اٹھا لائے۔ اور ایک گڑھے میں جس میں بنجاستین ڈالی جاتی تھیں لے جا کے پھینک دیا۔ دوسرے دن صبح کو عمرو دھونڈتے ہوئے نکلتے۔ اور اپنے چونی مہبود کو اُس ناپاک گڑھے میں پا کے نہایت متحیر ہوئے۔ آخر اُسے اٹھا کے گھر میں لائے۔ اور دھو دُھلا کے پھر اُس کے معینہ مقام پر رکھ دیا۔ خدا پرست بیٹے نے دوسری رات کو پھر یہی دل لگی کی۔ اور پھر عمرو بن جموح نے صبح کو اُسے لاسے اور دھوکے اپنی عبادت گاہ میں رکھا۔ اب بیٹے نے روزی کا رروانی شروع کر دی۔ اور اس حالت کو متواتر کئی دن گزر گئے کہ رات کو وہ بت بنجاستون میں پھینکا جاتا اور صبح کو پاک و صاف کر کے پُوجا جاتا۔ آخر ایک دن عمرو بن جموح نے کچھ تو عاجز آ کے اور کچھ اپنی طاقت پر نادم ہو کے اپنی تلوار اس بت کے گلے میں ڈال دی اور کہا مجھے تو نہیں پتہ چلتا کہ یہ کس کی شرارت ہو اب اگر خود تم میں کچھ قوت ہے تو اپنی حفاظت کرو۔ لکڑی کی مورت میں بھلا کیا قوت ہو سکتی تھی حسب معمول رات کو وہ بت پھر بنجاست کے اُن کے والد عمرو بن جموح اسلام | گڑھے میں ڈال گیا۔ اور صبح کو جب عمرو بن جموح قبول کرتے ہیں۔ | دھونڈھنے کو نکلے تو اس شان سے ملا کہ تلوار غائب تھی۔ اور اُس کی جگہ ایک مرا ہوا کتا اُس کے گلے میں بندھا ہوا تھا۔ یہ حالت دیکھ کے عمرو کو تنہ ہوا۔ اُسی وقت بت پرستی سے توبہ کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو اختیار کر کے موحدون میں شامل ہو گئے۔

باب دوازدہم

ہجرت مدینہ

عقبہ ثانیہ کے بعد کفار کی یورش۔ مسلمان آپ سے ہجرت کی درخواست کرتے ہیں
 ارض شرب دار ہجرت قرار پائی۔ مسلمان مدینہ جاتے ہیں۔ پہلے مہاجر۔
 ابوسلمہ کی ہجرت کا دردناک واقعہ۔ ام سلمہ کے شوہر بھی چھوٹے اور بچے بھی چھوٹے۔ ان کی
 مصیبت اور بیٹھ بیٹھ کے رونا۔ پھڑے ملتے ہیں۔ عثمان بن طلحہ کی شریفانہ نفسی
 عمر فاروق بھی وطن چھوڑتے ہیں۔ ان کے جانے کی شان۔ حضرت عمرؓ کے ہم سفر
 عیاش بن ربیعہ۔ عیاش بن ربیعہ فریب میں آکے کسے کا قصد کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا
 سمجھنا۔ عیاش کا سفر واپسی۔ ان کی گرفتاری۔ اور مصیبت۔ عیاش کے پھرنے کو
 ولید بن ولید کے جاتے ہیں۔ ان کی رہائی۔ مدینہ والوں کی اعلیٰ مہانداری۔
 قریش آپ کے بھگنے کے مزاج میں۔ زمانہ ہجرت۔ صرف تین مسلمان کے ہیں
 باقی رہ گئے۔ آپ حکم خداوندی کے منظر میں۔ آپ کے متعلق مشرکین کا مشورہ
 آپ کے قتل کرنے کی تجویز۔ آپ کا مکان گھیرا گیا۔ علی مرتضیٰ کی جان نشاری
 آپ دشمنوں ہی میں ہو کے نکل جاتے ہیں۔ مشرکین کو معلوم ہوا کہ آپ چلے گئے۔
 حضرت علیؓ سے کفار کا سلوک۔ ابوبکر صدیق کی رفاقت۔ جناب اسامہؓ پر شکر کی کاغذ۔

عقبہ ثانیہ کے بعد کفار کی یورش | بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد جب قریش کو بخوبی معلوم ہو گیا
 کہ اہل مدینہ آپ کی مدد پر تیار ہیں۔ ایک زبردست اور جنگ جو قوم نئے دین
 میں داخل ہوتی جاتی ہے۔ اور بہت سے لوگ حمایت پر آمادہ ہیں تو دل میں
 ڈرے کہ کہیں آپ کی قوت بہت بڑھ نہ جائے۔ اور آپ ان کی گرفت سے
 باہر نہ ہو جائیں۔ ان خیالات نے ان کو اس قدر خائف و پریشان کیا کہ اور

زیادہ دشمنی پر آمادہ ہو گئے۔ اور خاصۃً مکہ کے مسلمانوں پر تو گویا ایک بڑی بھاری
بلاناازل ہو گئی۔ گھر میں بیٹھے اطمینان نہ تھا۔ اور باہر نکلتے تو طرح طرح کی تکلیفوں
اور ایذاؤں سے سابقہ پڑتا۔ سب نے آنحضرتؐ سے درخواست کرنی شروع
مسلمان آپ سے ہجرت کی درخواست کی کہ اجازت ہو تو ہم کسی طرف بھاگ جائیں۔

کرتے ہیں اور کہیں اور ہی جا کے جان بچائیں۔ آپ کو
مسلمانوں کے جانے میں تو اختلاف نہ تھا مگر کسی ایسے مقام کا خیال نہ آتا تھا
جہاں جانے کی اجازت دین۔ اسی وجہ سے ابتداءً آپ خاموش تھے اور
مسلمانوں کی ان درخواستوں کا کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ آخر آپ نے خداوند
ارض شرب دار الحجرت قرار پائی | جل وعلا کے حکم سے ارض شرب کو منتخب کیا۔ جہاں
مسلمانوں کی جماعت بڑھتی جاتی تھی۔ اور بڑے بڑے معزز لوگ آپ پر جان فدا
کرنے کو تیار تھے۔ چنانچہ اپنے وطنی پیروں اور مصیبت زدہ مومنون کی طرف
متوجہ ہو کے فرمایا ”وہاں (شرب میں) خدا نے تمہارے بھائی پیدا کیے ہیں
اور تمہارا گھر قرار دیا ہے۔ جاؤ بس وہیں تمہیں پناہ ملے گی“

مسلمان دینے جاتے ہیں | بارگاہ نبوت کا اشارہ پاتے ہی تمام مسلمانوں نے اُٹھ کر
رُخ کر دیا۔ مگر دشمن ہم وطنوں کے خوف سے کسی کو علانیہ اور مجمع کے ساتھ
جانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ سب الگ الگ ٹوٹ ٹوٹ۔ اور لوگوں سے
پہلے مہاجر | چھپا چھپا کے مکہ سے نکلتے اور آبادی سے دُور جاتے ہی مدینہ کا
رُخ کرتے۔ چند لوگ عقبہ ثانیہ سے پشت پر ہی جا چکے تھے جن میں سب سے
پہلے مہاجر حضرت ام المومنین ام سلمہ کے پہلے شوہر ابو سلمہ اور ابن ام مکتوم
عمار بن یاسر۔ بلال۔ اور سعد بن ابی وقاص تھے۔

ابوسلمہ کی ہجرت کا درناک واقعہ | ابوسلمہ اور ام سلمہ کی ہجرت کا واقعہ اس قدر افسوس ناک
 ہے کہ بیان کرنے سے آج بھی دل کو صدمہ ہوتا ہے۔ اونٹ کی مہار ابوسلمہ کے
 ہاتھ میں تھی۔ اور ام سلمہ اپنے چھوٹے بچے سلمہ کو گود میں لیے محل میں بیٹھی ہوئی
 ام سلمہ کہ شوہر بھی چرنے اور بچہ بھی چھوٹا ہے۔ سینے کی طرف جا رہی تھیں ام سلمہ کی قوم کے
 چند لوگ یعنی بنی مغیرہ کے گھرانے والے مل گئے۔ اور روک کے کہا "ہماری
 قوم کی روٹی کو کھان لے چلے؟ ہم تو تمہیں نہ لے جانے دین گے" یہ کہہ کے
 اونٹ کی مہار ابوسلمہ کے ہاتھ سے چھین لی۔ جب لوگوں نے بیوی کو شوہر سے جدا
 کر دیا تو ابوسلمہ کے خاندان والے یعنی بنی اسد بگڑے اور کہا "واہ! اچھا اپنے
 قبیلے کی عورت کو تم لے جاؤ۔ مگر یہ ہماری قوم کا بچہ تو نہیں لے جا سکتے" یہ
 ان کی نصیحت اور پیچھے پڑنے کے دینا کہہ کے انھوں نے ننھے بچہ سلمہ کو چھین لیا۔

اس طرح مسفرت ام سلمہ ہاتھ ہاتھ سے نکال کے پھینکا گیا۔ اور خود بنی مغیرہ کے
 چھوٹے دو سرے طرف بچہ آغوش سے نکال کے پھینکا گیا۔ اور خود بنی مغیرہ کے
 ہاتھ میں گرفتار ہو گئے۔ وہ خود فرماتی ہیں کہ اس غم و اندوہ اور مصیبت کے
 زمانے میں میں روز کے کے باہر آ کے اُس میدان میں بیٹھتی تھی جس میں
 چاروں طرف سنگ برون کا فرش ہے اور رویا کرتی تھی "اس غم و اندوہ کی
 حالت کو ایک سال کے قریب زمانہ گزر گیا۔ ایک دن حسب معمول وہیں بیٹھی

تھی ایسی زمین کو جس میں سنگ برون پھیلے ہوئے تھے عرب میں بٹلا کہتے ہیں چونکہ کے گرد اکثر
 ایسی ہی زمین ہے لہذا خود شہر کہ کبھی لوگ تبلیغ کبھی ارض بٹلا کہہ دیا کرتے ہیں مگر اصل یہ کہ کے کی
 آبادی کے باہر ایک مقام یا میدان میں سنگ برون پھیلے ہوئے تھے بٹلا کہلاتا تھا۔ فی الحال بعض لوگوں
 سے اس لفظ کے متعلق بڑی غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔ اور جو اصل حقیقت ہے اُس کو

نہیں سمجھ سکے

رور ہی تھیں کہ کوئی ہم قوم گذرا جس نے ترس کھا کے نبی پیروہ سے سفارش کی اور
 بچھڑے ملے ہیں | شوہر کے پاس جانے کی اجازت دلا دی۔ اب دن پھرے تو
 بنی اسد کو بھی رحم آگیا جنھوں نے بچہ بھی لاکے حوالے کر دیا۔ اُسے پاتے ہی پیٹر
 اس کے کہ کسی ہمراہی کا انتظار کریں اپنی اسی اونٹنی پر سوار ہو کے تن تنہا چل کھڑی
 ہوئیں۔ راستے میں تنہیم نام ایک مقام تک پہنچی تھیں کہ عثمان بن طلحہ ملے جو قریش
 عثمان بن طلحہ کی غریب نفسی | میں نبی عبدالدار کے ایک معزز شخص تھے۔ انھیں تنہا
 دیکھ کے قریب آئے اور پوچھا کمان جاتی ہو؟ جواب دیا میں نے اپنے
 شوہر کے پاس عثمان نے جرت سے کہا اور کوئی ساتھ نہیں؟ بولیں سواخذہ کے
 اور اس معصوم بچے کے کوئی نہیں؟ یہ سن کے اُن کے دل پر کچھ ایسا اثر پڑا کہ
 فوراً اُمیدوار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور کمال شرافت و نیک نفسی کے ساتھ مدینہ میں
 لاسکے پہنچا دیا۔ ابوسلمہ مدینے کے باہر مقام قبا میں قریہ بنی عمرو بن عوف میں مقیم
 تھے۔ عثمان بن طلحہ جناب ام سلمہ کو دہین لے گئے۔ اُن کے شوہر کے بہرہ دیکھا۔
 اور کے کو واپس لے گئے

عمر فاروقی بھی وطن چھوڑنے ہیں | یہ تو عقبہ ثانیہ کے پیشتر کا واقعہ تھا مگر اس کے بعد جب
 مسلمانان مکہ پر عام مصیبت نازل ہو گئی تو آپ کی اجازت پا کے ہر ایک نے
 ارض شرب جانے کی تیاریاں کر دیں۔ یہاں تک کہ عمر فاروق نے بھی ادھر کا
 اُن کے جانے کی شان | قصد کیا حضرت عمرؓ خلافت اور لوگوں کے اپنی آزاد و مضی
 طبیعت کے موافق علانیہ گئے۔ اور سب کو قبا کے مکے سے نکلے۔ جب وہ سفر کے لیے
 کر ہاندمہ چکے تو تلوار لگے میں حامل کی۔ چھوٹا نیزہ و کرین باندھا۔ کمان کندھے پر رکھی
 اور تیر ہاتھوں میں لیے اس طرح گھر سے مکہ کے کعبے کے پاس آئے۔ جہاں

شکرین قریش کا جمع تھا۔ کبھے کے قریب آ کے سات بارطواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کے دو رکعتیں پڑھیں۔ اور سب کی طرف توجہ ہو کے کہا جس کو دعویٰ ہو آئے اور مجھے روکے۔ اس لیے کہ میں نے سے جاتا ہوں۔ مگر کسی کو مزاحمت کی جرأت نہ ہوئی۔ اور وہ بے تکلف کے سے نکلے چلے گئے۔

حضرت عمر کے ہم سفر عیاش بن ربیع | حضرت عمر کے ہمراہ عیاش بن ربیع نے بھی ارض مکہ کو پھوڑا تھا۔ پیشتر کی قرارداد کے مطابق شہر کے باہر ایک مقررہ مقام پر وہ جناب فاروق سے ملے اور اطلینان کے ساتھ مدینہ میں پہنچ کے قبا میں بنی عمرو بن عوف کے عیاش بن ربیع قریب میں آئے۔ یہاں ٹھہرے ابھی چند ہی روز ہوئے تھے کہ ابوجہل اور حارث بن ہشام جو عیاش بن ابی ربیع کے

چچا دادا اور خالہ زاد بھائی تھے مدینہ میں آئے اور ان سے کہا تمہاری ماں بہت حیران ہیں۔ کہتی ہیں کہ جب تک تمہیں نہ دیکھیں گی نہ بالوں میں کنگھی کریں گی اور نہ دھوپ سے ہٹ کے سایے میں بیٹھیں گی۔ ماں کی یہ حالت سن کے عیاش حضرت عکاکھانا | بہت پریشان ہوئے اور واپسی کا ارادہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے سمجھا یا کہ

دیکھو غلطی کرتے ہو۔ یہ لوگ دھوکا دیتے ہیں۔ اور جان تک بنے دل پر جبر کر کے ان کے قریب سے بچو۔ تمہاری ماں کی نسبت جو کچھ کہا جاتا ہو سب لغو ہو۔ جب جوین کاٹیں گی خواہ مخواہ کنگھی کریں گی۔ اور جب کے کی پیش تنائے گی تو ممکن نہیں کہ ناسایے میں نہ جائیں۔ عیاش نے جواب دیا نہیں مجھے جانے دو۔ اپنی ماں کی قسم بھی پوری کر دوں گا اور میرا دل ان کچھ مال و اسباب ہو وہ بھی لیتا آؤں گا۔ عرفا روق نے پھر منع کیا۔ بلکہ یہاں تک کہ تم جانتے ہو کہ میرا شمار قریش کے دولت مندوں میں ہے۔ اپنی پوری آدمی دولت دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ مگر دیکھو

سنبھلو۔ اور اُن کے فریب میں آسکے کے نہ جاؤ۔ عیاش کے ارادے میں اپنی
 فرق نہ آیا۔ تب حضرت عمرؓ نے مجبور ہو کے اُنھیں اپنی ایک نہایت ہی تیز روانہ
 دی اور کہا "خبردار اس اونٹنی کو ہاتھ سے نہ کھونا۔ اگر تم سے بے وفائی کی جائے
 تو اسی پر سوار ہو کے بھاگنا۔ کوئی تمھاری گرد کو بھی نہ پائے گا۔" عیاش نے وہ اونٹنی
 عیاش کا سفر واپسی لے لی اور بوجھل تجارت کے ساتھ کے روانہ ہوئے۔ راستے میں چلتے
 چلتے ابوجہل نے ایک مقام پر ٹھہر کے کہا "ہزار مارتا ہوں مگر میری اونٹنی پیچھے ہی
 رہی جاتی ہے۔ تم مجھے اپنے پیچھے نہ بھالو۔" عیاش نے کمال سادگی سے کہا
 "اُو۔" یہ کہہ کے اونٹنی کو بٹھایا اور ابوجہل کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ اس کے بعد
 انکی گرفتاری کیا تھا تو طوری ہی دور گئے بڑھے تھے کہ دونوں نے مل کے عیاش کی مشکین
 باندھ لیں۔ اور انھیں نہایت ذلت کے ساتھ لے کے مکہ میں داخل ہوئے
 وہاں پہونچ کے لوگوں سے کہا "ہم میں سے جو لوگ نالایقی کرین اُن کے ساتھ
 اور مصیبت یہ سلوک کرنا چاہیے۔" مکہ میں لاکھ عیاش قید کئے گئے روز سو کوڑے
 پڑتے۔ دھوپ میں بٹھائے جاتے۔ اور ہر طرح کی سختیاں کی جاتیں تاکہ دین اسلام
 سے پھر جائیں۔ مگر وہ آخر تک متعل رہے۔ اور توحید کو نہ چھوڑا تھا نہ چھوڑا۔
 یہ مصیبت عیاش نے مدت دراز تک بھیلی۔ عیاش دشمنوں کے ہاتھ سے کسی
 طرح نجات نہ پاتے تھے یہاں تک کہ ہجرت کے بعد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے درگاہ خداوندی میں اُن کی نجات کے لیے دعا مانگنا شروع کی
 اور ایک دن مایوس ہو کے آپ نے فرمایا "تیرا یہ کام کون کر دے گا کہ عیاش بن
 ابی ربیعہ اور ہشام بن عاص کو مشرکین کے ہاتھ سے چھڑالائے؟" ولید بن
 ولید نے کہا "اس خدمت کے لیے میں حاضر ہوں۔" یہ کہہ کے سب سے

عاش کے ہٹلے کو لید بن ولید پوشیدہ رکھے مین گئے۔ ہو پختے ہی اتفاقاً ایک عورت کے جاتے ہیں

بولی تیراں دونوں قیدیوں کو کھلانے جاتی ہوں۔ یہ سن کے ولید اس کے پیچھے پیچھے گئے اور وہ مگر دیکھ لیا جس میں دونوں مسلمان خدا پرستی کے جرم میں گرفتار بلا تھے۔ اُس وقت تو ولید صرف مکان دیکھ کے پلٹ آئے۔ مگر جب رات ہوئی تو تاریکی میں وہاں ہو پختے۔ خوش نصیبی سے اُس کی چھت نہیں پٹی تھی۔ دیواریں پھاند کے اندر گئے۔ اور دیکھا تو دونوں کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں ان کی رہائی فوراً ایک چھرنچھ رکھ رکھ کے تلوار سے بیڑیاں کاٹ ڈالیں۔ پھر انھیں جیس سے باہر نکال کے اپنے اونٹ پر بٹھایا۔ اور ہنوز کسی کو خبر نہیں ہونے پائی تھی کہ مدینے کا راستہ لیتا۔

اس طرح تمام مسلمان مکے سے نکل نکل کے ارض شہرب میں آ گئے۔ مدینے والوں کی اعلیٰ ممانعت اور بیان والوں نے جبین گرم جو فی ہمدردی اور فیاضی کے ساتھ حق مہمانی ادا کرنے کے صلے میں انصار کا معزز و محترم خطاب دیا گیا جو ایسی خاطر مدارات کی اور اس خلوص و مروت کے ساتھ پیش آئے کہ اسلام ہمیشہ اہل مدینہ کا ممنون احسان رہے گا۔ الغرض تمام مسلمان مکے کو چھوڑ کے قریش آپ کے بھٹکے کے حرام جن نکل آئے۔ اب وہاں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دو ایک رفیقوں کے ساتھ باقی تھے۔ اور قریش کی یہ حالت تھی کہ گویا کوئی چیز ان کے ہاتھ سے نکلی جاتی تھی۔ اس حالت کو دیکھ کے وہ زیادہ سرگرمی سے کوشش کرنے لگے کہ آپ کو کسی طرح اپنے شہر سے نہ نکلنے دیں۔ اس لیے کہ اگر آپ بھی صحیح و سالم نکل گئے اور مدینے میں ہو پختے کے دین اسلام کو

آزادی سے پھیلانے کا آپ کو موقع مل گیا تو بہت ہی جلد ہی دولت سے
بھکانا پڑے گا۔

زمانہ ہجرت | اب مابتاب نبوت پورے عروج کو پہنچ گیا ہے یعنی بشت کا جو دوران
سال جو خسر و پرویز کو تاج کیانی سر پر رکھے چونتیس برس گزر گئے ہیں۔ قسطنطنیہ کے
یونانی یا رومی شہنشاہ ہرقل کی سلطنت ابھی نوہی برس کی ہے۔ اور وہ زمانہ آگیا ہے
جس وقت سے کہ خدا نے ایک نیا اور ہمیشہ باقی رکھنے والا سکہ دنیا میں قائم
کیا یعنی سنہ ہجری جاری ہوا۔ اس برس کو شروع ہوئے ابھی پورے دو مہینے
بھی نہیں گزرے تھے اور صفر کی ۲۸ تاریخ تھی کہ خود سردار کائنات نے ہی ناقد
وطن اور بے میت اہل وطن کو چھوڑ کے ہجرت کا ارادہ کر دیا۔

صرف تین مسلمان کہیں | تمام مسلمان مدینے جا چکے تھے۔ اور کہیں آپ کے ہراہ
باقی رہ گئے | ایسے صرف تین ہی مسلمان رہ گئے تھے جو آپ کی خدمت میں

آتے جاتے ہوں اور ان کا اثر ہو۔ ایک ثواب بکر صدیق۔ دوسرے علی بن ابی
طالب تیسرے مصیب۔ ان کے علاوہ جو لوگ تھے وہ یا تو شرکین کے ہاتھ میں
گرفتار تھے۔ یا سزاور تھے۔ یا وہ جو مذکورہ لوگوں کے لواحقین ہوں۔ مثلاً
ابو بکر صدیق کے بیٹے وغیرہ۔ کفار کی یورش اور چیرہ دستی کی یہ حالت تھی کہ یہ گنتی
کے آدمی جو رہ گئے تھے وہ بھی بابر کا ہدف نظر آتے تھے۔ اب ابو بکر صدیق نے بھی
ہنگ آ کے روانگی کی اجازت مانگنی شروع کی۔ مگر ان کی درخواست سن کے آپ نے
بے چینہ ہی فرمایا کہ ذرا صبر کرو شاید تمہیں کوئی رفیق سفر مل جائے۔ ظاہر ہے کہ سوا آپ
کے اب کون باقی تھا جو رفیق سفر ہوتا۔ ابو بکر دل میں کچھ کہ شاید خود رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہجرت کا قصد رکھتے ہیں۔ اسی خیالی سے انھوں نے چپکے

پچکے سامان سفر درست کر لیا۔ اور آٹھ سو درہم صرف کر کے دو تیز روادینیان بھی خریدیں۔ آپ حکم خداوندی کے منتظرین اور واقعی آپ کے دل میں یہی تھا کہ مکہ چھوڑ کے ارض شریف کو پہلے جائیں مگر ابھی تک حکم خداوندی نہیں ملا تھا۔ اور آپ زبان سے نہ نکالتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بغیر خدا کی مرضی پائے اُس مقام اور اُس قوم کو چھوڑ کے چلا جانا جس پر مبعوث ہوئے اور جس کی طرف بغیر بنا کے بھیجے گئے شان نبوت و رسالت کے بالکل خلاف تھا۔ اسی خیال اور انہیں مجبور یوں سے آپ کا قدم نہ اٹھتا تھا۔ مگر ابو بکر صدیق دشمنوں کی حالت اور زلزلے کا رنگ دیکھ دیکھ کے گھبراتے تھے اور روز اجازت کے پہلو سے آپ کے ارادے کو دریافت کر لیتے تھے۔

آپ کے تعلق ستر کین کا شورہ ابو بکر صدیق کے تقاضوں کو آپ ٹال ہی رہے تھے کہ میں مکہ میں ایک نئی کچھڑی پکنا شروع ہوئی۔ جب انھوں نے اہل مدینہ کے ایمان لانے۔ مسلمانوں کے دہان جا جا کے پناہ پانے۔ اور دیندار دن کی جماعت کے روز بروز بڑھنے کے حالات سنے تو گھبرائے۔ اور ڈرے کہ کہیں معاملہ اُلٹ نہ جائے۔ اور آپ انصار کی مدد سے خاص سکے پر قبضہ نہ کر لیں۔ اسی دشواری کے دفع کرنے اور اپنے مفید تدابیر سوچنے کے لیے تمام مشرک عاملہ مکہ دارالندوہ میں جمع ہوئے۔ جسے ہم بیان کر آئے ہیں کہ جاہلیت میں قریش کا ہوس آف کا منہ تھا۔ وہاں سب لوگ جمع ہو چکے تھے اور ہنوز کوئی سلسلہ نہیں چھڑنے پایا تھا کہ دیکھا دروازے پر ایک اجنبی شخص کھڑا ہے جو بظاہر صاحب وقار و مشین معلوم ہوتا ہے۔ پوچھا آپ کون ہیں؟ اُس نے کہا میں نجد کا ایک شیخ یعنی معزز شخص ہوں تمہاری صورتیں اور وضعیں مجلی معلوم ہوئیں بیان آ کے کھڑا ہو گیا کہ تمہاری کچھ باتیں بھی سنوں۔ جاہلیت کے مروجہ قواعد کے مطابق اجنبی کیا معنی کسی

غیر قوم والے کو بھی دارالاندوہ میں آنے کی اجازت نہ دی جاتی تھی۔ مگر اس وقت قریش کچھ ایسے ترو و دین بتلاتے تھے کہ ایک نے دوسرے سے کہا "آ نے بھی دو۔ کوئی کے دالاتو ہر نہیں جن کی شرکت سے بڑ نامی کا اندیشہ ہو" سب نے اس رے کو پسند کیا۔ اور وہ شیخ نجدی نہایت وقار و نمکنت کے ساتھ اندر آ کے بیٹھا۔ اب یہ سلسلہ چھڑا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ثیرب کے تعلقات سے جو اندیشہ پیدا ہو گیا ہے اس کا کیا علاج کیا جائے۔ ایک بولا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زخیرون میں جکر کے رکھو۔ اور کسی طرح اور کسی حال میں نہ چھوڑو یہاں تک کہ ہاری قید ہی میں زندگی ختم ہو جائے۔ اس رے پر وہ شیخ نجدی بولا یہ تو کچھ بھی نہیں۔ اہل مدینہ یورش کر کے آئیں اور چھڑا لے جائیں تو کیا کرو گے؟ کوئی ادا بات سوچو؟ کوئی اور شخص بولا میرے نزدیک تو انھیں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو خارج البلد کر دو۔ اور جب یہاں سے چلے جائیں گے تو پھر یہیں کیا غرض جہاں چاہیں جائیں اور جس جگہ پسند کریں رہیں۔ شیخ نجدی بولا یہ تو اس سے بھی زیادہ لنور اے ہے۔ اُن کے بیان کی خوبی۔ بچے کی شیر مٹی و دل کشی تم سب جانتے ہو۔ یہاں سے نکلے اور کسی قبیلے کو اپنی باتوں سے فریفتہ کر کے تم پر لا کے کھڑا کر دیا۔ تو کیا کرو گے؟ پھر آپ کے قتل کرنے کی تجویز | اس وقت تمھارے بنائے کچھ نہ بنے گی۔ ابو جہل بن ہشام جو آنحضرت کے حق میں سب سے زیادہ سنگدل تھا اس وقت تک خاموش بیٹھا تھا اب سر اٹھا کے بولا ایک بات میرے دل میں آئی ہے جسے غالباً تم سب پسند کرو گے۔ لوگوں نے پوچھا "وہ کیا؟" کہا۔ ایک کام کرو۔ اپنے ہر قبیلے اور ہر خاندان میں سے ایک زبردست نوجوان کو منتخب کرو۔ جو نسب میں اچھا اور صاحب عروت و اثر ہو۔ پھر اُن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک سیف ہزان دو۔ یوں تلواریں باندھ کے وہ سب جائیں۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو

اس طرح مارین کہ ہر شخص کا وار برابر اور ایک ہی وقت میں پڑے۔ اس طریقے سے قتل کرنے میں یہ صحت ہو کہ خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا۔ اور نبی جہد مناف کو یہ جرات نہ ہوگی کہ خون کے انتقام میں جان لینے کی کوشش کریں کیونکہ تمام قبائل سے لڑائی مول لینی پڑے گی۔ اور مجبور ہوں گے کہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں جو فوراً اور دوی جائے گی یہ رائے سب کو پسند آئی اور شیخ نجدی سن کے بولایا البتہ رائے ہو۔

ہر حال اسی رات کو سو آدمی تخت ہوئے جنھوں نے آ کے آپ کا مکان آپ کا مکان گھیر لیا۔ اور منتظر ہوئے کہ آپ بچھونے پر لیٹ کے آرام فرمائیں تو یورش کر کے اپنی غرض حاصل کریں۔ مگر خداوند جل و علا کی تو کچھ اور ہی مرضی تھی۔ فوراً جبریل امین السلام جل شانہ کا یہ حکم لے کے پہنچے کہ جس بچھونے پر آپ روضہ سوتے ہیں آج نہ سویئے گا۔ یہ خبر باتے ہی آپ نے دروازے کی درزون علی مرتضیٰ کی جان نشاری سے جھانک کے دیکھا تو دشمنوں اور کافروں کا ہجوم نظر آیا

جو تلواریں باندھے کھڑے تھے اور جان لینے کو تیار نظر آتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کے اور حکم ربانی کی مصلحت سمجھ کے آپ نے حضرت علی مرتضیٰ کو اپنے بچھونے پر سنا دیا۔ اپنی فب خوابی کی سبز چادر انھیں اڑھائی۔ اور یہ قسلی آمیز کلمات فرمائے تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرنا۔ یہ لوگ تمہارے خون کے پیاسے نہیں ہیں۔ اور تمہیں ان کے ہاتھ سے مرنے میں پہنچے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بہت بڑی جان نشاری اور جرات و دلیری کا کام تھا جو اس موقع پر حضرت علی مرتضیٰ سے ظاہر ہوا۔ جن بچھونے پر

یہاں صد ہا تلواروں کی زد پر آنا اور گویا چورنگ بننا تھا اُس پر بغیر کسی قسم کا تامل کیے
 بے غدر و حجت لیٹ جانا اور حضرت سرور کائنات کے کلمات تشفی پر یقین کر لینا
 جیسی شجاعت و جان بازی کو ظاہر کرتا ہو ویسی ہی راسخ الاعتقاد دی کو بھی۔ واقعی یہ
 امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہی کا حصہ تھا۔ اور آپ کے بہت اعلیٰ فضائل میں
 آپ دشمنوں ہی میں ہو کے حضرت علی کو اپنے بھونے پر لٹا کے آپ چلے تو دروازے
 نکل جاتے ہیں کے پاس پہونچ کے سنا ابو جہل اپنے ہم خیال و
 ہم ارادہ رفقا سے کہہ رہا ہے ”محمد کا خیال ہو کہ اگر تم اُن کی پیروی کرو گے تو
 عرب و عجم کے بادشاہ ہو جاؤ گے۔ پھر مرنے کے بعد زندہ ہو گے اور وہاں
 شہر اُردن کے سے باغ رہنے کو ملیں گے۔ اور اگر اُن کی اطاعت نہ کرو گے تو
 قتل ہو گے۔ اور مرنے کے بعد جب اُٹھو گے تو آگ میں جلو گے۔“ یہ جملہ اُس کی
 زبان سے ختم ہی ہوا تھا کہ آپ یہ کہتے ہوئے دروازے سے نکلے ”بان بان
 بے شک میں یہ کہتا ہوں“ پھر ہاتھ میں تھوڑی سی خاک اُٹھالی۔ اور سورہ یس
 پڑھنا شروع کی یہاں تک کہ اس آیت تک پہونچے ”فاغشینا ہمہ فہم لا یبصرون“
 (ہم نے ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیے اور وہ نہیں دیکھتے ہیں) واقعی
 اس موقع پر اس آیت کے مضمون کے مطابق اللہ جل شانہ نے ان سب کی
 آنکھوں پر پردے ڈال دیے۔ اور آپ کو اتنا موقع مل گیا کہ ان میں سے
 ہر ایک کے سر پر تھوڑی تھوڑی مٹی ڈال دی اور انہیں کے مجمع میں سے ہوتے ہوئے
 نکلے چلے گئے۔

مشرکین کو معلوم ہوا کہ آپ تھوڑی دیر کے بعد کسی نے آ کے پوچھا تم لوگ یہاں کیسا
 کر رہے ہو؟ کہا ”محمد کے سونے کا انتظار رہا“ اُس نے
 چلے گئے

عہ اُردن بیت المقدس کے قریب ارض قنات کا ایک شہر ہو جاں کج بلغ اپنی زہت و شادابی کے اعتبار سے اُن دنوں شہر تھا

کہا "بس یونین انتظار کرتے رہو۔ وہ تو تھارے سردن پر خاک ڈال کے چلے گئے۔" سب نے گھبرا گھبرا کے اپنے سردن پر ہاتھ پھیرے تو ہر ہاتھ میں مٹی آ گئی۔ حیران رہ گئے۔ اور دروازے سے جھانک جھانک کے دیکھنے لگے۔ بستر مبارک پر حضرت علی رضی اللہ عنہ آرام فرما رہے تھے۔ انھیں دیکھ کے کہنے لگے لیٹے تو ہوئے ہیں۔ حضرت علی سے کفار کا سلوک! مگر ہر ایک کے دل میں کچھ ایسا شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ کہ رات بھر مکان کو گھیرے رہے۔ اندر قدم رکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ صبح کو جب حضرت علیؑ بچھونے سے اٹھے تو سب کو اپنی ناکامی کا یقین ہوا۔ غصے میں بھرے ہوئے اندر گھسے۔ اور جھنجھلا کے پوچھا "محمدؐ کہاں گئے ہیں؟" جناب امیرؑ نے کہا "مجھے کیا معلوم؟ تم لوگوں نے اُن سے نکل جانے کو کہا تھا کسی طرف چلے گئے ہوں گے؟" یہ جواب سُن کے اشراق قریش کو بڑا غصہ آیا۔ حضرت علیؑ کو مارا پیٹا۔ نکال کے مسجد کعبہ میں لے گئے۔ کچھ دیر تک قید رکھا۔ اور جب یقین ہو گیا کہ ان سے پتہ نہیں چل سکتا تو مجبور ہو کے چھوڑ دیا۔ اور ابوبکرؓ کے مکان کی راہ لی۔ ابوبکر صدیقؓ کی رفاقت | ابوبکر صدیقؓ کو آپؐ نے آج دن کو شام سے پہلے ہی اپنا رادۂ ہجرت سے مطلع کر دیا تھا۔ رات کو جب آپؐ مشرکین کے زور سے نکلے تو ابوبکرؓ کے مکان پر گئے انھیں ساتھ لیا پھوڑے کی کھڑکی سے نکل کے روانہ ہوئے۔ اور ایک غار میں جو غار تو رکھتا تھا اور کے سے ذرا ہٹ کے دامن کوہ میں واقع تھا چھپ رہے۔ مشرکین حضرت علیؑ کو تپا چکے تو سیدھے بڑا بیک کے مکان پر پہنچے۔ اور پکارا تو ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی جناب سمارؓ باہر نکلیں مشرکین نے پوچھا "تمہارے باپ کہاں ہیں؟" اسماؓ نے کہا "خدا کی قسم میں نہیں جانتی کہاں گئے ہیں" اس پر ابوجہل نے انتہا سے زیادہ

جناب اسرار پرشکرین کاظم | طیش کھاکے اسما کے گال پر اس سے تھپڑ مارا اگر اُنکا گوشوارہ کان سے نکل کے دور جاگرا۔ لیکن اس ظلم و جور سے آنحضرت کا پتہ نہ لگ سکتا تھا یہاں سے بھی نامراد پھرے۔ اور اعلان کر دیا کہ جو کوئی محمد کا پتہ لگا دے گا اسے سو اونٹنیاں انعام میں ملین گی۔

باب سیزدہم

ورود مدینہ اور مسجد نبوی کی تعمیر

غارین اپنے کھیلے ابو بکرؓ کی انتظام کیا تھا غار میں آپ کی زندگی۔ سفر مدینہ کی تیاری۔ جناب اسرار کی ہمدردی اور فضیلت۔ ردائی۔ سراقہ بن مالک۔ وہ آپ سے ایک سہلے کے واپس جاتا ہے۔ راستے کی منزلین۔ مدینہ میں جوش استقبال۔ یہود کی دشمنی اور اس کی وجہ۔ آپ مدینہ کے قریب پہنچتے ہیں۔ قبائ۔ علی مرتضیٰؓ کے سے کیونکر آئے۔ مسجد قبا۔ پہلی نماز جمعہ۔ مدینہ میں آپ کا ورود۔ انصار کا شوق میزبانی۔ آپ کے ٹھہرنے کی جگہ۔ اس کی تاریخ۔ ابو بکر صدیقؓ کے روپیے سے وہ جگہ لی گئی۔ آپ ابو ایوب انصاری کے ہمان ہیں۔ مسجد نبوی کی پہلی تعمیر اور وضع۔ ازواج رسول اللہ کے حجرے۔ صفہ۔ اس مسجد کی وقعت و فضیلت۔ تعمیر فاروقی۔ تعمیر عثمانی۔ ولید بن عبد الملک کے عہد کی تعمیر خلیفہؓ ہمدی عباسی کی تعمیر۔ آسون رفید کی تعمیر۔ آپ مسجد کے حرون میں سکونت اختیار کرتے ہیں۔

غارین رہنے کے لیے ابو بکرؓ نے حضرت صدیقؓ چلتے وقت یہ انتظام کر گئے تھے کہ اپنے بیٹے عبد اللہ کو حکم دیا تھا کہ شریکین میں جو جو بڑا رہا ہے کیا انتظام کیا تھا

اور اُن کا جو کچھ خیال اور ارادہ ہو اُس سے رات کو آکے خبر کر دینا۔ اپنے غلام عامر بن قیصرہ کو ہدایت کی کہ میری بیٹیوں وغیرہ کو لے جا کے دن بھر کے کے باہر چرانا اور جب رات ہو تو اُن کو لے کے غار پر آجانا۔ اور اپنی بیٹی اسماء کو اس خدمت پر مامور کیا کہ روزِ شام کو کھانا پہنچا جایا کریں۔ اور عبد اللہ ابن ارقیط کو اجرت مل کر کے رہبر مقرر کیا کہ جب غار سے آگے بڑھیں تو چہ آسانی منزلِ مقصود پہنچا دے۔ یہ شخص اگرچہ مشرک تھا مگر اُس کی وفاداری پر اطمینان کر لیا گیا۔

غار ثور میں آپ کی زندگی غار ثور پر پہنچ کے پہلے ابو بکر صدیق اندر گئے۔ خوب دیکھ لیا کہ اندر کوئی درندہ یا سانپ وغیرہ تو نہیں ہے۔ اور جب بخوبی اطمینان ہو گیا تو آپ کو اندر بلایا۔ اور چپکے بیٹھ کے قسمت اور خدا کی مرضی کا انتظار کرنے لگے۔ آپ تین شبانہ روز اس غار میں رہے۔ اور روزانہ معمول تھا کہ عبد اللہ بن ابی بکر دن بھر مشرکین۔ کہ میں رہتے۔ اُن کے مشورے اور اُن کی تجویزین سنتے اور شام کو آکے آپ کو اہل مکہ کے حالات سے مطلع کر جاتے۔ عامر بن قیصرہ گلہ لے کے آتا۔ بکریوں کا دودھ پلاتا۔ اُن میں سے ایک آدھ دونچ کی جاتی۔ اور اگرچہ یون خداوند جل و علا روزی پہنچائے جاتا تھا مگر آسا بھی بلاناغہ کھانا لے کے آتین اور آپ کو بھرت دیکھ کے خوش خوش واپس جاتین۔

سفرِ بنہ کی تیاری | تیسرے دن جب مشرکوں کے جوش میں گونہ سکون ہوا۔ اور دیگر کاروبار میں مشغول ہوئے تو عبد اللہ بن ارقیط شام کے وقت دوا و دمنٹ لے لے ہوئے غار پر پہنچا۔ یہ دونوں دمنٹ ابو بکر کے تھے اور اگرچہ ابو بکر یونین نذر کرنے پر اصرار کر رہے تھے مگر آنحضرت نے جب تک احادیثِ اعدائے قیمت کا وعدہ کر کے ایک دمنٹ کو مول نہ لے لیا سوار نہیں ہوئے۔

جناب سار کی ہمدردی | جناب آسا بھی اس وقت زار اور اہلے ہوئے حاضر تھیں۔ مگر اور فضیلت جب دسرخوان کو کہا وے میں باندھنے کا ارادہ کیا تو کوئی چیز نہ تھی جس سے اُس کا دہانہ باندھیں۔ فوراً اپنی بیٹی جسے تمت پر باندھے ہوئے تھیں کھول کے بیچ سے پھاڑ لی۔ ایک حصہ کمر میں باندھا اور دوسرے حصے سے دسرخوان کو کُٹا۔ بعض مستند اہل حدیث کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر میکیزے کا دہانہ باندھنے کے لیے بھی کچھ نہ تھا چنانچہ جناب آسا نے اُس ایک حصے کی بھی دو دھجیاں کیں۔ ایک دسرخوان کے لیے اور ایک شکیزے کے لیے۔ بہر حال جو کچھ ہوا اور جو حصے کیے ہوں حضرت رسالت کو آسا کی یہ استعداد و ہمدردی بہت پسند آئی۔ فرمایا اے آسا خدا تمہیں جنت میں دو بیٹیاں مرحمت کرے گا۔ بیٹی کو عربی لُطُف کہتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد فیض بنیاد کے بعد آسا کا لقب ذات النطاقین (دو بیٹوں والی) ہو گیا۔ جو لقب کہ ہزار شاہی خطابوں سے زیادہ مقبول و با وقعت ہے۔

رواگی | اس طرح جب سب سامان درست ہو گیا اور کوئی حالت منظرہ نہ باقی رہی تو آپ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے۔ ابو بکر صدیق اپنے اونٹ پر گئے۔ اُن کا غلام عامر بن فیرہ اُن کے پیچھے بیٹھا۔ اور عبد اللہ ابن اریقط اس چھوٹے خائف و خائمان برباد قافلے کو لے کے نہ سینے کی طرف روانہ ہوا۔

رات کو غار ثور سے کوچ کیا تو دوسرے دن ظہر کے وقت تک برابر منزل مارتے چلے گئے۔ اُس وقت جو گرمی کی شدت ہوئی اور نظر آیا کہ اہل عرب کے مذاق کے مطابق قافلوں کے ٹھہرنے کا بھی وقت آگیا تو آپ نے ارادہ کیا کہ تھوڑی دیر ٹھہر کے سٹالین۔ ابو بکر فوراً اونٹ سے اترے ایک لمبی سی

چٹان جو درختوں کے سایے میں بھی بھاڑ کے درست کی۔ آپ اُس پر جا کے لیٹے اور آرام فرمانے لگے۔ اور ابو بکر نے پاس بیٹھ کے نگبانی شروع کی۔ جب آفتاب زیادہ لنگ آیا تو آپ بیدار ہو کے پھر سوار ہوئے۔ اور یہ قافلہ نبوت اُسی پہلی شان سے آگے بڑھا

سراقہ بن مالک | چلے ہی جاتے تھے کہ پیچھے سے کسی کے پکارنے کی آواز آئی۔ ابو بکر صدیق نے پلٹ کے دیکھا تو سراقہ بن مالک مدنی تھا اور گھوڑا رک کے کھڑا آواز دے رہا تھا۔ سراقہ مشرکین میں سے تھا اور ایک بہادر سپاہی تھا۔ کسی نووارد مسافر سے اُسے آپ کا پتہ لگ گیا تھا۔ اور اس لالچ میں کہ سوا دھنٹ ملین گے بغیر کسی سے کہنے کے سے روانہ ہوا تھا کہ تنہا آپ کو واپس لائے۔ اگرچہ چلتے وقت بہت سے آثارِ خس نظر آئے تھے۔ پہل کے سامنے جا کے استخارہ کیا تھا اور وہ بھی منع آیا تھا۔ راستے میں کئی بار گھوڑے نے ایسی ٹھوکر لی تھی کہ پیٹھ سے جدا ہو گیا تھا مگر طبع و حرص کے جذبات ان تمام پیشگوئیوں پر غالب آئے۔ اور آخر آپ کے قریب پہنچ ہی گیا۔ آپ کے اونٹوں کو دیکھ کے گھوڑا بڑھایا تھا کہ کیا ایک پھر گھوڑے نے ٹھوکر لی۔ اور اس کے اگلے پاؤں گھنٹوں گھنٹوں زمین میں دھس گئے دل میں بھ گیا کہ خدا ہی محمد کی حفاظت کر رہا ہو۔ بے اختیار چلا چلا کے پکارنے لگا۔ ابو بکر صدیق نے پلٹ کے اُس کی صورت دیکھی تو گھبرا گئے اور کہا یا رسول اللہ کفار کو ہمارا سراغ لگ گیا۔ آپ نے اُنھیں تسلی دی۔ اور فرمایا گھبراؤ نہیں خداوند جل و علا ہمارے ساتھ ہے۔ اب سراقہ کی طرف متوجہ ہوئے تو سنا وہ کہہ رہا ہے میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اور خدا کی قسم آپ کے خلاف کوئی کارروائی

وہ آپ سے ایک سال کے
واپس جاتا ہے

نہ کروں گا۔ حضرت رسولؐ کے اشارے سے ابو بکرؓ نے پوچھا "تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟" سراقہؓ نے کہا "صرف اس قدر کہ آپ مجھے ایک تحریر دے دیجیے جو آئندہ کے لیے میرے پاس سند رہے گی۔" آنحضرتؐ نے ابو بکرؓ سے فرمایا "کوئی مضائقہ نہیں لکھ دو۔" چنانچہ انھوں نے ایک تحریر لکھ کے اُس کی طرف پھینک دی اور آگے روانہ ہوئے۔ اس تحریر کو بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہڈی پر تھی۔ بعض چمڑے پر بتاتے ہیں۔ اور بعض کا دعویٰ ہے کہ کانے پر تھی۔

سراقہؓ نے یہ تحریر اٹھا کے اپنے ترکش میں رکھ لی۔ اور مکہ کی طرف واپس روانہ ہوا۔ فتح مکہ کے بعد جب آپؐ طائف سے واپس آرہے تھے تو سراقہؓ نے حاضر ہو کے یہ تحریر آپؐ کی خدمت میں پیش کی اور آپؐ نہایت لطف و کرم سے پیش آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریر میں کسی خاص چیز کا وعدہ نہ تھا بلکہ صرف یہ اقرار کیا گیا تھا کہ جب موقع ہو گا اُس کی رعایت کی جائے گی۔

راستے کی منزلین | سراقہؓ کے واپس آنے کے بعد پھر آپؐ کو راستے میں کوئی مزاحمت نہیں پیش آئی۔ غالباً اُن دنوں جو راستہ مکہ سے مدینے کو گیا تھا سیدھا نہ تھا بلکہ یوں تھا کہ مکہ سے مغرب کی طرف جا کے سمندر کے ساحل پر پہنچتے اور پھر ساحل ہی ساحل شمال کی طرف چلے جاتے یہاں تک کہ موجودہ بندر گاہ نبورع کے قریب کسی مقام پر پہنچ کے مدینے جانے کے لیے مشرق کی طرف مڑ جاتے۔ اسی راستے سے ابترہہ مکہ پر حملہ کرنے کے لیے آیا تھا۔ اسی راستے سے غالباً اکثر مہاجرین گئے ہوں گے۔ اور اسی راستے سے آپؐ نے بھی مدینے کا سفر کیا۔ آپؐ شہر عرفان سے آگے بڑھ کے بحر قلزم کے ساحل پر پہنچے اسفل آج (تحدید کے قریب ایک مقام جہاں اس سڑک نے ایک دو سری سڑک کو قطع کیا تھا)۔ حرار ثنیۃ المرۃ۔ لقف مدجۃ لقف مدجۃ مہلج۔ مرج حجاج

مرج ذی العصور۔ بلن ذی کشد۔ جد اجد۔ اجرو۔ ذی سلم۔ عباہد۔ فاجہ۔ عرج
 شینہ العار۔ بلن رن۔ قبا، جو مدینہ طیبہ کی آبادی سے باہر اور قریب ہی تھا۔ یہ
 وہ مقدس اور خوش نصیب منازل ہیں جن کو آپ کے درود و قیام سے شرف حاصل ہوا
 مدینہ میں جوش استقبال | آپ کے پہنچنے سے پیشتر اہل مدینہ کو آپ کی روانگی کی
 خبر ہو چکی تھی۔ اور تمام انصار میں ایسا جوش و خروش تھا کہ پانچ پانچ سو آدمی روزانہ
 استقبال کے لیے باہر آتے اور قبا کے قریب صبح سے دوپہر تک انتظار کرتے رہتے۔ مگر
 گرمیوں کا موسم تھا جب دھوپ برداشت کے قابل نہ رہتی تو اپنے گھروں کو واپس
 جاتے۔ اہل مدینہ کے اس غیر معمولی جوش نے یو دین بھی ایک خاص برہمی
 پیدا کر دی تھی۔ مشرکین مدینہ دل میں دین موسوی کی وقعت کے مترن ہو چکے
 یو دکی دشمنی اور اُس کی وجہ | تھے۔ اور یو د کو خیال پیدا ہو چلا تھا کہ غم قریب مدینہ میں
 انھیں کا مذہب ہو گا اور انھیں کے ہاتھ میں دہان کی حکومت ہوگی۔ اب اہل
 مدینہ کو حضرت رسولؐ آخر الزمان کے جدید دین کا پیروا اور آپ کا اس قدر
 گرویدہ پایا تو حسد کرنے لگے۔ یو دیوں کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
 خاص عداوت تھی۔ اور جس کی وجہ سے انھوں نے منافقت تک کی ذلیل دنی
 شان اختیار کی اس کا اصلی سبب یہی تھا کہ وہ آپ کو اپنا رقیب اور اپنے
 حقوق کا پھیننے والا خیال کرتے تھے۔ اور یقین کرتے تھے کہ مدینہ والوں سے جو
 فائدہ اٹھانا چاہتے تھے انھیں محروم کر کے حضرت رسولؐ نے اٹھالیا۔

آپ مدینہ کے قریب پہنچتے ہیں | دو شنبہ کا روز اور ربیع الاول کی بارہویں تھی کہ حضرت
 سرور کائناتؐ کی سواری مدینہ کے قریب نمودار ہوئی۔ اس وقت دوپہر
 ڈھل چکی تھی اور استقبال کرنے والے دھوپ کی شدت سے بیتاب

ہو کے واپس جا چکے تھے۔ اتفاقاً کوئی یہودی میدان میں گھڑا تھا۔ شتر مبارک کو دور سے دیکھتے ہی پہچان گیا۔ اور چلایا اہل مدینہ تو تمہارا دادا آگیا۔ اُس نے تو یہ جملہ تعریفیں کہا تھا مگر لوگ سنتے ہی ہر طرف سے دوڑے۔ اور ٹھوڑی ہی دیر میں تقریباً پانچ سو آدمیوں نے شتر مبارک کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور آپ کو راستے سے داہنی جانب موڑ کے قبا کی طرف لے چلے۔ اکثر نوجوان انصار جو ایمان لا چکے تھے اور ہنوز آپ کی صورت نہیں دیکھی تھی اپنے دل میں ابو بکر صدیق کو رسول اللہ خیال کرتے تھے۔ مگر جب راستے سے مڑتے ہی دھوپ کا رُخ پٹا۔ اور آپ پر آفتاب کی تیز شعاعیں پڑتے دیکھ کے ابو بکر دھوپ کے رُخ پر ہولے اور اپنی چادر آپ پر سایہ کرنے لگے تو تمام لوگوں نے آپ کو پہچانا اور آپ نے سلام کرنے لگے۔

قباء الغرض اس شان سے اور اہل مدینہ کے اس جلوس کے ساتھ آپ قبا میں داخل ہوئے۔ یہاں نبی عمر بن عوف مین سے کلمتوم بن ہرم کے مکان پر آپ فروکش ہوئے۔ اور آپ سے قریب ہی محلہ تسخ بنی جبیب بن اساف کے گھر پر ابو بکر صدیق ٹھہرے اس امر میں بڑا اختلاف ہے کہ قبا میں حضرت رسالت کا کہنے دنوں قیام رہا۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ دو شبے کے روز فروکش ہوئے تھے۔ منگل۔ بدھ۔ اور جمعرات تین دن وہاں مقیم رہے۔ اور چوتھے دن جمعے کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ لیکن تجارتی و سلم اور دیگر مستند اہل حدیث کی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلسل چودہ دن تک آپ یہیں مقیم رہے۔ اور یہی امر قابل وثوق معلوم ہوتا ہے

علی مرتضیٰ کے ساتھ کیونکر آئے حضرت علی کو آپ نے حکم دیا تھا کہ میرے پاس جو چیزیں لوگوں کی امانت میں انھیں واپس کر کے اور جن لوگوں کا قرض ہو اُسے

ادا کر کے مدینہ کی راہ لین ان خدمات کو جب وہ بجا لاپکے تو سب سے چھپ کے مکے سے نکلے۔ اور دشمنوں کا اس قدر خوف تھا کہ دن بھر کسی پوشیدہ مقام میں چھپے رہتے اور رات کو پا پیا وہ سفر کرتے۔ پیادہ پانی کا یہ نتیجہ تھا کہ جب قبا میں آپ سے آکے ملے تو پاؤں بجا بجا سے پھٹ پھٹ گئے تھے۔ اور زمین پر پاؤں نہ رکھا جاتا تھا۔ آنحضرتؐ نے جیسے ہی اُن کے آنے کی خبر سنی اپنے پاس بلایا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اُن میں چلنے کی طاقت ہی نہیں آئیں تو کیونکر؟ آپ خود چلے گئے گھٹے سے لگایا اور زار و قطار رونے لگے۔ پھر اپنا لعاب دہن ہاتھ میں لے کے اُن کے پاؤں پر لگایا خدا نے فوراً صحت دی۔ اور ایسی صحت کہ کہتے ہیں پھر کبھی زندگی بھر آپ کو پاؤں کے متعلق کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

سجدہ قبا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا کے قیام کے زمانے میں وہاں ایک مسجد بنوائی۔ جو نہایت ہی مقبول ہوئی۔ آج تک زیارت گاہ خلعت ہر اور خداوند جل و علانے اُس کی شان میں فرمایا اُسس علی التقویٰ یعنی اتقوا اور ہر بزرگاری سے اُس کی بنیاد پڑی۔ اور بے شک سلام میں اولیت کا فخر اسی مقدس مسجد کو حاصل ہے قبا میں بقیعہ و نون ٹھہرنا تھا ٹھہر کے آپ نے خاص مدینے میں داخل ہونے کا پہلی نماز جمعہ ارادہ کیا۔ اور ایک جمعہ کو اہل قبا سے رخصت ہو کے چلے۔ بنی سالم کی زمین میں پہنچے تھے کہ نماز جمعہ کا وقت آگیا۔ وہاں ٹھہر کے نماز جمعہ ادا کی اور تمام مومنین کا اتفاق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پہلی نماز جمعہ پڑھی۔ اور یہی پہلا خطبہ تھا جو اس موقع پر دو گانہ جمعہ سے پیشتر آپ کی زبان فیض ترجمان سے ادا ہوا۔

مدینے میں آپ کا ورود جمعے کی نماز پڑھ کے آپ بنی سالم سے بھی رخصت ہوئے۔

اور خاص مدینہ طیبہ کی آبادی میں داخل ہوئے۔ آپ کا یہ داخلہ عجیب جوش و
خروش اور انصار کے حیرت ناک جوش ایمانی کو ظاہر کر رہا تھا۔ ایک خلقت ہمراہ کو با
تھی۔ شتر مبارک اہل مدینہ یعنی انصار کے دروازوں پر سے گزرتا تھا اور ان کے
انصار کا شوق یزبانی امانہ ارقمست پر نظر لگائے ہوئے تھے۔ اور ہر شخص اس امر کے
ظہور کا نظر تھا کہ وہ کون خوش نصیب شخص ہے جسے آپ کی یزبانی کی عزت حاصل
ہوگی۔ آپ نے اونٹ کی ٹہار چھوڑ دی تھی۔ اور اُسی کی مرضی پر چلے جاتے تھے
جس دروازے سے گزرتے صاحب مکان اُس کے درخواست کرتا یا رسول اللہ آپ
میرے ہمان ہوں۔ آپ فرما دیتے ہیں اس امر میں دخل نہ دوں گا۔ میں نے
اونٹ کو خدا پر چھوڑ دیا۔ ہمان ٹھہرے گا وہیں سمجھ لوں گا مجھے قیام کرنا چاہیے۔
آپ کے ٹھہرنے کی جگہ آخر آپ کا اونٹ جاتے جاتے ایک افتادہ زمین پر پہنچا
اور وہاں پہنچتے ہی بیٹھ گیا۔ آپ اب بھی اُسی طرح اُس کی پیٹھ پر سوار رہے اور
اس کی ٹہار بھی چھوٹی رہی۔ آخر وہ اٹھا چھوڑا قدم چلا اور پلٹ کے پھر اُسی جگہ
اُس کی تاریخ آکے بیٹھ گیا۔ یہ حالت دیکھ کے آپ اُتر پڑے اور اس زمین کا
حال دریافت کیا۔ اس میں مشرکوں کی کچھ قبریں تھیں۔ اور محلے والوں نے
کوڑا ڈال ڈال کے اُسے گھور اُبنادیا تھا۔ آپ کے دریافت کرنے پر معاذ بن
عُقرہ نام ایک شخص جو بنی نجار میں سے تھے آگے بڑھے اور عرض کیا یا
رسول اللہ یہ زمین دو قیم و نابغ لڑکوں کی ہے جن کا نام سہل بن عمرو اور سہیل بن
عمرو ہے۔ یہ دونوں بچے بنی نجار میں سے ہیں۔ اور میری تولیت میں ہیں۔ اگر آپ
فرمایاں تو میں انھیں اس قطعہ زمین کے بیچنے پر راضی کر سکتا ہوں۔
جب اُن لڑکوں کو خبر ہوئی کہ اُن کی اس افتادہ زمین کو جناب

ابو بکر صدیق کے روپے سے رسالتِ مآب نے پند فرمایا ہر تو بڑی خوشی سے زمینیں
 ودیکہ لی گئی۔ نذر کر دینے پر راضی ہو گئے۔ مگر آنحضرتؐ نے انکار کیا۔
 آخر ابو بکر صدیقؓ نے اپنے پاس سے دس دینار دے کے یہ زمین مول لی
 اور آنحضرتؐ نے اس پر مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔

آپ ابو ایوب انصاریؓ کا اب یہ امر تو قرار پایا گیا کہ مدینہ طیبہ میں حضرت رسالتؐ کا
 ممان بن قیام اس زمین پر ہو گا۔ لیکن چند روز کے لیے جب تک
 مسجد بنے۔ اور رہنے کے قابل جگہ ہو آپ ابو ایوب انصاریؓ کے ممان ہوئے
 جن کی تربت پاک پر اس وقت تسطیعیہ فخر کر رہا ہے۔ آپ کے قیام پذیر ہونے
 مسجد نبویؐ کی پہلی تعمیر اور وضع کے ساتھ ہی یہ زمین سطح کی جانے لگی۔ خود آپ اور معاویہؓ
 و انصار صدق دل اور جوش ایمان سے متوجہ ہوئے۔ درخت کاٹنے کے قبرین
 کھود کے برابر کی گئیں۔ برسات کا پانی نہ زمین پر ہو کے گزرتا تھا اس کا ناس دورِ طغیان
 سے کیا گیا۔ اور مسجد کی نیویگنی مسجد رسو ہاتھ لپی اور سو ہاتھ چوڑی رکھی گئی۔ زمین سے
 اوپر تین ہاتھ تک گارے اور تھیر کی جڑاٹی تھی پھر اس کے اوپر کچی اینٹوں کی
 دیوار۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف یعنی شمال کی جانب قائم کیا گیا۔ اس لیے
 کہ اس وقت تک کعبہ مسلمانوں کا قبلہ نہیں قرار پایا تھا۔ چاروں طرف کی دیوار ان
 صرف ایک قد آدم اونچی کی گئیں۔ پھر جب دھوپ کی تکلیف ہوئی اور سایے کی
 ضرورت ثابت ہوئی تو دیوار کسی قدر اونچی کی گئی کھجورون کے تنے کاٹ
 کاٹ کے تنوں قائم کئے گئے اور انھیں پر کھجورون کی ٹہنیان ڈال ڈال
 کے سایہ کیا گیا۔ یہ پخت اتنی بلند تھی کہ انسان کھڑا ہو کے ہاتھ اٹھا تا تو پخت
 میں لگ جاتے۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین سے سات ہاتھ

اوپر تھی۔ چند روز بعد جب پانی برسا مسجد میں کچھ بڑھئی اور نازیون کے کپڑے بھیسے تو تھوڑی سی تھوڑی مٹی ڈال کے چھت پاٹ دی گئی۔ اس مسجد میں تین جانب تین دروازے رکھے گئے۔ شمال کی طرف تو قبلہ تھا لہذا اُدھر کوئی راستہ نہ تھا۔ باقی ہر طرف ایک ایک دروازہ رکھا گیا شرقی و غربی دروازوں میں سے ایک تو وہ تھا جو اب باب الرحمہ کہلاتا ہے اور ایک وہ جسے باب جبریل کہتے ہیں۔ تحویل قبلہ یعنی کہنے کے قبلہ قرار دیے جانے کے بعد مسجد کا رخ بالکل بدل گیا۔ اس لیے کہ پہلے شام یعنی شمال کی طرف نماز پڑھتے تھے اور اب جنوب کی طرف پڑھنے لگے۔ جدھر مکہ معظمہ واقع ہے۔ لہذا اس وقت سے وہ جنوبی دروازہ بند کر کے اُس کے خاوی شمال کی جانب جدید دروازہ کھولا گیا۔

ازواج رسول اللہ کے حجرے مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی مشرقی دیوار کے برابر اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُم المومنین سودة رضی اللہ عنہا کے لیے دو حجرے بنائے گئے جن کا راستہ مسجد کے اندر تھا۔ اس کے بعد جب آپ نے اور نکاح کیے تو اور بنی بیون کے لیے بھی اسی ذیل میں برابر حجرے بنتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے آخر عمر میں مسجد کے پناوین ازواج مطہرات کے شمار کے مطابق نو حجروں کی ایک قطار قائم تھی۔

صَفْر | یہ سب حجرے مشرقی دیوار سے ملے ہوئے تھے۔ اور شمالی دیوار کی طرف جدھر پہلے قبلہ تھا تحویل قبلہ کے بعد وہ عام مکان بن گیا جسے صَفْر کہتے ہیں یہ غریبوں اور مفلوک الحال و بے خانان مسلمانوں کا مکان خانہ تھا جن کی تعداد گھنٹی بڑھتی رہتی تھی۔ مشہور صحابی ابو ہریرہ کی زیادہ زندگی اسی مکان میں گزری تھی۔ مسجد اہمات مومنین کے حجروں اور صفے کی چھتیں برابر اور ایک ہی قسم کی تھیں اس مسجد کی وقت و فضیلت | انقضیٰ یہ شان تھی اُس مسجد کی جو مسجد قبلہ کے بعد بس سے پہلی مسجد حضرت رسول کی تعلیمات کا سرچشمہ۔ اور ابتدائی خلافت راشدہ کی مرکز

و مرجع تھی اور جس کا مرتبہ اہل اسلام میں خانہ کعبہ اور مسجد اقصیٰ کے بعد رکھا گیا ہے۔ اس کی تعمیر کے وقت اپنے جان نثار صحابیوں کے ساتھ خود حضرت رسالت کا پتھر اور انٹین ڈھونا اور اشعار بر بڑ پڑھ کر محنت کرنا ایسی یادگار چیزیں ہیں جن کو مسلمان ہمیشہ ذوق و شوق اور عجز و حسرت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔

تیسری روٹی | مسجد نبوی کی سب سے پہلی تعمیر تو یہی تھی جس سے کہ سنہ ہجری کا آغاز ہوا ہے۔ پھر سترھ مین جبکہ خلافت فاروقی کا زمانہ تھا۔ سینے مین مسلمانوں کا اس قدر ازدحام ہوا کہ مسجد نمازیوں کے لیے کافی نہ ہو سکتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کو تعمیر کیا۔ اور اگرچہ زمین بڑھالی مگر اتباع سنت کا یہاں تک خیال تھا کہ باوجود ہر طرح کی استطاعت کے عمارت اسی قدیم وضع کی رکھی یعنی وہی کچی اینٹیں تھیں وہی تنہ کھجور کے تنوں تھے۔ اور وہی کھجور کی ٹہنیوں پر پٹی ہوئی چھت تھی۔ بس حدت تھی تو اتنی کہ دروازے تین کی جگہ چھ رکھے گئے۔ یہ وقت بھی گزر گیا۔ اور **تیسری عثمانی** | جناب ذی النورین کی خلافت کا زمانہ آیا۔ مسجد کے وسیع کرنے کی ضرورت پھر پیش آئی۔ انھوں نے سترھ مین اپنے مذاق کے موافق نہایت شان و شوکت سے تعمیر کیا۔ اس تعمیر مین مسجد نبوی ایک سو ساٹھ ہاتھ لمبی اور ایک سو پچاس ہاتھ چوڑی قائم کی گئی۔ گچ کی بخت دیواریں بنیں۔ منفش چھ دیواروں مین لگائے گئے۔ کھجور کے تنوں کے عوض سنگی تنوں قائم ہوئے۔ ساگون کی لکڑی جو ان ممالک مین سب سے عمدہ اور قیمتی لکڑی ہے اس کے پڑوں پر چھت پائی گئی۔ اور گویا یہ کوئی اور ہی مسجد تھی۔ اب خلافت راشدہ کا دور بھی گزر گیا۔ اور نبی ولید بن عبد الملک کے تعمیر | امیہ مین سے ولید بن عبد الملک کا زمانہ آیا۔ اس کی طرف سے عمر بن عبد العزیز جس نے اپنی نیکو کاری و دینداری کی بدولت فقہا و محدثین اسلام

بہت اچھا شیفٹ حاصل کیا ہے۔ اور جسے مورخین اسلام نے نہایت ہی وقعت دی ہے۔
 سنہ ۱۱۰۰ھ میں جبکہ وہ مدینہ طیبہ کا والی یا گورنر تھا مسجد نبوی کے ازسرنو اور بڑی شان
 و شوکت سے بنانے پر آمادہ ہوا۔ اب اور زیادہ وسیع بنیاد ڈالی گئی۔ طول پورے
 دو سو ہاتھ کو پہنچ گیا اور عرض قبلہ رخ دیوار کی طرف تو اتنا ہی یعنی دو سو ہاتھ تھا
 مگر دوسری جانب ایک سو اسی ہاتھ اس تعمیر کے وقت ازواج رسول اللہ کے
 تمام حجرے بھی مسجد میں شامل کر لیے گئے۔ اور تعمیر عثمانی کی طرح اب بھی نقش چہر
 دیواروں میں لگائے گئے تھے۔ اس طرح تین سال میں مسجد نبوی بن کے تیار
 خلیفہ ہمدی عباسی کی تعمیر ہوئی۔ پھر سنہ ۱۱۰۱ھ میں خلفا۔ بنی عباس میں سے ہمدی
 شمال کی جانب سو ہاتھ زمین اور داخل کر دی۔ ہمدی کے بعد پھر مامون رشید
 مامون رشید کی تعمیر سنہ ۱۱۰۲ھ میں اس مقدس عبادت گاہ کی طرف توجہ کی۔ ازسرنو
 تعمیر کرایا۔ اور کہتے ہیں کہ اگرچہ ترسیم وغیرہ کی حیثیت سے بہت سے امرا و سلاطین کا
 ہاتھ لگا ہوگا مگر اصل میں آج تک دنیا میں وہی مامون کی بنائی ہوئی مسجد
 نبوی قائم ہے۔

آپ مسجد کے حجروں میں سکونت دینے میں پہنچ کے آنحضرت کو زیادہ زمانے تک
 اختیار کرتے ہیں۔ ابوایوب انصاری کا ہمان نہیں رہنا پڑا۔ اس لیے
 کہ مسجد نبوی اور ازواج مطہرات کے حجرے اس سادگی سے بنائے گئے کہ بہت
 ہی جلد بن کے تیار ہو گئے۔ آپ ربیع الاول کے مہینے میں رونق افروز مدینہ
 ہوئے۔ تھے اور صفر میں مسجد نبوی تیار تھی جس وقت آپ نے مسجد کے حجروں
 میں رہنا شروع کیا ہے اس وقت تک تمام صاحب اثر قبائل مدینہ دین اسلام میں
 داخل ہو چکے تھے۔ بزرگانہ ان ذیل قافلہ واقف۔ وائل اور آوس کے

جو بدستور اپنے مذہب شرک پر قائم تھے

باب چارہم

ہجرت کے پہلے دو سال

آپ آپ کو اطمینان حاصل ہو۔ آپ کے ساتھ انصار کا جو شجاعت۔ آپ بنی ہمار کے
لقب بنتے ہیں۔ باقی ماندہ مسلمان بھی کے سے چلے آئے۔ یہود کی عداوت۔ یہود
اور مسلمانوں میں معاہدہ۔ مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ۔ کون کس کا بھائی بنا۔
آس وینی اخوت کا جو ش۔ اذان اور اس کی ابتدا۔ مدینے کی آب و ہوا خراب تھی
خصوصاً مہاجرین کے لیے۔ آپ کی دعا سے مدینے کی آب و ہوا بھی ہو گئی۔ یہود کی
فتنہ پر داذی۔ آپ اصلاح فرماتے ہیں۔ جنگ و پیکار کی ابتدا۔ اور اس کی ضرورت
قریش کے قافلے پر آپ کا ہلا حملہ۔ سر یہ حمزہ۔ سر یہ عبیدہ ابن حارث۔ سر یہ سعد
ابن ابی وقاص۔ بنو مالک صدیقہ۔ ولادت عبد اللہ بن زبیر۔ مسند ہجری۔ غزوہ
ابواء۔ غزوہ بدر۔ غزوہ عسیرہ۔ غزوہ بدر اولی۔ سر یہ عبد اللہ بن جحش۔ آنحضرت کی
عبد اللہ سے ناراضی۔ اللہ جل شانہ بذریعہ وحی ان کی خطا معاف کرتا ہے۔

اب آپ کو اطمینان حاصل ہو | واقعی اب خداوند جل و علا آپ کے حال پر بہت ہی
مہربان تھا۔ یا تو یہ حالت تھی کہ ہدایت خلق اللہ کے متعلق ایک جملہ بھی زبان
سے نکالنا اندیشے سے خالی نہ تھا۔ ہر طرف سے کفار کا نرغہ تھا۔ باہر ملکنا کیسا
گھر بیٹھے بھی جان کا خوف تھا۔ یا خدا نے ایک ایسے امن و امان کے مقام میں پہنچا
دیا جہاں آپ جس طرف جاتے لوگ قدموں کے نیچے آنکھیں پھانے کو موجود
تھے۔ گھر گھر میں آپ کی رونق افروزی پر خوشی کے چھپے تھے۔ بنی نجار یعنی

آپ کے ساتھ انصار کا جو رحمت خاص مہماندار قبیلہ کی لڑکیاں خوشی میں آآ کے اور ف بجایا کے گاتین

نَحْنُ بَنَاتُ مِنْ نَبِيِّ الْغَارِ يَا جَدَّ الْجَسَدِ مِنْ جَارِ

(ہم بنی بخار کی لڑکیاں ہیں۔ اور میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سائیکہ اچھا پڑوسی ہوں)

بعض گھروں سے یہ نغمہ سنا جاتا کہ

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثِيَابِ الْوُدَاعِ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلَّهِ دَوَاعِ

(ثیاب دواع (دینے سے باہر چند پھاڑاں) کی طرف سے ہم پر جو دھوین کے چاند نے طلوع کیا اور

جب تک دنیا میں کوئی خدا کا پکارنے والا موجود ہو ہمیں اس بات کا شکر کرنا چاہیے)

آپ بنی بخار کے نقیب بننے پہلے آپ کے درود کے چند ہی روز بعد اسعد بن زرارہ

نے انتقال کیا۔ جو بنی بخار کے سردار اور نقیب تھے۔ اور جن کے ایمان لانے کا

حال ہم گذشتہ باب میں بیان کر چکے ہیں۔ اُن کی وفات کے بعد تمام بنی بخار

آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ اسعد کا انتقال

ہو گیا۔ اور اب ہمارا کوئی نقیب نہیں۔ اس خدمت کے لیے آپ ہم میں سے

کسی کو منتخب فرما دیجیے آپ نے کمال شفقت سے فرمایا تم سب میرے بھائی بند ہو

اور میں خود تمہارا نقیب بننے کو موجود ہوں۔ اس کو سب نے خوشی سے قبول

کیا۔ اور یہ ایسا فرخ تھا جس پر بنی بخار ہمیشہ ناز کرتے رہے۔

باقی ماندہ مسلمان بھی کے سے چلے آئے | چند روز بعد کے میں جتنے مسلمان باقی تھے وہ بھی

ہجرت کر کے اور ہم وطن دشمنوں سے چھپ چھپ کے مدینہ میں آئے۔ اور

آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابو بکر صدیق کا خاندان بھی آیا جن کے

ہمراہ ^{عربوں} معدن میں بڑے حضرت زینب کے آپ کی تمام صاحبزادیاں بھی وارد

مدینہ ہوئیں۔ ام المومنین سودة بنت زمعہ بھی موقع پا کے اپنے مقدس محترم

شہر سے آئین اور حضرت صدیق کے صاحبزادے عبد اللہ کے ہمراہ جناب
 عائشہ صدیقہ کے قدم سے بھی خاک مدینہ کو عزت حاصل ہوئی
 یہود کی عداوت | لیکن یہاں اب یہود کی عداوت شورش کپڑتی جاتی تھی۔ وہ
 لوگ ہر طرح آپ کی قوت توڑنے اور آپ کا اثر مٹانے کی کوشش کرتے رہتے
 تھے۔ ان اسرائیلی لوگوں پر تقریباً پانچ سو برس سے ایسی ذلت طاری تھی کہ نہایت
 اور خفیف احکامات ہونا قریب قریب ان کی فطرت میں داخل ہو گیا تھا۔ اور
 اسی کا نتیجہ تھا کہ مخالفت و عداوت کی کوئی ذلیل سے ذلیل حرکت نہ تھی
 جو انھوں نے اٹھا رکھی ہو۔ اس امر کو آپ پیشتر ہی سے کچھ چکے تھے۔ چنانچہ مدینہ میں
 آنے کے بعد جب مہاجرین و انصار کے جوش و استقبال کا آپ نے اندازہ کر لیا
 یہود اور مسلمانوں میں معاہدہ | اور دینداروں کی ایک کافی جماعت گرد جمع ہوئی تو آپ
 نے یہود اور مسلمانوں کے فی مابین ایک اقرار نامہ لکھوایا جس میں اول تو یہ
 امر کھول کے ظاہر کر دیا گیا تھا کہ مسلمان چاہے مکے کے ہوں یا مدینہ کے
 یا کسی اور شہر کے سب ایک قوم ہیں۔ پھر اس قوم کا ایک دستور العمل بنایا گیا تھا کہ
 ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے کیسا برتاؤ کرنا کیونکر ملنا چاہیے اور اس کے
 کیا حقوق سمجھنا چاہیے۔ اس کے بعد اس امر پر زور دیا گیا تھا کہ یہود جب تک
 خلافت و عدلی نہ کریں امن و امان اور آزادی کے ساتھ رہیں گے جس طرح
 مسلمانوں کے حقوق ہیں بجاے خود ان کے بھی حقوق ہوں گے۔ غیر مل آوروں
 کے مقابلے میں یہود کو مسلمانوں کا ساتھ دینا ہوگا۔ اور اسی طرح کے اور بھی
 بہت سے امور تھے۔

آن
 اس اقرار نامے کے بعد ہی آنحضرت کو ایک دوسری دشواری پیش

مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ | وہ یہ کہ مہاجرین کا ایک گروہ کا گروہ مدینے میں چلا آتا تھا جن میں سے اکثر اپنے وطن میں نہایت ہی معزز حیثیت رکھتے تھے اور یہاں اپنے آپ کو خاندان برباد اور غیر لوگوں میں پاتے۔ اہل مدینہ اگرچہ نہایت ہی خلوص دلی سے اور اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کے انھیں کہلاتے تھے۔ مگر اندیشہ تھا کہ کوئی بے لطفی نہ پیدا ہو جائے۔ ایک طرف اہل مکہ اور خاصۃً قریش کو اپنے نسب اور اپنی شرافت پر فخر تھا۔ دوسری طرف اہل مدینہ اپنے وطن اور اپنی زمین کے مالک اور گھر بار والے ہونے پر نازان تھے۔ یہود کو شش کر بے تھے کہ جس طرح بنے مسلمانوں میں کوئی جھگڑا پیدا کریں الغرض یہ دشواریاں دیکھ گئے آپ نے ارادہ کیا کہ دونوں گروہوں میں ایک خاص قسم کا بھائی چارہ قائم کریں اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ آپ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور فرمایا یہ میرے بھائی ہیں یہ ایسا فخر تھا جس پر حضرت علیؓ کو جس قدر لذت و تازیب تھا۔ پھر اپنے بچے سید الشہداء حمزہؓ اور اپنے غلام زید بن حارثہؓ کو بھائی بھائی قرار دیا۔ اس سے ظاہر ہو کہ اس جدید قسم کے بھائی چارے میں یہ غرض بھی ملحوظ رکھی گئی تھی کہ عربوں کا جاہلیت کوں کہیں کا بھائی تھا | کاغور اور نبی فرخوٹے۔ اور ہر شریف سے شریف سلمان ادنیٰ سے ادنیٰ مومن کو اپنا کف سمجھ سکے۔ اس کے بعد جعفر طیار کو جو ابھی ارض حبشہ سے واپس نہیں آئے تھے عاذ بن جبلؓ کا بھائی بنایا۔ پھر ابو بکر صدیقؓ اور غار جہ ابن زیدؓ عمر بن الخطابؓ اور عبید بن مالکؓ۔ ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور سعد بن معاذؓ۔ عبد الرحمن بن عوفؓ اور سعد بن ربیعؓ۔ زبیر بن عوامؓ اور سلمہ بن سلمہؓ۔ عثمان بن عفانؓ اور اوس بن ثابتؓ طلحہ بن عبیدہؓ اور کعب بن مالکؓ۔ سعید بن قیسؓ اور ابی بن کعبؓ۔ عمار بن یاسرؓ اور حذیفہ بن الیمانؓ۔ ابوذر غفاریؓ اور منذر بن عمروؓ۔ سلمان فارسیؓ اور ابو الدرداءؓ اور اسی طرح اور بہت سے مہاجر و انصار باہم بھائی بھائی قرار دیے گئے۔

اس دینی اخوت کا جوش | اور یہ امر حضرت رسول اللہ آخر الزمان کا سچوہ نہ کہا جائے
تو کیا کہا جائے کہ ان لوگوں نے جس خلوص و جوش سے اس ایمانی اخوت کو نبایا
ہر کبھی حقیقی اور مان جائے بھائی بھائیوں میں بھی کم دیکھا گیا ہوگا۔
اذان اور اس کی ابتدا | اب مسجد نبوی کی جماعت بڑھتی جاتی تھی۔ اور ضرورت تھی کہ
لوگوں کے بلانے کا کوئی ذریعہ قرار دیا جائے۔ اور تجویز ہو رہی تھی کہ یا تو کوئی تہری
لا کے رکھی جائے یا گھنٹہ بنوایا جائے۔ اتفاقاً عبد اللہ بن زید بن حارثہ کو خواب
میں ایک بشارت کے ذریعے سے اذان کا موجودہ طریقہ معلوم ہو گیا۔ آپ نے
اس طریقہ کو پسند فرمایا۔ اور بلا ل نے حکم پاتے ہی عبد اللہ بن زید سے سیکھ کے
اذان دی۔ آواز سننے ہی حضرت عمرؓ دوڑے آئے اور عرض کیا اے نبی اللہ میں نے
بھی یہی خواب دیکھا جو عبد اللہ بن زید نے دیکھا ہے۔ الغرض اس وقت سے اسلام
میں اذان کا دستور جاری ہوا۔

مدینہ میں آ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور سب باتوں کا
مدینہ کی آب و ہوا خراب تھی | آرام اور جملہ امور میں اطمینان تھا مگر یہ بڑی مصیبت تھی کہ مدینہ
کی آب و ہوا نہایت ہی ناقص تھی۔ ہمیشہ امراض و بیماری اور بخار کی شدت رہتی تھی
اور جاہلین سارے عرب میں مشہور تھا کہ مدینہ و بایک مگر یہ خصوص وہاں کی
خصوص مہاجرین کے لیے آب و ہوا مہاجرین کے تو بالکل خلاف تھی۔ غریب الوطن اہل مکہ
وین داری کے جوش میں آنے کو تو چلے آئے مگر یہاں آتے ہی قریب قریب سب
بیمار پڑ گئے۔ اس بیماری نے مہاجرین کے دل میں یاد وطن کی بے بقراری پیدا
کر دی تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت بلالؓ بخار کی شدت میں بار بار
یہ اظہار پڑھا کرتے تھے۔

اَلَا لَيْتَ سَعْرَىٰ بَنِي اِبْرٰهِيْمَ لَيْتَ
 اے کاش کبھی ایسی رات نصیب ہوتی کہ میں ایک وادی میں سوتا ہوتا اور چاروں طرف اذخر اور حلیل
 آگ ہوئی ہوتی۔ اذخر اور حلیل دو قسم کی گھاس ہیں جو خاص گمہ اور ارض بھما میں آگاکرتی ہیں۔
 وَهَلْ اَرَوْنُكُمَا يَسَّاهُ مَجْمُوعَةً وَهَلْ يَكْبِدُ كَوْنُ لِي شَامَةً وَطِفْلُ
 اور میں کسی دن مجھ کے تالاب پر اترتا اور وہاں کی چھاڑیاں شامہ اور طفیل نظر کے سامنے ہوتیں
 مجھ کے پاس ایک تالاب تھا جس کے کنارے بازار لگا کرتا تھا۔

ہمالی ہی پر منحصر نہیں تمام بیمار مہاجروں کی زبان پر حسرت کے کلمات جاری
 تھے جب آنحضرت کو خبر ہوئی تو آپ تردد ہوئے۔ فرمایا ان مشرکین کہ سے خدا
 آپ کی دعا سے مدینے کی آب و ہوا | مجھے جیسا کہ میں انھوں نے ہمارے گھروں سے
 نکالا جو۔ پھر آپ نے دگاہ رب العزت میں دعا مانگی
 کہ خداوند ایمان کی آب و ہوا درست کر۔ بیماریوں کو بیان سے دور کر دے۔ اور
 ان لوگوں کے دلوں میں اس شہر کی محبت پیدا کر۔ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی۔
 مدینے کی آب و ہوا اُس کے بعد سے بہت اچھی تھی۔ اور مہاجرین کا وہاں ایسا دل
 لگ گیا کہ پھر کبھی کے میں جا کے رہنے کا نام بھی نہ لیا۔

یہودی فتنہ پردازی | مہاجرین کو بیمار دیکھ دیکھ کے مدینے کے یہودی خوش ہوتے تھے
 لیکن اب آپ کی دعا سے جب سب اچھے ہو گئے۔ اور وہ آب و ہوا کی شکایت
 بھی جاتی رہی تو ان کے دلوں میں آتش حسد نے اور خوش مار اور درپے ہوئے
 کہ کوئی یافتہ انھما کے کھڑا کریں چنانچہ مدینے کے حریف قبائل اوس و خزاعہ
 کے لوگوں کو باہم اُٹھتے بیٹھتے اور شہر و شکر دیکھ کے انھوں نے تذبذب کی کہ
 ان میں خاندانی عداوت پھر تازہ کر دی جائے۔ یہ دونوں قبیلے مدت ہائے

ہوا سے ایک دوسرے کے دشمن چلے آتے تھے اور ہمیشہ لڑتے بھڑتے رہے تھے۔
 ان کی مختلف لڑائیوں اور خاصہ سرکہ یوم بعاث کا حال ہم گذشتہ ابواب میں بیان
 کر آئے ہیں۔ یہ جدید فتنہ پیدا کرنے کے لیے یہود نے ایک نوعمر لڑکے کو منافقوں
 کی شان سے بھیجا کہ انصار کی صحبت میں بیٹھے اور اوس و خمر و ریح والون کو ان کی
 قدیم عداوت یا دولاے۔ یہ لڑکا آیا۔ اور موقع پا کے وہ پرجوش اشعار رجز
 اور مہینے سنانے لگا جو یوم بعاث کے متعلق کہے گئے تھے۔ اور اپنی غرض میں
 پورا کامیاب ہوا۔ اس لیے کہ پہلے تو اوس و خمر و ریح کے نامورون نے اپنے
 قومی و تاریخی اشعار کو نہایت دلچسپی سے سنا۔ پھر دونوں جانب والون میں ایک
 جوش پیدا ہوا۔ چند منٹ گزرے ہوں گے کہ پیشانیوں پر دل پڑ گئے۔ تھوڑی دیر
 کے بعد۔ تیورون کے ساتھ آواز اور الفاظ میں بھی سختی نمایاں ہوئی۔ اور اب جو
 دیکھتے ہیں تو تلواریں کھینچ رہی ہیں۔ اور دونوں فریق اپنے اپنے طرفداروں
 آپ اصلاح فرماتے ہیں اور حامیوں کو بلا رہے ہیں۔ جب یہاں تک فوج پونج چلی
 تو حضرت سرور کائنات علیہ السلام کو خبر ہوئی۔ آپ سنتے ہی چند رفقا
 ہمراہ جن کو ساتھ لیے ہوئے آئے اور دونوں تخاصم گروہوں کی طرف دیکھ کر
 نہایت ہی جوش کے الفاظ میں فرمایا: جماعت مسلمانان! اللہ! اللہ! ہدایت
 پانے۔ تازہ بزرگی حاصل ہونے۔ امور جاہلیت کے منقطع ہو جانے۔ کفر سے
 نجات ملنے۔ اور دونوں میں رابطہ محبت کے مضبوط ہونے کے بعد اور خصوصاً
 اس حالت میں جبکہ میں خود تم میں موجود ہوں یہ جاہلیت اور کفر کے زمانے کی
 گمان ہے آپ کے یہ الفاظ فیض بر طمان سننا تھا کہ سب خاموش ہو گئے۔ اور گویا
 آگ پرانی بجھ گیا۔ سب نے یقین کر لیا کہ سب ممکن است وقت چارہ بخور ہوں پر
 شیطان غالب آ گیا تھا۔ سب کو ایک تنبہ ہوا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے

اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے سے گلے ملنے لگے۔

تنگ و پھار کی ابتدا ہجرت کا سال اول ہنوز تم نہیں ہونے پایا تھا کہ مسلمانوں اور
 اور ان کی مخالفت جماعتوں سے لڑایا جان شروع ہو گئیں اور
 واقعی اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پر جوش جان شہر اسلام کی حمایت اور اپنی
 جان و مال کی حفاظت کے لیے تلوار ہاتھ میں نہ لیتے اور خدا کے لیے لڑنے مرنے پر
 آمادہ نہ ہو جاتے تو ہر سبب وین الکی کا دنیا میں باقی رہنا مشکل تھا۔ ایسے
 کہ اول تو سرزمین عرب میں شجاعت ہی کا نام شرافت تھا۔ لہذا بغیر جوہر شجاعت
 ظاہر کیے اہل عرب کے دل پر کوئی اثر ڈالنا اور انھیں موحّد و حق پرست بنانا
 غیر ممکن تھا۔ دوسرے اپنا دین اور اپنی جان بچانے کے لیے اگر وہ نہ اپنی
 قوت بازو سے کام نہ لیتے تو ایک طرف سے مشرکین کہ یورش کرتے دوسری
 طرف سے یہود مدینہ سر اٹھاتے۔ اور اسلام کی آواز چند روز میں خاص مدینہ
 کے اندر بھی فنا ہو جاتی۔ ہر تقدیر خدا نے اجازت دی اور مسلمان اُس کی راہ
 میں جانیں فدا کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

قریش کے قافلہ پر آپ کا پہلا حملہ آپ کو دار و مدینہ ہوئے سات ہی مہینے گزرے تھے
 کہ آپ کو خبر ملی تین سو قریش کا ایک قافلہ قریب سے گذر رہا ہے۔ اور ابو جہل ابن
 ہشام اُن پر سوار ہے۔ اُن لوگوں نے آپ کو اور آپ کے ہمراہیوں کو طرح
 طرح کے آزار دے کے وطن سے نکالا تھا۔ سب کے مکانون اور جائیدادوں پر
 قابض ہو گئے تھے۔ اور سب سے زیادہ ظلم تھا کہ بعض غریب و بیگس مسلمانوں کو
 اب تک قید کیے ہوئے تھے اور کسی طرح رہائی نہیں دیتے تھے۔ لہذا جب تک
 اُن پر سختی نہ کی جاتی ممکن نہ تھا کہ مسلمان اُن کے دست و پائی سے نجات پاسکتے۔

سید یحزہ | چنانچہ آپ نے اپنے بہادر چچا حمزہ کو ایک سفید جھنڈا بنا کے دیا۔
تیس جان باز مہاجرین ہمراہ کیے اور حکم دیا کہ اس قافلے والوں پر حملہ کر کے انہیں
شکست دو۔ اور جو کچھ ان کے پاس ہو چھین لو۔ حمزہ یہ پہلا علم اسلام لانے کے
سمندر کے ساحل پر پہنچے۔ اور قریش پر حملہ کرنے کو تجھے کہ محمدی بن عمرو جہنی
جو دو نوٹن حریفوں کا حلیف تھا درمیان میں آ گیا۔ اور لڑائی موقوف رہی
سید عبیدہ ابن حارث | اس کے ایک ہی مہینے بعد ماہ شوال میں آپ نے عبیدہ ابن
حارث ابن مطلب کو ایک اور جھنڈا بنا کے دیا۔ ساٹھ مہاجرین ہمراہ کیے اور بطن
راغ کی طرف روانہ کیا جو مقام وڈان کے نام سے مشہور تھا۔ اس موقع پر بھی
قریش ہی کی ایک جماعت عظیم سے مقابلہ منظور تھا۔ جن پر ابوسفیان بن حرب سردار
تھا۔ یہ بہادر حملہ آور دشمنوں پر جا پونچے۔ اور سامنا ہوتے ہی تیر اندازی شروع ہو گئی
مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلا تیر سدد بن ابی وقاص کی کمان سے چھوٹا۔ لیکن
تکوار تک نوبت نہیں پہنچنے پائی تھی بلکہ اچھی طرح تیر اندازی بھی نہیں ہوئی تھی کہ
قریش سے کسی نے کہہ دیا مسلمانوں کی اور کمک آتی ہے۔ یہ سنتے ہی گھبرا کے بھاگے
اور مسلمانوں نے بھی تعاقب کرنا ضروری نہیں سمجھا۔

سید سعد ابن ابی وقاص | چند روز بعد قریش کے ایک اور تاجر انہ قافلے کی خبر آئی۔
آپ نے فوراً سعد بن ابی وقاص کو بیس آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا اور حساب
یہ لگایا گیا تھا کہ وہ قافلہ روانگی کے پانچویں دن مقام ضرار میں ملے گا۔ سعد دن کو
چھپ چھپ کے اور راتوں کو کوچ کرتے ہوئے ضرار میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ
قریش کا قافلہ ایک دن پیشتر نکل جا چکا تھا۔ مجبوراً ناکام واپس آئے۔
بناء عائشہ صدیقہ | اسی سنہ اول ہجری کے اہم واقعات میں ایک یہ بھی ہو کہ

حضرت عائشہ صدیقہ جن کا عقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت سے تین سال پیش کے مین ہو چکا تھا اپنے ان باپ کے گھر سے رخصت ہوئیں۔ اور بنو نبوی کے اُس جڑے مین آ کے مقیم ہوئیں۔ جو انھیں کے لیے بنایا گیا تھا۔ اور ولادت عبداللہ بن زبیر | اسی سال اُن کی بڑی بہن جناب اسماء ذات النطاقین کے بطن سے عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے۔ اور یہ واقعہ صحابہ اور خاصہ مہاجرین مین اس لیے زیادہ با وقعت خیال کیا گیا کہ اثر اریہود نے مشہور کر رکھا تھا ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے۔ اب ان مین سے کسی کے اولاد نہ ہوگی۔ یہ خبر شو کی جا رہی تھی کہ عبداللہ پیدا ہوئے۔ اور تمام مسلمانوں کو ایسی خوشی ہوئی کہ سب نے زور و خور سے نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔

سہ ہجری | اب ہجرت کا دوسرا سال ہے یعنی جس سال مین واقعہ ہجرت پیش آیا تھا ختم ہوا۔ اور دوسرے سال قمری کا آغاز ہے۔ اس لیے کہ اصل مین آپ کو مدینہ مین تشریف لائے ابھی پورا برس نہیں ہوا۔ آپ ۱۲ ربیع الاول کو وارد مدینہ غزوہ ابواء ہوئے تھے۔ اور اب محرم کا مہینہ شروع ہوا ہے جس حساب سے ہجرت کو ابھی فقط ساڑھے سات مہینے گزرے ہیں۔ اس سال کے اہم واقعات مین پہلا تو یہی ہے کہ صفر کے مہینے مین غزوہ ابواء پیش آیا۔ اس سے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ضرورت پیش آتی کسی معزز صحابی کو کچھ آدمی ہمراہ کر کے روانہ فرما دیتے۔ لیکن اب ابتدا سے سہ ہجری سے آپ خود سفر جہاد کے لیے مدینہ سے باہر قدم نکالتے ہیں۔ تاکہ جان نثار مسلمان ہمراہ رکاب میں۔ اور ارادہ یہ ہے کہ قریش اور بنی ضرہ پر حملہ کیا جائے۔ مقام ابواء مین پہنچے تھے کہ بنی ضرہ کے سردار غنم بن عمرو نے حاضر ہو کے ان شرائط پر صلح

گرمی کہ بنی ضرہ آپ کے خلاف کبھی ہتھیار نہ اٹھائیں گے۔ آپ کے خلاف فوج نہ جمع کریں گے۔ الغرض اس سفر کا خاتمہ صلح پر ہوا۔ اور آپ بامن و امان و باطمینان کامل مدینہ طیبہ میں واپس تشریف لائے۔

غزوہ بواط | اس سفر جہاد کو ایک ہی مہینہ گزرا تھا کہ ربیع الاول میں آپ کو دوبارہ فوج کشی کی ضرورت پیش آئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ قریش کے دو سو آدمیوں کا ایک قافلہ گزر رہا تھا جو دھائی ہزار اونٹ مال تجارت سے لدے ہوئے لیے جا رہے تھے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ دو سو جان نثار صحابیوں کو لے کے چل کھڑے ہوئے۔ مقام بواط میں پہونچ کے معلوم ہوا کہ قافلہ جا چکا۔ اور اب بھی آپ بغیر مقابلے کے مدینہ میں واپس آئے۔

غزوہ عینہ | دو مہینے بعد ہادی الاول میں پھر اپنے جان نثاروں کو ساتھ لے کے آپ نے سفر جہاد کیا۔ اور کئی منزلیں قطع کر کے مقام عینہ میں پہونچ کے پڑاؤ ڈال دیا۔ ہادی الاول میں پہونچے تھے وہ پورا مہینہ اور چند روز ہادی الآخر کے ہمین مقیم رہے۔ اور بنی مدیج اور بنی ضرہ سے ایک تازہ صلح کر کے واپس تشریف لائے۔ اس غزوے کی ضرورت بھی یہی تھی کہ معلوم ہوا قریش کا ایک قافلہ تجارت ارض شام کو جا رہا ہو۔ آپ کے ہمراہ ڈیڑھ سو مسلمانوں کا گروہ تھا۔ جن کے لیے اٹھ تیس اونٹ تھے۔ اور لوگ باری باری اُن پر سوار ہوتے ہوئے جا رہے تھے اور آپ کا سفید علم اسلام سید الشہداء حمزہ کے ہاتھ میں تھا۔

غزوہ بدر اولیٰ | غزوہ عینہ سے واپس آ کے آپ دس ہی روز مدینہ میں ٹھہرے ہوں گے کہ معلوم ہوا کہ زہین جابر فری نے حوالی مدینہ میں حملہ کر کے بیٹھی وغیرہ جو چاہے تھے لوٹ لیے۔ آپ یہ سنتے ہی اُس کے مقابلے کے لیے مدینہ سے

بھلے۔ اور ہر کے قریب وادی سفوان میں ہو پونج کے معلوم ہوا کہ کرز نوٹ
مار کے چلا گیا۔ اور اب اس کا ملنا دشوار ہے۔ مجبوراً بے نیل مرام واپس ہوئے۔
یہ واقعہ غزوہ بدر اولی کے نام سے مشہور ہے۔ اس واقعے کے بعد تین مہینے تک
آپ بالالتزام مدینے ہی میں مقیم رہے۔

سید عبد اللہ بن حبشؓ لیکن جب کے آخرین آپ نے عبد اللہ بن حبش کو بلا کے تقریباً
انہی مہاجرین اُن کے ہمراہ کیے۔ اور ایک خط دے کے فرمایا ارض نجار کی طرف
جاؤ۔ و دمنزلین قطع کرنے کے بعد اس خط کو کھول کے پڑھنا۔ اور جو لکھا ہو اُس پر
عمل کرنا۔ عبد اللہ نے اسی حکم پر عمل کیا۔ اور دوسری منزل کے بعد جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کھول کے پڑھا تو لکھا تھا۔ تم سید سے بڑھتے چلے جاؤ۔
یہاں تک کہ مقام نخعہ میں جو کے اور طائف کے درمیان ہے ہو پونج کے اُتر پڑو
وہاں ٹھہر کے قریش کے حالات دریافت کرو۔ اور جو کچھ معلوم ہو مجھے اُس سے
اطلاع دو۔ اس مضمون سے عبد اللہ نے تمام ہر ایہیوں کو مطلع کر دیا۔ اور کب
میں تو حضرت رسالتؐ کے حکم کی پیروی کروں گا لیکن تم میں سے کسی کو مجبور نہیں کرتا
جسے اپنی جان عزیز ہو یہ میں سے واپس چلا جائے۔ اور واقعی مقام نخعہ دشمنوں
کے علاقے میں تھا۔ اور کے سے قریب اُن دنوں کسی مسلمان کے لئے وہاں
ٹھہرنے میں صدمہ اندیشہ ہو سکتے تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم
میں کسے خدشہ ہو سکتا تھا۔ سب کے سب برابر آگے بڑھتے چلے گئے۔ راستے میں
سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوہ کے اونٹ گم ہو گئے۔ جس کی وجہ سے
ان دونوں صاحبوں کو دیگر ہر ایہیوں سے پیچھے رہ جانا پڑا۔ اور عبد اللہ نے نخعہ میں
جا کے پڑاؤ ڈال دیا۔ اتفاقاً یہ وہاں ٹھہرے ہوئے تھے کہ قریش کا ایک قافلہ
تجارت اُدھر سے گزر رہا جو کشمش لگئی اور اور قسم کا مال تجارت کے کو لیے آتا تھا۔

عبداللہ نے ارادہ کیا کہ قریش کا یہ سامان تجارت لوٹ لین مگر خرابی یہ تھی کہ رجب کی پھلی تاریخ تھی جس میں لوٹ مار اور قتل و غارت کی کارروایاں بالکل ممنوع تھیں۔ مگر دوسری طرف یہ بھی خیال تھا کہ آج رات کو حملہ نہ کیا گیا تو صبح کو قافلہ کے مین داخل ہو جائے گا اور پھر کچھ دور نہ چلے گا۔ تھوڑی دیر کے پس و پیش کے بعد آخر عبداللہ نے تاخت ہی کا فیصلہ کر لیا۔ فوراً لڑائی شروع ہو گئی۔ قریش کا قافلہ سالار عمر بن حضرمی مارا گیا۔ اور دو نامی سردار حکم بن کنسان اور عثمان بن عبداللہ مسلمانوں نے گرفتار کر لیے باقی مشرکین نقصان اٹھا کے بھاگے۔ الغرض عبداللہ سارا مال و اسباب اپنے قبضہ میں کر کے مدینہ کو چلے اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت کو جب اصل ماجرا معلوم ہوا تو آنحضرت کی عبداللہ سے ناراضی عبداللہ سے ناراض ہوئے۔ اور فرمایا میں نے تمہیں یہ اجازت نہیں دی تھی کہ ماہ حرام میں قریش کے قافلے کو لوٹو۔ اس وقت تک جاہلیت کا وہ قدیم عقیدہ کہ سال میں چار مہینے ذی قعدہ ذی الحجہ محرم اور رجب حرام ہیں اور ان میں قتل و غارت ناجائز ہے مسلمانوں میں بھی باقی تھا۔ اور نہ بھی ہوتا تو جب تک مشرکین کو عام طور پر اطلاع نہ دے دی جاتی کہ ہم ان مہینوں کی حرمت کا لحاظ نہیں کرتے ان پر حملہ کر دینا ایک قسم کی ہمدستی کی حیثیت رکھتا تھا۔ بہر تقدیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ وغیرہ سے ناراض ہوئے عبداللہ اور ان کے ہمراہیوں کی پریشانی و خوف کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ڈرے ہوئے تھے کہ دیکھئے خدا کیا غضب نازل کرتا ہے۔ دوسری طرف قریش نے کتنا شروع کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان مقدس مہینوں میں لوٹ مار اور قتل و خونریزی جہاز کر دی۔ آپ اور خلد سے آئے ہوئے مسلمان انہیں پریشانیوں میں تھے کہ اللہ جل شانہ بذریعہ وحی اکی خلافت کرتا ہے خداوند جل و علانے وحی کے ذریعے سے اس امر کو

صاف کر دیا۔ اور بتایا کہ بے شک ماہِ ہاسے حرام میں خوزیری گناہ عظیم ہے۔
 اگر لوگوں کو مسجدِ حرام یعنی حرم کہے سے نکالنا اُس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اور فتنہ
 قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ یعنی مشرکین جو غریب مسلمانوں کو ظلم کر رہے تھے۔ اور
 انھیں بار بار کے مجبور کرتے تھے کہ توحید چھوڑ کے شرک اختیار کریں وہ سب سے بدتر ہے
 اس حکم کا حاصل یہ ہوا کہ بے شک مسلمانوں کو ماہِ ہاسے حرام میں قتل نہ کرنا چاہیے
 تھا مگر جو کچھ مشرکین اُن کے ساتھ کر رہے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے
 اور اگر ان مظالم کے انتقام میں مسلمانوں نے ایسا کہا تو کیا بُرا کیا۔ اس آیت کے
 نازل ہوتے ہی غازیانِ نجد بہت خوش ہوئے۔ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ جو وہ
 لوٹ کے لائے تھے اُسے رسول اللہ نے قبول کیا۔

باب پانزدہم

جنگ بدر

غزوہ بدرِ کربئی۔ حاکمِ بنت عبد المطلب کا خواب۔ آپ کی تاریخِ رفاہی اور مسلمانوں
 کی قوت۔ آپ کو مشرکین کی قوت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ صحابہ کی مستعدی۔ مشرکین
 واپس جاتے تھے مگر ابو جہل نے نہ مانا۔ بنی زہرہ واپس جاتے ہیں۔ دو لشکر آئے
 سامنے اُترتے ہیں۔ آپ کے پیٹھ کے بلے منڈت۔ قریش لشکرِ اسلام کا اندازہ
 کرتے ہیں۔ اس لڑائی کی نازک حالت۔ قہرِ لڑائی کے رونے کی کوشش کرتا ہے
 مگر ابو جہل نہیں مانتا۔ ترکِ آرائی کی ابتدا۔ قبیہ کی شہادت۔ جنگِ منسلوہ
 خود آپ مسلمانوں کو جوش دلاتے ہیں۔ اس کا اثر۔ مشرکین کی شکست اور آپ کا
 مجروح۔ ابو جہل مارا گیا۔ امیہ بن خلف کا مارا جانا۔ بنی ہاشم کے ساتھ رعایت

اور اُس کا سبب - ابوالبتری کے ساتھ رعایت - اُس کا اراجانا - عباسی عہدِ رسول اللہ کی گرفتاری - اُن کے ساتھ آپ کی ہمدردی - مشرکین کی لاشیں اور آپ کا اُن کی طرف خطاب فرمانا - کئے میں شکست کی خبر پہنچی - حضرت عباس کا غلام اور ابولہب اُم الفضل کا جوش اور ان کی جماعت - رسول اللہ کی صاحبزادی جناب رقیہ کی وفات -

غزوہ بدر کی مذکورہ واقعہ کو ڈیڑھ ہی مہینہ گزرا تھا کہ ایک دوسری اور بہت بڑی مہم پیش آئی - اور دراصل یہی مہم تھی جس نے مشرکین مکہ کے حوصلے پست کر دیے اور قبائل عرب میں اسلامی قوت کی دہاک مچھ گئی - اور واقعہ یہ ہوا کہ اول تو مقامِ نخلہ کے میدان میں عمرو بن حفص کی مارے جانے کی خبر سُن کے قریش نہایت ہراسم ہوئے - اور انتقام کا موقع ڈھونڈ رہے تھے - اسی اثنا میں اتفاقاً قریش کا ایک بہت بڑا قافلہ ابوسفیان کی سرگردہی میں ارض شام سے مکہ کو جا رہا تھا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کی خبر ہوئی تو آپ نے مسلمانوں کو آمادہ کیا کہ اس قافلہ پر حملہ کر کے سارا مال تجارت لوٹ لیں - کیونکہ مکہ کے غریب مسلمانوں کو ستا سٹا کے اُن پر طرح طرح کے ظلم کر کے اور مہاجرین کے گھر بار پر قبضہ کر کے قریش نے مسلمانوں کو پورا موقع دے دیا تھا کہ جس طرح بنے اور جس طریقے سے ممکن ہوا اپنے بھائیوں کی مظلومی اور اپنے گھر بار کے لٹ جانے کا انتقام لے لیں آپ نے ہنوز آمادگی ہی ظاہر کی تھی کہ اس کی خبر ابوسفیان کو ہو گئی - اُس نے فوراً اہل مکہ کے پاس پیغام بھیجا جلدی مدد کو آؤ - ورنہ اصحابِ محمد قافلے کو لوٹ لیں گے -

تاہم نہت عبدالمطلب کا خواب اتفاقاً اسی زمانے میں آپ کی پچھلی حالت کے نہت عبدالمطلب نے جو ہنوز ایمان نہیں لائی تھیں - اور مکہ ہی میں تھیں ایک مہیب خواب دیکھا

جس سے قریب قریب تمام اہل مکہ کی ہلاکت و تباہی کا نتیجہ حاصل کیا جاسکتا تھا۔
 یہ خواب اُنھوں نے اپنے بھائی عباسؓ سے بیان کیا۔ عباسؓ نے اپنے دوست
 ولید بن عقبہؓ سے اُس کا تذکرہ کیا۔ اُس نے کسی اور سے کہا۔ الغرض ہوتے
 ہوتے وہ خواب تمام مکہ میں مشہور ہو گیا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ خانہ کعبہ
 کے پاس ابو جہل نے جناب عم رسول اللہؐ سے مل کے نہایت ہی طعن و تشنیع
 کے لئے یمن کہا "اُس نبیہ (حضرت عائکہؓ) نے یہ خواب کب بیان کیا تھا؟ پھر بولا
 "مردن کا نبی ہونا کیا تمھارے لئے کافی نہیں ہے کہ اب تمھاری عورتیں بھی نبی ہونے
 لگیں! اچھا اب ان باتوں کے ظہور کا یمن انتظار دیکھتا ہوں۔ اگر سچ ثابت
 ہو یمن تو خیر و نہ تمھاری شان میں لکھ رکھوں گا کہ تم سے زیادہ بھونکا کوئی خاندان
 سارے عرب میں نہیں ہے۔" جناب عباسؓ یہ گفتگو سُن کے اس وقت تو خاموش
 ہو رہے۔ مگر جب گھر میں آئے اور ہاشمیہ عورتوں نے غیرت دلائی تو آمادہ ہوئے
 کہ ابو جہل سے اس سخت کلامی کا بدلہ لین۔ صبح کو حرم کعبہ میں کھڑے تھے۔ ابو جہل
 سامنے تھا۔ اور منتظر تھے کہ پاس آئے تو چیریں۔ ناگهان وہ گھبرا کے مسجد کعبہ کے
 دروازے کی طرف پکا۔ اُس وقت تو یہ پریشان ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد معلوم
 ہوا کہ منعم بن عمرو وادی مکہ کے درمیان میں اپنے اونٹ پر سوار۔ اس کا بکاوہ
 پھیرے اور گریبان چاک کیے ہوئے چلا رہا ہے۔ آگروہ قریش مصیبت
 مصیبت! تمھارا مال و اسباب ابوسفیان کے ہمراہ ہے۔ اور محمدؐ و اصحاب محمدؐ
 اُس پر تاخت کیا چاہتے ہیں۔ کیا عجب کہ جب تک میں بیان آؤں اُنھیں اُنھوں
 نے طے کر دیا ہو۔ جلدی دوڑو! جلدی دوڑو! یہ سنتے ہی تمام اہل مکہ اُٹھ کھڑے

عرب میں رواج تھا کہ جب کوئی وحشتناک خبر شانی ہوتی۔ اور کسی قبیلہ کو مدد پر تیار کرنا ہوتا تو غریبوں پر چلا

اونٹ کے بکاوہ کا رخ پلٹ دیتا اپنے کپڑے چاڑھ دالتا۔ اور چلاتا

ہوئے۔ اور اسی روز نوسو چاس غامد قریش کا ایک گروہ جن کے ہمراہ ایک سو گھوڑے اور سات سواٹھ تھے شام کے راستے پر روانہ ہو گیا۔

آپ کی تبلیغ روانگی اور مسلمانوں کی توت کی خبر تھی۔ آپ اسی قافلے پر تاخت کرنے کی غرض سے

تیسری ماہ مبارک رمضان کو مدینے سے روانہ ہوئے تین سو تیرہ حق شناس مہاجرین و انصار کا گروہ ہمراہ رکاب تھا جن میں سے صرف دو شخص تو گھوڑوں کی پیٹھ پر تھے باقی اونٹوں پر باری باری چڑھتے ہوئے طومنازل کر رہے تھے۔ اس لیے کہ اسلام کے اس پہلے لشکر کے لیے کل شراؤنٹ فراہم ہو سکے تھے۔ سفید علم اسلام مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا۔ اور خود جناب رسالت آت کے آگے و وسیلہ یزید بن عیینہ جن میں سے ایک جو راء العقاب کہلاتی تھی حضرت علی مرتضیٰ کے ہاتھ میں تھی۔ اور دوسری ایک انصار سی بزرگ کے ہاتھ میں چونکہ آپ کی فوج مہاجرین و انصار کے دو گروہوں پر مبنی ہوئی تھی لہذا دونوں کے لیے دو جدا جدا بیرقین بھی رکھی گئی تھیں۔ ہر حال اس شان سے روانہ ہو کے آپ مقام صفراء میں پہنچے آپ کو شریکین کی قوت کا اور دو شخصوں کو بھیجا کہ ابوسفیان کی خبر لائیں۔ اور خود صفراء سے واپسی جانے پر روانہ ہوئے۔ تھوڑی دور گئے ہون گے کہ ان

دونوں نے آگے اطلاع دی قریش کا قافلہ بدر کے قریب پہنچا چاہتا ہے آپ نے جناب علی مرتضیٰ زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص کو روانہ کیا کہ بدر سے جا کے خبر لائیں۔ یہ یتیموں صاحب بجا سے اس کے کہ خبر لائیں قریش کے دو مجنوں کو پکڑ لائے۔ ان سے معلوم ہوا کہ قریش جو کچھ سے قافلے کی حمایت کو آئے ہیں مقام عذرة القصویٰ کے ٹیلے کے اُس طرف ہیں۔ اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہے

آپ نے پوچھا وہ لوگ اپنے کھانے کیلئے ایک اونٹ روزہ بیچ کرتے ہیں ایسے
جا سوسوں نے بتایا ایک دن نو اونٹ اور ایک دن دس اونٹ۔ اس سے آپ نے
اندازہ کیا کہ دشمنوں کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان میں ہے پھر ان سے دریافت
کیا گیا کہ اشراف و عائد قریش میں سے کون کون لوگ ہیں ان لوگوں نے سب
کے نام بتائے تب آنحضرتؐ نے ہر ایہون کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا کہ میں نے
اپنے جگر کے تمام ٹکڑے یعنی کل معرہ و صاحب اثر لوگ تمہارے سامنے نکال
کے پھینک دیئے ہیں۔

صحابہ کی تسدیٰ | پھر آپ نے مشورہ کیا کہ ایسی زبردست اور قوی جماعت سے
لڑنا چاہیئے یا واپس جانا مناسب ہے۔ ابو بکر و عمر اور تمام بہادر مہاجرین نے
لڑائی کی راے دی۔ اور آخر تک رفاقت و جان نثاری کا وعدہ کیا۔ بلکہ قتادہ
بن عمرو نے جوش و خروش سے کہا یا رسول اللہ آپ خدا کی مرضی پر عمل کیجئے
ہم ہمراہ رکاب اور تابع فرمان ہیں۔ ہم میں آپ نبی اسرائیل کی شان نہ پائیں گے
جنھوں نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ اذہب انت و ربک فقاتل اننا ہننا فاعجل
(یعنی تم اور تمہارا بہادر دغا رجا کے لڑو ہم بیان بیٹھے ہوئے ہیں) تب آپ انصار کی طرف متوجہ
ہوئے اور ان کی راے پوچھی سعد بن معاذ نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ پر
ایمان لائے ہیں۔ اور آپ کی اطاعت کا عہد کر چکے ہیں۔ ہمیں آپ کی کسی موقع پر
کسی سے پیچھے نہ پائیں گے۔ اگر آپ فرمائیں تو ہم ہمدردین چھاند پڑنے کو بھی
حاضر ہیں۔ صحابہ مہاجرین و انصار کی یہ مستعدی دیکھ کے آپ خوش ہوئے۔
آگے کوچ کیا۔ اور بدر کے قریب جا کے اتر پڑے۔

عہدہ : واقعہ بنی اسرائیل کی سرکشی کا ہے کہ خدا نے قوم عاد کے مقابلے کا حکم دیا تو حضرت موسیٰ سے کہنے لگے
تم اور تمہارا خدا جا کے لڑو تم تو بڑے نہ جانیں گے۔ یہ واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔

شرکین واپس جاتے تھے ابو سفیان نے یہ چالاکی کی تھی کہ اپنے قافلے کو بدر کے بائین
 بجانب بڑھالے گیا تھا۔ اور بھگتا تھا کہ اب مسلمانوں کے حملے کا
 اندیشہ نہیں ہے۔ اسی خیال سے اس نے قریش کے پاس جس وقت وہ مقام جحفہ میں
 پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے کھلا پیچھا تھا اب تم ب لوگ مکے کو واپس جاؤ۔ اور میں
 قافلے کو اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زد سے بچا کے نکال لایا۔ ابو جہل
 زور و زور میں بھرا ہوا تھا۔ اور اپنی کثرت کے زعم میں تھا بولتا ہوں تم تو جب تک بدر کے
 کنارے اتر کے تین دن تک لطف نہ اٹھالین گے واپس نہ جائیں گے۔ بیان
 ٹھہر کے ہم اونٹ ذبح کر دیں گے۔ کھائیں پئیں گے۔ اور شراب و کباب کے مزے
 اور انہیں گے تاکہ اہل عرب میں ہمارے اس اتفاق اور ہماری بہادری و شجاعت
 کی شہرت ہو۔ اور سب ہماری ہیبت ماننے لگیں۔ اور سب لوگوں نے تو ابو جہل
 جیڑھا پھیلانے میں اس کی اس رائے کو تسلیم کر لیا۔ مگر انھیں بن شریق ثقفی نے جو نبی
 دہرہ کا حلیف تھا زہری گھرانے کے قریش سے کہا آج نبی زہرہ۔ اللہ نے تمہارا
 مال بھی محفوظ رکھا اور تمہارے سردار بھی صبح و سالم ہیں لہذا تم تو پلٹو۔ یہ اشارہ پاتے
 ہی نبی زہرہ اور نبی حدادی واپس چلے گئے۔ اور یہی سبب تھا کہ بدر کی لڑائی میں
 ابو سفیان کے بھندے کے نیچے قریش کے تمام گھرانے موجود تھے سوا زہریوں
 اور عدویوں کے جن میں کا ایک شخص بھی نہ تھا۔

دو لشکر آئے سائے اترتے ہیں | جمعے کا دن اور ماہ مبارک رمضان کی سترھویں تاریخ تھی
 کہ مشرکین قریش آ کے عساکر صحابہ کے سامنے اترے۔ اور آپ بدر کے کنارے
 دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئیں۔ اس وقت سعد بن
 معاذ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کے عرض کیا یا رسول اللہ اگر اجازت ہو

آپ کے بیٹھے کیلئے منڈن | تو ہم آپ کیلئے کھجور کی ٹہنیوں کا ایک سایہ دار منڈن بنا دیں جان سے
 بیٹھ کے آپ اردائی کا رنگ یکھیں اور ہماری جان باز یوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ اگر ہم
 دشمنوں پر غالب آئیں تو خیر۔ اسی کی تو ہم سب کو آرزو ہی ہے۔ لیکن اگر کوئی اور
 صورت پیش آئے تو آپ سوار ہو کے واپس تشریف لے جائیں اور ہماری قوم
 کے اُن لوگوں سے جا ملین جو پیچھے رہ گئے ہیں۔ اُن لوگوں کو ہم سے زیادہ
 آپ کی محبت ہے اور اگر انھیں معلوم ہو تا کہ ایسی مہم پیش آئے گی تو ضرور ساتھ
 آتے۔ اگر ہم نہ رہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لیے کہ ہمارے بعد وہ آپ
 کے حامی ہوں گے اور ہمیشہ آپ کے جھنڈے کے نیچے لڑنے کو آمادہ رہیں گے۔
 آپ نے سعد بن معاذ کو دعائے خیر دی اور اُن کی راے پسند کی۔ چنانچہ
 وہ سایہ دار منڈن بن کے تیار ہو گیا۔ آپ اُس میں رونق افروز ہوئے۔ اور
 معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کھجور کی ٹہنیوں کے منڈن میں سوا آپ
 کے اور ابو بکر صدیق کے جھین خود آپ نے اپنے برابر بٹھالیا تھا اور کوئی نہ تھا
 جب میدان کا رازار کے گرم ہونے کا وقت قریب آ گیا تو آپ اُس منڈن
 سے نکل کے باہر آئے۔ ایک تیر ہاتھ میں لے کے مسلمانوں کی صفیں درست
 کیں۔

قریش لشکر اسلام کا اندازہ کرتے ہیں | قریش جب آپ کے مقابل میں اچھی طرح قائم ہو چکے
 تو عمر و بن وہب جی کو بھیجا کہ مسلمانوں کی فوج کا اندازہ
 کرے۔ اُس نے گھوڑے پر سوار ہو کے عساکر اسلام کے گرد ایک چکر
 لگایا۔ اور واپس جا کے کہا تقریباً تین سو آدمی ہیں۔

اس لڑائی کی نازک حالت | حقیقت یہ نہایت ہی نازک وقت تھا۔ اور اردائی بھی بہت ہی نازک

قسم کی تھی۔ دونوں جانب ہر شخص اپنے مقابل میں اپنے بھائی بندوں اور عزیزوں کو پاتا تھا۔ اسی خیال سے متاثر ہو کے شرکین میں سے حکیم بن حزام نے عقبہ بن عبد روائی کے روکنے کی کوشش کرتا ہوا۔

سردار قوم ہو۔ اگر اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کے انتقام سے دست بردار ہو جاؤ اور ہم سب تمہارے سبب سے بغیر قتل و خون ریزی کے واپس چلیں تو تمہارا نام رہتی دنیا تک نیکی سے یاد کیا جائے۔ عمرو بن حضرمی سر یہ عبد اللہ تحش میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ جس کا حال ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اسی واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ واقعہ بدر کی اصلی بنیاد یہی تھی کہ قریش عمرو بن حضرمی کے خون کے دعویدار تھے۔ اور انھیں حضرت کی حیثیت حلے آور کی تھی بلکہ آپ قریش کے حلے سے اپنے آپ کو بچا رہے تھے۔

حکیم بن حزام کی گفتگو سن کے عقبہ نے کہا میں عمرو بن حضرمی کے خون سے اور اس کے مال و اسباب سے بہ خوشی دست بردار ہوتا ہوں لیکن ابوجہل صلح نہ ہونے دے گا۔ اور یہی ہوا۔ عقبہ نے قریش میں کھڑے ہو کے کہا لوگو! محمدؐ اور اصحاب محمدؐ کے مقابل میدان جنگ گرم کر کے کیا فائدہ اٹھاؤ گے؟ مانا کہ تم کامیاب ہو گئے۔ لیکن کامیابی کے بعد یہی ہو گا کہ ہر شخص کو ہمیشہ اپنے ہر دوست کے چہرے پر بدنامی کے داغ نظر آئیں گے۔ اس لیے کہ جو لڑے گا اپنے کسی چچا کے بیٹے۔ ماموں کے بیٹے یا کسی اپنے ہی خاندان اور قبیلے والے کا قاتل ثابت ہو گا۔ عقبہ کی یہ تقریر قریش کی آتش غضب پر پانی ڈال دیتی۔ مگر ابوجہل نے کہا محمدؐ کی صورت دیکھ کے عقبہ کا پھیپھاڑا پھول گیا ہے یعنی اگر ابوجہل نہیں مانتا وہ نامرد ہو گیا ہے۔ اور ہم خدا کی قسم جب تک اللہ ہمارے اور محمدؐ کے جھگڑوں کا فیصلہ نہ کر دے یہاں سے نہ پلٹیں گے۔ عقبہ نے

یہ باتیں محض اس لیے کہیں کہ اپنے بیٹے ابو حذیفہ کو محمدؐ کے ساتھیوں میں رکھتا ہے اور دیتا ہے کہ مین و دمار نہ ڈالا جائے۔ پھر عمر بن حنظلہؓ کے بھائی عامر بن حنظلہؓ کے پاس کہلا بھیجا تو تمھارے حلیف عقبہؓ کے کوٹھے جاتے ہیں۔ عامرؓ کے دھڑا آیا۔ اور لوگوں کے درمیان میں کھڑے ہو کے چلایا ہاے عمرو! ہاے عمرو! یہ آواز سنتے ہی عرب کی حجت قومی کو پہچان ہوا۔ اُن کا دھولے انتھام جوش میں آگیا۔ اور سب کے سب لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے۔

معرکہ آرائی کی ابتدا لڑائی کی ابتدا یوں ہوئی کہ سب کے پہلے قریش کی طرف سے اسود بن عبد الاسد غزوہ میمان میں آیا۔ عمر رسول اللہؐ کے مقابلے کو نکلے۔ اور تھوڑی ہی دیر کی معرکہ آرائی میں اُسے مار کے گرا دیا۔ عقبہ بن ربیعہ اگرچہ صلح پر آمادہ تھا لیکن جب قریش نہ راضی ہوئے تو وہ بھی اپنی قوم کی طرف سے جان دینے پر تیار ہو گیا۔ چنانچہ اسود کے مارے جانے کے بعد وہی میمان میں آیا۔ اور اُس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اور بیٹا ولید بن عقبہ بھی اس کے ساتھ نکلے۔ ان تینوں نے دونوں فوجوں کے درمیان میں کھڑے ہو کے مقابل کو طلب کیا۔ آنحضرتؐ کی جانب سے عفرات کے دو بیٹے عوف اور معوذ اور عبد العزیز بن رواحہ ان کے مقابلے کو نکلے۔ یہ تینوں صحابی اہل مدینہ اور گروہ انصاری تھے۔ ان کی صورت دیکھتے ہی مشرک پہلوانوں نے بوجھاتم کون لوگ ہو؟ انھوں نے کہا ہم انصاریں سے ہیں۔ یہ سُن کے کہی جو ان مزدبوتے اگرچہ تم معزز اور ہالے ہم متہم ہو مگر ہمیں تم سے سروکار نہیں خود ہماری قوم والوں کو سامنے آنے دو۔ یہ سُن کے تینوں انصاری ہمارا واپس گئے۔ اور آنحضرتؐ نے جناب حمزہؓ۔ عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب اور علی مرتضیٰؓ کو نکلنے کا حکم دیا۔ یہ تینوں صاحب حکم رسالت پاتے ہی میمان میں آئے۔ اور یوں ہردو آزمائی میں مصروف ہوئے کہ عبیدہ بن حارث نے عقبہ پر حملہ کیا۔

عبیدہ کی شہادت | حمزہؓ نے شہید پر۔ اور حضرت علیؓ نے ولید پر۔ حمزہؓ اور علیؓ نے

تو اپنے اپنے حریفوں کو دم بھر میں قتل کر ڈالا۔ مگر عبیدہ اور عتبہ کی لڑائی اچھی نہیں رہی۔ دونوں نے اپنے حریف پر ایک ہی وقت میں وار کیا۔ دونوں وار کاری پڑے۔ اور دونوں پاس ہی پاس گر کے سسکنے لگے۔ مسک ہی رہے تھے کہ حمزہؓ اور علیؓ اپنے حریفوں کو قتل کر کے جا پہنچے۔ عتبہ کا کام تمام کر دیا۔ اور عبیدہ کو اٹھا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔

عبیدہ نے آنحضرتؐ کی صورت دیکھتے ہی پوچھا رسول اللہ کیا میں شہید نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا بے شک تم شہید ہو۔ اور یہ ارشاد رسالت پورا ہوا اس لیے کہ تعویذ ہی دیر کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔

جنگ منلوہ | اب جنگ منلوہ کا وقت آ گیا تھا۔ مشرکین جوش و خروش سے

بڑھے۔ دم بھر میں مسلمانوں پر آپڑے۔ اور زور و شور کی لڑائی ہونے لگی۔

مگر واقعی یہ عجب وقت تھا۔ اور اسے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

معجزہ کہیں تو کیا کہیں کہ بھائی بھائی کے۔ باپ بیٹے کے۔ اور عزیز عزیز

کے خون سے ہاتھ رنگ رہا تھا۔ اور حکم رسالت کے سامنے کسی دنیاوی شے

خود آپ مسلمانوں کو | اور علاقے کی پروا نہ تھی۔ سعد بن معاذ اور چند اور بہادر

جوش لاتے ہیں | انصار خاص آپ کے قیام گاہ یعنی اس کھجورون کی ٹہنیوں

کے منڈوں کے گرد تلواریں باندھ کھڑے تھے۔ تاکہ دشمنوں میں سے کسی کو

آپ کے قریب آنے کی جرأت نہ ہو۔ اب اس شدت کی لڑائی ہو رہی

تھی کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم جوش میں آ کے اٹھ کھڑے ہوئے۔

اس سایہ دار مقام سے باہر نکلے۔ اور آواز بلند فرمانے لگے۔ قسم جو اس

خداوت باری کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے جو شخص آج

اُس کا اثر اُسے گا اور بغیر منہ پھیرے صبر اور نیت خیر سے لڑتا ہوا مارا جائے گا خدا اُسے جنت میں داخل کرے گا آپ کے اس ارشاد کا جو اثر نمایاں ہوا اُس کا نمونہ یہ ہے کہ عیسیٰ بن حاتم انصاری کچھ خرمے ہاتھ میں لیے کھا رہے تھے یہ وعدہ رسالت سنتے ہی بولے ”واہ! واہ! تو جنت میں اور مجھ میں اتنا ہی فاصلہ ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر ڈالیں!“ یہ کہہ کے خرمے ہاتھ سے پھینک دیے۔ دشمنوں پر حملہ کیا۔ اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے

شرکین کی شکست اور آپ نے منذر سے نکل کے جب لڑائی کی ہے انتہا شدت آپ کا مجزہ دیکھی تو ایک جنگل خاک زمین سے اُٹھائی اور قریش کی طرف دیکھ کے فرمایا ”شاہت الوجود“ (بگڑ گئے پھرے ان لوگوں کے) وہ خاک شرکین کی طرف پھینکی۔ اور مسلمانوں کو ایک شدید حملے کا حکم دیا۔ بس اسی حملے نے لڑائی کا فیصلہ کر دیا۔ قریش کا قدم اکھڑ گیا۔ ہر حواس بھاگے۔ اور مابہرین وانصار نے تعاقب کیا۔ بھاگتے ہیں بہت سے مارے گئے اور بہت سے گرفتار ہوئے۔

ابو جہل مارا گیا | ابو جہل زخمی ہو کے گر چکا تھا مگر کچھ جان باقی تھی کہ قبۃ السربین مسعود سر پر جا پونچے۔ اور وہ اس بات پر افسوس کرتا ہوا اُن کے ہاتھ سے مارا گیا کہ ایک ذلیل و کم حیثیت شخص کے ہاتھ سے قتل ہوتا ہوں۔ اس لیے کہ ابن مسعود کی فرمائے قریش میں کوئی وقعت نہ تھی۔ عبد الرحمن بن عوف نے کچھ زرہین لوٹی تھیں۔ اُنھیں لیے ہوئے جا رہے تھے کہ ایتہ بن خلف اور ایتہ بن خلف کا مارا ہانا | اُس کا بیٹا علی لے۔ دونوں نے عبد الرحمن کی صورت دیکھ کے گما زہرہین کیا لیتے ہو؟ بہین لوتا کہ زیادہ فائدہ اٹھاؤ، عبد الرحمن نے زرہین ڈال دیں اور اُنھیں لے کے چلے گئے کہ ایتہ پر مؤذن رسول اللہ بلا ل کی نظر پڑ گئی۔ یہی شخص تھا جو مکہ میں بلا ل پر طرح طرح کے ظلم کیا کرتا تھا

اور صرف مسلمان ہونے کے جرم پر انھیں جلتی بھوبل پر لٹا کے پتی ہوئی سلین پھانسی پر رکھ دیتا تھا۔ اس کی صورت دیکھتے ہی ہلال نے غل مچایا۔ اے انصار رسول اللہ دیکھو یہ کافرون کا سب سے بڑا سردار جاتا ہے اگر یہ بچ گیا تو میری خیریت نہیں ہے۔ ہلال کی آواز سنتے ہی انصار نے ایسے اور اُس کے بیٹے کو گھیر لیا۔ اور دم بھر تین دونوں باپ بیٹے مار ڈالے گئے۔

نبی ہاشم کے ساتھ رعایت | آپ نے لڑائی سے پیشتر ہی گروہ صحابہ سے فرما دیا تھا کہ اور اس کا سبب | نبی ہاشم میں سے بعض لوگ مجبور کر کے اور زبردستی لائے

گئے ہیں جن میں سب سے زیادہ قابل لحاظ عباس بن عبدالمطلب ہیں۔

جس کسی کو مل جائیں انھیں قتل نہ کرے۔ اور جہان تک ہو سکے زندہ میرے

ابو الجحزی کے ساتھ رعایت | پاس لے آئے۔ اسی طرح آپ نے ابو الجحزی کی بابت

بھی لوگوں کو ہدایت کر دی تھی کہ اس کی جان نہ لی جائے۔ اس لیے کہ اسی نے

کوشش کر کے قریش کا وہ باہمی عہد نامہ منسوخ کرایا تھا جس کی رو سے تمام

قریش نبی ہاشم سے اور خاصہ آپ سے ملنے جلنے سے روکے گئے تھے۔ لیکن

ابو الجحزی کی زندگی پوری ہو چکی تھی۔ اس لیے کہ انصار کے ایک حلیف جند

بن زیاد بلوسی نے اُسے پکڑا اور کھدیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھامے

قتل سے ہمیں منع کیا ہے۔ ابو الجحزی کے ساتھ اس وقت اونٹ پر ایک اونٹن

بھی سوار تھا بولا اور میرے اس ساتھی کی جان نہیں بچ سکتی ہے۔ جند نے کہا

اس کا مارا جانا ”ہرگز نہیں“۔ ابو الجحزی نے کہا ”اس رفیق سفر کو قتل کر کے تو

میں زندہ نہ رہوں گا۔ قریش عورتیں کہیں گی کہ اپنے نفس کی محبت میں ساتھی کو

مروا ڈالا۔ مجد نے دونوں کو قتل کر ڈالا۔

عباس عم رسول اللہ کی گرفتاری | ابوالیسر نامی ایک صحابی جناب عباس کو گرفتار

کر کے لائے۔ اگرچہ حضرت رسالت کو ان کی ذلت و تکلیف کسی طرح گوارا نہ تھی۔ اس لیے کہ صرف آپ کی ذات پر نہیں بلکہ دین اسلام پر بھی جناب عباسؓ کے احسانات تھے۔ عقبہ ثانیہ میں انھوں نے جس فصاحت کے ساتھ آپ کے لیے انصاف سے عہد و پیمان لیا تھا بھولنے والی بات نہ تھی۔ مگر اس موقع پر کوئی خاص رعایت نہیں کی جاسکتی تھی۔ یہودی قیدیوں کی طرح وہ بھی رکھے گئے۔ مگر ان کی ان کے ساتھ آپ کی ہمدردی | تکلیف کے خیال سے کسی طرح آپ کی آنکھ نہ لگتی تھی۔

لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ آرام کیوں نہیں فرماتے؟ فرمایا تجاش کی تکلیف مجھے سونے نہیں دیتی۔ لوگوں نے فوراً جا کے عباسؓ کی مشکین کھول دین تب آپ کو چین پڑا

مشرکین کی لاشیں اور آپ کا ان کی طرف خطاب فرما

سے گڑھے میں ڈلوادیا۔ اور جب لاشیں اس میں پڑ چکیں تو ان کی طرف خطاب کر کے فرمایا ”ایہ اس گڑھے والو! تم اپنے نبی کے نہایت ہی بڑے ہم قوم تھے۔ اور لوگوں نے میری نبوت کی تصدیق کی مگر تم جھٹلاتے ہی رہے“ پھر ایک ایک کا نام لے کے یوں فرمایا۔ ایہ عقبہ۔ ایہ خبیہ۔ ایہ امیہ بن خلف۔ ایہ ابو جہل بن شام۔ (اسی طرح اور بہت سے نام لے کے) تمہارے پروردگار نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچ نکلیا نہیں؟ میں نے تو اپنے پروردگار کا وعدہ سچ پایا۔ بعض لوگوں نے حیرت سے پوچھا یا رسول اللہ آپ مردوں سے باتیں کرتے ہیں؟ ارشاد ہوا جتنا تم سنتے ہو اتنا ہی یہ بھی سنتے ہیں۔ پس فرق اتنا ہے کہ یہ جواب نہیں دے سکتے۔ اس کا رد وافی کے بعد لاشوں پر ٹپی اور پتھر ڈال دیے گئے۔ اور آپ نے تمام ہر ایک کو جینے کی راہی

کے مین شکست کی خبر پہنچی جو مشرک جان بچا کے بھاگے اُن مین سے عیسا بن عبد اللہ
خزاعی سب کے پہلے کے مین داخل ہوا۔ لوگوں نے پوچھا لڑائی کا کیا انجام ہوا؟
وہ نہایت پریشانی کے ساتھ گھبرا گھبرا کے کہنے لگا سب مارے گئے! عتبہ بن ربیعہ
شیبہ بن ربیعہ۔ ابوالحکم بن ہشام (ابو جہل) اُمیہ بن خلف۔ زمعہ بن اسود۔ نبیہ
بن جراح۔ نبتہ بن حجاج۔ ابوالختری بن ہشام۔ مقتولین کے شمار مین ایسے ایسے
تمام معززین قریش کے جو نام لیے تو صفوان بن اُمیہ نے گھبرا کے کہا خدا کی قسم
اس کی عقل نہیں ٹھکانے ہو۔ بھلا میری نسبت تو پوچھو۔ دیکھو کیا کہتا ہے؟ لوگوں
نے پوچھا اور صفوان ۹ "اُس نے اشارہ کر کے کہا وہ یہ کیا سامنے بیٹھے ہوئے ہیں؟"
بہر تقدیر اہل مکہ کو اپنی فاش اور بہت ہی بڑی شکست کا حال معلوم ہوا۔ اور کوئی
گھر نہ تھا جس مین کُرام نہ مچ گیا ہو۔

حضرت عباس کا غلام اور ابولہب آنحضرت کا غلام ابورا فغ پہلے حضرت عباس کی غلام
تھا۔ واقعہ بدر کے زمانے مین وہ کے مین تھا۔ اور حجرہ زمزم مین اکثر بیٹھا تیرا
بنایا کرتا تھا۔ مشرکین کی شکست کی خبر جب کے مین آئی تو وہ جب معمول حجرہ
زمزم مین بیٹھا تیرنا رہا تھا اور حضرت عباس کی زوجہ محترمہ ام الفضل باپن بیٹی ہوئی تھیں
اتفاقاً ابولہب جو واقعہ بدر مین نہیں شریک تھا آ کے حجرے کی دیوار کے پاس
بیٹھ گیا۔ اور اسی وقت مغیرہ بن حارث ابن عبد المطلب کا ادھر سے گذر ہوا جو
بدر سے جان بچا کے بھاگا تھا۔ ابولہب نے اُس کی صورت دیکھتے ہی پاس بلایا
اور لڑائی کی کیفیت پوچھی۔ مغیرہ نے کہا کیا خبر کسی جائے۔ بس یہ ہوا کہ لڑائی
شروع ہوتے ہی ہم نے پیٹھ پھیر دی۔ اور اُن لوگوں نے جس طرح جی چاہا مارا
اور گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ اسی حالت مین ہمیں کچھ گورے گورے لوگ نظر آئے
جو اہل بطن گھوڑوں پر سوار تھے اور آسمان سے زمین تک پھیلے ہوئے تھے۔

ابو رافع دل میں مسلمان تھا یہ سن کے نہ رہا گیا جس کے اندر سے گردن نکال کے بولا خدا کی قسم یہ فرشتے ہوں گے۔ اتنا سننا تھا کہ ابولہب ہنچلا کے بڑھا اور اس کے منہ پر ایک تھپڑ مارا۔ سینے پر چڑھ بیٹھا۔ اور پٹینے لگا۔ اپنے غلام کو اس بے رحمی سے ام الفضل کا جوش اور پٹیتے دیکھ کے ام الفضل کو غصہ آگیا۔ کہیں قریب ہی سے ان کی شجاعت

تھپڑ کا ایک گز اٹھا لائیں۔ اور ابولہب کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ پھر لو لیں۔ اس کے مالک جو یہاں نہیں موجود ہیں تو تو نے اسے ضعیف و ناتوان سمجھ لیا، ابولہب یہ چوٹ کھا کے چپکے اٹھا چلا گیا۔ اور ایسا دل شکستہ ہو کے گیا تھا کہ ایک ہی ہفتے کے اندر مرض طاعون میں مبتلا ہو کے مر گیا۔

رسول اللہ کی صاحبزادی جناب رقیہ کی وفات

مدینے میں جب فتح بدر کی خبر پہنچی، اس وقت وہاں ایک بہت بڑا سانحہ ہو گیا تھا۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کو اللہ جل شانہ نے اپنے جوارِ عافیت میں لے لیا تھا۔ وہ دفن ہو رہی تھیں۔ اور لوگ قبر پر مٹی برابر کر رہے تھے کہ فتح بدر کی خبر آئی۔ اور باوجود ایسے صدمہ عظیم کے لوگ خوش ہو گئے۔ آنحضرت کی روانگی سے پہلے ہی یہ صاحب جمال اور پاک امن و معصوم صاحبزادی چپکے میں مبتلا ہو چکی تھیں حالت بہت نازک ہو رہی تھی اور انہیں کی تیمارداری کے لیے آپ نے ان کے شوہر جناب عثمانؓ فرمایا انہیں کو مدینے میں چھوڑ دیا تھا چونکہ وہ فرمان رسالت کے مطابق شرکتِ جماد سے محروم رہے تھے لہذا آپ نے انہیں بھی مالِ غنیمت میں سے اتنا ہی حصہ دیا جتنا کہ کسی اور شریک ہونے والے کو دیا گیا تھا۔ یہی نہیں غازیانِ بدر کے

اثر اب میں بھی شریک کیے گئے۔

باب شانزوم

غزوات بدر و احد کے درمیان کا زمانہ

ہمیں یہ کو ملاحظہ - سہیل بن عمرو کی گرفتاری - ام المومنین سوہ کا جوش فراہمیت
 قیدیوں سے آپ کا برتاؤ - قیدی فدیہ کے پھوڑے جاتے ہیں - جناب جناس کا
 ایمان لانا - اور آپ کا ایک مجروحہ حضرت رسالت کا داماد ابوالاعص بن ربیع - ان کی
 رائی کیلئے حضرت زینب کا چھاپا ہوا فدیہ - زینب بنت رسول اللہ مدینہ میں آتی ہیں - ان پر
 قریش کی یورش - ابوالاعص کا مسلمان ہونا - شہداء بدر غزوہ کے دربار میں اب عبداللہ بنی غزوہ
 قینقار کی ابتدا - اس کا سبب - قحارہ اور ان کا ہتھیار رکھنا - ان کی جلا وطنی -
 غزوہ السویق - بنی فاطمہ - حضرت علیؑ کے اونٹوں پر غزوہ کی دست برد - رسول اللہ
 غزوہ کی محکشی - غزوہ ذی القعدہ - غزوہ بنی مسلم - کعب ابن اشرف کا
 قتل - یثرب کے قتل کی عام اجازت - حضرت عثمانؓ کا عقد ام کلثوم بنت رسول اللہ
 سے - تریہ زبیر بن حارث قریش کے مقابل میں - ابن ابی العقیق کا قتل ام المومنین
 حفصہؓ آپ کے عقد میں - طلاق اور آپ کا پھر رجوع فرمانا - ام المومنین زینب بنت
 جحش آپ کے عقد میں - حضرت امام حسنؑ کی ولادت -

ہمیں یہ کو ملاحظہ | اب آپ قیدیوں کو لے کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔
 بعض کفار جن سے اسلام کو بے انتہا آزار پہنچا تھا اور بعد بھی پہنچنے کا اندیشہ
 تھا راستے میں قتل کیے گئے۔ ان میں سے نضر بن حارث بن عقبہ بن معیط کی
 جناب علیؑ نے گردن ماری۔ اور عقبہ بن معیط کو عاصم بن ثابت نے قتل کیا۔

سہیل بن عمرو بھی گرفتار ہوئے جو اہل مکہ کے بڑے فصیح البیان خلیفہ تھے
 سہیل بن عمرو کی گرفتاری اور آنحضرت کے خلاف ہمیشہ لوگوں کو ابھارتے رہے
 تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں اُن کے دانت
 توڑ دوں کہ پھر یہ شخص اس فصاحت سے اپنیج نہ دے سکے۔ آپ نے فرمایا۔
 پہننے بھی دو۔ کبھی یہ ایسا کام کریں گے جس سے تم خوش ہو گے۔ یعنی اُن کی
 زبان سے کبھی اسلام کو فائدہ پہونچے گا۔ اور بے شک ایسا ہی ہوا۔ آپ کی
 وفات کے بعد جب سارا عرب مرتد ہوا جاتا تھا اہل مکہ میں اسی جادو بیان
 مقرر کی فصاحت و بلاغت کے اثر سے ارتداد کی شورش نہیں پیدا ہونے
 لگی۔ ام المومنین سوڈہ کا جوش قربت اپنی۔ سہیل جب مکہ میں آئے تو زوجہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
 ام المومنین سوڈہ نے ان کی صورت دیکھتے ہی کہا عورتوں کی طرح ہاتھ پاؤں
 بندھو ایسے شریفوں کی طرح لڑکے مر کیوں نہ گئے؟ خود اپنی بی بی کی زبان سے
 یہ جملے سن کے آنحضرت کو حیرت ہو گئی۔ فرمایا ”سوڈہ! خدا اور رسول کے خلاف
 ایسا کیا حضرت سوڈہ کو تنبہ ہوا۔ حذر خواہی کے لیے میں بولیں ”یا رسول اللہ
 ان کی صورت دیکھ کے مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور یہ کلمہ زبان سے نکل گیا۔ آپ
 اُن کو نام و دیکھ کے خاموش ہو رہے۔

اسی واقعے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس لڑائی میں لوگوں کو صرف
 یہ مادی ہی نہیں دکھانی پڑی تھی بلکہ بغیر اس کے کہ جوش خون کا فرا بھی لحاظ
 کریں خود اپنے عزیزوں اور قریب کے رشتے داروں کو قتل کرنا یا اُن کے
 قیدیوں سے آپ کا بڑاؤ اقل کا تا شا دیکھنا پڑا تھا۔ اور واقعی رسول اللہ کی محبت
 اور دین کی فرمان برداری کا اس سے زیادہ کل نبوت شاید اور کبھی نہ نظر آیا
 ہو گا۔ اور اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ کہ قیدی جب مدینے میں

پہنچے اور آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے تو لوگوں کی یہ حالت تھی کہ خود بھوکے رہ گئے مگر قیدیوں کا پیٹ ضرور بھر دیا اور انھیں لوگوں پر مہربان ہو گئے جن کے سخت دشمن تھے۔

اب فرمان نبوت جاری ہوا کہ اہل مکہ اپنے قیدیوں کو فدیہ ادا کر کے

قیدی فدیہ لے لے کے چھوڑے | چھڑا سکتے ہیں۔ اس موقع پر اپنے چچا حضرت عباس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ عجب جانتے ہیں

بجڑنا اور غیر معمولی بے لوثی کو ثابت کرتا ہے۔ ہم بتا چکے ہیں کہ آپ کو جناب عباس سے اس قدر محبت تھی کہ جب تک ان کے ہاتھ پاؤں نہ کھلوادے نیند

نہیں آئی۔ مگر جب فدیہ ادا ہونے کا وقت آیا تو آپ نے یہ خیال کر کے کہ تمام

جناب عباس کا ایمان لاتا | بنی ہاشم میں سب سے زیادہ مالدار عباس بن عبدالمطلب اور آپ کا ایک معزز | ہی ہیں انھیں حکم دیا کہ اپنا۔ اپنے بھتیجے عقیل ابن ابی

طالب کا۔ اور دوسرے بھتیجے نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کا۔ اور اپنے

حلیف قتبہ بن عمرو بن جحدم کا فدیہ وہی ادا کریں۔ جناب عباس نے کہا میرے

پاس اتنا روپیہ نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا اور وہ رقم کیا ہوئی جو آپ نے

ام الفضل (اپنی بیوی) کے پاس رکھوائی تھی اور کہا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں

تو اس میں سے فضل کا اتنا ہے جتنا اللہ کا اتنا ہے اور عبید اللہ کا اتنا ہے۔ یہ سُن کے

جناب عباس کو حیرت ہو گئی۔ بولے خدا کی قسم آپ پیغمبر ہیں۔ اس رقم کا حال

سوا میرے اور میری بیوی کے کوئی نہیں جانتا تھا۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ

واقعی آپ رسول اللہ ہیں۔ اور کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گئے۔ لیکن اب بھی

اس شرکت کفار کے جرم سے بچنے کے لیے ایک دوسرا پہلو نکالا۔ اور بولے اچھا میں اذیت

عہد کا اُس زمانے میں ایک وزن تھا۔ جو ۴۰ درہم کے برابر ہوتا تھا۔ نامعلوم اسی وزن سے تولاجاتا تھا۔

سونا جو میرے پاس تھا اور گرفتار کرنے والوں نے چھین لیا وہ اسی حساب میں محسوب کیا جائے۔ باوجودیکہ وہ سونا پیشتر ہی آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا گیا تھا مگر آپ نے فرمایا "یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ سونا تو ایک جداگانہ چیز ہے جو خدا کی قربانی سے ہمیں ملی ہو۔" اس لیے کہ اُس کا شمار تو مالِ غنیمت میں تھا۔ ہر تقدیر مذکورہ بنی ہاشم کا فدیہ حضرت عباسؓ نے ادا کیا۔

حضرت عباسؓ کی گرفتاری سے بھی زیادہ نازک واقعہ ابوالعاص بن

حضرت رسالت کا داماد	ربیع بن عبد العزیٰ کی گرفتاری کا ہو جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے شوہر اور
---------------------	---

آپ کے داماد تھے۔ ابوالعاص کا شمار مکہ کے سب سے زیادہ دولت مندوں میں تھا اور وہ حضرت بیوی خدیجہ کی بہن ہار بنت خویلہ کے بیٹے تھے۔ جناب زینبؓ کا عقد ان کے ساتھ خود حضرت خدیجہؓ نے اپنی زندگی میں کیا تھا۔ بخت کے بعد حضرت زینبؓ تو باپ کی پیغمبری پر ایمان لے آئیں۔ مگر شوہر اسی طرح مشرک بنے رہے۔ آنحضرتؐ چاہتے تھے کہ مسلمان بیٹی اور کافر داماد میں کسی طرح مفارقت کرا دیں مگر کچھ روز نہ چلتا تھا۔ اب قریش جب میدان جنگ میں آئے تو ابوالعاص بھی مقابلے کو آئے۔ اور مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کے سینے میں لائے گئے۔

ان کی رہائی کے لیے حضرت	اہل مکہ نے جب اپنے اپنے ایسروں کی رہائی کے لیے رقم فدیہ بھیجی تو حضرت بیوی زینبؓ نے بھی اپنا ایک
-------------------------	--

قیمتی ہار شوہر کے پھڑانے کے لیے روانہ کیا۔ یہ ہار انھیں جناب خدیجہؓ نے جہیز میں دیا تھا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں دیا گیا تھا۔ دیکھتے ہی آپ پہچان گئے۔ دل پر ایک چوٹ سی لگی۔ بے اختیار جی بھر آیا اور لوگوں کی طرف دیکھ کے فرمانے لگے "اگر تمھیں مناسب معلوم ہو تو اس کے

(زینب کے) قیدی کو یونین چھوڑ دو۔ اور اس کا یہ بار واپس کر دو۔ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں کیا غدر ہو سکتا تھا؟ ابوالعاص کو آزادی دی گئی۔ جو اپنی مومنہ بیوی اور اس عفت مآب پیمبرِ زاوی کا وہ ہار لے کے لے کر روانہ ہوئے مگر جاتے وقت آنحضرتؐ سے وعدہ کرتے گئے کہ کئے ہوئے ہی حضرت زینبؓ کو مدینہ منیعہ میں بھیج دیں گے۔ اُن کے وعدہ کے مطابق آپؐ اپنے غلام زید بن حارثہ اور ایک انصاری بزرگ کو بھی ارضِ بلطیٰ یعنی مکہ کی طرف روانہ کیا کہ صاحبِ جزادی کو بہ آرام و حفاظت مدینہ لے آئیں۔

زینب بنت رسول اللہ مدینہ میں آتی ہیں | ابوالعاص نے اقرار کے مطابق گھر پہنچتے ہی حضرت زینبؓ کو مدینہ جانے کی اجازت دی۔ اور جب معلوم ہوا کہ زید بن حارثہ لینے کو بھی آگئے تو ابوالعاص کے بھائی کنانہ بن ربیع نے دن و ہاڑے سب کے سامنے عصمتِ پناہِ صاحبِ جزادی کو ایک اونٹ پر بٹھایا اپنی کمان شانے پر ڈالی اور مکے سے نکلے کہ لے جا کے زید کے سپرد کر دیں۔ مگر اتفاقاً قریش کو خبر ہو گئی۔ تعاقب کیا۔ اور حضرت زینبؓ کی محلِ مقامِ ذی طویٰ اُن پر قریش کی پورش تک پہنچنے پائی تھی کہ سب نے آکے گھیر لیا۔ کنانہ نے لوگوں کی پورش دیکھ کے تیر کمان سے جوڑا اور چلائے جس کسی نے پاس آنے کا ارادہ کیا اُس کی زدِ رمل کی خیر نہیں۔ اُن کے خوف سے کسی کو قریب آنے کی تو جرات نہ ہوئی۔ مگر دشمنوں کی پورش سے وہ غریب معصومہ اس قدر سہم گئی تھیں کہ حاملہ تھیں اسقاطِ حمل ہو گیا۔ اتنے میں ابوسفیان بن حرب نے آکے کنانہ سے کہا، ہمیں اس عورت کے روکنے سے کوئی حاصل نہیں مگر یہ تلہری غلطی ہو کہ دن دو پہر کو علانیہ لے کے چلے ہو۔ اگر ہم یوں نکل جائے دیں تو لوگ کہیں گے کہ اہل مکہ شکست کھا کے اس قدر ذلیل و ضعیف ہو گئے ہیں

کہ محمدؐ کی بیٹی ان کے سامنے سے نکل کے دو پہر کو چلی گئی اور کسی کو روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لہذا اس وقت کے مین پلٹ چلو ہمارے لیے کہنے کو ہو جائے گا کہ راستے سے پھیر لائے گئے۔ اور تم جب رات ہو چکے سے لے جا کے زید بن حارثہ کے سپرد کر دینا کتنا کو یہی امر مناسب معلوم ہوا۔ کے مین پلٹ آئے۔ اور رات کو لے جا کے زید بن حارثہ کے پاس پہنچا دیا۔ وہ لوگ لے کے مدینہ من آئے۔ اور اس وقت سے جناب زینبؓ آنحضرتؐ ہی کے پاس رہیں۔

ابو العاص کا مسلمان ہونا | ابو العاص اس کے بعد فتح مکہ سے چند روز پیشتر اپنا اور چند قریشیوں کا مال تجارت ارض شام کو لے گئے۔ وہاں سے پلٹے ہوئے آ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سریر نے طاقت کی اور سارا مال و اہباب لوٹ لیا۔ ابو العاص جیسے ہی حملہ ہوا قافلے کو چھوڑ کے بھاگے اور چپکے سے مدینہ من آ کے اپنی بیوی حضرت زینبؓ کے پاس پناہ لی۔ دوسری صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے اور آپؐ نے اور تمام مسلمانوں نے تکبیر کی اُس وقت جناب زینبؓ نے اُس حصہ مسجد سے جہان عورتیں نماز پڑھا کرتی تھیں پکار کے کہا "لوگو! میں نے ابو العاص کو اپنے یہاں پناہ دی ہو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنتے ہی ارشاد فرمایا "خدا کی قسم مجھے اس کی خبر نہیں جو۔ اور اگرچہ ہر شخص کو پناہ دے سکتا ہے جو کوئی اس سے قریبی تعلق رکھتا ہو۔" اگر اے زینبؓ دیکھو اس سے غلط نہ ہو۔ اور اب تم اس پر حلال نہیں ہو۔ پھر آپؐ اس سریرہ والوں کی طرف متوجہ ہوئے جنھوں نے قافلے کو لوٹا تھا اور فرمایا "اس شخص کا جو کچھ مال تم نے لوٹا ہے اگر واپس کر دو تو میرے نزدیک مناسب ہوگا۔ لیکن اگر تمھیں واپس کرنے سے انکار ہے تو کوئی جبر نہیں کر سکتا اس لیے کہ یہ مال غنیمت ہے جو خدا کی مہربانی سے تمھیں ملا ہے اور تمھارا حق ہے۔ اُن لوگوں نے

عرض کیا یا رسول اللہ ہم خوشی سے واپس کرنے کو تیار ہیں۔ اور قافلے کا تمام مال و اسباب بے تکلف ابوالعاص کے حوالے کر دیا۔ جسے لے کے وہ مکہ میں آئے۔ جو چیز جس کی بھی اس کو دسی۔ اور سب کی امانتیں واپس کرنے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہو کے کہا "اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمداً رسول اللہ" خدا کی قسم مدینہ ہی میں جو میں نے اسلام نہیں قبول کیا تو فقط اتنے خیال سے کہ تم کہو گے تمہارا مال کھا جانے کی نیت سے مسلمان ہو گیا۔ لیکن اب تمہاری امانتیں پہنچا دینے کے بعد علانیہ مسلمان ہوتا ہوں۔" یہ کہہ کے مدینہ طیبہ کی راہ لی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اگرچہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت بیوی زینبؓ کے ساتھ از سر نو نکاح ہوا۔ مگر صحیح یہی روایت ہے کہ بغیر تجدید نکاح کے اپنی بیوی کے ساتھ رہتے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کے شرف و فخر کے ساتھ زندگی بسر کرتے گئے۔

شہدائے بدر | میدانِ بدر میں ہمارا ہیمن حضرت رسالت میں سے کل چودہ آدمیوں نے جامِ شہادت پیا۔ جن میں سے چھ ہمارے تھے اور آٹھ انصار۔ اس کے مقابل قریش کا بے انتہا نقصان ہوا تھا۔ اُن کے مقتولوں کی تعداد بعض راوی تو ساٹھ بتاتے ہیں اور بعض جن کی روایت زیادہ قابل وثوق ہے کہتے ہیں کہ اُن کے ستر آدمی مارے گئے۔ مگر اس تعداد سے بدرجہا زیادہ صدمہ اُن کو اس بات کا تھا کہ تمام اکابر قریش اور قریب قریب کل معززین مکہ کی زندگی کا چرہ رخ اکل ہو گیا تھا۔

غزوہ کربلا آ حضرت ضحلی المد علیہ وآلہ وسلم کو میدان بدر سے واپس آ کے سات ہی دن مدینہ میں رہنے کا اتفاق ہوا تھا کہ فجر آئی کہ زمان ایک تالا کی

کنار سے بنی سلیم نے جماؤ کیا ہوا اور فساد پر آمادہ ہیں۔ رفع شر کے لیے آپ نے علم اسلام علی مرتضیٰ کے کندھے پر رکھوایا۔ حامی دیوی سپاہی ہمراہ لیے اور کوچ کر دیا۔ کدھر کے کنارے پر پہونچ کے دیکھا تو ان لوگوں کا پتہ نہ تھا لہذا تین روز وہاں قیام فرما کے مدینہ منیبہ میں واپس آئے۔ واپسی کے بعد معلوم ہوا کہ ہنوز بنی سلیم کا فتنہ باقی ہے۔ اب آپ نے تھوڑے سے جوان مرد غالب بن عبد اللہ سرینہ غالب بن عبد اللہ لیشی لیشی کے ہمراہ کیے اور انھیں حکم دیا کہ جا کے بنی سلیم اور بنی خطفان پر حملہ کیجئے غالب جو ش و خروش سے گئے۔ دشمنوں پر غالب آئے ان کے مویشی کمر لیے اور ان کو کافی سزا دے کے اور اپنی تین قیمتی جانیں راہ خدا میں صرف کر کے شمالی کا آٹھواں مہینہ گذرا تھا کہ وارد مدینہ ہو گئے

غزوہ بنی قینقاع کا ابتدا | اسی زمانے میں یعنی شوال ہی کے مہینے میں یہودی بنی قینقاع کا محاصرہ کیا گیا۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ آپ کو میدان بدر میں جب ایسی نمایاں فتح حاصل ہوئی تو یہود کو حسد معلوم ہوا۔ آنحضرت نے وارد مدینہ ہو تے ہی آپ سے ایک معاہدہ کر لیا تھا جس کا ذکر اوپر آچکا۔ اب وہ اس معاہدے کے توڑنے پر آمادہ ہوئے۔ ظاہر ان کے دل میں خیال گذرا کہ اگر ہم صلح کیے بیٹھے رہیں اور رسول اللہ کی قوت یومئیں بڑھتی چلی گئی تو چند روز میں ہم کسی کام کے نہ رہیں گے آپ نے یہ سن کے ایک دن انہیں بازار قینقاع میں جے کیا اور فرمایا اتر کر وہ یہود انہما سے درو۔ اب یہودی کہ تھا راہی رہی حال ہو جو قریش کا ہوا۔ میری نبوت کا ثبوت خود تمہاری کتاب (توراة) میں موجود ہے۔ اور تم دل میں کچھ بھی کہو کہ میں ہی وہ یہودی بنی ہوں جس کی انبیاء نے سبب بشارت دیا وہ یہودی ہے۔ یہود نے برہم ہوئے جواب دیا اہل مکہ کے شکست دینے پر غرور نہ کرو

وہ لوگ فن جنگ سے ناواقف تھے۔ اور ہم واقف ہیں۔ اگر ہم سے لڑائی ہوئی تو ہمادین گے کہ پہاڑی ایسے ہوتے ہیں کہ یہ خلات امید جواب پا کے آپ چپکے ہو رہے۔ اور مدینہ میں واپس آئے۔

اُس کا سبب | یہ لوگ سرکشی اور معاہدہ توڑنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ ایک جوان مسلمان عورت کچھ سودا بیچنے کو بازار قیقاع میں گئی۔ وہاں ایک یہودی سُنا ر کی دکان پر بیٹھی تھی کہ بعض یہود نے اُس کا چہرہ کھلو اسکے دیکھنا چاہا۔ عورت نے الجھار کیا تو خود سُنا ر نے چپکے سے اس کی ازار کا نیچے کا گوند چاڑھ کے کونے میں اٹکا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ عورت جانے کے لیے اُٹھی تو ازار اُلٹ کے اوپر آگئی اور اس نے آپ کو برہنہ دیکھ کے غل چمایا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہودیوں نے قہقہہ لگایا۔ یہ دیکھ کے ایک مسلمان کو غصہ آگیا۔ ضبط کی تاب نہ رہی۔ ایک کے یہودی سُنا ر کو مار ڈالا۔ سُنا ر کا مارا جانا تھا کہ اور سب یہودیوں نے پکڑ کے اُس اکیلے مسلمان کو قتل کر دیا۔ اس مسلمان کے عزیز داروں کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو انھوں نے اپنے اور ہم مذہبوں کو اُجھارا۔ الغرض اس طریقے سے یہود بنی قیقاع نے صلح کا معاہدہ توڑ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعے اور یہود بنی قیقاع کی عداوت کی خبر ہوئی تو بڑھ کے اُن کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ اور ان کا ہتھیار رکھنا | اور وہ قلعے کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ رہے۔ مگر اُن کے دلون پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا رعب بیٹھ گیا تھا کہ مقابلے کی جرات نہ ہو سکی۔ پندرہ روز کی محصور کی بعد غزوہ مدی قلعہ سے ہٹ کر ہتھیار رکھنے پر مجبور ہو گئے۔ اور فرمان نبوت کے مطابق قلعے سے اُتر آئے۔ منذر بن قدامہ سلمی نے اُن کی شکین باندھیں۔ اور یہ لوگ ایسے فتنہ جو سرکش اور

ترقی اسلام کے مزاحم تھے کہ تمام لوگوں کو یقین تھا آپ اُن سب کے قتل کا حکم دین گے۔ عبدالمہدی بن ابی جویہ ظاہر مسلمان مگر اصل میں ایک بہت بڑا مشہور منافق تھا اُن لوگوں کا حلیف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُن کی سفارش کی ابتداء تو آپ خاموش رہے مگر اس کے انکی جلاوطنی اصرار پر آپ نے اُن کیلئے بے بلا وطنی کا حکم نافذ فرمایا۔ عبادۃ بن ضامت اس خدمت پر مامور ہوئے کہ انھیں حدود مدینہ سے نکال دیں۔ تیسری سفر کے لیے انھیں تین دن کی اجازت دی گئی۔ اور اس زمانے کے گزرتے ہی وہ وطن چھوڑ کے روانہ ہوئے اور حدود شام میں جا کے آباد ہوئے۔

غزوۃ السویق | ابوسفیان جب میدان بدر سے بھاگ کے گیا تو اس نے منت مانی تھی کہ جب تک مدینہ پر حملہ نہ کر لوں گا غسل جنابت نہ کروں گا۔ لہذا یہ نذر پوری کرنے کے لیے دوسو آدمی ساتھ لے کے مدینہ کے قریب آیا۔ اور رات کے وقت سب کی آنکھ بچا کے یہودی قریطہ کے سردار سلام بن مشکم کے دروازے پر دستک دی۔ اس نے اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ کہلایا بلایا۔ اہل مدینہ کے حالات بتائے۔ اور ابھی رات باقی تھی کہ ابوسفیان اس کے گھر سے نکلا۔ اور اطراف مدینہ میں بعض قصبات پر لوٹ مار شروع کر دی۔ دو انصاری شخص مار ڈالے۔ کھجوروں کے درختوں میں آگ لگا دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسی ہی یہ خبر سنی اس کا تعاقب کیا۔ مگر آپ کے پہنچنے سے پیشتر ہی وہ بھاگ چکا تھا۔ اور بھاگنے میں اس قدر عجلت کی تھی کہ زادراہ کو محض بوجھ کم کرنے کے لیے راستے میں پھینک گیا۔ اس زادراہ میں زیادہ تر ستوتھے جھین عربی میں سویق کہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس غزوے کا نام غزوۃ السویق

رکھا گیا۔ جو واقعہ بدر کے دو مہینے بعد ماہ ذوالحجہ میں پیش آیا تھا۔

بنو فاطمہ ذوالحجہ ہی کے مہینے میں جناب فاطمہ زہرا اپنے پدر بزرگوار کے گھر سے رحلت ہو گئے۔ حضرت علی مرتضیٰ کے گھر میں آئین۔ عقد نکاح اس سے پانچ مہینے پیشتر جب بین ہو چکا تھا۔ حضرت علی کو ولیمہ کا سامان فراہم کرنے میں بہت کچھ دشواریاں پیش آئیں۔ حضرت علی کے اونٹوں پر چنانچہ خود فرماتے ہیں غنیمت بدر میں سے ایک اونٹ مجھے اپنے حمزہ کی دست برد

شفقت فرما کے دے دیا تھا۔ میں نے بنی قینقاع کے ایک سیودی سار سے یہ ساتھی کی کہ اسے ساتھ لے کے جاتا اور اپنے اپنے اذخر کھود کھود کے اور ان اونٹوں پر لا دلاؤں گے لانا تاکہ اُسے ساروں کے ہاتھ فروخت کر کے بنو فاطمہ کا سامان کروں۔ اتفاقاً ایک دن میرے وہ دونوں اونٹ ایک انفارسی شخص کے مکان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور میں اذخر کی تلاش میں کہیں ادھر اُدھر چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو اسے دیکھتا ہوں تو دونوں اونٹ مرے پڑے ہیں۔ اُن کے کوبان کاٹ لئے گئے ہیں اور پہلو چاک کر کے کھینچے بھی نکال لئے گئے۔ اس کا سبب

عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مے کشی

اسلام میں شراب حرام نہیں ہوتی تھی۔ اور ایک گانے والی یہ فکری کی صحبت میں چلی گئی تھی۔ عین اُس وقت جبکہ سب لوگ نشے میں چور تھے یہ عورت حضرت علی کے اونٹوں کو دیکھ کے دلکش آواز اور دُھن میں یہ فی البدیہہ شہسار گانے لگی۔

اَلَا يَا حَمَزَةَ الشَّرَفِ النَّوَّارِ وَهِنَّ مَعْقَلَاتُ الْبُلْفَانِ

اور حمزہ یہ سوئی سوئی اوشیان دیکھو اور دیکھو سائے صحن میں بندھی ہوئی ہیں
 رُبْعُ الْبَكِينِ فِي مَالِئَاتِ مِنْهَا وَضَرْبُ حُمْرَةٍ بِالْزَمَانِ

ان کے گلہاں پر پھری پھرد اور اسی حمزہ انہیں خون میں لھڑاؤ

وَجَلُّ مِنْ أَطْرَابِهَا لِشَرِّبِ قَدِيرًا مِنْ طَبِيعِ أَوْشَوَاوِ

اور ان کے عمدہ گوشت کو جلدی لاکے یا ان کو کش کیلئے تیار کر دعام اس کے پتلی میں اہل کے پکارا کو لون پر بھون لو۔

یہ اشعار رُس کے حمزہ کو کب تاب رہ سکتی تھی فوراً اُن اوشیون کو ذبح کر کے کوہاں
 کاٹ لیے اور کیلجے نکال لیے۔ اور بھون کے مزے سے کھانے لگے۔ اپنے
 اوشیون کی یہ حالت دیکھ کے حضرت علی کو سخت صدمہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے پاس گئے اور شکایت کی۔ آنحضرت زید بن حارثہ کو لیے ہوئے اس
 مقام پر آئے۔ اور حمزہ سے خفا ہونے لگے۔ حمزہ نے ہستی کی نظر اٹھا کے آپ کو
 دیکھا اور کہا "اُس سے زیادہ تمھاری وقعت نہیں کہ ہمارے گھرانے کے لڑکے ہو
 آپ ڈرے کہ حمزہ ایک پیپر کے حق میں کہیں اس سے زیادہ گستاخی نہ کر بیٹھیں
 لہذا اُلٹے پاؤں واپس چلے آئے"

۳۱۱ | اسی گذشتہ واقعات پر ہجرت کا دوسرا سال ختم ہو گیا۔ اور تیسرا برس
 شروع ہوا۔ اب یہ حالت تھی کہ قرب و جوار کے تمام قبائل عرب اسلام کی قوت
 سے خائف تھے۔ یہود کی قوت ٹوٹ گئی۔ اور وہ ذلیل قسم کے فتنہ و فساد سے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زک دینا چاہتے تھے۔ اسی طرح مشرک قبائل عرب
 جو ری چھپے اور دھوکا دے کے مسلمانوں کو پریشان کرنے کی کوشش
 کرتے تھے۔

غزوہ ذی القعدة | چنانچہ اس سال کی ابتدا ہی میں ہنوز محرم ہی کا مہینہ تھا کہ

خزائی بنی ثعلبہ۔ بنی سعد بن ذبیان۔ اور بنی عتاب کا ایک گروہ مسلمانوں کی آزار
 رسانی کے لیے مجتمع ہوا ہے۔ آپ نے فوراً ساڑھے چار سو جان نثاروں کو اپنے
 ہمراہ لیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ مدینے میں چھوڑا۔ اور چل کھڑے
 ہوئے۔ مقام ذی القصد میں پہنچ کے ایک ثعلبی شخص ملا جو آپ پر ایمان لے
 آیا۔ اور اسی کی زبانی معلوم ہوا کہ تمام سرکش لوگ آپ کی روانگی کی خبر سنتے ہی
 بھاگ کے پہاڑوں میں ہو رہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی تو نوبت عین آئی مگر آپ ان
 لوگوں کی تہمت و تادیب کے لیے پورے ماہ صفر بھر اسی مقام میں جو اب بنی خبہ
 سے تعلق تھا ٹھہرے رہے۔ پھر مدینے میں واپس تشریف لائے۔ اس مرتبہ
 ماہ ربیع الاول اس مقدس دار النبوۃ میں بسر کیا تھا کہ بنی سلیم کے مقابلے
 غزوہ بنی سلیم کے لیے پھر سفر جہاد کرنا پڑا۔ مدینے سے روانہ ہو کے ارض حجاز کے
 مقام نجران میں پہنچے۔ اور ربیع الثانی و جمادی الاول کے مہینے اسی جگہ قیام
 پذیر رہے بغیر اس کے کہ جنگ و پیکار کی نوبت آئے مدینہ طیبہ میں واپس
 آئے۔

کتاب بن اشرف کا قتل | اسی سال ربیع الاول کی چودھویں تاریخ کعب بن اشرف
 مارا گیا جو یہود میں نہایت ہی معزز و سیثیت رکھتا تھا۔ اور مسلمانوں کو انتہائی زیادہ
 سدے پہنچاتا تھا۔ اول تو اس نے مشرک مقتولین پر کا حال سن کے کہہ دیا
 تھا کہ ان لوگوں کے بعد میرے بچے زمین کے اوپر رہنے سے اس کے نیچے
 رہنا اچھا ہے۔ پھر قریش کو آپ کی دشمنی پر ابھارنے لگا۔ اس سے بھی زیادہ توہین
 کی یہ بات تھی کہ وہ عرب کا ایک مقبول شاعر تھا۔ اور اپنے اشعار میں ایک طرف
 تو آنحضرت کی بھونک کر مارتا اور دوسری طرف مسلمانوں کی عورتوں کے ساتھ

تنبیہ کرتا یعنی بہت سی پاک و امن عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف کر کے اُن پر اپنا عشق ظاہر کیا کرتا۔ سب سے بڑھ کے یہ بات تھی جیسا کہ بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس نے بعض لوگوں کو آمادہ کیا کہ دعوت کے بہانے زہر دے کے جناب رسالت مآبؐ کی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ بہر حال اس کی شرارتوں نے یہاں تک نوبت پہنچا دی تھی کہ آپؐ کے حکم کے مطابق انصار کے قبیلہ اوس میں سے پانچ صحابی اُس کی جان لینے کو آمادہ ہو گئے۔ ان میں سے لکھان بن سلامہ جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی بھی ہوتے تھے اس کے پاس گئے۔ آنحضرتؐ سے اپنا خرم ہو جانا ظاہر کیا۔ پھر اپنی فلاکت و فاقہ کشی بیان کر کے درخواست کی کہ ہمارے اسلحہ رہن رکھ کے کچھ کھانا دے دو۔ وہ راضی ہوا۔ تب لکھان اپنے سب ساتھیوں کو ساتھ لے کے رات کے وقت اُس کے قلعے کے پاس پہنچے اُسے نیچے بلایا۔ باتیں کرتے کرتے اُسے قلعے سے کسی قدر بیود کے قتل کی عام اجازت | دور ہٹا لائے۔ اور جیسے ہی موقع پایا تمواروں سے کام تمام کر دیا۔ اس واقعے کے بعد بیود کی شرارت عموماً اس درجے کو پہنچ گئی تھی کہ آپؐ نے مسلمانوں کو اُن کے قتل کا حکم دے دیا۔ اور صاف ظاہر کر دیا گیا کہ اب مسلمانوں اور بیودیوں میں کوئی معاہدہ نہیں باقی ہے۔

حضرت عثمان کا عقد اُم کلثوم | اسی ماہ ربیع الاول میں حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس لیے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی جناب اُم کلثومؓ ان کے عقد نکاح میں آئیں اور نکاح کے دو ماہ بعد جدی الآخر کے چھ مہینے میں رسالت کے گھر سے رحلت ہو کے اُس خوش نصیب شخص کے گھر میں آئیں جسے خاندان نبوتؐ کی

اُس وادی کے بعد خلافت کا اور پھر ایک بہت اعلیٰ درجے کی شہادت کا مرتبہ حاصل ہونے والا تھا۔

سریہ بن حارثہ قریش کے مقابل میں ہمدانی الاخر ہی میں جس مہینے میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی نے حضرت عثمانؓ کے گھر کو دوسرا شرف بخشا تھا سریہ زید بن حارثہ کا واقعہ پیش آیا جس کی بنیاد یہ تھی کہ قریش نے جب دیکھا کہ اُن کا جو قافلہ تجارت ارض شام سے آتا یا اُدھر جاتا ہے مسلمانوں کے دست برد سے نہیں بچ سکتا تو انھوں نے ارادہ کیا کہ پُرانا راستہ جو حوالی مدنیہ سے ہو کے گذرنا تھا چھوڑ دیں اور اس راستے سے جائیں جو مدینے سے مشرق جانب ہٹ کے نجد میں ہوتا ہو عراق کی طرف جاتا تھا۔ اس تجویز کے مطابق اُن کا ایک بڑا قافلہ حبش میں بہت سا اسباب تجارت اور خاصۃً چاندی کے برتن تھے صفوان بن امیہ اور ابوسفیان وغیرہ کی سرگردہی میں مذکورہ بالا راستے سے روانہ ہوا۔ آپ نے خبر پاتے ہی زید بن حارثہ کو ایک کافی جماعت کے ساتھ روانہ کیا۔ جنھوں نے جاتے ہی حملہ کر دیا۔ سارا مال لوٹ لیا۔ اور کامیاب اور غنیمت سے لہے ہوئے مدینے میں آئے۔ یہ غنیمت اتنی زیادہ تھی کہ پانچواں حصہ جو عام مصارف کے لیے حضرت رسالتؐ کے سپرد کیا گیا اُس کی تعداد بیس ہزار درہم تھی۔

ابن ابی العقیق کا نقل | اسی ہمدانی الاخر کے آخر میں خیبر کے ایک نہایت ہی معزز اور فخر پرور یہودی ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کو اپنی سرکشیوں اور فتنہ پردازیوں کی سزا ملی۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ انصار کے دونوں قبائل اوس و خزرج جاہلیت سے ایک دوسرے کے رقیب و حریف چلے آتے تھے۔ اب اسلام کے قبول کرنے کے بعد وہ باہمی لڑائیاں تو موقوف ہو گئی تھیں مگر ایک دوسرے قسم کا مقابلہ

مردع ہو گیا۔ وہ یہ کہ دونوں رسول اللہ کی اطاعت و خدمتگذاری میں سرگرمی دکھاتے۔ اور ایک قبیلے کے ہاتھ سے کوئی کام ہو جاتا تو اس پر وہ فخر کرتا اور دوسرے قبیلے والوں کو ندامت ہوتی۔ کعب بن اشرف کو اوس والوں نے قتل کیا تو بنی خزرج کو ان پر حسد آیا۔ اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کیا جس طرح آپ نے بنی اوس کے ہاتھ سے ایک یہودی دشمن کو قتل کر لیا اسی طرح ہمیں بھی اجازت دیجئے کہ ویسے ہی دشمن دین ابن ابی الحقیق کو قتل کر دیں جس سے آپ کو اور مسلمانوں کو آزار پہنچ رہا ہے، اور واقعی ابن ابی الحقیق ہمیشہ اسی کوشش میں رہتا تھا کہ قبائل عرب کو بھڑکا کے آپ کے مقابلے میں کھڑا کرے۔ آپ نے انہیں اجازت دی۔ اور تاکید فرمائی کہ خبردار کوئی بچہ یا عورت نہ ماری جائے۔ اجازت پاتے ہی بنی خزرج کے آٹھ آدمی جن حسب حکم آپ کے عبد اللہ بن عقیل افسر مقرر ہوئے تھے مدینے سے نکل کے خیبر پہنچے اور جب وہ سو گیا۔ اور پر سے والوں پر بھی نیند غالب ہوئی تو ایک گھڑکی کی راہ سے اس کے گل میں گھسے۔ اُسے پکارا اور آواز سے جب معلوم ہو گیا کہ فلان مقام پر ہے تو چاروں طرف سے گھیر کے مار ڈالا۔ پھر باہر آ کے ٹھہرے اپنے اور تھوڑی دیر کے بعد جب لوگوں کو اس کے مارے جانے کی خبر دی جانے لگی تو اس امر سے مطمئن ہو گئے کہ اسی کو مارا ہے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گھڑکی سے کودتے وقت ایک صاحب کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ آپ نے لعابِ ہن لگا دیا۔ اور خدا نے ان کی ٹانگ فوراً اچھی کر دی۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے عقیدے | شبہان کے بیٹے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عمر فاروق کی صاحبزادی کو اپنے عقد نکاح میں لیا۔ اُن کے پہلے شوہر

حنیس بن حذافہ سہمی کبار صحابہؓ میں تھے۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ اور اس کے چند ہی روز بعد انتقال کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پہلے ابو بکر صدیقؓ سے درخواست کی کہ حفصہؓ کو اپنے عقد نکاح میں لے لیں۔ انھوں نے انکار کیا۔ پھر جناب عثمانؓ کے سامنے بھی درخواست پیش کی۔ انھوں نے بھی قبول نہ کیا۔ برخاستہ خاطر ہو کر آنحضرتؐ کی خدمت میں گئے۔ اور ابو بکر صدیقؓ و عثمانؓ بن عفانؓ کی شکایت کی۔ آپؐ نے نہایت ہی تسلی و دلہی کے لہجے میں فرمایا۔
 ”کوئی مضائقہ نہیں۔ خدا نے عثمانؓ کو تمھاری بیٹی سے اچھی بیوی دی۔ اور تمھاری بیٹی کو عثمانؓ سے اچھا شوہر دیا۔“ اور اسی ارشاد کے مطابق حضرت حفصہؓ کو خود اپنے عقد نکاح میں لے لیا۔ نکاح کے بعد آپؐ نے انھیں طلاق دے دی تھی۔ طلاق ادا آپؐ کا پھر رجوع فرمایا۔ مگر جب حضرت عمرؓ نے اپنی اس بد قسمتی پر انتہا سے زیادہ یتابی کے ساتھ خاک اڑانا شروع کی تو پھر اپنے عقد میں لیا۔ اور فرمایا جبریلؑ نے آکے مجھے سمجھایا کہ عمرؓ بن خطابؓ پر شفقت کرنے کی غرض سے حفصہؓ کو جدا نہ کرو۔ وہ بڑی روزہ دار اور نسا زگزار ہیں۔ اور جنت میں تمھاری بیوی ہون گی۔“

اُم المومنین زینب بنت جحش آپ کے عقد میں	اسی سال زینب بنت جحش کو بھی آپ کی زوجہ محترمہ بننے کی عزت حاصل ہوئی۔ پہلے وہ طفیل بن حارث بن عبد المطلبؓ کی بیوی تھیں۔ طفیل نے طلاق دے دی تو ان کے بھائی عبیدہ بن حارثؓ نے اپنے عقد نکاح میں لیا۔ عبیدہ میدان بدر میں شہید ہوئے اور حضرت زینبؓ کو ایسا صدمہ عظیم ہوا جس کے لیے اس سے بہتر کوئی تسلی و تشفی نہ ہو سکتی تھی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی بنیں۔
حضرت امام حسنؓ کی ولادت	اسی سال ماہ مبارک رمضان کے وسط میں حضرت

بسط اکبر امام حسن پیدا ہوئے۔

باب ہفتم

جنگ احد

غزوہ احد۔ اُس کا سبب حبش حضرت حمزہؓ کے قتل کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ مشرکین کی عورتیں۔ بنیہ کا ایک صاحبِ اخ شخص بھی قریش کے ساتھ ہے۔ مدینہ کے سامنے لشکر کفار کا ورود۔ محصور ہو کے اُٹنے کی تجویز۔ حواریان انصار کا اس سے اختلاف۔ آپؐ دشمن کے مقابلے کو نکلتے ہیں۔ منافقین کی کارستانی۔ دشمنوں کی تعداد و قوت۔ لشکر اسلام انصار کے پاس ابوسفیان کا پیام۔ دونوں فوجوں کی ترتیب۔ ابو عامر راہب قبیلہ اوس کے ہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ ابو دجانہ کو بارگاہ رسالتؐ سے تلواری ملتی ہے۔ لڑائی میں ہند وغیرہ ساء قریش کیا کر رہی تھیں۔ مشرکین کی شکست۔ گھاٹی سے مسلمان تیر اندازوں کا ہٹنا۔ خالد بن ولید کا حملہ پشت کی طرف سے۔ مسلمانوں کی شکست۔ خود آپؐ کے مارے جانے کی افواہ۔ اُس وقت آپؐ کی کیا حالت تھی۔ حضرت ثعلیٰ کی شجاعت۔ جو لوگ آپؐ کی جان لینے کے درپے تھے۔ ایک مسلمان خاتون کی شجاعت۔ ابی بن خلف ہود آپؐ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جن جان شارون نے آپؐ کو کفار سے بچایا۔ آپؐ کے مارے جانے کی خبر سن کے مسلمانوں کی حالت۔ حضرت حمزہؓ کی شجاعت۔ اور شہادتِ ہند حضرت حمزہؓ کا کلیجا چباتی ہے۔ حضرت حمزہؓ کی لاش کے ساتھ اُس کا برتاؤ۔ حبش کی باقی سرگزشت۔ ایمان لانا۔ اور میلہ لکڑا اب کو قتل کرنا۔ زخمیوں کے ساتھ جنابِ عایشہؓ اور ام سلمہؓ کا

بتاؤ۔ آپ کے زندہ موجود ہونے کا ثرہ مسلمانوں کو۔ جناب علی و فاطمہ زہرا
 آپ کے زخموں کا علاج کرتے ہیں۔ ابوسفیان کو ایک جگہ مسلمان پسا کرتے ہیں
 کفار قریش کی عورتیں میدان میں۔ ابوسفیان اور مسلمانوں میں جواب و سوال
 پارسا لڑائی کا اقرار۔ صفیہ بنت عبد المطلب کی مستقل مزاجی اور صادق الایمانی
 قہیدہ دن کی تمیز و تکلیف۔

غزوہ احد | رمضان میں آپ کو نواسے کے پیدا ہونے کی خوشی ہوئی تھی ابھی
 اچھو طرح سرور بھی نہ ہونے پائے کہ شوال کے مہینے میں آپ کو ایک بہت بڑا
 صدمہ عظیم پہنچا جس کی وجہ سے اسلام کو بھی ایک بڑی بھاری مصیبت
 برداشت کرنی پڑی۔ اس لیے کہ غزوہ احد پیش آیا جو آپ کی
 زندگی کا سب سے زیادہ نازک واقعہ اور اسلام کے حق میں ایک فتنہ
 عظیم تھا۔

اس کا سبب | واقعہ بدر میں اگرچہ مشرکین مکہ کو بہت بڑا صدمہ پہنچا تھا اور
 اکابر قریش مارے گئے تھے مگر ابوسفیان لڑائی کے شروع ہونے سے پیشتر ہی
 اپنے قافلہ تجارت کو بخیریت کے نکال لے گیا تھا۔ جب وہ اس مال و اسباب
 کو لوٹے ہوئے پہنچا تو عبد اللہ بن ابی ربیعہ اور عقبہ بن ابی جہل کے سے لوگ
 جن کے باپ بیٹے اور اعدا و اقربا مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے تھے
 اُس کے پاس آ کے جمع ہوئے۔ اور کہا مناسب ہو گا کہ اس قافلہ تجارت کا
 سرمایہ صرف اس کام میں خرچ کیا جائے کہ ہم اپنے مقتولین کے خون کا انتقام
 لیں۔ ابوسفیان نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور اسی وقت سے لڑائی کا سامان
 فراہم کیا جانے لگا۔ چار آدمی اطراف و جوانب اور قبائل عرب میں بھیجے گئے کہ
 دیگر مقامات کے عرب بھی قریش کے جھنڈے کے نیچے لاکے کھڑے کیے جائیں۔

چنانچہ بنی ثقیف و بنی کنانہ اور قبیلے بھی شریکین کا ساتھ دینے کے لیے مکہ میں آکے جمع ہوئے۔ الغرض قریش نے اپنے دوستوں اور مختلف قبائل کے لوگوں کا ایک بڑا لشکر مرتب کیا۔

جاشی حضرت حمزہ کے قتل کرنے پر آمادہ ہوتا ہے

جسیر بن مطعم کا چچا طعیمہ بن عدی ہمدان بن زید بن ہاشم بن عبد مناف تھا اور جسیر کے پاس ایک حبشی غلام تھا جو حبشی کے نام سے مشہور تھا اور ایک خاص قسم کے حربے سے جو حبشیوں میں عموماً مروج تھا بے خطا اور کاری وار لگایا کرتا تھا جس نے اسے ہلاکے کہا آئندہ لڑائی میں اگر تو میرے چچا کے عوض محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا حمزہ کا کام اپنے اس حربے سے تمام کر دے تو آزاد ہو۔ چنانچہ حبشی بھی آزادی کے شوق میں اس لشکر کے ہمراہ ہوا۔

اس لشکر میں یہ خاص بات تھی کہ سرداران قریش اپنی بیویوں کو احبہ میں شریکین کی عورتیں بھی میدان میں لائے تھے۔ تاکہ ان کے خیال سے

لوگ بھاگنے کا ارادہ نہ کریں۔ ہند بنت عتبہ ابوسفیان کی بیوی ام کلثوم عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی۔ فاطمہ بنت ولید حارث بن شمرہ کی بیوی۔ ہرمہ

بنت مسعود ثقیفہ۔ صفوان بن امیہ کی جو رو۔ رقیطہ بنت منبہ عمرو بن عاص کی جو رو۔ سلمہ بنت سعد طلحہ بن ابوطالب کی جو رو اور عورتیں اہل مکہ کے اس

لشکر کے ساتھ اس شان سے تھیں کہ ہاتھوں میں دف تھے جنھیں بجا بجا کے مقتولین ہار کے مرثیے پڑھتی تھیں۔ اور لوگوں کو لڑائی کا جوش دلاتی تھیں۔

دینے کا ایک صاحب ان شخص بھی سب سے زیادہ اندیشہ ناک یہ چیز تھی کہ مدینے کے قریش کے ساتھ ہو

قبیلہ اوس کا ایک معزز شخص جو ابو عامر راہب کہلاتا تھا پچاس جوانان اوس کو ورنہ غلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

مخوف کر کے مشرکین کو سے جا ملا۔ اور قریش سے وعدہ کرتا تھا کہ میری وجہ سے قبیلہ ادس کے تمام لوگ محمدؐ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اس وعدے سے مشرکین کی امیدیں اور زیادہ وسیع ہو گئی تھیں۔

مدینہ کے سامنے لشکر | بہر حال یہ لشکر اس شان اور اس ٹھاٹ سے مکہ سے روانہ ہوا کہ مدینہ کے قریب پہونچا اور بدھ کے دن

مدینہ کے سامنے جو وادی ہے اس کے کنارے ایک پہاڑ پر اتر پڑا۔ آپ کو مشرکین کے اس ساز و سامان اور ایسے لشکر عظیم کی خبر پہونچی تو متروک ہوئے۔ اور تمام لوگوں کو جمع کر کے فرمایا بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم مدینہ ہی میں ٹھہرے رہیں۔ اگر دشمنوں نے حملہ کیا تو ہم گلیوں کے اندر اور محفوظ مقامات سے مقابلہ کریں گے۔ اور اگر دشمنوں کو کھلے میدان میں ہونے کی وجہ سے ہمیشہ تکلیف رہے گی۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول نے جس کا شمار منافقین میں تھا آپ کی اس رائے سے اتفاق کیا مگر اکثر جو ان انصاریوں نے یہ رائے بالکل ناپسند کی اور مصرعوں کہ شہر سے نکل کے مقابلہ کرنا چاہیے۔ چونکہ آپ وحی کے علاوہ اور جملہ امور میں ہمیشہ کثرت رائے پر عمل کیا کرتے تھے لہذا اس امر میں بھی آپ نے اختلاف سے کچھ برا نہیں مانا۔ اپنی رائے ملتوی رہی۔ اور مسلمانوں کو ساتھ لے کے باہر نکلنے پر آمادہ ہو گئے۔

آپ دشمن کے مقابلے کو نکلتے ہیں | بدھ کے دن مشرکین کا لشکر مدینہ کے سامنے اتر ا تھا اور جمعے کے دن آپ نے نماز جمعہ کے بعد پہلے ایک انصاری شخص کے جنازے کی نماز پڑھی۔ پھر ہجرہ کے ابو بکرؓ و عمرؓ کو ساتھ لیے ہوئے مکان میں گئے۔ اور تھیارون سے آراستہ ہو کے اس شان سے باہر تشریف

لانے کہ زرہ جسد مبارک پرتھی۔ چڑے کی پٹی کمر میں کسی ہوئی تھی۔ سر پر عمامہ تھا۔ گلے میں تلوار سائل تھی۔ پیٹ پر ڈھال پڑی ہوئی تھی اور ہاتھ میں نیزہ تھا۔ اب وہ لوگ جھولنے آپ کی راے سے اختلاف کیا تھا دل میں نادم ہوئے حاضر ہو کے معذرت خواہ ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو جو امر مناسب معلوم ہو اسی پر عمل فرمائیں آپ نے فرمایا یہ امر کسی پیغمبر کے شایان نہیں کہ ہتھیار لگائے اور بغیر مقابلہ کیے کھول ڈالے۔

الغرض ایک ہزار جان نثاروں کو ہمراہ لے کے آپ مدینہ سے نکلے منافقین کی کارستانی | ابن ام مکتوم کو اپنی جگہ چھوڑا۔ آدھی ہی دور جانے پائے ہون گے کہ عبد اللہ ابن ابی نے اپنی منافقت کی شان دکھائی۔ بولا رسول اللہ نے ان لوگوں کا کہنا مان لیا اور سیرا کہنا نہ مانا یہ کہہ کے واپس روانہ ہوا۔ اور ایک تھانی فوج نے بھی اسی کا ساتھ دیا۔ آپ نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ اور سات سو پچھ اطاعت کیشون کے ساتھ آگے بڑھے۔ اور مقام عذقہ الوادی میں پہونچ کے جو کہ احد کے دامن میں جو پڑاؤ ڈال دیا۔ اور اس موضع سے فردکش ہوئے کہ کوہ احد کو اپنی پشت کی طرف کیا۔ اور مدینہ منورہ آپ کے سامنے تھا۔

دشمنوں کی تعداد و قوت | فوج دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کل تین ہزار جنگجو تھے جن میں دو سو سوار تھے۔ اور سات سو آدمی زرہ میں پہنے ہوئے تھے۔ اور ان کے ساتھ ساتھ محمولوں میں پندرہ عورتیں تھیں۔ اس کے مقابل آپ (شکر و سلام) کے ہمراہ صرف سات سو جان باز تھے جن میں سے ایک سو آدمی زرہ بند تھے۔ اور گھوڑے فقط دو تھے۔ ایک آپ کی سواری میں تھا اور

ایک ابو ہریرہ کے پاس جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل میں آئے
 ٹھہر گئیں تو ابوسفیان نے انصار کے پاس پیغام بھیجا "میں تم سے لڑنے کی کوئی
 انصار کے پاس ابوسفیان کا پیام ضرورت نہیں ہے۔ لہذا ہمیں اور ہمارے ابن عسمر
 (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس میں کچھ لینے دو اور تم علیحدہ ہو جاؤ" انھار نے
 اس کا سخت جواب دیا۔ اور آخر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے پر آمادہ رہے۔
 جس دن آپ وادی احمد میں اترے ہیں اس روز لڑائی کی نوبت
 نہیں آئی۔ شام ہوئی تو بلال نے زور و شور سے مغرب کی اذان دی۔ آپ نے
 جماعت سے نماز پڑھی پھر پچاس آدمی محمد بن مسلمہ کے سپرد کر کے انھیں حکم دیا
 کہ فوج کی حفاظت کریں اور رات بھر عساکر اسلام کے گرد گشت لگاتے رہیں۔
 مشرکین کے لشکر کی حفاظت عکرمہ بن ابی جہل کے سپرد تھی جو ایک کافی تعداد فوج
 کے ساتھ اوہر پہرہ دے رہا تھا۔

دونوں فوجوں کی ترتیب صبح کو نماز سے فراغت ہوتے ہی دونوں لشکروں نے
 ایک دوسرے کے مقابل صفیں باندھیں مشرکین نے اپنے سینہ پر خالد بن ولید
 کو مقرر کیا۔ اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو اس کے مقابل آپ نے علم اسلام
 مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں دیا۔ عکرمہ بن محض اسدی کو میسرہ پر ابوسلمہ بن
 عبد اللہ کو میسرہ پر۔ ابوجعبہ بن الجراح اور سہل بن ابی وقاص کو مقدمہ پر
 اور مقداد بن عمرو کو ساقی پر یعنی لشکر کے پچھلے حصے پر مامور فرمایا۔ آپ کے لشکر کا رخ
 مدینے کی طرف تھا۔ کوہ احد پشت پر واقع ہوا تھا۔ اور عینین نام ایک پہاڑ ہامین
 جانب تھا۔ اسی پہاڑ میں ایک چھوٹی سی گھاٹی تھی جس سے اندیشہ تھا کہ دشمن

عہ ابن ابی جلد ۲ صفحہ ۵۵۵ - عہ تاریخ الخلفاء جلد ۱ - صفحہ ۳۷۹

عہ ابن ابی جلد ۲ صفحہ ۵۵۵

ناگمان نہ نکل آئیں اور مسلمانوں پر دو جانب سے حملہ نہ ہو جائے۔ لہذا آپ نے
تجدد المدینہ حیر کو بیان نامور کیا۔ پچاس تیرا نذران کے ساتھ چھوڑے اور
فرمایا کہ ہم چاہیں غالب آئیں یا مغلوب ہوں تم کسی حال میں اس جگہ سے
نہ ہٹنا۔

ابو عامر اب قبیلہ اوس کے بھائی | سب کے پہلے ابو عامر راہب جو رہنے کے
کی کوشش کرتا ہے | بنی اوس میں سے تھا۔ اور مشرکین سے وعدہ

کر چکا تھا کہ تمام قبیلہ اوس کو محمد کے خلافت کروانے کا اس پر پچاس ہجرت قوم
ساتھ ہون کو لیے ہوئے میدان میں آؤ اور پکارا اور طاعت بنی اوس میں
ابو عامر ہوں، انصار میں جتنے بنی اوس تھے سب سے اتانت عت جواب
دیا۔ آخر جب اُسے یقین ہو گیا کہ جن دلوں پر نوریوت کی شعا میں ہرگز گمان
کسی طرح حق سے انحراف نہیں کر سکتے تو اپنے پر آواز ہوا۔ اور اُسی کے حملے
سے لڑائی شروع ہو گئی۔

لڑائی شروع ہو گئی | اب مقابلے کے لیے خالد اور عکرمہ بڑھ کے آئے۔ اور
سے زہیر اور شہداء نے حملہ کر کے انھیں پسا کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی خود
آنحضرت نے مع باقی فوج کے ابوسفیان پر حملہ کر دیا جو اہل مکہ کی ساری
فوج کا سردار تھا۔ ناگمان مشرکین کا علم بردار طلحہ بن عثمان بڑھ کے آگے آیا
اور پکارا اے اصحاب محمد تمہارا اعتقاد ہو کہ تمہاری تلوار میں ہیں دوزخ میں
اور ہماری تلوار میں تمہیں جنت میں پہنچا دیتی ہیں۔ کون جنت کا مشتاق ہو
کہ میری تلوار اُس کی آرزو پوری کر دے؟ حضرت علی ابن ابی طالب
عسکر اسلام سے نکلے۔ اور ایک ہی وار میں اس کی ٹانگ اڑادی۔ طلحہ گرا

گرتے مین برہنہ ہو گیا۔ اور خدا کی قسم دلانے لگا۔ علی رضی اُسے برہنہ دیکھ کے اور اس کی قسم سن کے بغیر اس کے کہ قتل کرین واپس چلے آئے آنحضرتؐ نے اُسے گرتے دیکھ کے نعرہ اسدا کبر بلند کیا تھا۔ مگر حضرت علیؑ جو بغیر قتل کیے چلے آئے تو سبب دریافت کیا۔ علی رضی نے جواب دیا اُسے قسم دلاتے سن کے مجھے شرم معلوم ہوئی اور واپس چلا آیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مین ایک تلوار تھی جس کے ایک پہلو پر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

فِي الْجَبِينِ مَا رَوَى الْأَجْبَالُ مَكْرَمَةً وَالْمَرْءُ بِالْجَبِينِ لَا يَخْزِيهِ الْقَدَرُ

(نام دی موجب ننگ اور حملہ آوری موجب شرف ہے۔ حالانکہ نام دی مین بھی انسان کو تقدیر سے پناہ نہیں مل سکتی) ابو دجانہ کو بارگاہ رسالتؐ سے اس تلوار کو دکھا کے آپؐ نے فرمایا گوں شخص اس تلوار کو لے کے اس کا حق ادا کرے گا؟ ابو بکر صدیقؓ عمر فاروقؓ علیؓ

رضی۔ اور اور مختلف لوگوں نے اس تلوار کو مانگا۔ مگر آپؐ نے کسی کو نہ دی ناگمان ابو دجانہ نام ایک جان نثار صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا جب تک یہ ٹیڑھی نہ ہو جائے برابر دشمنوں کو قتل کرتا رہے۔

ابو دجانہ نے عرض کیا میں اس کا حق ادا کر دوں گا۔ آپؐ نے فوراً وہ تلوار انھیں دے دی۔ ابو دجانہ شجاعان عرب مین مشہور تھے۔ اُن کے پاس ایک سُرخ پٹی تھی۔ اور معمول تھا کہ جب جان بازی کی لڑائی لڑنا ہوتی اُسی پٹی کو سر مین باندھ لیا کرتے۔ چنانچہ دربار نبوتؐ سے تلوار پاتے ہی انھوں نے وہ پٹی نکال کے سر مین باندھ لی اور اس جوش و خروش سے حملہ کیا کہ جو سامنے آیا مار ڈالا۔ یہاں تک کہ مشرکین کی فوج کے آخری

جسے تک پہنچ گئے۔ اور وہاں ایک نامی شخص کو قتل کر کے ہند بنت عقبہ کے سر پر وار کیا۔ گردل میں خیال آیا کہ عورت کو قتل کرنا حضرت رسالت کی تلوار کی سبے قیمتی جو۔ فوراً تلوار پھیری۔ اور لوگوں سے لڑنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ ٹوٹ کے ہاتھ سے گر گئی۔

عین جس وقت کہ معرکہ گرو دار زور و شور پر تھا ہند وغیرہ قریشہ عورتیں جو لڑائی میں ہند وغیرہ نساؤ تیش کیا کر رہی تھیں اور لوگوں کا دل بڑھانے کے لیے دف بجا بجا کے

یہ اشعار گارہی تھیں۔

نَمَشِي عَلَى النَّارِ	مَشَى الْقَطْلَى الْبَوَارِ
وَالَّذِي فِي الْخَانِقِ	إِنْ تَقْبَلُوا نَعَانِقِ
أَوْ تَمْرُ بَرْدِ الْفَارِقِ	فَرَأَى غَيْمَهُ وَابِقِ

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقِ
وَالْمَسْكُ فِي الْفَارِقِ
وَالْفَرَشِ الْمَسَارِقِ

(ہم خوبصورت لڑکیاں ہیں۔ نرم گدڑوں پر چلتے ہیں۔ جس طرح سفید سفید بک چلتے ہوں۔ شک ہاری انگون میں ہو۔ موتیوں کے ہار گلے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر لڑائی کی طرف رخ کرو گے تو ہم گلے سے لگائیں گے اور تمہارے لیے نرم پھونے پھانیں گے۔ لیکن اگر منہ پھیرو تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گے۔ جس طرح کوئی نہ محبت کرنے والا جدا ہوتا ہو)

مشرکین کی شکست | اب لڑائی بڑے جوش و خروش سے ہو رہی تھی۔ عم رسول اللہ ﷺ علی مرتضیٰ اور ابو دجانہ وغیرہ عجب بے جگری سے دشمنوں پر حملے کر رہے تھے۔ اور انھیں کی شجاعت و ہار دی کی برکت سے یکایک مشرکین کو شکست ہوئی۔ وہ بدحواس ہو ہو کے بھاگنے لگے۔ اُن کے نامی دلیران نے بھی زمین چھوڑ دی۔ عورتیں یہاں جنگ کا رنگ بدلتے دیکھ کے گانا بجانا

بھول گئیں۔ اور بھاگ بھاگ کے پہاڑ کی چوٹی پر ہو رہیں۔ مسلمان طیش و غضب میں بھرے ہوئے اُن کے لشکر میں گھس پڑے۔ اور جب دیکھا کہ میدان لگائی سے مسلمان تیر اندازوں کا ہٹنا | دشمنوں سے خالی ہو تو لوٹ مار میں مشغول ہو گئے وہ پچاس تیر انداز جنہیں حضرت رسالتؐ نے عینیں کی لگائی پر مقرر کیا تھا سمجھے کہ اب بھی اگر ہم یہیں ٹھہرے رہے تو ہمیں کچھ نہ ملے گا۔ اور جو کچھ مال و اسباب ہو اور لوگ نوٹس لین گے۔ اُن کے سردار عبداللہ بن جحیر نے حضرت رسالتؐ کا فرمان یاد دلایا اور بہت روکا۔ مگر انہوں نے ایک نہ مانی۔ صرف نو دس آدمی تو خالد بن ولیدؓ کی سرک | رکھے۔ باقی سب اپنے مقر مقام کو چھوٹے ڈش کی مال و اسباب لوٹنا شروع کر دیا۔ لگائی میں تیر اندازوں کی قوت کم دیکھ کے خالد بن ولیدؓ نے جو جاہلیت و اسلام دونوں زمانوں میں اصول جنگ کے بڑے ماہر اور زبردست مرد میدان ثابت ہوئے ہیں کافی فوج ساتھ لے کے حلیہ کر دیا۔ عبداللہ اور ان کے چند باقی ماندہ رفقاء دشمنوں کی یورش دیکھ کے لڑنے پر آمادہ ہوئے اُس زبردست سیلاب کو جو لگائی سے نکل کے مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتا تھا روکنا تو اُن کے اسکان سے باہر تھا۔ مگر ہان حق و فاداری یوں ادا کر دیا کہ جہاں تھے وہیں لڑتے لڑتے ڈھیر ہو گئے۔ اور جتنے تھے سب شہید ہوئے۔ اُن کا کام تمام کر کے خالدؓ نے مسلمانوں پر حملہ کیا جو اپنے نزدیک اہل مکہ کو شکست دے چکے تھے۔ اور مال و اسباب کے لوٹنے میں مشغول تھے۔ مسلمانوں کی شکست | مشرکین کو پشت کی طرف سے آتے دیکھ کے مسلمانوں نے ادھر کا رخ کیا تھا کہ دوسری طرف سے بھی اہل مکہ نے یورش کی۔ اُن کا جھنڈا زمین پر سرنگوں پڑا ہوا تھا اور کسی کو اُس کے قریب آنے کی جرأت

۲ ہوتی یا یکا یک ایسی ہوا بدلی کہ عمرہ بنت علقمہ نام ایک حارثیہ عورت نے اُسے اٹھا کے بلند کیا۔ اور مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ اب مسلمان سب طرف سے گھبرا گھبرا کے بھاگنے لگے۔ حضرت حمزہؓ ایک طرف لڑ رہے تھے۔ ابو بکرؓ و عمرؓ اور دیگر نامور مہاجرین کفار کی یورش کو کسی اور جانب روک رہے تھے الفرض ایک عام پریشانی طاری تھی کہ کسی نے پکار کے کہا محمدؐ قتل کر ڈالے گئے ظاہر ہے کہ اُس وحشت ناک میدان جنگ میں اور ایسے نازک وقت اس ہولناک آواز خود آپؐ کے اے جانے کی افواہ نے مسلمانوں کی کیا حالت کر دی ہوگی۔ رہے رہے ہو اس غائب ہو گئے۔

۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ زندہ و سلامت تھے۔ مگر آپؐ کی حالت اس گھڑی واقعی نہایت نازک ہو رہی تھی۔ اہل مکہ نے قطعی ارادہ کر لیا تھا کہ جس طرح بنے آج ہی چراغ نبوت کو گل کر دیں۔ میدان خالی دیکھتے ہی انھوں نے چاروں اُسوقت آپؐ کی کیا حالت تھی طرف سے دزد کیا۔ آپؐ کے قریب صرف چند ہی مسلمان رہ گئے تھے۔ باقی سب یا تو بھاگ گئے تھے یا دوسری جانب دشمنوں سے لڑ رہے تھے۔ جب پہلا غول بڑھا تو آپؐ نے علیؓ رضی کو جو قریب کھڑے تھے روکنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے بڑھ کے انھیں منتشر کر دیا۔ پھر ایک دوسرا غول آتا نظر آیا اور اسے بھی حضرت علیؓ نے مار کے ہٹا دیا۔ مگر کہاں تک جو لوگ آپؐ کی جان لینے کے مشرکین مکہ کا ایک سیلاب تھا کہ کسی کے روکے نہ کر سکتا تھا۔ عبد اللہ بن شہاب زہری۔ عقبہ ابن وقاص رہے تھے

ابن قسطلیثی اُبی بن خلفؓ نبی اور عبد اللہ بن حمیدؓ اسدی جو اپنی شجاعت کی وجہ سے اسد قریش کہلاتا تھا ان سب کفار نے باہم معاہدہ کیا تھا کہ جس طرح بنے آج رسول اللہؐ کا کام تمام کر دیں گے۔ ان میں سے ابن شہاب نے

آپ کی پیشانی خون آلود کر دی عقبہ نے تاہر توڑ چار تھیر کھینچ کھینچ کے مارے جن سے آپ کے سامنے کے بچے والے دو دانتوں میں سے داہنی طرف کا ایک دانت ٹوٹ گیا اور بچے کا ہونٹ پھٹ گیا۔ ابن قثم نے زخار مبارک کو زخمی کیا۔ اور خود کی دو کڑیاں اندر گھس گئیں۔ اس کے بعد اس نے تلوار اٹھائی تھی لیکن خدا کو چونکہ آپ کو زندہ رکھنا منظور تھا دار نہ کر سکا۔ اور آپ ایک گڑھے میں گر پڑے جسے دشمنوں نے اسی غرض کے لیے کھود رکھا تھا کہ مسلمانوں کو گرا کر اس کے کم زور کریں۔ حضرت علیؑ نے فوراً ہاتھ پکڑے اور طلحہ بن عبد اللہ نے زور لگا کے آپ کو اس گڑھے سے باہر نکال کے کھڑا کیا۔ اسی حالت میں ابن قثم لیشی نے مصعب بن عمیر کو حملہ کر کے شہید کیا علم اسلام انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ ابن قثم انہیں مار کے سمجھا کہ میں نے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کیا۔ اس لیے کہ زہ پہننے کے بعد آپ کی صورت اُن سے بہت ملنے لگی تھی۔ بس غالباً اسی کے مشہور کرنے سے یکایک میدان جنگ میں یہ خبر اڑ گئی کہ جناب رسالت شہید ہوئے۔

ایک مسلمان خاتون کی شجاعت جس وقت میدان میں خود آنحضرتؐ پر یورش ہوئی جو اُس وقت ایک نیک اور جان نثار صحابیہ ام عمارہ جن کا نام نسیمہ تھا لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ پیغمبرؐ کی ذات پر حملہ ہوتے دیکھ کے نہ رہا گیا بے تکلف درمیان میں آ کے لڑنے لگیں اور زخمی ہوئیں۔ تمام دشمن جو آپ پر یورش کر رہے تھے اُن میں سب سے زیادہ ابی بن خلف نے آپ پر وار ابی بن خلف خود آپ کے اہل گاہ کے اہل کی جرات کی۔ مگر آپ نے ہتھیار اس کے ہاتھ سے چھین کے خود اُسی پر وار کیا۔ اور صرف اکیلا ایک یہی بد نصیب ہی جو خود حضرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے مارا گیا۔ آپ کی جان لینے کا عہد کرنے والوں میں ایک عبد اللہ بن حمید باقی تھا وہ آپ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ابو دجّانہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس موقع پر پانچ راسخ العقیدہ اور جان باز انصاریوں نے ہی آپ کی حمایت میں دشمنوں کے سیلاب عظیم کو جن جان شاروں نے آپ کو کفار سے بچایا کہ کفار کا زہن کم ہونے ہی کو نہیں آتا اور چاروں طرف سے تیر برس رہے ہیں تو آپ کے اوپر بھگ گئے۔ اور ڈوھال کی طرح اپنے آپ کو دشمنوں کا نشانہ بنا دیا۔ ایمان و محبت کا ایسا جوش تھا کہ پیٹھ پر تیر پڑ رہے تھے جسم میں پیوست ہوتے جاتے تھے اور ہنسنے کا نام نہ لیتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص جن کا بھائی دشمنوں کے ساتھ حضرت رسالت پر وارد کر رہا تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے تھے دشمنوں پر تیر برسائے جاتے تھے۔ اور آرزو مند تھے کہ کسی طرح خود اپنے بھائی کو قتل کر کے رسول اللہ کے صدمات کا انتقام لے لیں۔ آنحضرتؐ سعد کی اس کارروائی سے اس قدر خوش تھے کہ خود اپنے دست مبارک سے تیر اٹھا اٹھا کے دیتے جاتے تھے اور فرماتے تھے ”یرے مان باپ تجھ پر فدا ہوں۔ ہاں یونین تیر چلائے جا“

الغرض ان جان شاروں نے جانیں لڑا کے اور اپنی زندگی کو خطر میں ڈال کے حضرت رسول صلعم کو کافروں کے ہاتھ سے بچا تو لیا مگر اس کا آپ کے مارے جانے کی خبر کیا علاج تھا کہ یکایک سارے میدان جنگ میں سُن کے مسلمانوں کی حالت مشہور ہو چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ دشمنوں کا جوش وہ چند ہو گیا تھا۔ اور مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ

جو جہان کھڑا تھا ایک سکتہ کے عالم میں تھا۔ اور کچھ نہ سمجھ سکتا تھا کہ کیا کرے
 انیس بن مالک کے چچا انس بن نضر اسی ناامیدی کی گھڑی میں ابو بکر و عمر اور
 طلحہ وغیرہ جان بازار اسلام کے پاس پہنچے۔ جن کی یہ حالت تھی کہ جیسے کوئی
 چیز باقہ سے گر گئی ہو۔ پوچھا کیون خاموش کھڑے ہو؟ ”سب سے یہی جواب ملا
 کہ پیغمبر علیہ السلام شہید ہو گئے۔“ بولے تو پھر اب ان کے بعد زندہ رہ کے کیا
 کرو گے؟ اتنا کہا اہل مکہ پر حملہ کیا۔ اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کی لاش ملی تو
 دیکھا کہ سر سے پاؤں تک ستر زخم تھے۔ اور اس قدر صورت بگڑ گئی تھی کہ کوئی
 پہچان نہ سکتا تھا۔ صرف ان کی ہن انگلیوں کو دیکھ کے پہچان سکیں کہ بھائی کی
 لاش ہے۔

اس موقع پر جبکہ دشمنوں نے اسلام پر پورا غلبہ حاصل کر لیا تھا حضرت
 حمزہؓ کی شہادت ہوئی۔ حمزہؓ بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے دشمنوں کی فوج میں
 گھس پڑے تھے۔ اور آتش حرب کے شعلوں کی کچھ پروانہ تھی۔ اور گویا آگ کے
 دریا میں تیر رہے تھے جو سامنے آتا مار کے گرا دیتے اور اس غلبہ کی حالت
 میں بھی دشمن ان سے خوف کھانے لگے تھے۔ کسی کو پاس آنے کی جرأت
 نہ تھی۔ ہی نہ بڑی تھی اتنے میں سباع بن عبد القریٰ کا سامنا ہو گیا۔ اور
 حمزہؓ نے ایک ہی تلووار میں اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ جبیر بن مطعم کا غلام وحشی
 اپنی آزادی کے شوق میں حمزہؓ پر حملہ کرنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا۔ سباع کو
 پیسے ہی دشمنوں نے مار کے گرایا ویسے ہی اس نے اپنا وحشی حرب یہاں تک میں لے
 کے تولا۔ ہلایا اور پوری قوت سے اسے پھینک مارا۔ یہ حربہ حمزہؓ کے پڑ پڑا اور
 دونوں ٹانگوں کے درمیان سے نکل گیا۔ لیکن جناح حمزہؓ کو باوجودیکہ اپنی
 موت کا یقین آچکا تھا۔ روح نے مفارقت شروع کر دی تھی مگر اس کا رُخ اُکا

نشانہ بننے کے بعد بھی وحشی کی طرف چھپے کہ قاتل کو زندہ نہ چھوڑیں۔ وحشی بھاگا اور عم رسول اللہ تھوڑی ہی دور پہلے تھے کہ گرے اور روح خالق کر گئی ہند حضرت حمزہ کا کلیا وحشی نے جب دیکھ لیا کہ بالکل ٹھنڈے ہوئے ہیں پاس چاتی ہو گیا۔ اُن کے جسم سے اپنا حر پہ نکال لیا۔ پھر پیٹ پھاڑ کے

کلیا نکال لیا۔ اور اسے لے کے ہند بنت عقبہ کے پاس گیا۔ ہند نے کیجے کو منہ میں لے کے چمایا۔ مگر نگل نہ سکی اور تھوک دیا۔ اس کے بعد اپنے کپڑے اور اپنا زیور وحشی کو انعام میں دیا۔ گھر پہنچ کے اس کے علاوہ اور دس دینار دینے کا وعدہ کیا۔ اور اسے ساتھ لے کے جناب حمزہ کی لاش پر آئی۔ اس کے حضرت حمزہ کی لاش کے ساتھ دل میں اس قدر عناد بھرا ہوا تھا کہ ناک کان اور اعضا سے تناسل کاٹ لیے۔ اور انھیں اپنے ساتھ

لے گئی۔ وحشی کو اسی وقت سے آزادی نصیب ہو گئی مگر چند ہی روز میں وحشی کی باقی سرگذشت کمین پناہ نہ ملتی تھی۔ مکہ فتح ہوا تو بھاگ کے طائف میں ہو رہا مگر جب طائف والے بھی حضرت رسول کی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہوئے تو گھبرایا کہ اب کہاں جائے۔ لوگوں نے بھنایا کہ دین اسلام قبول کر لے۔ ایمان لانا حضرت رسول توحید قبول کرنے والے کو قتل نہیں کرتے یہ سن کے اُسے

اپنی دندگی کی امید ہوئی۔ اور دکھائے طائف کے ساتھ مدینہ حاضر ہو کے ایمان لایا۔ آپ نے پہچاننے کے بعد پوچھا بتا تو نے حمزہ کو کیوں قتل کیا تھا؟۔ اس نے ساری سرگذشت بیان کی۔ اور آپ نے متاثر ہو کے فرمایا وحشی تو میرے سامنے نہ آیا کر اور حق الامکان آپ اس کا سامنا اور سیلہ کذاب کو قتل کرنا نہ کرتے تھے۔ اس کے بعد جب سلمان سیلہ کذاب کے

مقابلے کو روانہ ہوئے۔ تو وحشی بھی اپنا وہی حربہ یلے ہوئے ساتھ گیا۔ سیلہ کو اس سے قتل کیا اور کہا کرتا تھا کہ میں نے جس طرح حضرت رسول کے علاوہ سب سے بہتر شخص کو مارا تھا اسی طرح سب سے بُرے شخص کو بھی قتل کیا ہے۔

رضیوں کے ساتھ جناب عائشہ جبکہ اہل مکہ غالب آچکے تھے۔ مسلمانوں کو شکست اور ام سلیم کا ہڑاؤ ہو گئی تھی۔ بہت سے ماجرین و انصار کاری زخم

لکھاتے ہوئے زمین پر لوٹ رہے تھے عین اُس وقت حضرت عائشہ صدیقہ اور انس بن مالک کی والدہ ام سلیم نے اپنے دامن اٹھالے تھے۔ ہڈلیاں کھل گئی تھیں اور گھونگر و نظر آرہے تھے مگر انھیں اس کا خیال نہ تھا پانی کی مشکین بیٹھ پر لاد لاد کے لاتی تھیں اور پیاسے زخمیوں کے مونہوں میں ڈالتی تھیں اس گھری ہر طرف سے یہی خبر سنی جاتی تھی کہ حضرت رسول (صلعم) کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا ناگهان کعب بن مالک کی نظر آپ پر پڑ گئی۔ اور اگرچہ آنحضرت نے آپ کے زندہ موجود ہونے کا اشارے سے منع کیا کہ آپ کے صحیح و سالم موجود ہونے کی خبر ابھی مشہور نہ کریں مگر وہ جوش مسرت سے اس قدر

مردہ مسلمانوں کو از خود رفتہ ہو گئے تھے کہ پکار اُٹھے "اے گروہ اسلام تمہیں خوش خبری ہو کہ رسول

یہ زندہ موجود ہیں" یہ مردہ سنتے ہی مسلمان چاروں طرف سے دوڑے اور آپ اُٹھ کے ایک گھائی کی طرف چلے۔ اس موقع پر آپ کے ہمراہ علی مرتضیٰ، ابو بکر صدیق، عمر فاروق، طلحہ، زبیر، اور حارث بن صمہ وغیرہ تھے۔ اور غزوہ اُحد میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود لڑے۔ اور پورا ہر قہر اندازی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ترکش خالی ہو گیا اور کمان ٹوٹ گئی۔

جناب علی و فاطمہ زہرا آپ کے زخموں کا علاج کرتے ہیں جب آپ زخمی ہوئے تھے اور چہرے پر خون جاری تھا آپ اس خون کو دونوں ہاتھوں سے جاتے تھے اور فرماتے تھے افسوس اس قوم کو کیونکر نجات ملے گی جس نے خود اپنے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کر دیا ہو؟ اب ذرا اطمینان ہوا تو آپ کے زخم دھوئے جانے لگے۔ ایک اوکھلی مین پانی بھرا ہوا تھا جس میں سے اپنی ڈھال میں بھر بھر کے حضرت علیؓ لاتے تھے اور زخم کو دھوتے تھے۔ مگر خون کسی طرح نہ رکتا تھا۔ اتنے میں جناب سیدہ آگئیں زخمی باپ سے پٹ کے روئیں۔ پھر چٹائی ہلا کے زخم میں بھردی جس سے خون کا بہنا موقوف ہوا۔

ابوسفیان کو ایک جگہ مسلمان ایک اونچی چٹان پر چڑھے۔ آپ نے فرمایا "ان لوگوں کی تو یہ شان نہ ہونی چاہیے کہ ہم سے بندی پر رہیں" اشارہ پاتے ہی حضرت عمرؓ اور چند اور جان نثاروں نے حملہ کر دیا۔ انھیں اس چٹان پر سے مار کر ہٹایا۔ اور خود اس باندی پر قابض ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے بھی اس باندی پر چڑھنے کا ارادہ کیا۔ مگر وہ ہری زہریں پہنے ہوئے تھے چڑھنے میں دشواری ہوئی تو طلحہ نیچے بیٹھ گئے۔ اور ان کی پیٹھ پر پاؤں رکھ کے آپ اوپر چڑھ گئے۔

کفار قریش کی حوڑتیں میدان میں اس وقت بند اور اس کی ساتھ والیوں کی یہ حالت تھی کہ میدان میں ماری ماری پھرتی تھیں۔ شہدائے اُحد کی ناکوں اور کانوں کو کاٹ کاٹ کے بار بباتی تھیں۔ اور اس طرشتہ سے اپنے دل کا بغض نکال رہی تھیں۔ ناگمان ابوسفیان پھر سامنے آیا اور تین دفعہ پکارا کیا تم لوگوں میں محمدؐ ہیں؟ آپ نے جواب دینے سے مسلمانوں کو منع فرمایا۔ تب وہ تین بار پکارا کیا تم لوگوں میں ابوبکرؓ ہیں؟ اس کا بھی جواب نہ ملا۔ تو

ابوسفیان اور مسلمانوں میں

جواب و سوال

تین دفعہ پوچھا کیا تم لوگوں میں عمر بن الخطاب ہیں؟
 ان تینوں سوالوں کا کچھ جواب نہ ملا تو اپنے ساتھیوں کی
 طرف دیکھ کے بولا "یہ سب لوگ مارے گئے" اب حضرت عمر بن خطاب بھی
 بچھڑا کے بولے "دشمن خدا تو بھڑا ہے خدا نے اُن لوگوں کو بچا لیا جو تجھے
 ذلیل کریں گے" ابوسفیان نے خوشی کے جوش میں یہ فرد کفر بلند کیا اعلیٰ
 ہبل اعلیٰ ہبل! (راہ ہبل تو بلند ہوا) ہبل تو بلند ہوا! حسب ارشاد
 رسالت مسلمانوں نے جواب دیا اللہ اعلیٰ و اجل! (یعنی اللہ سب سے بزر
 اور سب سے زیادہ صاحب جلال ہے) ابوسفیان نے کہا لہذا الغری ولا عزی
 لکم (عز ہی ہمارا جاتی ہے اور تمہارا حامی نہیں) اس کا جواب آپ کی ہدایت
 سے مسلمانوں نے یہ دیا کہ اللہ مولنا ولا مولیٰ لکم (یعنی اللہ ہمارا دوست ہے اور
 تمہارا دوست نہیں) اس کفر و ایمان کی پھیڑ چھاڑ کے بعد ابوسفیان نے حضرت
 عمرؓ سے قسم دلا کر پوچھا ہم نے محمدؐ کو قتل کیا یا نہیں؟، جناب فاروقؓ نے
 فرمایا "تو قسم دلاتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ نہیں آپ زندہ ہیں اور تیری سب باتیں
 سن رہے ہیں" آپ کے زندہ موجود ہونے کا حال سن کے ابوسفیان بولا
 آج کے دن ہجر کا انتقام لے گیا۔ اور لڑائی کا تو یہ معمول ہی ہے کہ کبھی ہم غالب ہیں
 اور کبھی تم۔ تم اپنے بعض مقتولوں کی لاشوں کو اس حال میں پاؤ گے کہ ان کے
 ناک کان کاٹ لیے گئے ہیں۔ لیکن یہ بات میری رضامندی سے نہیں ہونی۔
 نہ میں نے اس کی اجازت دی اور نہ اس سے روکا۔"

پارسل لڑائی کا اقرار | اب لڑائی ختم ہو چکی۔ ابوسفیان نے پکار کے کہا پارسل
 پھر ہم سے تم سے مقابلہ ہوگا اور اپنے ہمراہیوں کو لے کے واپس چلا گیا۔
 آنحضرتؐ کو اندیشہ ہوا کہ یہاں سے جا کے یہ لوگ مدینہ پر نہ ملے کر دین جناب

علی مرتضیٰ کو ان کے پیچھے دوڑایا کہ دیکھو یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ حضرت علیؑ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے اور بتایا کہ میں نے کو خدا نے ان کے ہاتھ سے بچا دیا۔ سیدھے کے کو واپس گئے ہیں۔

مشرکین کہہ جالیے تو شہدائے اسلام کی لاشوں کے ڈھونڈنے اور تجھیز و تکفین کا سامان ہونے لگا۔ لاشیں بڑی جگہ سے اور بہت ہی بگاڑی ہوئی صفیہ بنت عبدالمطلب کی مشعل مزاجی اور صادق الامانی

کے لیے آنا چاہا۔ آپ نے زبیر بن عوام سے جو ان کے صاحبزادے تھے فرمایا اپنی والدہ کو کسی طرح ٹال دو۔ اس لیے کہ حمزہ کی لاش کے ساتھ جو ذلیل بے رحمان کی گئی ہیں انھیں دیکھ کے ان کو صدمہ ہوگا۔ جناب صفیہ نے یہ جواب دیا کہ ارشاد سنا تو نہایت ہی جوش ایمانی کے ساتھ بولیں مجھے معلوم ہو کہ بھائی کی لاش بٹلہ کی گئی ہو۔ خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ اس سے بڑھ کے ہماری رضا مندی کس بات میں ہو سکتی ہو؟ میں صبر کروں گی۔ اور خدا سے امیدوار ہوں گی۔ یہ سن کے آپ نے انھیں آنے کی اجازت دے دی۔ اور حضرت صفیہ نے میدان میں آکر حمزہ کے جنازے کی نماز پڑھی۔ اور لاش پر کھڑی ہو کر روئیں۔

اس سحر کے میں ستر مسلمانوں نے جام شہادت پیا تھا جس کے مقابل شہیدوں کی تجر و تکفین اہل مکہ کے کل بائیس آدمی مارے گئے تھے مسلمانوں کی لاشیں جب فراہم ہو گئیں تو آپ نے پہلے حضرت حمزہؑ کی لاش کو ایک چادر میں لپیٹ کے رکھا۔ اس پر سات تکبیروں سے نماز جنازہ ادا کی۔ پھر اور لاشیں لالا کے

حضرت حمزہؓ کی لاش کے برابر رکھی جاتی تھیں اور اُن کی نماز پڑھی جاتی تھی۔ اس طرح حمزہؓ کے جنازے پر ایک مرتبہ تنہا اور ایک ایک مرتبہ ہر شہید کی لاش کے ساتھ نماز جنازہ ادا ہوئی۔ آپؐ نے سب کی طرف دیکھ کے فرمایا "میں ان لوگوں کی شہادت کا گواہ ہوں۔ اور جانتا ہوں کہ جو کوئی خدا کی راہ میں زخمی ہو گا خداوند جل و علا قیامت کے دن اُسے اس شان سے اٹھا کے کھڑا کرے گا کہ اُس کے زخم سے خون جاری ہو گا جس کی رنگت تو خون کی ہو گی مگر خوشبو مشک کی آتی ہو گی" اسکے بعد وہ اودھن تین لاشیں ایک ایک قبر میں دفن کی گئیں۔ مصعبؓ بن عمیر جو علم اسلام ہاتھ میں لیے شہید ہوئے تھے اور جن کی صورت پر قاتل کو رسول اللہؐ کا دھوکا ہوا تھا اُن کے کفن کے لیے جو چادر ملی اتنی چھوٹی تھی کہ سر کی طرف کھینچتے تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کھینچتے تو سر کھل جاتا۔ آخر سر اڑھا دیا گیا۔ اور پاؤں پر بہت سی اذخروہاں کی ایک گھاس جو ڈال دی گئی۔ اور دفن کر دیے گئے۔

باب بیستم

زمانه مابین غزوه احد و غزوه احزاب

دشمنوں کا مقابلہ - ایک سوزہ عورت - جو مسلمان احد میں جاگ گئے تھے - دیکھنے
میں عام ماتم - انصار کی ایک پُر لطف غلامی - عین کی جانفروخت - حریت - تہذیب
سرورہ ابوسلمہ - سیفان بن خالد کا قتل - غزوہ ریح - منکر کین کی دغا بازی - نبیب کی
غریف النفسی اور شہادت - ابن وثنہ کی شہادت - حاتم کی لاش کو خانے دشمنوں
سے محفوظ رکھا - سرورہ عمرو بن ایہ عمری - سرورہ بیرمونہ - تمام سرورہ والوں کی شہادت
عمرو بن ایہ کی سرگزشت - وہ دو ذمی کا خون کو قتل کرتے ہیں - اور آپ اُنکا فدیہ

افا کرتے ہیں۔ یہودی نبی نفسیر کی دغا بازی۔ غزوہ بنی نعیر اور ان کا خامرہ۔ وہ تھیلا رکھتے۔ اور جلاوطن کیے جاتے ہیں۔ غزوہ بنی نعیر کی غنیمت۔ غزوہ ذات الرقاع نادر غوث۔ آپ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے آپ کے ذرا سے مجاہدہ بن عثمان کا انتقال۔ غزوہ بدر صغریٰ۔ مسلمانوں کے ڈرانے کی کوشش۔ ابو بکر و عمر کی مستقل مزاجی۔ ابوسفیان اہل مکہ کو بھلا کے میدان میں لانا۔ اور بے غلجہ کی جرات کیے واپس جانا۔ حضرت ام سلمہ اور زینب بنت جحش آپ کے عقیدین زینب بنت جحش اور زینب بنت جحش کا واقعہ۔ زینب کا عقد صرف آسمان پر ہوا یا زمین پر
سلسلہ غزوہ دوتہ الجندل۔ قحط میں آپ شرکین مکہ کی مدد کرتے ہیں۔

دشمنوں کا تعاقب | ہفتے کے دن یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ اس کی صبح یعنی اتوار کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ حقیقت یہ تعاقب بظاہر بے موقع نظر آتا تھا۔ مگر آپ کو اس کی ضرورت معلوم ہوئی۔ تاکہ اہل مکہ نہ کچھ لین کہ مسلمانوں کا حوصلہ پست ہو گیا۔ ان پر ظاہر کر دیا جائے کہ اس ٹھوڑی دیر کی شکست اور اس نقصان نے ہماری ہمت والو الہی میں کوئی فرق نہیں ڈالا۔ چنانچہ آپ مقام حراء الاسد تک مسیح تمام ہمایوں کے تشریف لے گئے جو مدینے سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں تین دن یعنی دو شبہ ٹھہرے اور بدھ کو قیام فرما کے ہفتے کے دن مدینہ طیبہ میں واپس آئے
ایک مومنہ عورت | اسلام نے تمام زن و مرد کے دل میں آپ پر جان فدا کرنے کا جو جوش و خروش پیدا کر دیا تھا اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ یوم اُحد کے بعد آپ عساکر اسلام کے ساتھ چلے جاتے تھے کہ بنی دینار کی ایک عورت ملی جس کے گمر کی تین لاشیں خاک اُحد میں وہابی گئی تھیں۔ اس کے باپ بھائی اور رضو ہر مارے گئے تھے۔ اور ایسے تین عزیزوں نے جام شہادت پیا تھا۔

اس کی صورت دیکھتے ہی لوگوں نے بتایا کہ تیرے یہ یہ عزیز میدان میں مالے گئے۔ اُس نے ایک بیٹابی کے ساتھ پوچھا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کیا حال ہوا۔ جواب دیا گیا آپ اللہ کہ زندہ و سلامت موجود ہیں۔ اُس نے کہا مجھے دکھا دو۔ لوگوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا۔ بس آپ کا جمال جہان آرا دیکھنا تھا کہ خوش ہو کے بولی اگر آپ نیرت سے ہیں تو سب مصیبتیں معمولی ہیں۔

جو سلمان احد میں بھاگ گئے تھے میدان احد میں بہت سے لوگوں نے پیٹھ پھیری تھی۔ اور ہمیں یہ خیال کر کے سخت تکلیف ہوتی ہے کہ ان کی فہرست میں حضرت عثمان بن عفان کا نام بھی موجود ہے۔ یہ سب لوگ بھاگ کے اتھوس نام ایک مقام میں پہنچے۔ تین دن تک وہیں رہے۔ اور جب معلوم ہوا کہ آپ کی شہادت کی خبر غلط مشہور ہوئی تھی تو ندامت کے ساتھ واپس آئے۔ اور عذر خواہ ہوئے۔ ان لوگوں کی خطا بہت بڑی تھی۔ مگر خداوند جل و علانی اپنے پاک کلام کو نازل فرما کے معاف کر دی۔ اور جب خدا نے ان کی لغزش کو معاف کر دیا تو ہمیں بھی ان کی طرف سے اپنا دل صاف رکھنا چاہیئے۔

دینے میں عام نام ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہفتے کے دن ۷ رشوال کو واقعہ احد پیش آیا تھا۔ اس کے بعد والے ہفتے کو یعنی ۱۴ رشوال کو آپ حرم الابرار سے پلٹ کے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ یہاں جس وقت آپ پہنچے بین انصار کے تمام گھروں میں ماتم پاتھا۔ اس لیے کہ کوئی گھر نہ تھا جس کے کسی شخص نے میدان احد میں جان نہ دی ہو۔ آپ بنی عبد الاشمل اور زلفر کے دروازوں پر سے گزر رہے تھے کہ عورتوں کے رونے کی آواز آئی۔ آپ کی بھی

آنکھیں بھرا آئین اور فرمایا "غیر بیان تو رونے والے ہیں لیکن حرمہ بیچا لے پر کوئی رونے والا بھی نہیں" آپ تو یہ فرما کے چلے گئے مگر انصار نے جو ہر موقع پر انصار کی ایک پر لطف غلط فہمی | آپ پر جان نثار کرنے کو تیار رہتے اور آپ کی ادنیٰ دل شکنی کے بھی تحمل نہ ہو سکتے تھے بنی عبدالمشعل و ظفر کی عورتوں کو بھیج دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا پر بھی جا کے رو آئیں۔ وہ مسجد نبوی کے دروازے پر آ کے جمع ہوئیں اور رو رہی تھیں کہ آنحضرت آواز سن کے باہر نکل آئے۔ اُن سے پشفت پیش آئے اور فرمایا "بس اب واپس جاؤ خدا تم پر رحمت کرے" اسی وقت اور اسی موقع پر آپ نے عورتوں کو مین کرنے کی بین کی ممانعت | ممانعت فرمائی جس کا جاہلیت میں بہت رواج تھا۔ اصل یہ ہر کہ حرمہ کی شہادت سے آپ کو جو صدمہ ہوا تھا اسی کے جوش میں آپ نے فرمادیا کہ اُن پر کوئی رونے والا نہیں۔ مگر اس سے آپ کا یہ مقصود نہ تھا کہ عورتیں آئیں اور حرمہ کا نام لے لے کے روئیں۔ انصار غلطی سے ایسا ہی سمجھ گئے۔ لیکن جب وہ عورتیں آئیں تو آپ نے اُن کا شکریہ ادا کیا۔ اور آئندہ کے لیے اس لغو اور بیہودہ رسم کی ممانعت فرمادی۔

حرمہ نمر | اسی سال سرکہ اُحد کے چند روز بعد شوال ہی کے مہینے میں اللہ جل شانہ نے حرمہ شراب کا حکم نافذ کیا۔ جس نے دنیا کی آدمی برائیوں اور بد اخلاقیوں سے انسان کو نجات دلا دی۔

سرکہ | اب محرم کا مہینہ آیا۔ اور سرکہ شروع ہوا۔ اسی مہینے میں آپ کو سرکہ ابوسلمہ | خمر پہونچی کہ خولید اسدی کے دونوں بیٹے طلحہ اور سلمہ اپنی قوم اور اپنے دوستوں کو آپ کے خلاف اور آپ سے مقابلہ کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں

آپ نے سخت ہی بوسلہ کو بلا کے ایک جھنڈا اُن کے ہاتھ میں دیا۔ اور ڈیرہ سوجان باز
ہمراہ کیے جن میں بعض اکابر صحابہ بھی تھے۔

بوسلہ اپنی فوج کو لے کے نجی اسد کی سرزمین کی طرف روانہ ہوئے۔ اور
مقام قطن میں پہونچ کے اُن لوگوں پر تاخت شروع کر دی۔ نجی اسد کو مقابلے
کی جرات ہی نہ ہوئی۔ بھاگ گئے۔ اور بوسلہ اُن کے مویشیوں اور اونٹوں
کو اپنے قبضہ میں کر کے مدینہ میں واپس آئے۔

سفیان بن خالد قتل | اسی محرم کی ۵۔ تاریخ ایک یہ امر بھی پیش آیا کہ آنحضرت کے
حکم سے عبد اللہ بن انیس انصاری نے تن تنہا جا کے سفیان بن خالد بذلی کو
قتل کر ڈالا۔ جو اسلام کے مٹانے اور آپ کے اغراض نبوت میں خلل انداز
ہونے کے لیے فوجیں جمع کر رہا تھا۔

اس کے بعد اس سال کوئی اہم واقعہ نہیں پیش آیا۔ ذی قعدہ ذی الحجہ
اور پھر چوتھے سال ہجری کا محرم آپ نے مدینہ ہی میں بسر کیا۔ غزوہ احد کے چار
غزوہ رجیع | چھٹے بعد صفر میں ایک نہایت ہی دل خراش اور جان گہ از واقعہ ظاہر
ہوا۔ یہ تاریخ اسلام میں غزوہ بیح کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی بنیاد یہ تھی کہ مقام
عقل اور قارۃ سے چند لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ
ہم لوگوں میں بعض لوگ سلمان ہیں۔ چند دیندار آدمی ہمارے ہمراہ کیجئے کہ ہم تن
رہ کے دین کی باتیں سکھائیں اور قرآن کی تعلیم دیں۔ آپ نے اُن کی خواہش
کے مطابق چھ صحابی اُن کے ساتھ کر دیئے۔ جن پر حاضر ضم بن ثابت کو سردار مقرر کیا
سخرین کی دغا بازی | یہ لوگ اُن صحابیوں کو ساتھ لے کے گئے۔ مگر مقام ہذا میں
پہونچ کے دغا بازی کی۔ اور بنی نیمان کے سردار آدمی بھی اُن کی کمک کو آ گئے۔

اُن بے دست و پاچہ مسلمانوں نے یہ حالت دیکھی تو ایک پہاڑی پر جا کے پناہ لی۔ مکار دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور کہا تم ہتھیار رکھ دو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہاری جان نہ لیں گے۔“ عاصم نے کہا ”مجھے تم لوگوں کے عہد و پیمان کا اعتبار نہیں۔“ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن چھ مین سے تین یعنی عاصم مرثد بن ابی مرثد اور خالد بن بکیر نے آخر تک مقابلہ کیا۔ اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ باقی تین بزرگوں نے اُن کا اعتبار کر کے ہتھیار رکھ دیے۔ جن میں سے ایک تو ابن دشمنہ تھے۔ ایک خبیث بن عدی تھے اور ایک اور بزرگ تھے۔ ان لوگوں نے جیسے ہی ہتھیار رکھے مشرکین نے ان کی مشکین باندھ لیں۔ ان تیسرے نامعلوم صحابی نے یہ حال دیکھ کے کہا تمہاری بد عہدی ابھی سے کھل گئی کہ ہماری مشکین باندھتے ہو۔ لہذا چاہے جو ہو میں تمہارے ساتھ نہ جاؤں گا۔ خبیث کی شریف نفسی اور شہادت یہ سن کے اُن ظالموں نے اس غریب کو وہیں مار ڈالا۔ اور باقی ماندہ دو نون صحابیوں کو لے کے مین گئے اور پنج ڈالا حارث بن عامر کے بیٹوں نے خبیث کو مول لیا۔ اور صفوان بن اسیب نے ابن دشمنہ کو۔ خبیث ہی کے ہاتھ سے حارث مذکور میدان احد میں مارا گیا تھا۔ اور اسی سبب سے اُس کے بیٹوں نے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے خبیث کو مول لیا تھا۔ اُن کے گھر میں ایک دن خبیث بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی عورت سے اکیلے ترا ناگ لیا تھا۔ اور اسے تیز کر رہے تھے کہ اتفاقاً اُس عورت کا ایک بچہ خبیث کی گود میں آ کے بیٹھ گیا۔ عورت نے یہ حالت دیکھ کے غل مچایا اور ڈری کہ کہیں بچہ کا کام نہ تمام کر دیں۔ خبیث نے کہا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اس بچہ کو مار ڈالوں گا؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدر و بے وفائی ہماری شان سے بعید ہے عورت یہ جواب سن کے حیرت زدہ ہو گئی اور بولی میں نے خبیث سے کچھ

کوئی ایسر نہیں دیکھا لیکن اس شریفانہ فعل سے دشمنوں کے دل نرم نہ ہوئے۔
 بیچارے کو قتل کرنے کو لے چلے تو انھوں نے اجازت لے کے دو رکعت نماز
 پڑھی۔ جس کے بعد اہل مکہ نے اُن غریب کو مصلوب کر کے مار ڈالا۔ ابنِ دثنیہ
 ابنِ شہادت کو صفوان کا غلام سنبطاس قتل کرنے کے لیے مقامِ منخیم
 لے گیا۔ اور جب قتل کرنے کا وقت آیا تو پوچھا یہ تم کو پسند ہے کہ محمدؐ تمھاری جگہ
 ہمارے ہاتھ سے قتل ہوتے اور تم باطینان اپنے اہل و عیال میں جا کے رہتے
 انھوں نے کہا ہرگز نہیں۔ اور انہیں کا یہ قول سُن کے ابوسفیان نے کہا میں نے
 کہیں ایسی جنت دیکھی ہی نہیں جیسی کہ اصحابِ محمدؐ کے ساتھ ہے۔ غرض
 اس طرح ابنِ دثنیہ کی زندگی بھی ختم ہوئی۔ وہ تینوں صحابی ان لوگوں سے مقابلہ
 عاصم کی لاش نہ لے دشمنوں کے اگر کے شہید ہوئے ان میں سے عاصم کی نسبت جعفر بنِ محمدؐ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سردار مقرر کیا تھا ان کیلئے در دشمنوں
 معفو نہ رکھا
 نے ارادہ کیا کہ اُن کا سر کاٹ کے سلاذبت سعد کے ہاتھ پہنچ ڈالیں۔ اس لیے کہ
 اُس قسمی القلب عورت نے منت مانی تھی کہ ان کے کاسے سر میں شراب پیون گی
 جس کا سبب یہ تھا کہ اس کے دو بیٹوں کو میدانِ احد میں عاصم کی تلوار نے جامِ فنا
 بھلایا تھا۔ مگر سر نہیں کاٹنے پائے تھے کہ کسی طرف سے ماکھی اڑی اور انھوں نے
 مجبوراً سر کاٹنے کو دوسرے دن پہلے تو رکھا۔ صبح سے پیشتر ایک سیلابِ عظیم آیا اور
 خدا جانے عاصم کی لاش کو کہ ہر جھالے گیا۔ اور عاصم کی یہ آرزو پوری ہو گئی کہ اُن
 کے جسم میں کسی مشرک کا ہاتھ نہ لگے۔

عاصم اور ان کے ہمراہیوں کے شہید کرنے میں اہل مکہ اور مشرکین نے
 ایسی قساوت و سنگدلی اور اس درجے کی ذلیل مکاری و دھندھالی ظاہر کی تھی کہ
 آپؐ کو نہایت ہی صدمہ ہوا۔ آپؐ نے ارادہ کیا کہ جیسا فریب انھوں نے کیا ہے

ویسا ہی اُن کے ساتھ بھی کیا جائے چنانچہ آپ نے عمرو بن ایبہ صغریٰ کو جس
ایک انصاری شخص کے کے روانہ کیا کہ جا کے ابوسفیان کو مار ڈالیں۔ یہ
عمرو بن ایبہ وہی بزرگ ہیں جن کے نام نے ابیر حمزہ کی داستان میں عمرو
سرہ عمرو بن ایبہ صغریٰ عیار کا لقب حاصل کیا ہے۔ اور جن کی جانب خدا جانے کیسے
کیسے کیا دی و مکاری کے مزخرف واقعات منسوب کیے گئے ہیں۔ اور کیا
عجب کہ اُن تمام کمانیوں کا منشاء انتزاع ہی واقعہ ہو۔ اس لیے کہ اُن کو اس
مہم میں اگرچہ کامیابی نہیں حاصل ہوئی لیکن اول سے آخر تک جو جو واقعات
پیش آئے ان میں ان کی مذاق آئینہ چالاک کو اس قدر دخل تھا کہ انحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سرگزشت سن کے ہنسی آگئی۔

سرہ پرمعونہ اسی صفر کے مہینے میں یرمعونہ کا معاملہ پیش آیا جو واقعہ رجب
سے بھی زیادہ دردناک تھا اور اس کی بنیاد ہوئی کہ ابوہریرہ عامر بن مالک جو
شہسواران عرب میں تھا اور طاعت اللہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا
مدینہ میں حضرت رسالت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے دین
اسلام کی طرف مدعو کیا۔ اس نے آپ کے دین کو قبول تو نہیں کیا مگر
چندان مخالفت بھی نہیں کی۔ اور بولا۔ آپ اپنے چند لوگوں کو اہل نجد کے
پاس بھیجیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپ کی دعوت کو قبول کر دیں گے۔ آپ نے
فرمایا اور جو نجد والے میرے لوگوں کو قتل کر ڈالیں؟ ابوہریرہ نے عرض کیا
اُس کی میں ذمہ داری کرتا ہوں۔ عرب میں شر فاسے قوم کی ذمہ داریوں
کا ہمیشہ لحاظ کیا جاتا تھا لہذا آپ کو اطمینان ہو گیا اور منذر بن عمرو کو چالیس
مسلمانوں کے ساتھ ارض نجد کی طرف روانہ فرمادیا۔ اس جماعت میں بعض

نہایت ہی لائق اور سچے جان نثاران دربار رسالت تھے۔ یہ لوگ مدینے سے روانہ ہوئے بنی عامر و بنی سلیم کے مسکنوں کے قریب جا کے مقام بیر معونہ میں ٹھہرے۔ اور حرام بن نحمان کو آنحضرت کا خط دے کے بنی عامر کے تمام سریرہ والوں کی شہادت | سردار عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ اس نے بے اس کے کہ خط کو پڑھے بھی بیچارے حرام بن نحمان کو مار ڈالا۔ اور بنی عامر کو آمادہ کیا کہ باقی ماندہ اصحاب رسول کو بھی بیر معونہ میں گھیر کے قتل کر ڈالیں۔ بنی عامر نے جواب دیا کہ ہم ابو براء کی کفالت کو نہیں توڑ سکتے۔ تب عامر بن طفیل نے قتال بنی سلیم رعل اور ذکوان کو ابھارا۔ اور جب وہ ساتھ دینے پر راضی ہوئے تو انھیں ساتھ لے کے اصحاب رسول اللہ کو گھیر لیا۔ اور سب بیچاروں کو قتل کر ڈالا۔ اپنے مظلوموں کا انتقام لینا دشوار تھا۔ اور ابو براء کو پڑی ندامت تھی کہ قتال بن عامر نے ان کی کفالت و ضمانت کی کچھ پروا نہ کی۔ حسان بن ثابت نے شہداء بیر معونہ کا ایک مرثیہ کہا جس میں ابو براء کی اولاد کو عامر بن طفیل کے اس فعل پر غیرت دلائی تھی۔ اور اس نظم کا یہ فوری نتیجہ ظاہر ہوا کہ ابو براء کے بیٹے رقیعہ نے باوجود مسلمان نہ ہونے کے عامر بن طفیل کو اپنے نیزہ کا نشانہ بنا کے دنیا سے ناپید کر دیا۔

عمر بن امیہ کی سرگذشت | جس وقت شہداء بیر معونہ کی لاشیں بے کفن اور غیر مدفون پڑی ہوئی تھیں عمرو بن امیہ ضمری اور ایک انصاری شخص قریب کی چراگاہ میں تھے۔ یلور کو اڑنے دیکھ کے انھیں اندیشہ ہوا۔ گھبرائے ہوئے آئے دیکھا تو کل مسلمان جام شہادت پی چکے تھے۔ انصاری بزرگ نے توجوش میں آئے دشمنوں پر حملہ کیا اور شہید ہو گئے۔ مگر عمرو جو اس تجویز میں تھے کہ بھاگ کے

حضرت رسالت کو اس واقعے کی خبر دین دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے۔ عامر بن طفیل کو جب معلوم ہوا کہ یہ ہاجرین میں سے اور معبد بن عدنان کی نسل سے ہیں تو ان کی پیشانی کے بال کاٹ لیے۔ اور اپنا غلام بنا کے آزاد کر دیا۔

دوسری کاخون کو قتل کرتے ہیں | آزادی پا کے عمر و مقام قرقرہ میں پہنچے اور دو عاری شخصوں سے ملاقات ہوئی۔ بنی عامر سے حضرت رسولؐ سے معاہدہ ہو چکا تھا اور عمر و کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ جب وہ دونوں عامری سوئے تو ان کو قتل کر ڈالا اور جناب رسالتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کے اور سب واقعات کے ساتھ اپنی یہ باری بھی ظاہر کی۔ آپؐ نے سن کے فرمایا بنی عامر سے تو ہم سے معاہدہ ہو چکا ہے۔ ان دونوں جانوں کا ہمیں فدیہ ادا کرنا پڑے گا۔

اور جیسا آپؐ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ عامر بن طفیل کی طرف سے اور آپؐ انکا فدیہ ادا کرتے ہیں | چند لوگ ان عامریوں کا خون بہا لینے کو آئے۔ اور آپؐ نے ارادہ کیا کہ اس زرفدیہ کا بار سب لوگوں پر بانٹ دیا جائے۔ کیونکہ عمرو بن امیہ سے یہ فعل محض لاعلمی سے سرزد ہو گیا تھا۔ آپؐ نے اس رقم کے فراہم کرنے کے لیے جہان اور لوگوں سے چند مانگا یہودی نبی نصیر سے بھی مانگا۔ بلکہ اس رقم کے وصول کرنے کے لیے آپؐ کو اس قدر اہتمام تھا کہ ابو بکرؓ عمرؓ یہودی نصیر کی دعا بازی | علیؓ اور چند اور اصحاب کو براہ رکاب لے کے خود ان کی بستی میں تشریف لے گئے۔ انھوں نے چندہ دینے کا وعدہ کیا۔ اور آپؐ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے۔ اتنے میں ان ذلیل و پُر دغا لوگوں نے عمرو بن جحاش نام ایک یہودی کو اس بات پر آمادہ کیا کہ چھت پر جا کے ایک بڑا سا پتھر آپؐ کے سر پر لڑھکا دے۔ اور چرخ نبوت کو گھل کر دے۔ عمرو اس ارادے سے گیا۔ مگر خدا نے وحی کے ذریعے سے

آپ کو اس فریب کی خیر کر دی۔ آپ نے سب ساتھیوں کو وہیں چھوڑا۔ اور خود اٹھ کے مدینے میں چلے آئے۔ صحابہؓ نے جب دیر تک آپ کو نہ پایا تو آپ کو ڈھونڈتے ہوئے وہ بھی واپس آئے۔ اور بیان آپ سے سُن کے معلوم ہوا کہ یہودی کیسے دغا باز ہیں۔ اور آپ کے چلے آنے کا کیا سبب تھا اس پر بعد میں کا حال معلوم ہوتے ہی سمجھ لیا گیا کہ ان کے ساتھ جو معاہدہ تھا فسخ ہو گیا۔ اور آپ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دے دیا۔

الغرض ہجرت کے اسی سال ربیع الاول کا مہینہ تھا کہ آپ نے مدینے میں اپنی جگہ ابن اُمّ مکتوم کو چھوڑا۔ اور اصحابؓ کو کہہ کر کے ساتھ جا کے بنی نضیر کا غزوہ بنی نضیر اور انکا محاصرہ | محاصرہ کر لیا۔ اُن لوگوں نے گھبراہٹ کے اپنی گڑھیوں میں پناہ لی۔ آپ نے حکم دے دیا کہ اُن کے باغات کاٹ ڈالے جائیں اور انکے لگا دی جائے۔ مدینے والوں میں سے عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین نے بنی نضیر کو پیام بھیجا۔ گھبرانا نہیں خواہ مارے جاؤ یا نکالے جاؤ ہم ہر حال میں تمہارے ساتھ ہیں۔ مگر چھ ہی روز کے محاصرے میں اُن کے حوصلے پست ہو گئے وہ ہتھیار رکھتے | ہتھیار رکھ دینے پر مجبور ہوئے۔ اور پچھانک کھول کھول کے عاجزی کے ساتھ آپ کے سامنے آ کے کھڑے ہو گئے۔ عبداللہ بن ابی نے جس کا باوجود منافق ہونے کے حضرت رسول علیہ السلام بہت کچھ پاس و لحاظ کیا کرتے تھے سفارش کی کہ اُن کے خون سے درگزر کیا جائے۔ اور اجازت دی جائے کہ ہر شخص اسلحہ کے علاوہ جس قدر مال و اسباب ایک اونٹ پر لے پاسکے لے کے جد ہزجی چاہے چلا جائے۔ آپ نے منظور کیا۔ چنانچہ اُن میں اور جلا وطن یکے جاتے ہیں۔ سے اکثر خبیث ترین جا کے آباد ہوئے اور کچھ ارض شام کو

چلے گئے

غزوہ بنی نضیر کی غنیمت ایساں جو جائداد اور مال غنیمت وصول ہوا اسکی نسبت حضرت رسولؐ نے انصار سے کہا کہ ”مہاجرین لوگ اس وقت تک بے خانان ہیں اور تمہاری فیاضیتوں پر بسر کر رہے ہیں۔ اگر تم لوگ پسند کرو تو یہ سب مال و اسباب مہاجرین کوئے دیا جائے تاکہ اپنا الگ گھر بنائیں“ سعد بن عبادہ جو انصار کے سرگروہ تھے بولے ”یا رسول اللہؐ یہ سب مال بھی انھیں کو دے دیجئے اور اس کے بعد بھی وہ بدستور ہمارے مہمان رہیں“ اور سب انصار بھی اس پر راضی ہوئے۔ بنی نضیر کی جائداد غیر منقولہ پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبضہ ہوا جس کی زراعت پیداوار سے آپ اپنی ازدواج کی خیر گیری فرماتے تھے۔ اور جو بچتا تھا اسے اسلحہ وغیرہ کی فراہمی میں صرف کرتے تھے۔

اس کے بعد ربیع الاول اور ربیع الثانی کے مہینے آپ نے مدینہ طیبہ میں غزوہ ذات الرقاع | بسر کیے۔ جدادی الاول کے چند روز گزرنے پائے تھے کہ معلوم ہوا ارض نجد میں قبائل بنی حارث بنی ثعلبہ آپ پر حملہ کرنے اور اسلام کے دبانے کے لیے فوجیں جمع کر رہے ہیں۔ آپ نے فوراً سامان سفر کر دیا۔ حضرت عثمانؓ ذی النورین کو اپنی جگہ مدینے میں چھوڑا۔ اور چار سو جان بازوں کو ہمراہ لے کے چل کھڑے ہوئے۔ اور خاص اُن لوگوں کے علاقے میں مقام وادی الشقرہ میں پہونچ کے پڑاؤ ڈال دیا یہاں سے آپ نے مختلف اطراف میں مختلف جماعتیں روانہ کیں۔ مگر سب لوگ رات کو واپس آئے۔ اور کسی کا پتہ نہ لگا۔ تب آپ آگے بڑھ کے مقام نخل میں اترے۔ یہاں صرف چند عورتیں ملین جو گرفتار کر لی گئیں۔ اور معلوم ہوا کہ قبیلے والے آپ کی خبر سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔

تازخوت اگر اس کے بعد دشمنوں کا ایک گروہ مجتمع ہو کے مقابلے کو آیا۔ اور اس قدر قریب آ پہنچا کہ آپ نے اور مسلمانوں نے نماز عصر اس طرح پڑھی جس طرح کہ خوف کے محل میں پڑھی جاتی ہے۔ لیکن ماوجود اس کے لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ خدا نے اُن کے دل میں آپ کی ہیبت ڈال دی اور منتشر ہو گئے۔

اسی سفر میں ایک مرتبہ آپ تنہا تھے کہ بنی مخارب میں کا کوئی شخص قریب آپ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے آیا اور بولا ذرا آپ کی تلوار تو دیکھوں آپ نے تلوار اس کے ہاتھ میں دے دی۔ تلوار لیتے ہی اُس نے کھینچ لی اور کہا اے محمد تم مجھ سے ڈرتے نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بولا اور میرے ہاتھ میں یہ تلوار دیکھ کے بھی نہیں ڈرتے؟ آپ نے فرمایا کیوں ڈروں؟ معلوم ہو کہ خدا مجھے تیرے ہاتھ سے بچائے گا۔ یہ جواب سُن کے اُس نے آپ کی تلوار پھر دے دی۔ اور چلا گیا۔ اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کہتے ہیں۔ رقاع کے معنی عربی میں کپڑے کے ٹکڑوں اور چٹھروں کے ہیں۔ چونکہ اس سفر جہاد میں مسلمانوں کے پاس سواریاں کم تھیں برہنہ پا چلتے چلتے پاؤں زخمی ہو گئے تھے۔ اور لوگ بیرون میں چٹھڑے باندھ باندھ کے سفر کرتے تھے لہذا اس کا ذات الرقاع نام رکھ دیا گیا۔

آپ کے نواسے عبد اللہ بن عثمان کا انتقال اسی سال جادی الاول میں آپ کے نواسے عبد اللہ بن عثمان بن عفان نے جو جناب رقیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے چھ سال کی عمر میں اپنے نانا اور باپ کو داغ دے کے عالم آخرت کا سفر کیا۔ کھیلے پھرتے تھے کہ اتفاقاً آٹھ مین مرغی نے چورخ مار دی ہل سی خیم سے اُس مصوم بچے نے جان دی۔ مگر اسی سال شہان کی ہانچ میں تاریخ حضرت سبط اصغر اور شہید کردہ جناب امام حسین

علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور اللہ نے دوسرا نواسہ عطا کر کے آپ کا غم غلا کر دیا۔
 ابوسفیان نے سرکہ اُحد کے خاتمے پر آپ سے اقرار کیا تھا کہ پارس سال ہم تین
 غزوہ بدر صغریٰ آپ میں پھر معرکہ آرائی ہوگی۔ اب اس کا وقت آگیا تھا۔ چنانچہ
 اسی سلسلہ ہجری کے ماہ شعبان میں آپ نے سفر جہاد کا سامان کروا عید اللہ
 بن رواحہ خیرجی کو اپنی جگہ مدینہ میں چھوڑا۔ اور خود اس شان سے روانہ ہوئے
 کہ ڈیڑھ ہزار نبرد آزما ہمراہ رکاب تھے۔ جن میں سے صرف دس صاحبزون کی ران
 کے نیچے گھوڑے تھے۔ علم اسلام حضرت علی مرتضیٰ کے کندھے پر تھا۔ ابوسفیان
 نے اُحد میں کامیابی کے جوش سے از خود رفتہ ہو کے وعدہ تو کر لیا تھا مگر اب
 پریشان تھا۔ اور کچھ بنائے نہ بنتی تھی۔ پہلی چالاک یہ کی کہ نعیم بن مسعود شہجی
 مسلمانوں کے ڈانے کی سسے کما میں تھیں دس اونٹ دون گا اگر مدینہ والوں کی
 کوشش ہمت پست کر دو اور ایسی کوشش کر دو کہ اس سال وہ
 لوگ میرے مقابلے کو نہ نکلیں۔ اونٹوں کے لالچ میں نعیم مدینہ میں آیا۔ اور
 اہل مکہ کی فوج کی ایسی کثرت بیان کی۔ اور تمام باتیں ایسی بڑھا بڑھا
 ابو بکر و عمر کی مستقل مزاجی کے ظاہر کیں کہ بہت سے مسلمانوں کے دل میں رعب
 بیٹھ گیا۔ اور یہ حالت ہو گئی کہ خود آنحضرت کو تردد تھا کہ دیکھئے یہ لوگ مقابلے
 کی جرات کرتے ہیں یا نہیں۔ یہ رنگ دیکھ کے ابو بکر و عمر نے نہایت زور و شور
 کے ساتھ کہا اُحد جل شانہ خود ہی اپنے دین کو غالب اور اپنے پیغمبر کو کامیاب
 کرے گا۔ ہم جب کہ اُن سے وعدہ کر چکے ہیں تو ضرور مقابلے کو نکلیں گے۔
 تاریخ الخمس جلد ۲۲ صفحہ ۵۵۵ ابن ہشام نے لکھا کہ اس سفر میں آپ نے عبد اللہ بن ابی منافق
 کے بیٹے عبد اللہ کو اپنا جانشین کیا تھا مگر در تمام مروضین جلد عبد بن رواحہ کا نام ہاتھ میں۔ اور غالباً یہی صحیح معلوم ہوتا ہے
 اس لیے کہ عبد اللہ بن ابی کے ایسے منافق کے بیٹے کو اپنا قائم مقام کرنا قیاس کے بھی خلاف معلوم ہوتا ہے۔

ورنہ وہ لوگ ہمیں بزدل خیال کریں گے۔" یہ سن کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو گئے اور فرمایا "چاہے ایک شخص بھی ساتھ نہ جائے مگر میں خدا کی قسم اُن کے مقابلے کو ضرور جاؤں گا۔" یہ فرما کے بے تکلف مدینے سے چل کھڑے ہوئے۔ اور بدر کے کنارے پہنچ کے فروکش ہو گئے۔

ابوسفیان اہل مکہ کو بلا کے | ابوسفیان کو نصیحت کی کارروائی پر بہت کچھ بھروسہ تھا
 میدان میں لاتا ہے | اہل مکہ سے کتا تم گھراؤ نہیں ہم ایک یاد و منزل جا کے

پلٹ آئیں گے۔ اگر محمدؐ کے ساتھیوں نے آنے کی جرأت نہ کی اور ڈر گئے تو ہمارا نام ہو جائے گا اور انہیں لوگوں کو الزام دے کے پلٹ آئیں گے اور اگر دیکھیں گے کہ وہ لڑنے کو تیار ہیں تو یہ کہہ دیں گے کہ یہ سال قحط کا ہے اس لیے ہم نہیں لڑ سکتے۔" الغرض اس طرح بچھا بچھا کے دھڑلے کی جمعیت اور پچاس سواروں کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوا۔ اور مرانظران کے پاس ایک گاؤں میں آ کے ٹھہرا۔ اور وہاں جب یہ خبر سنی کہ آنحضرت مدینے سے اور بے مقابلے کی جرأت یکے | روانہ ہو چکے تو یہی مشہور کر کے واپس گیا کہ قحط سالی واپس جاتا ہے

علیہ وآلہ وسلم آٹھ دن تک مشرکین کا انتظار کرتے رہے۔ اور جب اُن کی واپسی کا حال معلوم ہو گیا تو مدینے میں واپس چلے آئے۔ اس سفر میں اگرچہ جنگ پیکار کی نوبت نہیں آئی۔ مگر تمام قبائل عرب پر آپ کی قوت و سطوت کا اثر پڑ گیا۔ اور ہر طرف اسلام کی دھماک بٹھنے لگی۔ اس غزوہ کا نام چونکہ مقام بدر میں آپ نے قیام فرمایا تھا بدر اور بوجہ لڑائی نہ ہونے کے بدر ضعی رکھا گیا۔

اسی سال آپ نے جناب ام سلمہ اور زینب بنت جحش کو اپنے عقد نکاح حضرت ام سلمہ اور زینب بنت جحش میں لیا۔ اور ان دونوں خوش نصیب خاتونوں کو آپ کے عقد میں حاصل ہوئی۔ زینب بنت جحش کا عقد اس سے پیشتر آپ نے اپنے غلام زید بن حارثہ کے ساتھ کر دیا تھا۔ جنہیں آپ نے حسب رسم جاہلیت اپنا بیٹا بنایا تھا۔ زید بن حارثہ اور زینب بنت محمد کو وہ تنہیت تو نسوخت ہو گئی مگر اکثر لوگ زید کو زید بن جحش کا واقعہ محمد کہا کرتے تھے زید کے لیے جب آپ نے زینب کو پیام دیا تو وہ بھین کہ خود اپنے عقد میں لین گے لیکن جب معلوم ہوا کہ زید کے ساتھ نکاح ہو گا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ اس پر ایک آیت عتاب نازل ہوئی۔ اور انھیں راضی ہونا پڑا۔ نکاح تو ہو گیا مگر بھتی نہ تھی۔ اس لیے کہ زینب زید کی کچھ وقعت نہ سمجھتی تھیں۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید سے ملنے کو اُن کے گھر تشریف لے گئے۔ اتفاقاً ہوا سے پردہ اڑ گیا۔ اور زینب سامنے کسی قدر رہنے بیٹھی تھیں۔ چونکہ صاحب جمال تھیں آپ کو بھلی معلوم ہوئیں اور آپ کے دل میں ایک خیال پیدا ہو گیا۔ چند روز بعد زید باہمی نا اتفاقی کی شکایت لیے ہوئے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طلاق کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کیا ان کی نسبت تھیں کسی قسم کا شبہ ہو؟ عرض کیا خدا کی قسم نہیں۔ آنحضرت نے پھر پوچھا یا کہ اپنی بیوی کو نہ جدا کرو۔ اور اس مسئلے میں خدا سے ڈرو۔ مگر زید نے نہ مانا اور بیوی کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد آپ نے انھیں اپنے عقد نکاح میں لیا۔ اور وحی نازل ہوئی کہ خود خداوند جل و علانے آپ کا نکاح زینب کے ساتھ کر دیا۔ جس پر حضرت زینب ہمیشہ فخر کیا کرتی تھیں۔ متاخر میں اہل سیر بڑی کوششوں سے

ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دنیا میں آنحضرت کا نکاح حضرت زینبؓ کے ساتھ نہیں ہوا اور آپ نے صرف یہ کہہ کے کہ میرا تھا لا نکاح خدا نے پڑھا دیا ہے انھیں اپنی بیوی بنالیا۔ معترضین اور خاصۃً عیسائی پادریوں کو اس بے بنیاد بیان سے بہت کچھ ہنسی کا عقد صرف آسمان پر ہوا زمین پر ہی | چونکہ ہر اکاموقع مل گیا ہے۔ لیکن قدیم اور مستند کتب کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ اپنے جس طرح اور نکاح کیے زینبؓ کے ساتھ بھی کیا۔ اس میں اتنی فیضیت زیادہ تھی کہ اسد جل شانہ نے بھی تجدید نکاح کر دی۔ ابن ہشام جو اہل سیر میں سب سے زیادہ مستند ہے صاف لکھتا ہے کہ زینبؓ کے بھائی ابو احمد بن جحش نے انھیں آپ کے عقد میں دیا۔ چار سو درہم مقرر کیا۔ پھر دیگر روایات میں زمانہ عدت کے گزرنے کا بھی ذکر ہے۔ دعوت ولیمہ بھی ہوئی تھی اور معمولی ولیوں سے زیادہ دھوم دھام کے ساتھ ہوئی تھی۔ یہ باتیں دنیا میں نکاح نہ ہونے کی ہیں؟ تعجب ہے کہ لوگ مجروحہ و کرامت کے شوق میں ایک بڑا بھاری دھبہ رسول اللہ کے دامن پر لگاتے ہیں اور تبنہ نہیں ہوتے۔

۴۰۰ | ہمدانی کے بعد اس سال کوئی لڑائی نہیں پیش آئی۔ آپؐ مدینہ ہی میں فروکش رہے۔ اور ۴۰۱ء شروع ہوا۔ جس میں دو مہینے بعد ربیع الاول میں آپ کو خبر پہنچی کہ مقام دومتہ الجندل میں دمشق سے پانچ منزل اس طرف غزوہ دومتہ الجندل | اور مدینہ طیبہ سے پندرہ دن کے راستے پر ایک بڑا گروہ جمع ہوا ہے جس نے راستہ بند کر دیا ہے۔ ہر آنے جانے والے کو لوٹ لیتے ہیں۔ اور خاص مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ آپؐ نے قبل عین عرقہ غفاری کو اپنا نائب بنا کے مدینہ میں چھوڑا۔ اور خود ایک ہزار جان نثاروں کی فوج لے کے اس طرح روانہ ہوئے۔ کہ دن بھر چھپے رہتے اور راتوں کو چلتے۔ رہبر کے بتانے سے آپؐ نے اُن کے مویشیوں وغیرہ پر حملہ کیا۔ جن میں سے کچھ ہاتھ سے کل گئے اور کچھ قبضے میں آئے

اور وہ لوگ یہ خبر سُن کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپ خاص اُن کے مرکز میں جا کے فروکش ہوئے۔ ادھر اُدھر حملہ آور سی کے لیے مختلف جماعتیں روانہ کیں۔ الغرض اس سفر میں بھی بغیر کسی مزاحمت و نبرد آزمائی کے آپ کامیاب واپس آئے اور ۲۰ ربیع الآخر کو مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔

نقطہ میں آپ شریکین مکہ کی مدد کرتے ہیں

اب قحط نے مشرکین قریش کو بہت ہی زیادہ پریشان کر رکھا تھا۔ اور غرابے مکہ اپنی آسمانی آفت سے تباہ ہوئے جاتے تھے۔ اُن کی مصیبتیں سُن کے آپ کو ترس آگیا۔ اور محض ہمدردی کی غرض سے کچھ سونا اُن کے پاس بھیجا کہ اپنے کام میں لائیں۔ اور جان تک ہو سکے بھوک کی مصیبت سے بچیں۔

باب نوزدہم

غزوہ احزاب

غزوہ خندق یا احزاب۔ یہودی بدعہدی۔ وہ بت پرستی کو توحید سے اچھا مانتے ہیں۔ آپ کے مقابلے کے لیے قبائل عرب جمع ہوتے ہیں۔ اُن کی مجموعی تعداد۔ آپ کا زرد۔ کھائی یا خندق کھودنے کی جوہز۔ اُس کا اہتمام۔ سلمان فارسی کا شمار اہل بیت میں ہے۔ متاجر بن انصار کا جوش اطاعت۔ فتوحات اسلام کا پہلے سے نظر آجانا۔ دشمن مدینے کے گرد اترتے ہیں۔ لشکر اسلام کا مقابلہ کو ٹکنا۔ یہودی عہد شکنی۔ خورون اور یحییٰ کی مخالفت۔ ایک خود آپ پر حملہ آور ہونے والے کا انجام۔ جی غطفان سے صلح کی گئی۔ انصار اُسے نہیں منظور کرتے۔ نبوت نے اجتہاد کی کمان تک اجازت دی ہے۔ عمرو بن عبدود۔ حضرت علی کے ہاتھ سے اسکا مارا جانا۔ سعد بن معاذ کا زخمی ہونا۔ اُن کی دعا و آرزو۔ صفیہ بنت عبد المطلب کی

ہمدی۔ فتح کاسان۔ یحییٰ بن مسعود کی کارگذاری۔ دشمنوں میں بھڑک۔ غضب آسانی۔
 حذیفہ بن ایان دشمنوں کا حال دریافت کرنے کو جاتے ہیں دشمنوں کا بھاگنا۔ دشمنوں کا نقصان

غزوہ خندق یا احزاب | بدر صغریٰ میں تو مشرکین مکہ کو آپ سے مقابلہ کرنے کی جرأت

نہیں ہوئی تھی۔ مگر اُس کے آٹھ مہینے بعد اُن کی طرف سے ایک ایسا سخت حملہ ہوا کہ اگر

خداوند جل و علا اپنے رسول اور مسلمانوں کی مدد نہ کرتا تو شیعہ ہدایت کے گم ہو جانا

میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھ رہا تھا۔ اور اُس کی بنیاد ہوئی کہ اطراف مدینہ سے

یہودی نصیر ہلاوطن کیے گئے تو اُن میں سے سلام بن مشکم اور یحییٰ بن اخطاب

وغیرہ چند معرزا اور صاحب اثر یہودی جا کے خیبر میں مقیم ہوئے۔ اُن کے دلوں

میں آتش غنا و بھڑک رہی تھی۔ اور باوجودیکہ حضرت رسولؐ سے عہد و پیمان ہو چکا

تھا۔ اور مخالفت کی کوئی کارروائی کرنے کے مجاز نہ تھے۔ مگر چند ہی روز میں موقع

پاکے اہل مکہ کے پاس گئے۔ اور اُن کو اُبھارا کہ آؤ ہم تم مل کے اس نئے مدعی

نبوت کا خاتمہ کر دیں۔ اور دل میں ٹھان لیں کہ اس نئے دین کو بیخ و بنیا د سے

وہ بُت پرستی کو توحید سے | اکھاڑ کے پھینک دیں۔ اہل مکہ نے کہا اچھا پہلے یہ تو بتاؤ

اچھا بتاتے ہیں کہ ہمارا دین اچھا ہے یا محمد کا؟ اس کا فیصلہ تم ہی خوب کر سکتے

ہو۔ اس لیے کہ سب سے پرانی آسمانی کتاب تمہارے ہاتھ میں ہے۔ یہود نے کہا

تمہارا دین بہت اچھا ہے۔ مشرکین اس جواب سے خوش ہوئے۔ اور آنحضرتؐ

کے مقابلے میں پوری قوت سے ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا۔ ان لوگوں کو فساد پر

آمادہ کر کے یہ یہودی بنی غطفان کے پاس گئے۔ اُن سے بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

مقابلے میں مدد مانگی اور یہ کہہ کے اُن کا حوصلہ بڑھایا کہ قریش کہہ بھی ساتھ دینے کا

وعدہ کر چکے ہیں۔ اس کے ساتھ انھیں یہ لالچ بھی دلایا کہ اگر تم نے اس مہم میں

شرکت کی تو ہم خیبر کے کھجور کے باغوں کی ایک فصل تمہاری نذر کر دیں گے

الغرض ایسا بالغ ہنر دکھایا کہ وہ بھی آمادہ ہو گئے۔

یہ سب قول و اقرار ہونے کے بعد وقت معین کیا گیا۔ اور جب وہ وقت آ گیا تو تیرہ تین ہزار کی جماعت سے مکے سے نکلے جن کے ساتھ تین سو گھوڑے اور ڈیڑھ آپ کے مقابلے کیلئے قبائل ہزار اونٹ تھے۔ وارا اندوہ میں جھنڈا بنا کے عثمان بن ابی عرب جمع ہوتے ہیں

مر النہر آن تک پہنچے تھے کہ سفیان بن عبد شمس بنی سلیم کے سات سو جوانوں کو لیے ہوئے آ کے شریک ہو گیا۔ آگے بڑھے تو اور قبائل عرب آ آ کے ملنے لگے چنانچہ طلحہ بن خویلد آسدی بنی آسد کے ساتھ۔ عینہ بن حصن فراری بنی غطفان کے ساتھ۔ حارث بن عون مری بنی مرہ کے ساتھ۔ مسعود بن رخیلہ بنی اشجع کے ساتھ اور اسی طرح اور بہت سے قبائل عرب آ کے شریک ہو گئے۔ یہاں تک کہ پورے اُن کی مجموعی تعداد دس ہزار کا گروہ آپ کے مقابلے اور مدینے کے محاصرے کو روانہ ہوا۔ اس کے مقابلے آنحضرت کی قوت کی نسبت بعض تو کہتے ہیں کہ تین ہزار جوانوں کی تھی مگر صحیح یہ ہے کہ اُس وقت کل ایک ہزار جوان آپ کے علم اسلام کے نیچے جمع ہو سکتے تھے۔

آپ کا تردد و فتنوں کی اس تعداد کی طرف اور ان کے باہمی عہد و پیمان کی خبر سن کر آپ متروک ہو گئے۔ اور فکر مند تھے کہ اس سیلاب عظیم کو کیونکر روکیں۔ اتفاقاً انھیں دنوں سلمان فارسی آزادی پاک کے آپ کے پاس رہنے لگے تھے۔ ایمان تو پہلے ہی لاپکے تھے۔ مگر کسی شخص کے غلام تھے۔ اور دربار رسالت میں بار بار ہونے کا بہت کم موقع پاتے تھے اب آپ نے کوشش فرما کے انھیں آزاد لکھا یا خندق کھودنے کی تجویز کرا دیا تھا۔ اور اکثر آپ ہی کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ انھوں نے عرض کیا مالک بن عجم دستور ہے کہ زبردست حریف کے

روکنے کے لیے فوج کے سامنے بڑی سی کھائی کھدوا دیا کرتے ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس موقع پر اپنی فوج کی حفاظت کے لیے بھی ایسے خندق اُس کا اہتمام | کھدوا دیں۔ آپ نے اس راے کو پسند کیا۔ اور مدینے کے باہر ارض شام کی جانب مشرقی کونے سے لے کے مزب تک کھائی کھود دی جانے لگی۔ جس میں سب سے زیادہ محنت خود سلمان فارسی نے کی۔ آپ نے محنت کو یوں تقسیم کیا کہ دس آدمیوں کی جماعتیں قرار دیں۔ اور دس گروہ کا ٹکڑا ہر جماعت کے سپرد کیا یعنی ایک گروہی کھائی کھودنا ہر شخص کے ذمے تھا۔ سلمان کو سلمان فارسی کا شمار اہل بیت میں ہے | جفاکش اور غفٹی دیکھ کے انصار اپنے ساتھ لینا چاہتے تھے اور مہاجرین اپنے ساتھ۔ اس نزاع کا فیصلہ آپ نے یوں کر دیا کہ فرمایا سلمان ہسمین سے ہیں۔ اور اُن کا شمار اہل بیت میں ہے۔“

مہاجرین انصار کا جوش لطاعت | یہ مبارک محنت نہایت ہی دلچسپ تھی۔ انصار و مہاجرین

کو پیٹھ پر مٹی لاؤ لاد کے لے جاتے دیکھ کے آپ نے فرمایا

اللهم ان العیش عیش الاخرہ فاغفر للانصار والمہاجرہ

(خداوند اعلیٰ عیش عیش آخرت ہے لہذا انصار و مہاجرین کی مغفرت کر)

دونوں مستعد و جان نثار گروہوں نے جوش و خروش سے اس کا جواب دیا

نحن الذین بايعوا محمداً علی الجہاد ما بقینا ابدًا

(ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد (صلعم) کے ہاتھ پر زندگی بھر کے لیے جہاد کی بیعت کی ہے)

نعمات اسلام کا پیٹ سننے آجانا | کھودتے کھودتے ایک تپھر نکلا جو کسی کے کاٹے نہ کٹتا تھا آپ خبر سن کر

خود تشریف لائے اور اگرچہ بھوک سے یہ حالت تھی کہ پیٹ پر تین تپھر بندھے ہوئے تھے کدال ہاتھ میں

کھودنے لگے۔ کدال پٹتے ہی اُس تپھر سے ایک ایسی روشنی نمودار ہوئی

کہ مدینے کی پہاڑیاں پک اُٹھیں۔ اور اس میں آپ کو ارض شام کے

سُرخ محل نظر آئے۔ آپ نے نعرہ ادا کر بلند کر کے فرمایا خدا نے اس ملک کی فتح کی کجیاں پرے ہاتھ میں دیں۔ دوسری ضرب پر پھر وہی چک پیدا ہوئی اور اس میں آپ نے ملک فارس دولت کسروی کے محل اور مآکن کے قصر دیکھے۔ اور تکبیر کہہ کے فرمایا خدا نے مجھے ملک ایران بھی دیا۔ تیسری ضرب پر پھر وہی شعا میں چکیں اور ان میں آپ کو ملک یمن اور شہر صنعاء کے پھانک نظر آئے۔ اور آپ نے تکبیر کہہ کے فرمایا کہ خدا نے یہ ملک بھی مجھے دیا۔ ان باتوں کو سچہ حقیقت کیشون نے ذوق و شوق سے سنا اور خدا کے وعدہ کے منتظر ہو گئے مگر منافقوں نے تحقیر اُڑائی۔ اور طرح طرح کے طعن آمیز حاشیہ چڑھانے لگے کھائی کھڑ کے تیار ہو گئی۔ اور دشمنوں کا سیلاب عظیم سانسے سے نمودار دشمن مدینے کے گرد ہوا۔ جہرٹ اور غاؤہ جہان سب طرف کا پانی مل کے بہتا اترتے ہیں تھا قریش خیمہ زن ہوئے۔ دیگر قبائل نجد و غطفان کوہ احد کے پہلو میں اترے۔ آپ نے ابن ام مکتوم کو اپنی جگہ مدینے میں چھوڑا۔ پھر لشکر اسلام کا مقابلہ کو نکلتا مہاجرین کا علم زید بن حارثہ کے ہاتھ میں اور انصار کا علم سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں دے کے باہر نکلے۔ اور دشمن کے سامنے اس موضع سے اترے کہ کوہ سبغ آپ کی پشت پر تھا۔ اور وہ کھائی آپ کے اور مشرکین کے درمیان میں حامل تھی۔ ابھی تک آپ کو اطراف مدینہ کے یہود کی نسبت اطمینان تھا بلکہ انھوں نے بھی فساد شروع کیا بنی قریظہ کا سردار کعب بن اسد عہد شکنی کر نیچے خلاف تھا اور صاف کہتا تھا کہ جب محمد صلعم نے مجھ سے کوئی بد عہدی نہیں کی تو میں کیونکر یہود کی عہد شکنی عہد شکنی کروں؟ مگر جیحی بن اخطب نے زور ڈال کے اور اصرار کر کے اُسے مخالفت پر آمادہ کیا۔ اب اسی جیحی نے دشمنوں کو اس امر پر ابھارا کہ ایک ہزار قریش اور ایک ہزار بنی غطفان مل کے خاص دار النبوۃ

مدینہ پر حملہ کر دین مسلمانوں کو یہ حال معلوم ہوا تو گھبرا گئے۔ عورتوں اور بچوں میں سخت تشویش پیدا ہو گئی۔ بعض انصار نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اپنے گھروں کے بچانے کی فکر میں چلے گئے۔ لیکن ابھی تک یہود کے غدر کرنے کا آپ کو یقین نہ تھا۔ چنانچہ اس کی تحقیقات کے لیے زبیر بن عوام کو اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ سعد بن معاذ و سید بن جبادہ کو روانہ کیا۔ عورتوں اور بچوں کی مخالفت جنھوں نے واپس آ کے بتایا کہ واقعی یہود نے عہد و پیمان توڑ دیا۔ اور علانیہ دشمنی پر آمادہ ہیں۔ تب آپ نے سلمۃ ابن اسلم کو دوسو مسلمانوں کی جمیعت سے اور زید بن حارثہ کو تین سو جو افرادوں کے گروہ سے جدا جدا روانہ کیا کہ مدینے میں گرد آوری کرتے رہیں۔ اور اپنی قوت بھر مسلمانوں کے اہل و عیال کو حملہ آوروں سے بچائیں۔

اب محاصرہ پوری طرح شروع ہو چکا تھا۔ اور مسلمانوں کی حالت ایک خود آپ پر حملے اور ہونے والے کا انہام ہرزانے سے زیادہ اندیشہ ناک تھی کہ ناگہان عبداللہ بن مغیرہ مخزومی خود آنحضرتؐ کی جان لینے کے ارادے سے بڑھا۔ اور ہندق کے کنارے آ کے گھوڑے کو ایڑ ہٹائی کہ پھاند کے اس پار نکل آئے۔ لیکن بجائے اس پار آنے کے گھوڑا اُسے لے کے کھائی میں گرا اور ایسا بڑا گر کہ گرتے ہی مغیرہ کی روح پرواز کر گئی۔ مشرکین کو اپنے ایسے جلیل القدر شخص کی موت کا بڑا صدمہ ہوا۔ آپ کے پاس پیام بھیجا کہ دس ہزار درہم لے لیجئے۔ اور عین مغیرہ کی لاش لے لینے کی اجازت دیجئے آپ نے روپیہ لینا پسند نہیں فرمایا اور لو نہیں اٹھائے جانے کی اجازت دے دی۔

اب لڑائی کے رنگ دشمنوں کی یورش۔ یہودی دغا بازی۔ اور
 بنی غطفان سے صلح کی گفتگو | منافقین کی فتنہ پردازیوں نے آپ کو اس حد تک
 متروک کر دیا تھا کہ عینیہ بن حصن اور حارث بن عوف کے پاس جو بنی
 غطفان کے سردار تھے آپ نے پیام بھیجا اگر تم قریش مکہ کا ساتھ چھوڑ کے
 واپس چلے جاؤ تو ہم تمہیں مدینے کی پیداوار ایک سالہ کا ایک ثلث حصہ
 دے دیں گے۔ جس پر وہ فوراً راضی ہو گئے۔ مزید اطمینان کے لیے ایک
 اقرارنامہ بھی لکھا گیا۔ مگر ابھی دستخط نہیں ہونے پائے تھے کہ آپ نے انصار کے
 سرداروں سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سے بلا کے مشورہ کیا۔ انھوں نے
 انصار سے نہیں منظور کرتے | عرض کیا یا رسول اللہ اگر یہ امر آپ حکم ربانی سے اور وحی
 آسمانی کی پابندی میں کرتے ہیں تو ہمیں کوئی عذر نہیں۔ لیکن اگر اپنی دانش
 رائے سے کرتے ہیں تو ہم اس ذلت کو ہرگز گوارا نہیں کریں گے۔ کفر و بت پستی
 کے زمانے میں بغیر مولیٰ لیے یا ہمارے ہمارے ہوئے کبھی ان لوگوں کو روض
 شرب کا ایک خرما چھنا نہیں لیب ہوا۔ اور اب ایمان لانے اور سچے خدا پرست
 بننے کے بعد ہم انھیں خراج دین گے؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ اُن کے لیے ہمارے
 پاس سوا تلوار کے کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تم نہیں مانتے تو نہ سہی
 اور وہ اقرارنامہ سعد کے ہاتھ میں دے دیا۔ انھوں نے جو کچھ لکھا گیا
 تھا فوراً اٹھا دیا۔ اس طرح یہ اقرارنامہ غیر مکمل ہی فنا کر دیا گیا۔ اور ہمدردی
 معاہدے کی تکمیل نہیں ہوئے پائی تھی مشرکین نے الزام دیا کہ تم نے
 نے عذر کیا۔

اس واقعے سے یہ بڑا فتنی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے کہ ماسوا اُن

نبوت نے اجتہاد کی کمانٹک | امور کے جن کے وحی کے ذریعے سے ہم مکلف کیے گئے ہیں،
اجازت دی ہو | دیگر امور اور عام منہن عادیہ و معاملات دنیویہ میں اسلام
نے ہمیں کمانٹک آزادی دی ہو۔

عمر بن عبدود | اب دشمن لڑائی پر آمادہ ہوئے۔ عمرو بن عبدود جو یوم بدر میں
پھر کا کھاکے گیا تھا اور اسی زخم کی بدولت یوم احد میں شریک نہیں ہو سکا تھا ان
لوگوں میں سب کے آگے تھا۔ خندق کے کنارے پر آ کے ان لوگوں نے
کہا یہ تو روکنے کی نئی تدبیر کی گئی ہے جس سے اہل عرب بالکل نا آشنا ہیں۔ پھر
خندق کے کنارے کنارے چلے۔ اور ایک مقام پر جہان کھانی پتلی تھی ارادہ
کیا کہ گھوڑے پسند کے اس پار آجائیں۔ مگر درمیان ہی میں گرے۔ اور ادھر
چڑھ کے آنا چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ مع چند جان باذان اسلام کے روکنے کو بڑھے
حضرت علیؑ کے ہاتھ سے | عمرو بن عبدود جیسے ہی روکا گیا گھوڑا روک کے بولا میرے
مقابلے کو کون آئے گا؟ علیؑ رضی بڑھے اور بولے

”میں پھر اُس سے پوچھا اے عمرو تم نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر کوئی قریشی
شخص تم سے دونوں ہتھین کرے گا تو ان میں سے ایک کو تم ضرور منظور کرو گے“
عمرو بولا بے شک خدا سے میرا یہ عہد ہے۔ آپ نے فرمایا تو میں قریشی ہوں اور تمہیں
خدا اور رسول اور اسلام کی طرف ملتا ہوں۔ اس نے کہا نہیں مجھے اس کی ضرورت
نہیں۔ پھر بولا میں تمہیں قتل کرنا بھی نہیں چاہتا کسی اور کو بھیجو۔ حضرت علیؑ نے کہا
اور میں خدا کی قسم تمہیں قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔ اس پر وہ جوش میں آ کے گھوڑے
سے اتر پڑا۔ اور دونوں نبرد آزما لڑائی میں مصروف ہوئے۔ اور تھوڑی ہی دیر
میں حضرت علیؑ نے اُسے مار کے گھٹا دیا۔ اُس کے گرتے ہی سب ہمسرا ہی
بدحواس بھاگے۔ زبیر بن عوام نے تعاقب کیا۔ اور نوفل بن عبدالمطلب

سہرہ بھاگنے میں زبیری کی تلوار اس زور سے پڑی کہ چوتروں تک کاٹ گئی۔ اور دو ٹکڑے ہو کے ادھر اُدھر بھولتی پڑا۔

یہ محاصرہ کچھ اوپر نہیں دن تک برابر جاری رہا۔ اور بحسنہ شیر افغانی کے اور کسی قسم کی لڑائی کی بہت ہی کم نوبت آئی۔ ایک تیر سعد بن معاذ کی رگ اکھل پڑا جس زخم سے کوئی جان بر نہیں ہو سکتا۔ سعد نے زخمی ہوتے ہی دعا کی کہ "اے اللہ! اگر قریش کی لڑائی کچھ باقی ہو تو مجھے اس کے لیے زندہ رکھ۔ اس لیے اُن کی دعا و آرزو" کہ جن لوگوں نے تیرے رسول کو اذیت دی ہو اُن سے لڑنے کا

مجھ سے زیادہ شائق کوئی نہ ہوگا۔ لیکن اگر ان لڑائیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہو تو خداوند ایسی زخم میرے لیے باعث شہادت ہو اور خداوند اجب تک بنی قرینہ سے انتقام لے کے میری آنکھیں نہ ٹھنڈی ہو لیں اُس وقت تک مجھے زندہ رکھ" کہتے ہیں کہ یہ دعا مانگتے ہی سعد کے زخم سے خون بننا موقوف ہو گیا۔

صفیہ بنت عبدالمطلب کی بادی | اس عمر کے میں آپ کی پھوپھی جناب صفیہ بنت عبدالمطلب سے ایک موقع پر ایسی غیر معمولی جوان مردی ظاہر ہوئی کہ موجب حیرت ہو۔ وہ اس لڑائی کے موقع پر حسان بن ثابت کی گودھی میں تھیں جس میں حفاظت کے لیے اور بھی چند مسلمان عورتیں اور بچے رکھ دیے تھے۔ حسان بن ثابت بھی یہیں عورتوں اور بچوں میں تھے۔ اور یہ سُن کے لوگوں کو تعجب ہوگا کہ حسان کا سا شاعر جھون نے اکثر جوان مردان صحابہ کے کارنامے اپنے پر زور کلام کے ذریعے سے نظم کر کے تمام قبائل عرب میں مشہور کر دیے تھے نہایت ہی بزدل واقع ہوئے تھے۔ اتفاقاً ایک یہودی اس گڑھی کے

گرد چکر لگانے لگا۔ جناب صفیہؓ نے اُسے دیکھ کے حسانؓ سے کہا ”دیکھو یہ یہودی کہیں اوپر نہ چڑھ آئے رسول اللہ صلعم لڑائی میں مشغول ہیں۔ ہماری مدد نہیں کر سکتے۔ بہتر ہوگا کہ تم جاکے اُسے قتل کر ڈالو“ حسانؓ نے کہا ”یہودی تمہیں معلوم ہے کہ میں اس کام کا آدمی نہیں ہوں“ جناب صفیہؓ کو جب حسانؓ کی طرف سے مایوسی ہوئی تو ایک گرز اٹھالیا۔ اور قلعے سے اتر کے اُس یہودی پر حملہ آور ہوئیں۔ اُسے مار کے گرایا۔ اور واپس چلی آئیں اور آتے ہی حسانؓ سے کہا ”تو میں نے اُسے قتل تو کر ڈالا مگر کپڑے جا کے تم اُتار لاؤ میں عورت ذات ہوں مرد کے کپڑے اُتارتے مجھے شرم آتی ہے“ حسانؓ نے کہا ”مجھ سے یہ بھی نہ ہوگا۔ میں اُس کے کپڑوں سے باز آیا“

خدا مسلمانوں کے صبر و شکر کا پورا امتحان لے چکا تھا۔ اب اپنے پیغمبرؐ کی فحش کا سامان | مدد پر آمادہ ہوا جس کا ظہور ایک عجیب وضع سے ہوا۔ نعیم بن مسعود بنی غطفان کے ایک بہت معزز اور نامی گرامی شخص تھے اپنی قوم والوں اور تمام دشمنوں سے چھپکے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کے ایان لائے۔ اور عرض کیا ”جس طرح سے ارشاد ہو آپ کی مدد کرنے کو حاضر ہوں۔ اور ابھی تک کسی کو میرے مسلمان ہونے کی خبر نہیں ہے“ آپ نے فرمایا ”کیلئے تمہارے ایک کے آجانے سے ہمیں کیا مدد مل سکتی ہے۔ لیکن ہاں جس طرح بنے اس آفت کو دور کرو۔ اور یاد رکھو کہ لڑائی مکر و فریب کا نعیم بن مسعود کی کارگذاری | نام ہے“ نعیم یہ سُن کے واپس گئے اور بنی قریظہ میں پہنچے۔ جن سے بڑی دوستی تھی۔ پہلے اُن پر اپنا غلو ص ظاہر کیا۔ پھر کس بنی غطفان و قریش کی حالت اپنی سی نہ سمجھو۔ تمہیں یہاں رہنا سہنا ہے۔ یہودی

بچے سب یہیں ہیں۔ اور ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ مقابلے کو آئے ہیں غالب آئے تو مال غنیمت پاؤں گے۔ اور مغلوب ہوئے تو بھاگ کے پسپا گھردن اور شہروں میں ہو رہیں گے۔ یہ خلاف اس کے تھا را اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہر وقت کا ساتھ ہے۔ اور پھر تم اکیلے محمد سے مقابلہ نہیں کر سکتے لہذا اگر عہد و پیمان توڑا تو اپنا اطمینان کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ کل تم بیٹھ کئے پھٹاؤ اور کچھ بنائے نہ بنے۔“ سب نے کہا بے شک تم سچ کہتے ہو۔ لیکن جو کچھ ہونا تھا ہو چکا اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟“ جواب دیا تمہارے لیے مصلحت یہ ہے کہ قریش بنی غطفان سے کہلا بھیجو کہ اپنے چند معزز رؤسا و شرفاء کو تمہارے پاس بطور کفالت کے بھیج دیں۔ تاکہ تمہیں اطمینان رہے۔ کہ آخر تک تمہارا ساتھ دین گے مگر دیکھو ان پر نہ ظاہر ہو کہ کہیں نے یہ راے دی ہے۔ یہ بات بنی قریظہ کے دل میں جم گئی۔ اور انھوں نے ٹھان لی کہ جب تک کفیل نہ لے لیں گے لڑائی کا ارادہ نہ کریں گے۔

بنی قریظہ کو سمجھا بچھا کے نعیم نے قریش کے لشکر گاہ کا راستہ لیا۔ اور ابوسفیان وغیرہ سے مل کے کما میری خیر اندیشی و ہمدردی کا حال تمہیں معلوم ہے۔ ایک ایسی بات مجھے معلوم ہوئی ہے کہ جب تک تم پر ظاہر نہ کر دوں حق دوستی نہ ادا ہوگا۔ لیکن مخفی رکھنے کا وعدہ کرو۔“ سب نے وعدہ کیا کہ ہرگز نہ ظاہر کریں گے۔ تب کہا سنو یہود مسلمانوں کی مخالفت کر کے اب پھٹاتے ہیں چنانچہ انھوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم اپنے فعل پر نادم ہیں۔ اور گزشتہ بد عہدی کے معاوضے میں اگر آپ پسند کریں تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہم قریش و غطفان کے چند نامی معزز شرفاء آپ کے پاس بھیج دیں اور آپ انہیں قتل کر ڈالیں۔ پھر ہم آپ کے

ان دونوں گروہوں پر حملہ کریں اور دم بھر میں سب کو تباہ کر دیں۔ محمدؐ نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور دونوں میں یہ باہمی قرار دیا دیکھ گئی ہو۔ پھر اس کے بعد نعیم نے اپنے قبیلے والوں سے بھی وہی بیان کیا جو قریش سے کہا تھا۔ اور خاموش ہو رہے۔

دشمنوں میں پھوٹ | اس کے بعد ہفتے کی شب کو سرداران قریش و بنی غطفان یہودیہ بنی قریظہ کے پاس گئے۔ اور کہا اب زیادہ انتظار نہیں ہو سکتا تمہاری سرزمین زیادہ قیام کی تحمل نہیں ہو سکتی۔ اور لشکر میں قحط پڑا جاتا ہو۔ لہذا چلو کل ہم تم سب نکل کے مقابلہ کریں۔ اور کل ہی کی یورش میں ان سے نہ ہب والوں کو پامال کر دیں۔ بنی قریظہ نے کہا اول تو کل ہفتہ ہو جس دن ہمیں کوئی کام کرنا جائز ہی نہیں۔ دوسرے اب ہم تو جب لڑیں گے جب تم دونوں گروہ اپنے چند شرفا کو ہارے پاس بطور کفالت کے چھوڑ دو تم شکست کھا کے بھاگ گئے اور محمدؐ کے لوگوں نے ہم پر حملہ کر دیا تو اس وقت ہم کیا کریں گے؟ یہ جواب پاتے ہی تمام مشرکین کو یقین ہو گیا کہ نعیم کا کہنا بالکل صحیح تھا۔ اس وقت تو قریش چپکے واپس چلے آئے مگر تھوڑی دیر کے بعد کہلا بھیجا ہم تمہارے پاس کوئی کفیل نہیں بھیج سکتے۔ مسلمانوں سے لڑنا ہو تو یونہی لڑو۔ بنی قریظہ نے اس کا سختی سے جواب دیا کہ جب تک تم کفیل نہ دو گے ہم ہرگز نہ لڑیں گے۔

غضب آسانی | ایک طرف تو دشمنوں میں یوں پھوٹ پڑ گئی دوسری طرف یہ غضب آسانی نازل ہوا کہ جاڑوں کا موسم تھا ایک سخت آندھی آئی۔ اور ہوا چلنا شروع ہوئی جو ٹھنڈی اس قدر تھی کہ ہاتھ پاؤں ٹھہرے جاتے تھے۔ اور تیز ایسی کہ نیچے ڈیرے اور برتن چوٹے سب اُلٹے جاتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دشمنوں میں تفرقہ پڑنے کا حال معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا جو کوئی اس وقت جا کے دشمنوں کی خبر لے آئے اس کے لیے مین دعا کروں گا کہ جنت میں میرا رفیق ہو، مگر آئندہ ہی ایسی چل رہی تھی اس قیامت کی سروی تھی اور سلطان اس قدر بھوکے ہو رہے تھے کہ باوجود ایسے وعدے کے حذیفہ بن الیمان دشمنوں کا حال دریافت کرنے کو جاتے ہیں

کسی کو حامی بھرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ تب آپ نے اشارہ کر کے حذیفہ بن الیمان کو بلایا۔ بیچارے نفس پر جبر کر کے قریب گئے۔ آپ نے حکم دیا کہ تم جا کے دیکھو یہ لوگ کیا کر رہے ہیں مگر خبردار کسی سے بات نہ کرنا، حذیفہ حکم رسالت پاتے ہی روانہ ہوئے۔ دشمنوں کے لشکر میں داخل ہوئے۔ دیکھا تو آندہ ہی ہر چیز کو اُلے ڈیتی تھی۔ آگ سب طرف بجھ گئی تھی۔ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اور تمام لوگ ایک عجیب اضطراب میں تھے اس حالت سے گھبرا کے ابوسفیان نے کہا اُمّو اہل قریش ہر شخص غور کر لے کہ اُس کے پاس کون بیٹھا ہوا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ دشمنوں کا کوئی آدمی گھس آیا ہو۔ یہ سنتے ہی حذیفہ نے اپنے پاس والے ایک شخص کا ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا تم کون ہو؟ اس نے ایک نام بتا دیا۔ ابوسفیان اپنے نزدیک مطمئن ہو کے بولا دشمنوں کا بھاگنا ہم ایسے مقام میں ہیں کہ گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ نبی قریب خلاف ہو گئے۔ اور ہوا کی یہ حالت ہو کہ نہ چوٹے پر قبیل ٹھہر سکتی ہو۔ نہ آگ روشن کر سکتے ہیں۔ اور نہ نیچے کھڑے رہتے ہیں لہذا میں تو جاتا ہوں اور تم بھی چلو۔ یہ کہہ کے اپنے اونٹ پر سوار ہو کے اُسے مارنے لگا۔ بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ اونٹ کھولنا بھول گیا تھا۔ حذیفہ کہتے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ کر دیا ہوتا تو اس وقت بہت آسانی سے ممکن تھا کہ میں اُسے قتل کر ڈالتا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوتی۔ یہ

حالت دیکھ کے حذیفہ واپس آئے۔ اور آنحضرتؐ سے ساری گزشتہ بیان کی القرض اس طرح سخت ناکامی کے ساتھ قریش بھاگے۔ اُن کے بھاگنے کی خبر سن کے نبی غطفان نے بھی اپنی مرزبین کا راستہ لیا۔ اور میدان صاف ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اکثر ارشاد فرماتے تھے کہ نصرت بالصبا یعنی باد صبا نے میری مدد کی یہ یہ اسی آمدھی کی طرف اشارہ ہے جس نے غزوہ خندق میں میدان کو دشمنوں سے خالی کر لیا تھا۔ اس غزوے میں مشرکین کی طرف سے صرف چھ آدمی مارے گئے دشمنوں کا نقصان اس لڑائی کو مسلمان و نامون سے یاد کرتے تھے۔ غزوہ خندق اور غزوہ احزاب۔ پہلا نام اس لیے کہ آنحضرتؐ نے اپنی فوج کی حفاظت کے لیے کھائی کھدوائی تھی۔ اور احزاب اس لیے کہ بہت سے قبائل اور عربی گروہوں کا آپ پر زغ تھا۔

باب بستم

غزوہ بنی قریظہ و دیگر واقعات

غزوہ بنی قریظہ۔ یہود بنی قریظہ کا معاشرہ۔ اُن کا سردار اُن کو مسلمان کرنا چاہتا ہے مگر وہ نہیں مانتے۔ ابو لہاب آپ کے وکیل بن کے قلعے میں جاتے ہیں۔ اور اُن کی ہمدردی میں اپنے فرض کو بھول جاتے ہیں۔ اُن کی ندامت اور توبہ جی قریظہ ہتھیار رکھتے ہیں۔ اُن کی نسبت سعد بن معاذ کا فیصلہ۔ اُن کا قتل اُن میں سے جو لوگ زندہ بچے۔ آل غنیمت کی تقسیم۔ ریحانہ بنت عمر آپ کی حرم محترم۔ اُن کا ایمان لانا۔ آپ کا گھوڑے سے گرنا۔ آپ خود مشرکین کو کئے سے بھاگنے کی فکر ہے۔ سرے محمد بن مسلمہ۔ قمار بن اثال۔ اُن کا ایمان لانا

سریہ عکاشہ بن محسن - سریہ محمد بن مسلمہ - اور انکی تباہی سریہ ابو عبیدہ - غزوہ بنی لحيان
 سریہ زید بن حارثہ بجانب عيص - سریہ زید بن حارثہ بمقابلہ بنی ثعلبہ - سریہ زید بن
 حارثہ بمقابلہ بنی جذام - جناب رسالت کی انصاف پسندی - سریہ زید بن حارثہ
 بجانب وادی القری - سریہ عبدالرحمن بن عوف - سریہ علی ابن ابی طالب

غزوہ بنی قریظہ | غزوہ خندق سے واپس جا کے آپ ابھی مدینے میں اطمینان سے
 بیٹھنے بھی نہیں پائے تھے کہ جبریل آئے اور آپ کو نبی قریظہ پر حملہ کرنے کا حکم
 سنایا۔ بنی قریظہ نے باوجود مضبوط عہد و پیمان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ساتھ جیسی شرمناک و غابازی کی تھی اور جیسے نازک موقع پر مسلمانوں کے تباہ کرنے
 پر آمادہ ہو گئے تھے اُس کے لیے ضرورت تھی کہ مدینے کے اطراف و حوالی جس قدر
 جلد ہو سکے ایسے دغا باز مفسدون اور بے حیئت فتنہ پردازوں سے خالی
 یہودی بنی قریظہ کا محاصرہ | کرا لیے جائیں۔ اس وقت نذر کا وقت تھا۔ حکم خداوندی پاتے ہی
 آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور حکم دے دیا کہ سب لوگ بنی قریظہ کے قلعے کے نیچے
 پہونچ کے نماز عصر ادا کریں۔ ابن ام مکتوم مدینے میں آپ کے جانشین ہوئے
 اور حضرت علی مرتضیٰ علم اسلام لے کے بنی قریظہ کی طرف بڑھے۔ صحابہ
 کے تابع فرمان ہونے کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو گا کہ بہت سے لوگ
 جنہیں روانگی اور سامان جنگ فراہم کرنے میں دیر ہو گئی وہ اگرچہ عشاء کے
 وقت سے بھی کچھ زیادہ دیر کر کے پہونچے مگر عصر کی ناز و بین پہونچنے کے اور آدھی
 رات کو ادا کی۔ اور آپ نے اس کو جائز رکھا۔

بہر تقدیر جس روز آپ غزوہ خندق کی فکروں سے نجات پانے کے مدینے میں
 تشریف لائے ہیں اُسی روز سے بنی قریظہ کے قلعے کا محاصرہ شروع ہوا۔ برابر

پچیس دن تک صحابہ گھیرے پڑے رہے۔ اور یہود کے دل میں آپ کی
ہمیت بیٹھ گئی۔ اُن کے سردار کعب بن اسد نے جب یہ حالت دیکھی اور یقین
اُن کا سردار اُن کو مسلمان کرنا چاہتا ہو | ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے فتح کیسے
واپس نہ جائیں گے تو اپنے ہم قوم اور ہم مذہب
گمراہ نہیں مانتے

لوگوں کو بلا کے کہا جو مصیبت سر ہنازل ہو گئی ہو اُس کو تم دیکھ رہے ہو۔ اب
میرے نزدیک تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لو۔ پہلی اور سب سے بہتر تو یہی
صورت ہو کہ محمدؐ پر ایمان لے آؤ۔ دل میں انھیں بغیر جانتے ہی ہوزبان سے بھی
اقرار کر لو۔ یہ نہیں ہو سکتا تو اپنے بال بچوں اور عورتوں وغیرہ کو قتل کر ڈالو پھر
نکل کے حملہ کرو۔ یا تو ان لوگوں پر غالب ہی آجائیں گے یا خود اڑتے لڑتے ماریں گے
اور اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو یہ کرو کہ آج چھتے کی رات ہو۔ وہ لوگ مطمئن ہونگے
کہ آج ہم مقابلہ نہ کریں گے۔ ایسی حالت میں یکایک اُن پر ٹوٹ پڑو۔ کیا عجب کہ
خدا کا یہاں کر دے؟ یہود نے ان تینوں باتوں سے انکار کیا۔ دین کے متعلق کہا کہ
تورہ کو چھوڑ کے ہم اور کسی کتاب پر ایمان نہیں لاسکتے، عورتوں اور بچوں کے
قتل کی نسبت کہا پھر ان سب کی جان لینے کے بعد زندگی کا کیا لطف باقی رہ
جائیگا۔ اور آخری امر کے بارے میں بھی یہی کہا کہ ہم اپنے اصول دین کے
خلاف بہت کے دن حملہ نہیں کر سکتے۔

آخر تنگ آ کے آپ کے پاس پیام بھیجا کہ ابولہبہ بن منذر کو جو قبیلہ اوس
ابولہبہ آپ کے دکیل بن کے | سے ہیں اور ہمارے حلیف ہیں بھیج دیجئے۔ یہیں جو کچھ کہنا ہو
قلعے میں جاتے ہیں | اُن سے کہہ دیں گے۔ آپ کے حکم سے ابولہبہ گئے تو انکی
صورت دیکھتے ہی تمام لوگوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ عورتیں اولہ

بچے گرد و کھڑے ہو کے رونے لگے۔ اور سب نے پوچھا تمہاری رائے ہو کہ محمد کے حکم کے مطابق قلعے سے اتر آئیں اور پھانک کھول دیں؟ ابولہبہ نے زبان اور ان کی ہمدردی میں اپنے فرس کو سے تو کہا کہ ہاں اتر آؤ، مگر گلے پر ہاتھ رکھ کے یہ بھی مہول جاتے ہیں اشارہ کر دیا کہ قتل ہو گئے یہ کہہ کے واپس آئے۔

اُن کی ندامت اور توبہ راستے میں خیال آیا کہ میں گناہگار ہوں۔ اس لیے کہ پیغمبر علیہ السلام کے خلاف اُن لوگوں کو قتل کی دھمکی دے دی بس پھر کیا تھا ندامت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بجائے اس کے کہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوں منہ کے بل چلتے ہوئے مسجد نبوی میں آئے۔ ایک ستون سے آپ کو باندھ دیا قبول تو بہ کے منظر ہوئے اور عہد کیا کہ پھر کبھی بنی قریظہ کی زمین پر نہ جاؤں گا جہاں خدا اور رسول کی نیابت کا مرتکب و مجرم ہوا ہوں آنحضرت کو خبر ہوئی تو فرمایا اگر سیدھے میرے پاس چلے آتے تو میں اُن کو معاف کر دیتا۔ لیکن اب وہ مسجد کے ستون میں آپ کو باندھ رکھا تو جب تک خدا ہی نہ معاف کر دے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ چہرہ دن تک یوں نہیں ستون میں بندھے رہے تھے اور صرغ ناز کے وقت کھوئے جاتے تھے کہ خدا نے خاص وحی ربانی اور آیت قرآنی کے ذریعے سے اُن کی خطامعاف کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لے جا کے خود اپنے ہاتھ سے کھولا۔ اور مبارکباد دی۔

بنو قریظہ آخر ذی قعدہ میں مجبور ہو کے بغیر کسی شرط کے آپ کے حکم کے ہو جب بنی قریظہ ہتھیار رکھتے ہیں قلعے سے اتر آئے۔ قبیلہ اوس والوں نے حاضر ہو کے ذنوع کی کہ خزرجوں کی خواہش کے مطابق جو سلوک اُن کے حلیفون یعنی بنی نضیر کے ساتھ کیا گیا تھا وہی سلوک ہماری خواہش کے مطابق بنی قریظہ کے ساتھ کیا جائے کیونکہ یہ ہمارے حلیف ہیں۔ جس کا حاصل یہ تھا کہ ہماری سفارش سے ان لوگوں کی جان بخشی کی جائے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ اس بات پر راضی ہو کہ تمہارے

سرواری اس بلعہ معاملے میں حکم قرار دے دیے جائیں؟، تمام بنی اوس فوراً راضی ہو گئے اور آپ نے اُن کے سرگروہ سعد بن معاذ کو بلوایا۔ جو خندق کے سرے کے مین ایک تیر سے زخمی ہو چکے تھے۔ آپ نے انہیں خاص مسجد نبوی میں ایک خیمے میں ٹھہرایا تھا تاکہ جلدی جلدی اور جب چاہیں عیادت کو تشریف لے جائیں وہ ایک گدھے پر سوار ہو کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس لیے کہ ابھی تک آپ بنی قریظہ کے قلعے کے گرد تھے جب سعد بن معاذ آ کے پوچھے تو آپ نے فرمایا اُن کی نسبت سعد بن معاذ کا فیصلہ اپنے سروار کی تعظیم کے لیے اُنھوں نے بنی اوس نے کہا ”سعد تمہیں رسول اللہ نے اپنے دوستوں اور حلیفوں کے بارے میں حکم قرار دیا ہو“ سعد نے کہا تو عہد کرو کہ میرے فیصلے پر تم سب لوگ راضی ہو“ سب نے عہد کیا۔ تب سعد نے یہ فیصلہ کیا کہ ”ان لوگوں کے مرد قتل کیے جائیں۔ اُن کی عورتیں اور بچے لونڈی غلام بنیں۔ اور مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے“ سب لوگ خاموش ہو گئے۔ اور آپ نے فرمایا سعد نے وہی فیصلہ کیا جو خدا کی مرضی کے موافق تھا۔ اس فیصلے کے ساتھ ہی سعد بن معاذ کا عہد خدانے پورا کر دیا۔ فوراً زخم سے خون جاری ہو گیا۔ اور انھوں نے شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔ چنانچہ وہ شہدائے یوم خندق میں شمار کیے گئے ہیں۔

اس فیصلے کے بعد یہ سب لوگ حارث کی بیٹی کے مکان میں جو بنی حجاز میں اُن کا قتل سے تھے قید کیے گئے۔ دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعد کے فیصلے کی تعمیل کے لیے مدینے کے بازار میں تشریف لے گئے۔ وہاں گرٹھے کھودے گئے۔ اور انھیں مین چھ سات سو بنی قریظہ کی گردنیں ماری گئیں۔ جن کے ساتھ جی بن اخطب اور کعب بن اسد وغیرہ اشرار یہود کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اُن کے ساتھ ازخدا

نبت عارضہ نام ایک یہودیہ عورت بھی قتل کی گئی۔ اس لیے کہ اُس نے خلاۃ بن سوید نام ایک صحابی کو اوپر سے چلی کا پاٹ پھینک کے شہید کیا تھا۔ جناب عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں کہ اُس عورت نے بہت ہی جرات کے ساتھ جان دی۔ اور مرتے وقت تک نہس نہس کے اور تھکے لگا لگا کے باتیں کر رہی تھی۔

بن مین سے جو لوگ زندہ بچے | بنی قریظہ مین سے زبیر بن باطا اس کی اولاد اور اُس کے مال کے چھوڑ دینے کے لیے ثابت بن قیس نے سفارش کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کی۔ مگر خود زبیر نہ کورنے کہا کہ میں اپنے دوستوں اور ہم قوموں کے بعد زندگی نہیں چاہتا۔ لہذا وہ قتل گاہ میں خود ہی گیا۔ اور اپنی خواہش سے مار گیا۔ مگر اُس کے بیٹے بچ گئے۔ جن مین سے عبد الرحمن بن زبیر کا شمار صحابیوں میں ہے۔ اسی طرح زفاحہ بن ثموال قرظی کو منذر نبت قیس غاریہ کی سفارش سے بھات ملی۔ انھوں نے بھی آزادی کے بعد ایمان قبول کیا۔ اور گروہ صحابہ میں شامل ہو گئے۔

ان لوگوں کے قتل ہو چکنے کے بعد مال غنیمت یوں تقسیم ہوا کہ سوار کو تین مال غنیمت کی تقسیم | تین حصے دیے گئے۔ اور پیدل کو ایک ایک حصہ بنی قریظہ کا محاصرہ کرنے والوں میں کل چھتیس سوار تھے۔ جنھوں نے تین تین حصے پائے۔ ریحانہ نبت مرآپ کی حم حمزم | لونڈیوں میں سے ریحانہ نبت عمر بن خنافہ خود حضرت سرور کائنات کے حصے میں آئیں۔ آپ نے چاہا کہ انھیں آزاد کر کے اپنے عقد نکاح میں لے لیں۔ لیکن ریحانہ نے ناپسند کیا۔ اور کہا میں بجائے بیوی بننے کے آپ کی لونڈی رہنے کو پسند کرتی ہوں۔ اس موقع پر اُن کے مسلمان بنانے کی بھی کوشش کی گئی جس سے انھوں نے انکار کیا۔ اور کسا میں

یہودوں ہی رہوں گی۔ مگر آپ چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمان ہو جائیں۔ آخر اُن کا ایمان لانا | خدا نے آپ کی یہ آرزو پوری کی۔ چند روز بعد ایک دن آپ صحابہ کے مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے کہ پیچھے کی طرف سے جوتیوں کی چاپ معلوم ہوئی۔ آپ نے غصہ بھری نمانی کی شان سے خوش ہو کر فرمایا ثعلبہ بن سعید مجھے ریحانہ کے ایمان لانے کی خوش خبری دینے آتے ہیں۔ ”لوگوں نے دیکھا تو حقیقت میں یہ ثعلبہ ہی تھے اور یہی بشارت لے کے آئے تھے۔ ریحانہ اس کے بعد آپ کے آخر عمر تک آپ ہی کی خدمت میں رہیں

آپ کا گھوڑے سے گزرا | محاصرہ نبی قریظہ کے بعد اس سال اور کوئی اہم واقعہ نہیں پیش آیا بجز اس کے کہ ذوالحجہ کے مہینے میں اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ اس سے پیشتر ربیع الاول کے مہینے میں آپ گھوڑے سے گر پڑے جس سے پنڈلی پھل گئی۔ اور داہنی ران زخمی ہو گئی۔ جس کی تکلیف سے آپ پانچ روز تک گھر کے اندر ہی رہے۔ اور بیٹھ کے نماز ادا کی۔

اب شوکت اسلام کی آواز تمام قبائل عرب میں گونجنے لگی تھی۔ غزوہ خندق نے مشرکین مکہ کے حوصلے پست کر دیے تھے اور اُن کے دلوں میں اسلام کی ہیبت اس قدر بیٹھ گئی تھی کہ بعض معزز درجے کے قریش کے کو پھوڑ کے اب خود مشرکین کو کے سے | کوئی اور امن ڈھونڈھنے لگے تھے۔ چنانچہ عمر و بن العاص۔ جو بنی امیہ میں نہایت ہی صاحب اثر تھے خانہ کعبہ کو پھوڑ کے ارض جنتہ میں چلے گئے۔ اور جس دامن میں کبھی انھیں کے ہاتھ سے مطلوبوں نے پناہ لی تھی اُسی دامن کے نیچے اب خود پناہ ڈھونڈھنے کو گئے ہیں۔ اور حوالی مدینہ میں یہود کا بھی قریب قریب خاتمہ ہو گیا تھا جو دشمنوں کو ابھار اُبھار کے لایا اور

لوایا کرتے تھے۔ ایسی حالت میں ضرورت تھی کہ تمام قبائل عرب جس قدر جلد ممکن ہو دین الہی اور خالص توحید کے پابند بنائے جائیں اور جزیرہ نمائے عرب میں جس طرح ایک مذہب قائم ہو اسی طرح ایک نئی زبردست سلطنت کی بھی بنیاد ڈالی جائے اسی خیال سے اس سال میں آپ نے مختلف اطراف میں بہت سے سرے روانہ کیے۔

سرینہ عین سلمہ | محرم کے دس ہی دن گزرے تھے کہ آپ نے محمد بن مسلمہ کو تیس سواروں کے ساتھ قرطانا نام ایک چھوٹے قبیلہ بنی بکر کے مقابلے کو روانہ کیا۔ ضریہ نام ایک مقام مکہ معظمہ اور بصرے کے درمیان میں مکہ سے سات منزل پر واقع تھا۔ وہیں قبیلہ قرطاکہ کے لوگ رہا کرتے تھے۔ محمد بن مسلمہ دن کو چھپتے اور راتوں کو کوچ کرتے ہوئے گئے۔ اور ناگہان اُن پر جا پڑے حملے کے ساتھ ہی وہ لوگ مال و اسباب چھوڑ کے بھاگ گئے۔ پچاس اونٹ اور تین ہزار کبریائیں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں جنہیں نے کے محمد بن مسلمہ روانگی کے انیسویں دن ۲۹ محرم کو مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ اور پانچواں حصہ خزانہ نبوت میں داخل کر کے باقی مال غنیمت اپنے اور ہراجیان میں تقسیم کر لیا۔

ثمامہ بن اثال | اس چھوٹے معرکے میں محمد بن مسلمہ ایک شخص کو گرفتار کر لائے تھے جسے اور کوئی نہیں پہچانتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صورت دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اور فرمایا "جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ ثمامہ بن اثال حنفی ہیں۔ جو عرب کے مشہور شرفا ہیں تھے۔ ثمامہ کو آپ نے مسجد نبوی کے ایک ستون میں بندھوا دیا تاکہ مسلمانوں کی نماز کی شان دیکھیں۔ شاید خداوند جل و علا دل میں نور ہدایت ڈال دے۔ دوسرے دن آپ اُن کے پاس گئے اور پوچھا "ثمامہ کیا خبر ہے؟" جواب

و یا غیرت ہے۔ اگر قتل کیجئے تو جان لیجئے کہ میرا انتقام لینے والے بھی موجود ہیں۔ اگر احسان کر کے چھوڑ دیجئے تو میں ناشکرانمیں ہوں۔ اگر کچھ روپیہ پیسہ چاہیئے ہو تو وہ بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ تین دن تک برابر ان سے یہی سوال کیا اور یہی جواب پایا۔ آخر آپ نے فرمایا۔ اچھا اب ان کو چھوڑ دو۔ شامہ آزادی پاتے ہی مسجد سے باہر گئے اور کابان لانا غسل کیا اور واپس آکے کما اشدان لالا اللہ و اشدان محمد رسول اللہ پھر کما اؤ محمد اس سے پیشتر تم سے زیادہ مجھے کسی کے ساتھ بغض نہ تھا اور آج تم سے زیادہ کسی سے محبت نہیں ہے۔ آپ نے ان گذشتہ تین دن تک شامہ کے کھانے پینے کا بہت خیال رکھا تھا۔ اور مسلمانوں کو تاکید کی تھی کہ انھیں اچھی غذا کھلائیں۔

اس کے بعد ربیع الاول میں آپ نے عکاشہ بن محسن اسدی کو چالیس سیر عکاشہ بن محسن جان بازون کے ساتھ بنی اسد کی ایک جھیل کی طرف روانہ کیا جو عمر مذوق کے نام سے مشہور تھی۔ عکاشہ اگرچہ بہت ہی جلد جا پونچے۔ اور اس کی بھی کوشش کی تھی کہ دشمنوں کو خبر نہ ہونے پائے مگر انھیں پیشتر سے معنوم ہو گیا۔ فوراً بھاگ کھڑے ہوئے۔ عکاشہ کو جب وہاں کوئی نہ ملا تو اس جھیل کے کنارے ٹھہر گئے اور چند بہادروں کے ساتھ شجاع بن وہب کو ادھر ادھر حوانی میں روانہ کیا۔ جو ایک اسدی شخص کو پکڑ لائے۔ اس نے بنی اسد کے چراگاہ کا پتہ بتا دیا۔ جہاں عکاشہ کو دشمنوں کے سوانٹ مل گئے اور انھیں لے کے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

سیر محمد بن سلمہ اسی ربیع الاول میں آپ نے محمد بن سلمہ کو دس بہادروں کے ساتھ مقام ذی القصہ کی طرف روانہ کیا جو مدینہ منورہ سے چوبیس میل کے

فاصلے پر ہج۔ یہ بیچارے وہاں پہنچے تھے کہ دشمن ایک رات غافل پا کے سو
 آدیون کی جماعت سے اچانک آپڑے اور گھیر لیا۔ مسلمانوں نے چونکے ہی تبر برسانا
 شروع کیے۔ لیکن اس کا زیادہ موقع نہیں ملنے پایا تھا کہ دشمنوں نے نیزے لے
 اور ان کی تباہی لے کے یورش کر دی۔ اور سب کو مار ڈالا۔ اکیلے ایک قہدمین
 مسئلہ زندہ بچے۔ اور محض اس سبب سے کہ زخمی ہو کے گرے تھے۔ دشمنوں نے
 مردہ سمجھ کے کپڑے اُتار لیے۔ اور میدان میں چھوڑ کے غائب ہو گئے۔ دوسرے
 دن اتفاقاً کوئی مسلمان مسافر گزرا جو اپنے اونٹ پر ڈال کے مدینے لے آیا۔
 سر ابو عبیدہ پھر اس کے بعد ربیع الآخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ
 بن الجراح کو روانہ کیا کہ انھیں لوگوں کو سزا دیں جنھوں نے گذشتہ سر پہ والوں کو گھیر
 کے شہید کیا تھا۔ ابو عبیدہ چالیس نبرد آزماؤں کے ساتھ جوش و خروش سے پہنچے
 دشمنوں کو حاکم کر کے رک وی۔ اور یہاں تک دبا یا کہ وہ پہاڑوں پر بھاگ گئے۔
 ان میں سے ایک شخص مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا کے ایمان لایا۔ اور
 چھوڑ دیا گیا۔ مگر دشمنوں کے بت سے سوشی بھی ابو عبیدہ کے ہاتھ لگے جنھیں بٹکتا
 ہوئے وہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے۔

ربیع الآخر ہی میں آپ نے زید بن حارثہ کو بنی سلیم کے مقابلے کو روانہ کیا
 جو مدینے سے چار میل کے فاصلے پر مقام جہوم میں پہنچے جہاں بنی سلیم آباد تھے۔
 وہاں جلیمنہ نام ایک فریضہ عورت گرفتار ہوئی۔ اور اسی کی رہبری سے مسلمانوں کو
 بنی سلیم کے ایک محلے پر تاخت کرنے کا موقع مل گیا۔ بہت سے اونٹ بھڑکرایاں
 اور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ زید جب یہ سب مال غنیمت لے کے واپس آئے تو
 آپ نے اس عورت کو آزاد کر دیا اور اسی کی خاطر سے اس کے شوہر کو بھی آزادی دی گئی۔

اب جلدی الاول میں آپ نے ارادہ کیا کہ بنی قحان سے عاصم و خبیث غزوہ بنی قحان وغیرہ کے خون کا انتقام لے لیا جائے۔ جن کے ساتھ دغا کی گئی تھی اور جنگی مظلومانہ شہادت کا حال ہم غزوۃ الریح کے موقع پر بیان کر چکے ہیں۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دے دیا۔ اور دشمنوں کے غافل لکھنے کی غرض سے مشہور کیا کہ ارض شام کا ارادہ ہے۔ ابن اُم کتہ تم کو اپنی جگہ دینے میں چھوڑا۔ دو سو جانا زون اور بیس سواروں کو لے کے چل کھڑے ہوئے۔ اور جلدی جلدی کوچ کر کے مقام امج اور عسفان کے درمیان اس زمین میں پہنچے جہاں بنی قحان رہا کرتے تھے۔ وہاں پہنچ کے معلوم ہوا کہ وہ لوگ پہلے ہی سے بھاگ کے پہاڑوں میں ہو رہے ہیں۔ مجبوراً آپ دو ایک دن کے لیے ٹھہر گئے شہدائے ریح کے حق میں دعائے مغفرت کی۔ اور دشمن کی جستجو میں اور ہر دہر چند سر یہ روانہ کیے۔

جب بنو نجی معلوم ہو گیا کہ اب انتقام لینے کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی تو یہاں سے کوچ کر کے عسفان میں اترے جس میں دراصل یہ امر ملحوظ خاطر تھا کہ اہل مکہ پر اثر ڈالا جائے۔ بلکہ اپنے ہمراہیوں میں سے دو سواروں کو مکہ کی طرف روانہ کیا جو مقام کراع الغیم تک جا کے واپس آئے اس کے بعد آپ نے ابو بکر صدیق کو دس سواروں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ مشرکین کو آپ کی تشریف آوری کی خبر ہو جائے اور آخر ان امور سے فراغت کر کے چودہ دن بعد مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے

عہ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۷۷ تاریخ الخیس جلد ۲ صفحہ ۷۷ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۷۷

للعہ تاریخ الخیس جلد ۲ - صفحہ ۷۷ - ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۷۷

سہ السیرۃ المحدثہ - جلد ۲ - صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۱

سریہ زید بن حارثہ بجانب عیس | اسی جہادی الاول کے بیٹے میں ایک یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ آپ نے زید بن حارثہ کو مترشحاً علان اسلام کے ساتھ عیس نام ایک گاؤں کی طرف روانہ کیا جو مدینے سے چار میل کے فاصلے پر تھا۔ اور عرض یہ تھی کہ قریش کا ایک قافلہ تجارت جو ارض شام سے آتا تھا اور بہت کچھ مال و دولت لے ہوئے آتا ہو لوٹ لیا جائے۔ زید ٹھیک موقع پر پہنچے۔ قافلے میں جو کچھ تھا لوٹ لیا۔ اور بہت سے آدمیوں کو بھی گرفتار کر لائے۔ اسی قافلے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے شوہر ابو العاص بن ربیع بھی تھے جنہوں نے یہاں سے بھاگ کے حضرت زینبؓ کے پاس مدینے میں پناہ لی تھی۔ اور جن کا حال نہایت تفصیل کے ساتھ ہم گذشتہ باب میں بیان کر چکے ہیں۔

سریہ لونین زید بن حارثہ کا نام کثرت سے نظر آتا ہے۔ اور واقعی واسن نبوت میں پرورش پانے کی یہ برکت تھی کہ جس طرح زیدؓ کے پہلے ایمان لائے اسی طرح سب سے زیادہ اشاعت اسلام میں بھی ان کو دخل ہے۔ عیس سے واپس چلے آتے

سریہ زید بن حارثہ بمقابلہ بنی نضل | تھے کہ جہادی الثانی کے بیٹے میں آپ نے پندرہ جو افراد ان عرب پر سردار مقرر کر کے بنی نضل کے مقابلے کو روانہ کیا۔ دشمن تو زید کے آنے کی خبر سنتے ہی بھاگ گئے۔ مگر ان کے بیس اونٹ مسلمانوں کے قبضے میں آئے جنہیں لے کے وہ حضرت رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

سریہ زید بن حارثہ بمقابلہ بنی مذہم | پھر جہادی الثانی ہی میں زید بن حارثہ کو ایک درم سر کرنی پڑی جو اس سے بڑی اور نہایت اہم تھی۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ اس زمانے سے بیشتر کسی موقع پر بنی جذام میں سے قیدیہ حبیب کے ایک معزز شخص رفاعہ بن زید بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کے ایمان لائے تھے۔ ایک غلام آپ کی

خدمت میں شلیک کیا تھا۔ اور وعدہ کیا تھا کہ اپنی قوم والون کو بھی توحید ربانی کی طرف متوجہ کریں گے۔ مگر حضرت نے بھی انھیں ایک خط لکھ دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اسے لے جا کے اپنی قوم کے سامنے پیش کرنا۔ رفاعہ نے واپس جا کے وہ صحیفہ نبوت قوم کے سامنے پیش کیا۔ اور سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور دین اسلام قبول کرنے کے بعد مقام حرۃ الرجال میں جا کے یقیم ہو گئے۔ اتفاقاً وحیہ کلبی قیصر روم کے دربار سے آپ کے خط کا جواب لے ہوئے واپس آتے تھے۔ بنی جذام کی سرزمین بن پونچے تو ہنبہ بن عوف اور اس کے بیٹے عوف بن ہنبہ نے جو بنی ضلیع نام جذامیوں کے ایک چھوٹے خاندان کے سردار تھے انھیں حملہ کر کے لوٹ لیا اور جو کچھ ہنبہ شاہ روم کے پاس سے لائے تھے چھین لے گئے۔ یہ خبر رفاعہ کی قوم یعنی بنی حبیب کو پہونچی تو انھوں نے چونکہ مسلمان تھے ہنبہ و عوف پر تاخت کی۔ اور ان کو شکست دے کے وہ تمام چیزیں جو وحیہ کلبی سے چھینی گئی تھیں پھر ان کے حوالے کیں۔ انھیں لے کے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ساری سرگذشت بیان کی۔ آپ نے اس خیال سے کہ بنی جذام کو اس سرکشی کی سزا دینے کی ضرورت ہو زید بن حارثہ کو پانچ سو کی جماعت سے روانہ کیا۔ اور وحیہ کلبی بھی اس لشکر اسلام کے ساتھ ہوئے۔ زید دن کو چھپتے اور رات کو کوچ کرتے ہوئے چلے۔ اور ایک صبح کو دشمنوں پر اس طرح اچانک جا پڑے کہ انھیں بھاگنے کا بھی موقع نہ ملا۔ ہنبہ اور اس کے بیٹے کو قتل کیا۔ اور تمام مال اسباب لوٹ لیا۔ اس جہاد میں ایک ہزار اونٹ پانچ ہزار بھیڑ بکریاں۔ اور ایک سو عورتیں اور بچے مسلمانوں کے قبضے میں آئے۔ اس واقعے کی خبر جب بنی حبیب یعنی رفاعہ کی قوم والون کو ہوئی تو وہ لوگ بہت پریشان ہوئے۔

اس لیے کہ ضلیعیون کے ساتھ اُن کا بھی بہت سامان و اسباب لٹ گیا تھا اور اُن کے کچھ لوگ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ اُن کے بعض مکار زید بن حارثہ کے پاس آئے اور کہا ہم مسلمان ہیں لہذا ہمارا مال و اسباب واپس ملنا چاہیئے۔ زید نے کہا اچھا اگر مسلمان ہو تو سورہ فاتحہ پڑھ کے سناؤ۔ حسان بن عزام ایک شخص نے جو بنی خبیب میں سے تھے سورہ فاتحہ پڑھ کے سنا دی زید اب اسباب واپس دینے پر تیار ہو گئے تھے۔ اور فوج میں پکڑا دیا تھا کہ جو کچھ لیا گیا ہے اُس پر قبضہ کرنا حرام ہے۔ مگر بعض ہراہیون نے اسے دسی کہ اتنی جلدی نہ کرنی چاہیئے۔ اور بغیر تحقیق کیئے لوٹے ہوئے مال کو واپس کر دینا خلاف احتیاط ہے۔ زید بھی دل میں سمجھے کہ بیشک ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اور بنی خبیب سے کہہ دیا کہ اب اس امر کا فیصلہ خدا اور رسول کے اختیار میں ہے۔ بنی خبیب بیان سے مایوس ہوئے تو اپنے سردار رفاعہ بن زید کے پاس گئے جنہیں اس واقعہ کی خبر بھی نہ تھی۔ اور کہا تم تو بیان بیٹھے بکریوں کا دودھ دودھ لے رہے ہو اور بنی جذام کی عورتیں گرفتار ہو گئیں۔ اور صرف اس تحریر نے انھیں دھچکا دیا جسے تم لائے تھے۔ رفاعہ نہتے ہی اپنی قوم والوں کو لے کے بیسین آئے جناب رسالت کی انصاف پسندی اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کے شکایت کی۔ آپ یہ سن کے متروک ہو گئے۔ اور فرمایا نیز اسباب تو واپس ہو جانے کا مگر جو لوگ مارے گئے ہیں اُن کا کیا معاوضہ ہو سکتا ہے؟ بنی خبیب نے کہا ہم صرف اپنا مال و اسباب چاہتے ہیں۔ اور جو لوگ مارے گئے اُن کا خون ہم نے معاف کیا۔ آپ نے فرمایا بس تو اب کوئی دشواری نہیں ہے۔ جناب علی مرتضیٰ کو ان کے ہمراہ کیا۔ اور کہا تم لوگ زید بن حارثہ کے پاس جاؤ جو کچھ لیا ہے وہ فوراً واپس کر دیں گے۔ حضرت علیؑ اُن کے ساتھ گئے۔ اور زید نے فرمان رسالت پاتے ہی تعمیل کی۔

قیدی چھوڑ دئے۔ اور اذنی نے قسم کا کوئی نذرہ بھی لیا تھا تو واپس کیا۔

سریرہ زید بن حارثہ بجا تب | اس کے بعد رجب میں آپ نے انھیں زید بن حارثہ کو چند
دادی القریٰ | مسلمانوں کے ساتھ دادی القریٰ کی طرف روانہ کیا

جہان بنی فرارہ اور ان سے لڑائی ہوئی۔ مگر مسلمانوں کی قوت ایسی کم تھی کہ
اگرچہ بنی فرارہ کے لوگ بھی مارے گئے۔ مگر مسلمان سب کے سب شہید ہوئے
اور خود زید بھی بالکل یحجان لاش کی طرح میدان میں گرے۔ کچھ جان باقی تھی کہ
اتفاقاً کوئی رہ نور دادرہ سے گذرا۔ اور انھیں زندہ دیکھ کے مدینہ میں اٹھالایا

سریرہ عبد الرحمن بن عوف | شعبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمن بن

عوف کو مقام دومتہ الجندل کی طرف روانہ کیا۔ جہان بنی کلب رہا کرتے تھے
یہ تو نہیں معلوم کہ عبد الرحمن اس دور و دراز شہر پر جو دمشق کے قریب تھا
کتنی قوت سے حملہ آور ہوئے مگر آپ نے خود اپنے ہاتھ سے اُن کے سر پر عامہ
باندھا۔ اور نصیحت کی کہ ”خدا کا نام لے کے اور اُسی کے لیے جہاد کرو جو توجید کا شکر ہو
اُس سے لڑو۔ مگر دیکھو کبھی غدر نہ کرنا اور نہ کبھی کسی بچے کو قتل کرنا“ بنی کلب کے
سردار ابصغ بن عمر و کلبی نصرانی تھے۔ عبد الرحمن حسب فرمان رسالت وہاں پہنچے
اور لڑائی شروع کرنے سے پیشتر تین دن تک تبلیغ دین کرتے رہے۔ ابتدا
میں تو انھیں اپنا دین چھوڑنے سے اکارتھا۔ مگر آخر سردار قوم ابصغ اپنی قوم کے
بہت سے لوگوں کے ساتھ دین اسلام میں داخل ہوئے۔ اور جن لوگوں نے
دین میں قبول کیا انھوں نے فدیہ ادا کرنے کا اقرار کر لیا۔ اس کے بعد عبد الرحمن
بن عوف نے ابصغ بن عمر و کی بیٹی تماضر کو اپنے عقد نکاح میں لیا۔ مورخین کے
بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقد انھوں نے جناب رسالت مآب کے ارشاد

کے مطابق کیا تھا۔ الغرض تمام دین اسلام قبول کر کے مدنیہ طیبہ میں آئیں۔ اور اُن خوش نصیب خاتومان اسلام میں شامل ہوئیں جو صحابیہ کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں۔ اور انھیں کے بطن سے عبدالمعین بن عبد الرحمن پیدا ہوئے جو جوہرینہ کے فقہاء، سہیحہ میں ہیں اور افضل تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اسی زمانے میں آپ کو خبر معلوم ہوئی کہ نبی سعد بن کبر کی ایک جماعت آپ کے خلاف مرتب ہوئی ہے۔ اور وہ لوگ خیبر کے یہود سے مدد مانگ رہے ہیں۔ آپ نے فوراً جناب علی مرتضیٰ کو ایک سو جوان مردان اسلام پر سردار مقرر کر کے روانہ کیا۔ جو اسی ماہ شعبان میں سب سے چھپ کے رات کو روانہ ہو گئے تاکہ دشمنوں کو خبر نہ ہونے پائے۔ مقام عجم تک پہنچے تھے کہ ایک شخص ملا۔ پوچھا کیا کرتا ہے؟،، جواب ملا۔ اپنی ایک چیز ڈھونڈ رہا ہوں۔ پوچھا بنی سعد کہاں ہیں؟ بولائیں نہیں جانتا حضرت علیؑ نے اُسے گرفتار کر لیا۔ اور جب اُسے اپنے مارے جانے کا یقین ہوا تو بتایا کہ میں بنی سعد کا فرستادہ ہوں۔ اور یہود خیبر کے پاس یہ پیام لے کے جاتا ہوں کہ اگر وہ اپنی فصل خرما کا کچھ حصہ دینے کا وعدہ کریں تو بنی سعد ان کی مدد کو تیار ہیں۔ مسلمانوں نے پوچھا اور بنی سعد ہیں کہاں؟ اسنے کہا انکے دو سو آدمی میری روانگی کے وقت تک جمع ہو چکے تھے۔ اگر تم وعدہ کرو کہ میری جان نہ لو گے تو پہنچا دوں گا۔ وعدہ کیا گیا۔ اور وہ حضرت علیؑ کو لے کے چلا۔ اور ایسے راستے سے گیا کہ لوگوں کے دل میں ہلکانی پیدا ہوئے مگر تھی ناگمان ایک شخص مسلمان ہوا جس میں بہت سے مویشی چر رہے تھے۔ یہاں پہنچتے ہی اُس شخص نے کہا یہ انھیں کے مویشی ہیں حضرت علیؑ کے حکم سے مسلمانوں نے ان تمام مویشیوں پر قبضہ کر لیا۔ اور اس شخص نے آزادی کی درخواست کی۔

علی مرتضیٰ نے فرمایا ابھی نہیں۔ ہم خود اُن لوگوں کو پالین تب چھوڑیں گے۔ جب مسلمانوں نے موشیوں پر قبضہ کیا تو چرواہے بھاگ بھاگ کے اپنے مالکوں کے پاس گئے اور مسلمانوں کے آپڑنے کی خبر کی۔ اور اسی خیال سے اُس گرفتار شدہ شخص نے کہا اب میرے قید رکھنے سے کیا نتیجہ ہو؟ وہ لوگ بھاگ گئے ہونگے حضرت علیؑ نے فرمایا تمہیں اس سے کیا۔ بہن اُن کے فرو دکاہ تک پہنچا دو۔ وہ آپ کے حکم کے مطابق وہاں بھی لے گیا۔ لیکن سب بھاگ چکے تھے تب وہ شخص چھوڑ دیا گیا۔ اور جناب علیؑ مرتضیٰ بغیر لڑے بھڑے پانچ سو اونٹوں اور دو ہزار بھیڑ بکریوں کو ہنکاتے ہوئے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔

باب ہستم ویکم

غزوہ بنی المصطلق اور واقعہ افک

غزوہ بنی المصطلق آنصار و ماجرین کی باہمی چھیڑ چھاؤں کی بناقت۔ اُسکے بیٹے کا صدق یابی لم اوتو و منین جویریہ۔ آنحضرتؐ کی غیب ذاتی۔ آیت تیم کا شان نزول واقعہ افک۔ اُس کی سرگذشت خود جناب صدیقہ کی زبانی۔ قافلے سے پیچھے رہ جانے کا سبب۔ صفوان بن مہطل جس سے تمت لگائی گئی تھی۔ تمت کے مشورہ کرنے والے۔ جناب صدیقہ کا درود مدینہ۔ اُس زمانے میں حضرت رسالتؐ کا اُن کے ساتھ بڑاؤ۔ جناب عائشہ سنی ہیں کہ اُن پر کیا الزام لگایا گیا ہو۔ آسامہ بن زید اور جناب علیؑ سے آپ مشورہ لیتے ہیں۔ تبریرہ لونڈی کی شہادت۔ آپ کا خلیفہ جمع جام میں۔ اُس و غزیرج کا باہمی جھگڑا۔ جناب صدیقہ کی حالت حضرت رسالتؐ حقیقات فرماتے ہیں۔ عائشہ کے مان باپ کا خلوص دینی۔ خود جناب عائشہ کا بیان۔ اُن کا انکار نفس۔ خدا بذریعہ وحی جناب صدیقہ کو بری کرتا ہے

حضرت علی کا طرز عمل اس معاملے میں - عایشہؓ و علیؓ کی رنجش کی بنیاد - تمت لگانے
والوں پر حد شرع - صفوان اور عثمان کی ردائی - آنحضرتؐ کا فیصلہ - حسان کے ساتھ
آپؐ کی رعایت -

غزوہ بنی المصطلق | سرملوں کا سلسلہ جاری تھا کہ اسی شعبان کے مہینے میں ایک ایسا
اہم واقعہ پیش آیا کہ خود حضرت رسالتؐ کو زحمت کرنی پڑی - مدینے میں خبر آئی کہ
قبائل خزاعہ میں سے بنی المصطلق گروہ کے لوگ آپؐ کے مقابلے کا سامان کر رہے
ہیں - فوج جمع ہو رہی ہو - اور عمارت ابن ابی ضرارہ جو نامور شجاعان عرب میں تھا
اُن کا سردار ہے - مزید اطمینان کے لیے آپؐ نے بریدہ بن حبیب اسلمی کو روانہ کیا کہ
دیکھ آئیں حیثیت میں دشمن جمع ہوئے ہیں یا صرف اقوام ہی اقوام ہے - بریدہ دیکھ کے
آئے اور عرض کیا کہ بے شک اُن لوگوں نے ہماؤ کیا ہے اور آمادہ شریں - پہلی
خبر کی تصدیق ہوتے ہی آپؐ نے روانگی کا سامان کر دیا - یہ تو نہیں معلوم ہوتا کہ
اس غزوے میں کتنی جمیعت آپؐ کے ساتھ تھی - مگر ہاں یہ سب کے نزدیک متحقق
ہے کہ علاوہ پیدل فوج کے تیس سو ارہ تھے جن میں سے دس ہما جری تھے اور بیس
انصاری - منافقین کی ایک جماعت کثیر بھی ساتھ لگی تھی - اور ازواج مطہرات میں
سب بظاہر عائشہؓ اور ام سلمہؓ ملوں میں ساتھ تھیں - زید بن حارثہ کو آپؐ نے اپنی
جگہ چھوڑا - اور شعبان کی ۲ - تاریخ مدینہ طیبہ سے چل کھڑے ہوئے - آگے آگے
مقدمہ انجیش پر حضرت عمر فاروقؓ سردار تھے - اور پیچھے پیچھے سارا لشکر تھا -

آپؐ کی روانگی کی خبر دشمنوں کو ہوئی تو گھبرائے - بعض بدوی لوگ جو حارث
بن ابی ضرارہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے تھے ساتھ چھوڑ چھوڑ کے چل دیے -
اور آپؐ اس کے قریب ہی مریتع نام ایک جھیل کے کنارے پہونچ کے ٹھہر گئے
یہاں آپؐ کے واسطے ایک خیمہ نصب کیا گیا - اور دشمن کے مقابلے کے لیے

صفین درست ہونے لگیں۔ مہاجرین کا جھنڈا آپ نے ابو بکر صدیق کو دیا۔ انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ کو عطا ہوا۔ اور دونوں جانب سے تیر چلنے لگے تھوڑی ہی دیر تیر چلے ہو گئے کہ آپ نے حکم دیا۔ جان باز صحابہ اشارہ پاتے ہی دشمنوں پر جا پڑے اور آٹا ٹاٹا مین لڑائی کا فیصلہ کر دیا۔ دشمنوں میں سے دس مارے گئے۔ باقی گرفتار ہوئے اور بہت سامان غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ دو ہزار اونٹ پانچ ہزار بھیڑ بکریاں اور دو سو گھروں کی عورتیں اور بچے۔ مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص شہید ہوا۔ اور وہ بھی یون کہ انصار میں سے کسی شخص نے دشمن کچھ کے اس کی طرف تیر چلا دیا تھا ہنوز آنحضرتؐ محبوب مرتبہ کے کنارے ہی تھے کہ پانی کے لیے تجاہد بن مسعود غفاری اور شان بن دیرہ بنی نام دونوں

انصار مہاجرین کی بارہی
چیز چھاڑ

میں لڑائی ہو گئی۔ تجاہد حضرت عمرؓ کا سائیس اور آپ کی پناہ میں تھا۔ اور شان بنی خوف بن خزرج کا حلیف تھا۔ لڑائی ہوتے ہی شان بنی نے غل چایا اور گروہ انصار ابن ابی کی منافقت | دوڑو | اور اس کے مقابل تجاہد نے شور کیا کہ اے جماعت مہاجرین میری مدد کرو۔ خیرہ فتنہ تو جس طرح بنا فرمایا اور لڑائی کی نوبت نہیں آنے پائی۔ مگر عبداللہ بن ابی نے جو سب سے بڑا منافق اور مدینہ کا بہت ہی بڑا صاحب اثر شخص تھا یہ سن کے کہا ہمیں میں رہ کے بڑھے اور ہمیں سے دشت ابوی مثل ہوئی کہ سمن کلبک یا کلبک (ہمارے ہی ہیں اور ہمیں سے یا ان!) اچھا خدا کی قسم اب مدینے میں چل کے یہی ہوگا کہ جو غالب و عزیز ہوگا فیل کو نکال دے گا۔ زمین اور تم بیٹھے سن رہے تھے اُس کا یہ باغیانہ کلمہ کفر آ کے جناب رسالتؐ کی خدمت میں

۵۴ تاریخ انجیس جلد ۱ صفحہ ۵۲۹ ع ۱ اس مثل کا ٹھیک ترجمہ تو یہ ہے کہ اپنے کئے کو موٹا کرنا کہ جھٹکھائے۔ مگر اس کا اصلی مفہوم اُسی اردو مثل سے پورا ہوتا ہے جسے ہم نے اوس میں لکھ دیا ہے۔

عرض کر دیا حضرت عمرؓ نے برہم ہو کے کہا یا رسول اللہ عباد بن بشر کو فرمائیے کہ اس شخص کو قتل کر ڈالیں آپ نے فرمایا لوگ کہیں گے کہ محمدؐ خود اپنے اصحاب کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ مگر آپ نے محض اس خیال سے کہ فوج میں اس جملے کا زیادہ چرچا نہ پھیلنے پائے اُسی وقت کو چم کا حکم دے دیا۔

آپ روانہ ہی ہوئے تھے کہ اُسید بن حنیفہؓ آئے جو انصار میں نہایت ہی معزز شخص تھے۔ اور بارگاہ رسالت میں سلام کر کے عرض کیا یا نبی اللہ آج آپ نے معمولی اوقات کے خلاف کو چم کا حکم دیا آپ نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا کہ تمہارے دوست نے کیا کہا؟، پوچھا کس دوست نے؟، ارشاد ہوا عبد اللہ بن ابی نے، اُسید نے پوچھا اُس نے کیا کیا؟، آپ نے فرمایا اُس کا خیال ہے کہ میں نے یہ پونچ کے جو غلاب و عویز ہوگا ذلیل کو نکال دے گا۔ اُسید نے کہا تو آپ ہی اُسے نکال دین گے اس لیے کہ وہ ذلیل ہو اور آپ عزیز ہیں اس کے بعد اُسید نے یہ بھی عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ فرمائیں۔ اُس کی قوم وادون نے اُس کا دماغ بگاڑ دیا ہے اور اس کے خیال میں ہے کہ آپ نے اُس کی سلطنت چھین لی۔

اس منزل میں حضرت رسول خدا برابر چلتے رہے۔ دن بھر چلے۔ پھر رات پھر چلے۔ اور اس کے بعد صبح کو بھی چلتے رہے۔ یہاں تک کہ جب دھوپ تکلیف دینے لگی تو آپ نے قیام کا حکم دیا۔ اور لوگ اتنے تھکے ہوئے تھے کہ زمین سے پیٹھ لگتے ہی پڑ کے غافل سو گئے۔

عبد اللہ بن ابی کو جو معلوم ہوا کہ اُس کا وہ کلمہ کفر حضرت رسالت کے گوش گزار ہو گیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قسم کھا گیا کہ میں نے یہ ہرگز نہیں کہا تھا۔ زید بن ارقم پریشان تھے کہ میں ارگاہ نبوت میں جھوٹا ثابت ہوا

مگر خداوند جل و علا نے وحی کے ذریعے سے اپنے پیغمبر کو بتا دیا کہ زید بن اوسم
 سچے ہیں اور ابن ابی دروغ علفی کام تکب ہوا۔ آنحضرتؐ نے زید کو اطمینان دلانے
 کے لیے اُن کا کان پر رکھ کر فرمایا امد بن عبد جل خانہ نے تیری تصدیق کی۔ اور تو نے
 جو کچھ سنا تھا اُسے سچ کیا۔

عبد امد بن ابی کے دماغ میں خود پرستی کے خیالات بھرے ہوئے تھے
 بات بات میں فساد اور جھگڑے پیدا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اور یہ نہیں
 جانتا تھا کہ اہل مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کس قدر گرویدہ ہیں۔ اور
 اس کے بچے کا صدق ابانی ہر دل میں جان نثاری کا کیسا جوش بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ
 اس واقعے کی خبر خود اس کے بیٹے عبد امد بن عبد امد بن ابی کو ہوئی تو آپ کی
 خدمت میں دوڑ آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے سنا ہے آپ میرے والد
 کے قتل کا حکم دینے والے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو مجھ ہی کو حکم دیجئے کہ اُن کا سر کاٹ
 لاؤں۔ تمام نبی خراج جانتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ سعادت مند بیٹا کوئی اور نہ ہوگا
 اور اسی سبب سے عرض کرتا ہوں کہ خود میں ہی اپنے ابا کو قتل کروں گا اس لیے
 کہ اگر کسی اور نے قتل کیا تو ممکن ہے کہ میرے دل میں انتقام کا جوش پیدا ہو۔ اور
 ایک مومن شخص کو قتل کر کے گناہگار ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا تمہیں میرا
 ایسا ارادہ نہیں ہے۔ میں ابن ابی کے حال پر رحم کرنا چاہتا ہوں اور اس سے
 ہ نری پیش آنا چاہتا ہوں اس کے بعد جب مدینہ ایک منزل رہ گیا تو عبد امد بن عبد امد بن
 ابی نے آگے بڑھ کے مدینہ کا راستہ روک لیا۔ اور جیسے ہی باپ کا سامنا ہوا
 روک کے گما جب تک جناب رسالت مآبؐ کی اجازت نہ ہو تمہیں بیٹھنے میں دخل
 ہونے دوں گا۔ اور آج ہی معلوم ہو جانا چاہیے کہ کون عزیز و غالب ہے اور

کون ذلیل و فرومایہ؟ عبداللہ بن ابی نے حیرت سے بیٹے کو دیکھا اور کہا "تو اور ایسی باتیں!، بیٹے نے برجستہ جواب دیا "ان مین اور ایسی باتیں!، ان ابی نے عبور آپٹ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ اور جب آپ نے اجازت دی تب بیٹے نے باپ کو دسینے مین داخل ہونے دیا

ام المؤمنین جویریہ | اس غزوے مین بہت سی لونڈیاں عساکر اسلام کے ہاتھ آئی تھیں جن مین سب سے زیادہ معزز اور سب سے زیادہ صاحب جمال جناب جویریہ تھیں جو دشمنوں کے سردار حارث ابن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔ مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضرت جویریہ ثابت بن قیس یا ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ مین آئیں اپنے مالک سے انھوں نے اقرار کیا کہ اپنی قیمت ادا کر کے خود ہی آزاد ہی حاصل کر لیں گی اور قیمت کا روپیہ فراہم کرنے کا بندوبست کرنے لگیں۔ اسی کوشش مین حضرت سردار کائنات کی خدمت مین حاضر ہوئیں اور آپ سے بھی مردمانگی۔ آپ نے فرمایا مین تمھیں اس سے اچھی تمیز بتاؤ؟ "عرض کیا ارشاد فرمایا مین پورا روپیہ دے کے تمھیں آزاد کرادوں۔ اور تم مجھ سے نکاح کرلو" جناب جویریہ نے اس تدبیر کو بہ خوشی خاطر پسند کیا۔ یہ اقرار ہو جانے کے بعد آپ اس معزز و پاک دامن شریف زادی کو بہ حفاظت و عزت دینے مین لے گئے۔ اور نکاح کی نوبت نہیں آنے پائی تھی کہ ان کے والد حارث بن ضرار فدیہ کا بندوبست کر کے دسینے مین آئے۔ مگر جو اونٹ دینے کو لائے تھے ان مین سے دو ایسے پسند آئے کہ ان کو شتر کے باہر ہی مقام عقیق مین کھینچا دیا۔ اور آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہو کے عرض کیا مین اپنی بیٹی کا فدیہ لایا ہوں" آپ نے فرمایا بہتر آنحضرت کی غیب دانی | مگر وہ دونوں اونٹ کمان بین جن مین عقیق مین چھپا آئے ہو

یہ سنتے ہی حادثہ بہوت ہو گئے۔ اور جوش و خروش سے بولے اشدھن لالہ اللہ
 و اشدھنکے سول اللہ انکے ایمان لاتے ہی آپنے جو یہ کو انکے سپر کر دیا۔ اور جب انھیں جتن کی
 تجویز معلوم ہوئی تو خود ہی ہنسی خوشی اپنی خوش نصیب بیٹی حضرت رسالت کے عقد نکاح میں لے لی
 آیت نیم کا شان نزول | جناب عائشہ صدیقہ اس غزوے میں جاتے وقت اپنی بڑی
 بہن اسماء ذات النطاقین سے مانگ کے ایک ہار پہن گئی تھیں۔ جو بلادین
 کے سلیمانی دانوں کا تھا۔ آتے جاتے وقت دونوں دفعہ اتفاقاً یہ ہار گئے سے
 نکل کے گر گیا اور دونوں مرتبہ اس کی وجہ سے عجیب اتفاقات پیش آئے جاتے
 وقت تو یہ ہوا کہ مقام بیدا یا ذات البیش میں پہونچ کے ٹھہری تھیں کہ ہار
 کھو گیا۔ آنحضرت نے اسے ڈھونڈا ہوا شروع کیا۔ اتفاقاً یہاں ہانی بیٹہ تھا
 اور صبح کی ناز کا وقت گزرا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت عائشہ
 کے زانو پر سر رکھ کے سو گئے۔ اور لوگوں نے جاکے ابو بکر صدیق سے شکایت کی
 کہ عائشہ نے اپنے ہار کی وجہ سے حضرت رسالت کو روک لیا ہے۔ اور یہاں ہانی کا
 کہیں نام نہیں کہ وضو کر کے ناز پڑھیں۔ ابو بکر جھنجھلا کے عائشہ کے پاس دوڑے
 آئے۔ اور اگرچہ ان کے زانو پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر تھا مگر ہسٹوین
 کو بچے دے دے کے کہنے لگے "تو نے رسول اللہ کو روک رکھا ہے" حضرت
 صدیقہ ان کو بچوں سے اگرچہ بیباک ہوئی جاتی تھیں مگر اس خوف سے کہ
 آنحضرت کو تکلیف نہ ہو حرکت نہ کرتی تھیں۔ اتنے میں آپ کی آنکھ کھل گئی۔
 اور جب آپ کو اصل حقیقت معلوم ہوئی تو آپ بھی مترد ہو گئے۔ لیکن تھوڑی
 ہی دیر میں خداوند تعالیٰ نے آپ کا تردد دور کر دیا۔ اور مسلمانوں کے لیے
 ایک نئی اور ہمیشہ قائم رہنے والی سہولت ہو گئی۔ اس لیے کہ آیت نیم نازل

ہوئی۔ اور مسلمانوں کو عام اجازت ہو گئی کہ جہان کبیر پانی نہ سٹے تیمم کر کے نماز پڑھ لیا کریں۔ اس حکم سے تمام صحابہ خوش ہوئے۔ اور یا تو ابو بکر صدیق سے شکایتیں ہو رہی تھیں یا انھیں مبارک باد دی جانے لگی کہ یہ تمہارے ہی گھر اسے کی برکت ہے۔

واقعہ انک | گرواپسی کے وقت اس ہار کی بدولت جو واقعہ پیش آیا وہ اس سے زیادہ اور بدتر تھا زیادہ اندوہناک تھا جس نے ایک زمانے تک آنحضرتؐ کو بھی پریشان رکھا اور تمام مسلمان بھی متردد و حیران رہے۔ اپنی یہ سرگزشت خود جناب عائشہؓ ہی نے خوب بیان کی ہے۔ اور ایسے فصیح و بلیغ اور دلکش و دلچسپ الفاظ میں ادا کی ہو کہ اُن کی خوبی ترجمے میں نہیں باقی رہ سکتی۔ تاہم ہمارے ناظرین غالباً اسی کو زیادہ پسند کریں گے کہ حضرت صدیقہؓ کی سرگزشت کو خود انھیں کی زبان سے سنیں۔

اس کی سرگزشت خود جناب | آپ فرماتی ہیں: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا صدیقہؓ کی زبانی کہ جب سفر کا ارادہ کرتے اپنی بیویوں میں قرعہ ڈالتے۔ اور جس کے نام قرعہ پڑتا اسی کو ساتھ لے جاتے۔ اسی معمول کے مطابق ایک جہاد (غزوہ بنی المصطلق) پر جاتے وقت آپ نے قرعہ ڈالا تو میرا نام نکلا۔ اور میں آپ کے ہمراہ رکاب روانہ ہوئی۔ ان دنوں آیت جناب نازل ہو چکی تھی۔ لہذا میں ایک محل میں بٹھادی گئی جو قیام کے وقت اونٹ پر سے اتار لی جاتی۔ اور چلتے وقت پھر اونٹ پر رکھ دی جاتی۔ اسی طرح ہم گھر سے چلے۔ اور جب جہاد سے فراغت ہو چکی تو پہلے۔

خانے سے پیچھے رہ جانے کا سبب | پہلے ہوئے آتے تھے کہ ایک رات کو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوچ کا حکم دیا۔ لوگوں کو یہ کوچ کا حکم معلوم ہو چکا تھا اور
 روانگی کا سامان کر رہے تھے کہ مین حاجت ضروری کے لیے محل سے نکلی۔ جس
 حد تک فوج پڑی ہوئی تھی اُس سے باہر گئی۔ اور فراغت کر کے واپس آئی۔ اتفاقاً
 سینے پر چڑھتا ہوا تو معلوم ہوا کہ شہر ظفار کے سیلمانی دانوں کا ہار جو میرے گلے میں تھا
 گر گیا۔ اُس کے ڈھونڈنے کو پٹی۔ اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے اتنی دیر ہو گئی کہ جو
 لوگ میری محل اٹھا کے اونٹ کی پیٹھ پر رکھا کرتے تھے آئے۔ محل کو اونٹ پر رکھا۔
 اور یہ سمجھے کہ مین اُس کے اندر بیٹھی ہوئی ہوں۔ عورتیں ان دنوں ملکی پکلی تھیں
 اور موٹی تازمی تھیں۔ اس لیے کہ بہت کم کھانا کھاتی تھیں۔ لہذا محل کا ہلکا ہونا
 انھیں کوئی غیر معمولی چیز نہیں معلوم ہوا۔ اور تھوڑے عرصے میں تو کم سن بچی بھی (جناب
 علیہ السلام) اُس زمانے میں پندرہ برس کی تھیں) الغرض وہ محل کو اونٹ پر رکھ کے
 روانہ ہو گئے۔ اور مجھے وہ بار کب ملا جب لشکر روانہ ہو چکا تھا۔ مجبوراً جہان لوگ
 ٹھہرے ہوئے تھے وہیں واپس آئی۔ نہ کوئی بلاسنے والا تھا نہ کوئی بات کا جواب
 دینے والے۔ اور یہ خیال کر کے کہ جب مجھے محل میں نہ پائیں گے تو لینے کے
 لیے واپس آئیں گے اُسی جگہ جا کے بیٹھ گئی جہاں میرا اونٹ ٹھہرا ہوا تھا۔ وہاں
 بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی۔ اور پڑ کے سو رہی۔

صفوان بن مہشل جس سے تھمت اور صفوان بن مہشل سلی ذکوانی فوج کے پیچھے پیچھے
 لگائی گئی تھی۔ آ رہا تھا۔ صبح ہوتے اس جگہ آ کے پہونچا جہاں میں تھی

ہنوز فاصلے ہی پر تھا کہ دور سے انسان کی جھلک دیکھ کے قریب آیا۔ اور چونکہ آیت
 بجا ہا کے نازل ہونے سے پیشتر مجھے دیکھ چکا تھا۔ دیکھتے ہی پہچان گیا اور بولا
 "اے اللہ وانا الیہ راجعون" اس کی آواز سن کے مین جاگی۔ چادر مین نہ چھپایا
 اور خدا کی قسم سو اس اے اللہ وانا الیہ راجعون کہنے کے نہ اس نے کوئی لفظ

مجھ سے کہا اور نہ میں نے اس سے۔ پھر اس نے اونٹ کو قریب لاس کے بٹھایا۔ اُس کے پیر کو اس وضع میں رکھا کہ میں اُس پر پاؤں رکھ کے اوپر چڑھ گئی۔ اور وہ ہمارے پکڑ کے اونٹ کو لے چلا۔ مقام خرافیہ میں لشکر پہونچ کے اتر چکا تھا کہ ہم پہونچے۔ اور اتنے ہی واقعہ سے جس کی کجنتی آئی تھی آگئی۔

یعنی لوگوں نے واقعہ افک کو مشہور کرنا شروع کر دیا۔ اور معاذ اللہ تمت کے مشہور کرنے والے جناب صدیقہ کو صفحہ ان بن مطلق سے ہر نام کرنے لگے کثرت کلمۃ تخریج من افواہم۔ اس خبر کے مشہور کرنے والوں میں سب سے زیادہ جوش عبد اللہ بن ابی بن سلول سے ظاہر ہوا۔ جس کی منافقت کا حال وقتاً فوقتاً معلوم ہوتا رہا۔ اور اسی سفر میں علانیہ اپنے کفر کو ظاہر کر چکا تھا۔ اُس کے علاوہ چند صحابہ بھی دھوکے میں آئے اس مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ جن میں سے صرف یہ نام اہل سیر کو معلوم ہو سکے ہیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ اور حمزہ بنت جحش حضرت ام المومنین زینب بنت جحش کی بہن مگر باوجود اس کے کہ ان لوگوں نے ایسی اور اتنی بڑی تمت کو باور کر لیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پسند فرماتی تھیں کہ ان کا نام بُرائی سے یاد کیا جائے۔ چنانچہ آپ کے سامنے جب کبھی کوئی شخص حسان بن ثابت کو برا کہتا تو منع کرتی تھیں۔

جناب صدیقہ کا درود دینا اس کے بعد اسی واقعہ کے متعلق جناب صدیقہ ارشاد فرماتی ہیں۔ ”پھر ہم سب مدینہ میں آئے۔ میں آتے ہی ایسی بیمار ہوئی کہ ایک مہینہ تک اٹھنے کے قابل نہ تھی۔ واقعہ افک کے متعلق لوگوں میں سرگوشیاں زور پھرتی تھیں۔ اور کوشش کی جاتی تھی کہ مجھے خبر نہ ہو۔ تاہم بیماری کے زمانے میں مجھے کچھ کچھ خبر سا ہو چلا تھا اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معمولاً بیمار یوں ہیں اُن دنوں میں حضرت رسالت کا نئے ساتھ ہوتا جس طرح بہ لطف و شفقت پیش آتے تھے اس ترتیب میں پیش آئے

صرف اتنا ہی تھا کہ۔ آپ تشریف لاتے۔ سلام کرتے۔ پوچھتے کیسی ہو؟ اور چلے جاتے۔ بس یہی چیز تھی جس سے مجھے شک ہوتا۔ مگر اصلی خرابی سے واقف نہ تھی۔ اب میں ابھی ہونے لگی تھی۔ کہ ایک دن مسلح کی مان کے ساتھ چنانے جانے کے لیے گھر سے نکلی۔ اس وقت تک ہم لوگوں نے گھروں کے قریب پائخانے نہیں بنائے تھے۔ اور عرب کے پرانے رواج کے مطابق حاجت ضروری کے لیے میدانوں میں جایا کرتے تھے۔ اور صرف راتوں کو جاتے تھے۔ الغرض میں اس عورت کے ساتھ چلی جاتی تھی کہ اس نے چادر میں الجھنے ٹھوکر کھائی۔ اور بولی خدا غارت کرے مسلح کو! میں نے کہا ایسا نہ کہو جو شخص بدر کی لڑائی میں شریک ہو چکا ہو اسے کوئی ہوا! یہ سن کے وہ بولی اے بھولی لڑکی۔ شاید تو نے وہ نہیں سنا جو مسلح کہتا تھا۔ میں پوچھا وہ کیا کہتا تھا؟ خود جناب ماشہ بنتی جن کو ان پر تب اس نے مجھے اصل واقعے سے مطلع کیا یہ کیا الزام لگایا گیا ہو۔ سننا تھا کہ میں پہلے سے دونی بیمار ہو گئی۔

وہاں سے پلٹ کے جب میں گھر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ اور اس زمانے کے معمول کے مطابق آپ نے سلام کر کے پوچھا کیسی ہو؟ میں نے اس کے جواب میں اپنے مان باپ کے گھر جانے کی اجازت مانگی۔ اور میرا منشا یہ تھا کہ اُن سے جا کے اصل واقعے کو دریافت کروں آپ نے اجازت دی۔ اور میں نے گھر جا کے اپنی والدہ سے پوچھا امان لوگ کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا بیٹی پریشان نہ ہو۔ خدا کی قسم بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی حسینہ و جمیلہ عورت کسی مرد کے پاس ہو۔ میان کی لاڈلی ہو پھر اس کے ساتھ سوتین بھی رکھتی ہو۔ اور وہ اس کے خلاف تمہیں منہ نہ شور کریں، میں نے کہا۔ سبحان اللہ۔ تو لوگوں میں اس کا چرچا ہو گیا! پھر

اس وقت سے مین رات بھر روتی رہی۔ صبح تک آنسوؤں کا سلسلہ نہیں موقوف ہوا تھا۔ اور نہ ہلک سے ہلک لگی تھی۔

آسامہ بن زید اور خطاب علی | اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پردی کا سلسلہ سے آپ شہرہ لیتے ہیں | موقوف ہو گیا تھا۔ اور آپ نے علی بن ابی طالب اور

آسامہ بن زید کو بلا کے شہرہ کیا کہ مجھے رکھیں یا طلاق دے دیں۔ آسامہ نے اپنے علم کے مطابق یہ اسے دی کہ آپ کے اہل بیت ایسے گناہ سے بری ہیں

اور کہا آپ کی ازواج کے متعلق جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ یہی ہے کہ وہ نیک ہیں۔ اس کے بعد علیؑ نے کہا یا رسول اللہؐ آپ کے لیے کوئی دشواری نہیں۔ عائشہ

کے سوا اور بہت سی عورتیں ہیں۔ اور آپ بریرہ لونڈی کو بلا کے دریافت فرمائیے وہ جو کچھ جانتی ہوگی سچ سچ کہہ دے گی۔ آپ نے بریرہ کو بلا کے پوچھا تمہیں عائشہ کے

بریرہ لونڈی کی شہادت | متعلق کبھی کسی بات کا شک تو نہیں ہوا؟ اس نے کہا قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے آپ کو پیغمبر مبعوث کیا میں نے عائشہؓ میں کبھی کوئی

عیب کی بات نہیں دیکھی۔ سوا اس کے کہ ابھی کم سن لڑکی ہیں۔ گندھا ہوا آٹا اٹھلا چھوڑ کے سوجاتی ہیں اور بکری آکے کھا جاتی ہے۔

آپ کا خطبہ مجمع عام میں | اس کا ردوائی کے بعد اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام مسلمانوں کے مجمع میں بیڑ پر کھڑے ہوئے اور فرمایا تم جماعت مسلمانان ایک شخص

نے مجھے اپنے اہل بیت کے بارے میں تکلیف دی ہے۔ کون شخص اُس کے مقابل میں میری مدد کرے گا۔ اور نام بھی ایسے شخص کا لیتے ہیں جس کے اوضاع و اطوار کے

متعلق سوائیکی کے مجھے کوئی بڑی بات نہیں معلوم ہے۔ اور میری بیوی کے پاس جاتا بھی ہے تو میرے ساتھ جس شخص کے خلاف آپ نے مدد مانگی اُس سے آپ کی مراد عبد اللہ بن ابی تھا جس کے اتمام سے آپ تنگ آ گئے تھے۔ یہ

سننے ہی سعد بن معاذ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "یا رسول اللہ اس معاملے میں میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اگر وہ شخص نبی اوس میں سے (یعنی خود میرے قبیلے میں سے) ہو تو میں اُس کی گردن ماروں گا۔ اور اگر ہمارے بھائی خزرجیوں میں سے ہو تو بھی آپ جو حکم دیں گے ہم اُس کی تعمیل کریں گے۔ یہ سننے ہی خزرجیوں کے سردار سعد بن عبادہ طیش میں آکے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بولے "خدا کی قسم تم بھوٹے ہو۔ غیر تو کیا جب تک میں نہ پسند کروں خود تمہاری قوم میں ہو تب بھی تم اُسے قتل نہیں کر سکتے" اس جملے کو سُن کے سعد بن معاذ کے چچا زاد بھائی انس بن حنفیر جھلاکے اٹھے اور بولے "تم نے جھوٹ کہا۔ ہم واللہ اُسے قتل کریں گے۔ تم منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے لڑتے ہو" اب کیا تھا۔ اوس فتورج دولوں قبیلے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور لڑنے لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب تک اسی طرح سنبھرتے۔ اور دونوں کا غصہ فرو کر رہے تھے۔ آخر سب لوگ خاموش ہو گئے۔ اور آپ بھی خاموش ہو کے سنبھرتے آئے۔ اور یہ واقعہ یونہی رہ گیا۔

غضب اب بیک حالت | اس دن بھی میں برابر روتی رہی۔ نہ آنسو رکتے تھے۔ اور نہ ایک لپکتی تھی۔ دو دن اور ایک رات اسی حالت میں گزری تھی کہ نہ میں سوئی تھی نہ رونا سوتا تھا اور میں سمجھتی تھی کہ روتے روتے میرا کچھ پھسٹے جائے گا۔

کچھ سہ ماہی کی لذت جیسا ہم بیان کر چکے غزوہ خندق کے بعد شدید ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس موقع پر اسے بہت جلد سے ہی اُٹھانے لگا۔ اسی دن اس کے سردار تھے حبیبہ کہ سیرتو این ہشام میں ہو۔ یا۔ واقعہ غزوہ مدینہ سے پیشتر کا ہے۔ یہ ابن جابر ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان ہیں جو ہم لکھ رہے ہیں اس قصے کے متعلق غالب قول یہی ہے کہ غزوہ مدینہ کے بعد پیش آیا کہ اس غزوے کے زمانے میں بڑا اختلاف ہو۔ اگر تحقیق تو یہی زمانہ مسند بھری جاتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ غزوہ مسند بھری میں پیش آیا تھا اور شاہد ایسا ہی ہے۔

اسی حالت میں بیٹھی تھی کہ میرے مان باپ آگئے۔ میرے پاس بیٹھے۔ اور میں اسی طرح روئے جاتی تھی۔ پھر ایک انصاریہ عورت نے آنے کی اجازت مانگی میں نے اجازت دی۔ وہ بھی آئی اور میرے پاس بیٹھ کے رونے لگی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگئے۔ آپ سلام کر کے بیٹھے۔ اور اتنی دیر بیٹھے جتنا کہ اس کھیت کے سننے کے بعد کبھی میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ جس کو کہ ایک مہینہ ہو گیا تھا۔

حضرت رسالت تحقیقات | بیٹھنے کے بعد پہلے فرمایا "اشھد ان لا الہ الا اللہ" اور اس کے خزانے میں بعد ارشاد کیا "اے عائشہ تمہاری نسبت مجھے ایسی نہیں

پونجی ہیں۔ اگر تم ان باتوں سے بری ہو تو امید ہے کہ عقیقہ سب اللہ جل شانہ تمہاری برأت ظاہر کر دے گا۔ لیکن اگر تم گنہگار ہو تو اللہ جل شانہ سے معافی کی درخواست کرو۔ اور توبہ کرو۔ اس لیے کہ بندہ جب گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرتا ہے" آپ نے جیسے ہی یہ فرمایا یکایک میرے آنسو خشک عائشہ کے ان باپ کا ہو گئے۔ گویا آنکھوں میں نمی ہی نہ تھی۔ میں نے اپنے والد سے خلوص دینی | کہا "آپ میری طرف سے رسول اللہ کو جواب دیجئے" انھوں نے

کہا "میں جانتا ہی نہیں کہ رسول اللہ کو کیا جواب دوں" مجبور ہو کے میں نے اپنی مان کی طرف دیکھا اور کہا "آپ ہی جواب دیجئے" انھوں نے بھی ہی کہا "میں کیا جانتی ہوں جو جواب دوں" میں ایک کم سن لڑکی تھی۔ زیادہ قرآن بھی نہیں خود جناب عائشہ کا بیان | پڑھا تھا۔ آخر سب طرف سے مایوس ہو کے بولی "میں

خدا کی قسم جانتی ہوں کہ آپ لوگوں نے یہ باتیں منی ہیں۔ اور اس حد تک شہی ہیں کہ آپ کے دلوں میں جم گئیں۔ اور آپ نے اُن کو سچ سمجھ لیا۔ اس صورت میں اگر یہ کہتی ہوں کہ میں بری ہوں تو آپ کو یقین نہ آئے گا۔ اور اگر اقرار کرتی ہوں اور خدا شاہد ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو جرم کو اپنے اوپر

عالم کی لیتی ہوں۔ خدا کی قسم میری اور آپ کی تو وہی بات ہو گئی جو حضرت یوسف کے والد جناب یعقوبؑ کی تھی جنہوں نے کہا تھا قصیر جیل والہ المستعان علی تصفون (بس صبر بتر ہو۔ اور جو کچھ تم کہتے ہو اُس کی فریاد بس خدا ہی کے آگے ہو) یہ کہہ کے مین نے منہ پھیر لیا۔ اور اپنے بچھونے پر پڑ گئی۔ اور چونکہ مین بری تھی۔ لہذا جانتی تھی اُن کا انکار نفس کہ اللہ جل شانہ کسی نہ کسی طرح میری برأت و پاکدامنی کو ثابت کر دے گا لیکن یہ بات میرے خیال میں بھی نہیں گذری تھی کہ اللہ تعالیٰ میری شان میں وحی نازل کرے گا۔ اور میرے تعلق ایسی آیتیں اُتریں گی کہ ہمیشہ ان کی تلاوت ہوتی رہے۔ اس لیے کہ اپنے نزدیک میری شان اس سے بہت ادنیٰ اور کم تھی ہاں اتنی البتہ امید تھی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کسی خواب کے ذریعے سے میری خدا پروردگار جناب صدیق کو پاکدامنی و بے گناہی کو معلوم فرمائیں گے۔ مگر نہیں خدا کی قسم ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جگہ سے

حرکت بھی نہیں کی تھی اور جتنے آدمی یہاں بیٹھے تھے ان میں سے کوئی اُنھیں نہیں پایا تھا کہ آپ ہر وحی نازل ہوئی حسب معمول آپ کو پریشانی سی ہوئی۔ اور اگرچہ جاہلون کا زمانہ تھا چہرہ مبارک سے پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح گرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں آپ کو اُس حالت سے افادہ ہوا۔ آپ سکرائے۔ اور سب سے پہلا جو جلا آپ کی زبان سے نکلا یہ تھا اے عائشہ اللہ تعالیٰ نے تو تم کو بری کر دیا۔ میری مان جو ش سے بے خود ہو کے بولیں "عائشہ اٹھو اور رسول اللہ کا شکریہ ادا کرو مین بولی مین تو اس بار سے مین خدا ہی کی حمد و ثنا کروں گی" اللہ جل شانہ نے جو آیتیں میری شان میں نازل فرمائیں وہ دس آیتیں تھیں جو اس فقرے سے شروع ہوئی ہیں کہ ان الذین جاؤا بالانکاب

میرے والد ابو بکر صدیق مسلح بنی انماذ کے ساتھ بوجہ تعلقات قرابت

کچھ سلوک کیا کرتے تھے۔ جب یہ واقعہ پیش آیا اور دیکھا گیا کہ مسلح بھی جناب صدیقہ پر
 تھمت لگانے والوں میں ہیں تو قسم کھائے کہ اب میں کہیں ان کے ساتھ کچھ سلوک نہ کروں گا
 چنانچہ اس کے متعلق بھی قرآن پاک کی آیت اتری کہ صاحبان فضل کو ایسا نہ کرنا چاہیے
 ابو بکر صدیق اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ اور مسلح کے ساتھ ہمیشہ وہی سلوک کرتے رہے
 حضرت علی کا رد عمل | بعض متقدم روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے مشوے سے
 اس معاملہ میں
 کے مطابق جب بدرہ لوٹڈی جو حضرت صدیقہ کی خدمت میں رہتی
 تھی آنحضرتؐ کے سامنے اپنا اظہار دینے کو بلائی گئی تو جناب علیؓ رضی نے اسے
 بہت مارا اور ڈانٹ ڈانٹ کے کہا کہ ”سچ بتا کر وہ آخر تک یہی کہتی رہی کہ سوا بکری
 کو آٹا کھلا دینے کے عائشہؓ میں میں نے اور کوئی عیب نہیں دیکھا۔ بخاری کی ایک
 روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود جناب عائشہؓ حضرت علیؓ کی نسبت فرماتی تھیں کہ مجھ پر
 جو آنک کی تھمت لگائی گئی تھی اس بارہ میں وہ مسلم یعنی ساکت تھے۔ اگرچہ یہی لفظ ایک
 نسخے میں ”مسیبا“ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بدگمان تھے۔ لیکن علمائے اسلام نے
 عائشہؓ علیؓ کی نجش کی بنیاد | مسلمہ عقائد میں دشوار مان پیدا ہونے کے خوف سے
 اسی نسخہ کو مانا ہے جس میں مسلماً کا لفظ آیا ہے۔ اور حضرت علیؓ کی نسبت کسی
 بدگمانی کو منسوب نہیں کرتے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ حضرت عائشہؓ صدیقہ اور
 علیؓ رضی کے دونوں میں ایک دوسرے کی جانب سے نجش پیدا ہونے کی یہی
 ابتدا ہے۔ جو بڑا وہ حضرت علیؓ نے بدرہ لوٹڈی کے ساتھ کیا وہ اس میں شک
 نہیں کہ بہت کچھ بدگمان کرنے والا تھا۔
 تھمت لگانے والوں پر مشورہ | جب جناب صدیقہ کی برأت دی آسمانی کے ذریعے سے

محمد بن بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶ حکم سہرہ امین ہشام۔ صفحہ ۷۲

محمد بن بخاری۔ جلد ۲۔ صفحہ ۵۹

ثابت ہوئی اور آپ کی پاکدامنی کا یقین ہو گیا تو جن لوگوں نے اس تمہ پر یقین کر لیا تھا اور مجاہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کر رہے تھے ان پر حد شرع جاری کی گئی اور حسان بن ثابت مسلح ابن اثنا عشر اور تین ہفت ہفتش کو اسی اسی کوڑے لگائے گئے۔

صفوان اور حسان کی لڑائی | صفوان بن محفل جن سے یہ تمہ لگائی گئی تھی ان کی جو میں حسان نے جوش میں آکے چند شعر بھی کہہ ڈالے تھے۔ صفوان کو جو غصہ آیا تو تلوار کو لے کے پہنچے۔ اور حسان کو زخمی کر دیا۔ اتفاقاً اس وقت ثابت بن قیس بن شماس آگئے جو حسان کے طرفدار تھے۔ صفوان کی مشکین باندہ لین اور بنی خزرج میں لے گئے۔ جس قوم سے کہ حسان بن ثابت کو تعلق تھا۔ وہاں عبداللہ بن رواحہ نے یہ سن کے کہ اس واقعے کی خبر حضرت رسالت کو نہیں ہو صفوان کو آزادی دلوای اور سب لوگ شکایت لے کے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے صفوان کو آنحضرت کا فیصلہ | اور حسان دونوں کو بلوایا۔ صفوان نے حاضر ہو کے کہا یا رسول اللہ انھوں نے میری جو کہی جس سے مجھے غصہ آگیا اور مار بیٹھا، تب آپ نے حسان کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا۔ تم نے میری قوم کی طرف جب کہ وہ ہدایت اسلام قبول کر چکی ہو بُرائی کو منسوب کیا تھا۔ مگر خیر اب جو کچھ ہوا جانے دو۔ اور ان کے ساتھ حسان کے ساتھ آپ کی عیادت | نیکی کرو، حسان نے امر رسالت کو قبول کیا۔ پھر آپ نے دل دہی و تشفی کے لیے بنی حدیلہ کا قصر جو مدینہ میں مدت تک قائم رہا ان کو عطا فرمادیا۔ یہ قصر طلحہ بن سہیل کا تھا۔ انھوں نے آنحضرت کی خدمت میں پیشکش کر دیا تھا۔ اور آپ نے اب حسان بن ثابت کو مرحمت فرمادیا۔ اس قصر کے ساتھ شیرین نام ایک قبیلہ لوزئی بھی ان کو دی۔ جس کے بطن سے عبدالرحمن بن حسان پیدا ہوئے۔ یہ شیرین آپ کی محرم محترم جناب ماریہ قبیلہ کی بہن تھیں جن کے مدینہ میں

آنے کا حال آئندہ آئے گا۔

جناب عایشہؓ کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ صفوان بن معطل کی نسبت تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ عنین تھے۔ اور عورتوں پر قادر ہی نہ ہو سکتے تھے۔

باب بست و دوم

صلح حدیبیہ اور دیگر واقعات

دوسرا سر یہ زید بن حارثہ بہ جانب وادی القرنی۔ ام قریظہ۔ اُس کی گرفتاری اور اس کا قتل کیا جانا۔ سر یہ عبدہ بن رواحہ۔ اسیر بن زرام کا قتل۔ سر یہ زید بن حارثہ بہ جانب مدینہ واقعہ حدیبیہ کی ابتدا۔ آپ کا سفر بہ جانب مکہ مضطر۔ قریش مزاحمت کرتے ہیں۔ آپ کا ایک معجزہ۔ مشرکین کی طرف سے بُدیل کا آنا۔ پھر عروہ بن مسعود کا آنا۔ صحابہؓ کی جان نثاری دیکھ کے عروہ کی حیرت۔ آپ خراش بن امیہ کو اہل مکہ کے پاس بھیجتے ہیں جو غارِ ثعلبہ کا کھجکے جانے میں شہر کرنا۔ عثمان بن عفان کے ہاتھ تھے ہیں۔ جناب عثمانؓ کی شہادت کی خبر۔ بیعت حدیبیہ جبہ بن قیس کا بیعت سے محروم رہنا۔ مُہبیل بن عمرو مشرکین کی طرف سے آنا ہو۔ تحریر معاہدہ معاہدے کی اصلی شرط۔ دیگر شرائط۔ اس پر صحابہؓ کی مہربانی۔ ابو جندل کی مظلومی تکمیل۔ عہد و قربانی۔ مروجہ رسوم کے خلاف کرنے میں لوگوں کو تامل۔ یہ صلح بڑی کامیابی سمجھی گئی۔ ابولہبیر کا مشرکین کی قید سے چھوٹ کے مدینہ میں آنا۔ آپ انھیں بہ پابندی عند مشرکین کے حوالے کرتے ہیں۔ اب ابولہبیر آزادی پانے کے مشرکین کے قافلے کا راستہ روکے تھیں اور بہت سے مسلمان بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ اہل مکہ کی پریشانی اور اپنی شرط کو خود ہی مستور کرنا۔ مشرک و مومن میں مناکحت کا ناجائز قرار پانا۔ عروہ غائب یا ذی قود۔ مشرکین کی مناکحت آپ کے چراگاہ پر۔ منکحہ کی شجاعت۔ احرم اسدی کی شہادت۔ مشرکین کی دنیا بازی

جانب ہنگوایا۔ اور اُس کا جسم بیچ سے شق ہو کے دو ٹکڑے ہو گیا۔ زید کے اس سخت
 نرا دینے کا سبب بعض کہتے ہیں کہ ام قرظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیان
 دیتی تھی بعض کا بیان ہے کہ اپنے خاندان کے تیس آدمیوں کو اس نے بیجا تھا
 کہ مدینے پر حملہ کر کے حضرت رسالت کو شہید کر دیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ خود زید
 بن حارثہ نے ان لوگوں کے ہاتھ سے ایسی تکلیف اٹھائی تھی کہ بے انتہا جلے ہوئے
 تھے۔ اور بغیر ایسی سخت نرا دیے اُن کے دل کا بخار نہ نکل سکتا تھا۔ مگر یہ خود اُن کا
 فعل تھا جس کے ذمہ داری حضرت رسالت پر نہیں عائد کی جاسکتی۔

سیرۃ حبیب اللہ بن رواحہ | اسی رمضان کے مہینے میں آپ نے عبد اللہ بن رواحہ کو تین
 آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ خیبر میں جا کے اسیر بن رزام یہودی کے حالات دریافت
 کر آئیں۔ رافع بن ابی الحقیق یہودی کے مارے جانے کے بعد یہود خیبر نے
 اسی شخص کو اپنا سردار مقرر کیا تھا۔ اور معلوم ہوا تھا کہ اُس نے بنی غطفان وغیرہ
 مخالف قبائل عرب میں پھر پھر کے آپ کے خلاف شورش برپا کرنے کی کوشش
 کی ہے۔ اسی کی تحقیق کے لیے آپ نے عبد اللہ کو روانہ کیا تھا۔ وہ واپس آئے
 اور بتایا کہ جیسا سنا گیا تھا ویسا ہی ہے۔ اب تصدیق ہو جانے کے بعد آپ نے
 سوال کے مہینے میں انہیں تیس آدمیوں کے ساتھ پھر خیبر بھیجا اور حکم دیا کہ جس طرح
 بنے اُسے قتل کرو۔ عبد اللہ گئے۔ تیس آدمیوں کے ساتھ ایک بڑی قوم سے مقابلہ
 اسیر بن رزام کا قتل | کرنا تو غیر ممکن تھا۔ دوست بن کے اسیر بن رزام کے پاس پہنچے
 اور کہا ہمیں رسول اللہ نے بھیجا ہے کہ تمہیں اُن کی خدمت میں لے چلیں۔ وہیں
 خیبر کا سردار مقرر کر دیں گے۔ اسیر تیس یہودیوں کو ساتھ لے کے خیبر سے نکلا۔ اپنے
 قلعہ سے چھ میل مقام قرظہ میں پہنچا تھا کہ عبد اللہ بن اُمیس نے جو عبد اللہ بن

روداد کے ہر ایہیون مین تھے اُسے قتل کر ڈالا۔ اور اُس کے ساتھ ہی اور سب لوگوں نے باقی یہودیوں کو مار ڈالا۔ صرف ایک یہودی بچا جو اونٹ سے کود کے بھاگ گیا۔

سریہ زید بن حارثہ بجانب مدین اسی زمانے مین آپ نے زید بن حارثہ کو ایک تھوڑی جماعت کے ساتھ شہر مدین کی طرف روانہ کیا۔ یہ وہی شہر ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام کی جانب منسوب ہے۔ زید کو اُسی علاقہ مین سواحل پر بہت سی لونڈیاں اور غلام ہاتھ آئے جن کو مدینے مین لاکے ودیون فروخت کرنا چاہتے تھے کہ مان کو کسی کے ہاتھ بیچتے اور بچے کو کسی کے ہاتھ۔ اس پر وہ عورتیں اور بچے بیتاب ہو ہو کر رورہتے تھے کہ آپ کو خبر ہوئی۔ آپ نے حکم دیا کہ بچے ماؤں سے نہ پھڑائے جائیں۔ اور ماؤں اور بچے ایک ہی ساتھ بیچے جائیں۔“

کرز بن جابر کے سریہ کو ابن اثیر نے اسی سوال کے عینے مین بیان کیا ہے۔ مگر ہم بخاری کی اصح ترین روایت کے مطابق اُسے آپ کے سفر حدیبیہ کے بعد بیان کریں گے۔

واقعہ حدیبیہ کی ابتدا | اب آپ نے ارادہ کیا کہ خانہ کعبہ کی زیارت کریں۔ اور امن و صلح کے ساتھ۔ اصل یہ کہ حج آپ پر فرض ہو چکا تھا۔ خانہ کعبہ کی زیارت و طواف کے لیے آپ بے قرار ہو رہے تھے۔ مگر بارگاہ خداوندی سے مکے پر حملے کرنے اور زبردستی جا کے حج کرنے کا حکم نہیں ملا تھا۔ اس کے علاوہ تمام اہل عرب کعبہ کی عظمت و وقعت کو مان رہے تھے۔ مشہور تھا اور صحیح مشہور تھا کہ سب پہلا اور خاص حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھ کا بنایا ہوا معبد الہی کعبہ ہی ہے۔ قریش اور اہل مکہ کی مخالفت سے عام لوگوں مین اس خیال کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا کہ آپ

اُس قدیم خانہ خدا سے بھی خوف ہیں۔ جو امر کہ مصلحت اور نشار اسلام دونوں کے خلاف تھا لہذا آپ نے مستقل ارادہ کر لیا کہ جس طرح بنے اس مقدس خانہ خدا کی زیارت شرفیاب ہو۔ آپ کا سفر بہا جب کہ مسئلہ چنانچہ ذی قعدہ کے مہینے میں آپ ہاجرین و انصار کے چودہ پندرہ سو جان نثاروں کو ہمراہ لے کے مدینے سے چل کھڑے ہوئے۔ مدینے ہی سے احرام باندھ لیا۔ اور قربانی کے لیے ستر اونٹ اُسی وضع سے لے کے چلے جس طرح کہ قربانی کے جانور لے جائے جاتے تھے۔ جن کے نمایان کر کے لے چلنے سے یہ بھی مقصود تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو آپ جنگ و پیکار کے لیے نہیں بلکہ صرف زیارت بیت المقدس کی غرض سے تشریف لے جاتے ہیں۔ مقام عسفان تک پہنچے تھے کہ بسر بن سفیان قریش فراحت کرتے ہیں کہی نے آکے کہا یا رسول اللہ قریش کو آپ کی روانگی کی خبر ہو گئی۔ وہ سب مقام ذی طوی میں جمع ہوئے ہیں اور قسم کھاتے ہیں کہ آپ کو ہرگز نہ آنے دیں گے۔ خالد بن ولید اُن کی طرف سے آگے بڑھ آئے ہیں۔ اور کراۓ الغنیم میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اُنسوس قریش کے سر پر لڑائی کیوں سوار ہو اس میں اُن کا کیا حرج ہے کہ مجھے تمام لوگوں کے مقابلے میں چھوڑ دیں۔ اگر لوگ مجھ پر غالب آجائیں تو یہی اُن کی تمنا ہے۔ اور اگر میں غالب آؤں تو اور سب کی طرح وہ بھی اس دین میں داخل ہو کے ہماری جماعت بڑھائیں۔ اور میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ جس غرض کے لیے خداوند تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے اس کو میں چھوڑ نہیں سکتا۔ یا تو اللہ اس دین کو غالب ہی کر دے گا اور یا مجھے ناکامی ہو جائے گی۔ یہ فرما کے آپ نے وہ راستہ جد ہر جا رہے تھے چھوڑ دیا۔ اور داہنی طرف پھر کے تیبۃ الارمین پہنچے۔ یہاں آتے ہی آپ کی اونٹنی ایک جگہ بیٹھ گئی۔ لوگوں نے کہا اڑتی اور گہرتی ہے، مگر آپ نے فرمایا اڑتی ہے نہ گہرتی ہے۔ بلکہ اُسی خدا نے اُسے روک دیا ہے جس نے ہاتھی کو روک رکھا تھا۔ مطلب یہ کہ جس طرح خدا نے اصحاب فیل کے ہاتھی کو کبے کے سامنے روک رکھا تھا اسی طرح

کو بھی روکا ہے۔ اب آج قریش ایسی جس شرط کو پیش کریں گے جس میں تعلقات قربت آپ کا ایک سوزہ پیدا کرنے کی خواہش ہو میں منظور کر لوں گا۔ یہ ارشاد فرما کے آپ نے سب کو اتر پڑنے کا حکم دے دیا۔ لوگوں نے کہا اُس وادی میں پانی تو ہی نہیں ہے عرب لوگ معمولاً اسی جگہ قیام کرتے اور کر سکتے تھے جہاں پانی ہو۔ لہذا یہاں بھرنے میں اُنھیں تکلیف کا اندیشہ ہوا۔ آپ نے ترکش سے ایک تیر نکال کے ایک شخص کو دیا۔ اور فرمایا اسے لے جا کے اس خشک تالاب کے پیرچ میں گاڑ دو۔ اس شخص نے تیر کو زمین میں گاڑا ہی تھا کہ پانی کا فوارہ جاری ہوا۔ اور اتنا پانی نکلا کہ سب ضرورتیں رفع ہو گئیں۔ اور اونٹ خوب چھکا چھکا کے پلا لیے گئے۔

مشہدین کا حرکت بڑی کا آنا لوگ پیٹنے پلانے میں مصروف تھے کہ بیدل بن وقار خزامی چند لوگوں کے ساتھ آیا اور بولابنی کعب اور بنی عامر بڑی جماعت کے ساتھ نکلے ہیں آپ کے لڑنے پر آمادہ ہیں۔ اور کسی طرح آپ کو کے میں نہ داخل ہونے دیں گے۔ آپ نے جواب دیا ہم کسی سے لڑنے کو نہیں آئے ہیں۔ ہمیں تو فقط زیارت خانہ کعبہ کی آرزو ہے۔ قریش چاہیں تو ہم ایک زمانے تک کے لیے صلح بھی کر سکتے ہیں جس میں کہ ہم سے اُن سے کوئی علاقہ نہ رہے گا۔ اور دیگر قبائل عرب اور ہم باہم سمجھ لیں گے۔ لیکن اگر اُنھیں اس سے بھی انکار ہے تو خدا کی قسم میں آخر تک لڑوں گا۔ یہ جواب پاک کے بیل واپس گیا اور جب آپ کا ارشاد قریش میں بیان کیا گیا تو عودہ بن مسعود ثقفی نے کہا اُس شخص (محمد صلم) پر عودہ بن مسعود کا آنا نے اچھی شرط پیش کی ہے۔ ذرا لمبے تو اس کے پاس جانے دو۔ لوگوں نے

کہا بہتر اور وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کے بولا۔ اے محمد تم نے اوباش لوگ جمع کر لیے ہیں انھیں لے کے یہاں آئے ہو۔ قریش ساز و سامان سے نکلے ہیں۔ اور قسم کھا گئے ہیں کہ تم کو بغیر صلح ہوئے نہ آنے دیں گے۔ اور یہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں کل وقت پڑیگا تو ساتھ چھوڑ کے چل دیں گے۔ ابو بکر صدیق پیچھے کھڑے تھے۔ یہ سنتے ہی جھجکا کہ

ہوئے ہم اور رسول اللہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے! اُس نے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ نے
 فرمایا ابن ابی قحافہ ابو بکر صدیق کی طرف دیکھ کے بولا اگر مجھ پر تمہارے احسانات
 نہ ہوتے تو اس کا بدلہ لیتا۔ جاہلیت میں ابو بکر صدیق نے اس پر بعض احسانات
 کیے تھے نیز اب وہ آنحضرت مسلم کی ڈاڑھی میں ہاتھ ڈال ڈال کے باتیں کر رہا تھا
 اور یغیرہ بن شعبہ جو سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبے آنحضرت کے سر کے پاس کھڑے
 تھے جب وہ آپ کی ڈاڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتا فوراً اس کا ہاتھ ہٹا دیتے اور کہتے
 رسول اللہ کے چہرے سے اپنا ہاتھ ہٹا۔ عروہ یہ دیکھ کے بولا تو تو بڑا سخت اور ترش
 معلوم ہوتا ہے۔ اُس کے اس قول پر آنحضرت مسکرائے اور جب اُس نے پوچھا ہے
 کون شخص؟ تو ارشاد فرمایا یغیرہ بن شعبہ اتنا سنتے ہی عروہ نے حیرت سے یغیرہ کی
 صورت دیکھی اور کہا اے عذر شخص ابھی کل ہی تو عیب کے دہبے تیرے چہرے
 سے دھوے گئے ہیں۔ اس کی اصلیت یہ تھی کہ یغیرہ بن شعبہ نے اسلام لانے
 سے پیشتر قبیلہ بنی مالک بن نفیف کے تیرہ آدمی قتل کر ڈالے تھے۔ جس پر وہ لوگ
 لڑنے کو آمادہ ہوئے۔ اور ان کے مقابلے پر یغیرہ کے قبیلے والوں کے ساتھ عروہ کے
 قبیلہ کے لوگ بھی جان بازی کو تیار تھے اس لئے کہ یہ دونوں باہم ایک دوسرے کے
 حلیف تھے۔ لیکن لڑائی نہیں شروع ہونے پائی تھی کہ عروہ نے اُن تیرہ خونوں کا
 فدیہ ادا کر کے صلح کر لی۔ چنانچہ اسی واقعے کی طرف عروہ نے اس موقع پر ارشاد
 کیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے عروہ سے بھی اپنا وہی ارادہ ظاہر فرمایا جو پیشتر ظاہر کر چکے
 تھے۔ اور ارشاد کیا کہ میں لڑنے کو نہیں آیا ہوں۔ عروہ یہ گفتگو سُن کے واپس گیا اور اہل مکہ
 صحابہ کی جان نثاری سے کہا اے اہل قریش میں نے کسراے ایران قیصر روم۔ اور نجاشی
 دیکھ کے عروہ کی جرأت کے درباروں کو دیکھا ہے۔ مگر خدا کی قسم کسی بادشاہ کی وہ شان نہیں
 دیکھی جو شان محمد کی اپنے ہمراہیوں میں ہے۔ میں نے وہاں ایسے لوگوں کو دیکھا جو کسی

حالت میں اور کسی چیز کی طلسم سے محمدؐ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ میں نے اپنی رائے ظاہر کر دی اب جو تمھاری سمجھ میں آئے وہ کرو۔“

آپ خراش بن امیہ کو اہل مکہ کے اس کے بعد آنحضرت صلعم نے خراش ابن امیہ نام ایک پاس بھیجے ہیں صحابی کو بلایا اور اپنے ایک اونٹ پر سوار کر کے قریش مکہ کے پاس بھیجا کہ اُن پر جا کے ظاہر کریں کہ آپ کا کیا منشا ہے اور کس ارادے سے آئے ہیں مگر وہاں برہم مزاجی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ بجائے اس کے کہ خراش کو اپنا پیام پہنچانے کا موقع ملے رسول اللہ صلعم کے اونٹ کی کوچین کاٹ ڈالی گئیں۔ اور اگر غیر تھا کُل کے معزز لوگ نہ روکیں تو اُن بیچارے کی شہادت میں بھی کوئی قیامت نہیں باقی رہتا تھا۔

عمر فاروقؓ کلکے جانے میں عذر کرنا | اب آپ نے مکہ میں بھیجنے کے لئے جناب عمر فاروقؓ کو بلایا۔ مگر انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ قریش مجھ سے بہت جلے ہوئے ہیں۔ اور نبیِ ہدیٰ یعنی میرے قبیلے والوں میں سے ایک شخص بھی مکہ میں نہیں موجود ہے کہ میری حمایت کرے۔ میرے خیال میں اس خدمت کے لیے عثمانؓ بن عفان سے زیادہ کوئی شخص عثمان بن عفان کے جلتے ہیں | موزون نہیں ہے۔“ آپ نے اسی مشورے کے مطابق عثمان بن عفان کو بلا کے ابوسفیان اور دیگر عاملِ مکہ کی طرف روانہ کیا۔ اور فرمایا کہ جا کے کہو میں لڑنے کو نہیں آیا ہوں۔ میں تو فقط خانہ کعبہ کی زیارت چاہتا ہوں۔“ جناب ذی النورینؓ یہ پیغام نبوت لے کے روانہ ہوئے مکہ میں داخل ہوتے ہی خوش نصیبی سے سید بن عاص سے ملاقات ہوئی جو اُن کے ہم قوم تھے۔ سید نے انھیں اپنی لفافات میں لے لیا۔ اور وہ زیادہ مطمئن ہو کے ابوسفیان وغیرہ کے پاس گئے۔ اور آزادی کے ساتھ پیغام رسالت پہنچا دیا جسے سُن کے سب نے کہا عثمان اگر تم طواف کعبہ کرنا چاہتے ہو تو شوق سے کرو۔“ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا جنت تک رسول اللہؐ

طواف نہ کرین میں نہ کروں گا۔ اس بات کو انھوں نے نامنطور کیا۔ بلکہ درخواست رسالت قبول کرنے کے عوض مشرکین نے خود جناب عثمانؓ کو اپنے ہی پاس رکھ رکھا۔ اور اتنا بھی موقع نہ دیا کہ واپس آ کے آنحضرتؐ کو ان کے انکار سے آگاہ کریں۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب عثمانؓ کی واپسی کا انتظار تھا کہ شہو جناب عثمانؓ کی شہادت لکھیں۔ ہوا مشرکین نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔ یہ خبر سن کے آپ کو جس قدر صدمہ ہوا اُس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے فرمایا اب تو جب تک ان لوگوں سے ہم اپنی غرض نہ حاصل کر لیں واپس نہ جائیں گے۔

بیعت حدیبیہ | پھر ایک درخت کے نیچے جا کے بیٹھ گئے اور لوگوں سے بیعت لینے لگے۔

عام ہر ایمان رسالت کا بیان تھا کہ اس بیعت کے ذریعے آپ نے سب لوگوں سے لڑنے کے مرجانے کا عہد لیا۔ مگر جابر بن عبد اللہ کہتے تھے کہ آپ نے ہم سے اس امر کا عہد لیا کہ میدان جنگ سے ہرگز نہ بھاگیں گے۔ غور سے دیکھا جائے تو دونوں باتوں کا جبرن قیاس کی بیعت غور رہنا | ایک ہی نتیجہ ہر کل ساتھ والوں نے بلاتامل بیعت کر لی۔ بجز جابر بن قیس نام ایک صاحب کے جن کی نسبت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ اپنی اونٹنی کی آڑ میں چھپے رہے۔ اور سامنے آنے کی بھی جرأت نہ کر سکے۔ اس موقع پر آپ نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے بھی باوجودیکہ اُن کے زندہ ہونے میں شبہ تھا یوں بیعت لی کہ اپنے ایک ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا اور دوسرے ہاتھ کو اُس سے ملا کے فرمایا کہ یہ بیعت عثمانؓ کی جانب سے ہے۔

سید بن عمرو مشرکین کی طرف سے آئے ہر آپ بیان مسلمانوں سے بیعت لے چکے تھے کہ اہل مکہ کی طرف سے سہیل بن عمرو صلح کی غرض سے آیا۔ آپ نے سہیل کی صورت دیکھے ہی فرمایا اب معلوم ہوتا ہے قریش صلح پر آمادہ ہیں۔ اُس سے آپ دیر تک شرائط صلح کے متعلق گفتگو

ہوتی رہی۔ اور جب سب شرائط طے ہو لیے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معاہدہ لکھنے
 خود معاہدہ کے لیے بٹھایا۔ اور فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم "سہیل نے کہا اس خط
 کو ہم نہیں جانتے لکھو یا مکمل لکھو" (امو اللہ تیرے نام سے ابتدا ہے) اس لیے کہ
 بسم اللہ کی جگہ مشرکین میں بھی جگہ مروج تھا۔ آپ نے فرمایا یہی ہے۔ اور حضرت علی نے
 عنوان پر یہ جملہ لکھا۔ پھر آپ نے بتایا کہ لکھو یہ وہ معاہدہ ہے جس کے مطابق محمد رسول اللہ
 نے سہیل بن عمرو سے صلح کی۔ "سہیل پھر روک کے بولا اگر ہم آپ کو پیغمبر مانتے ہوتے
 تو لڑائی ہی کی نوبت کیوں آتی۔ لکھنا ہے تو اپنا اور اپنے والد کا نام لکھئے۔ یعنی لکھئے
 محمد بن عبد اللہ۔ آپ نے حضرت علی سے کہا اچھا یہی لکھو" حضرت علی آپ کے نام کے
 ساتھ رسول اللہ کا لفظ لکھ چکے تھے بولے میں تو اب اس لفظ کو اپنے ہاتھ سے نہیں
 کاٹ سکتا۔ آنحضرت نے خود معاہدہ ہاتھ میں لے کے اس لفظ کو کاٹا۔ اور بعض
 روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اسی ہونے کے اپنے دست مبارک سے لکھ دیا
 محمد بن عبد اللہ اور اس کے بعد حضرت علی نے جملہ شرائط قلمبند کیے۔

معاہدہ کی اصلی شرط اس معاہدے کی رو سے قرار پایا تھا کہ اس سال آپ واپس تشریف
 لے جائیں۔ اور دوسرے سال مع اپنے اصحاب اور رفقا کے عمرے اور زیارت
 بیت اللہ کو تشریف لائیں۔ مگر اس طرح کہ سوا تلواروں کے کسی کے پاس کوئی اور
 دیگر شہ لٹا ہتھیار نہ ہو۔ اور تلواریں بھی ہوں تو میانوں کے اندر رہیں۔ تین دن سے
 زیادہ آپ کے میں قیام نہ فرمائیں۔ اور آئندہ دس سال تک مسلمانوں اور اہل مکہ
 میں صلح قائم رہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ کافروں میں سے کوئی مرد یا عورت مسلمانوں
 کے پاس بھاگ کے آئے تو فوراً انھیں واپس لے۔ یہ خلاف اس کے مسلمانوں
 میں سے کوئی شخص ان کے ہاتھ میں پڑ جائے تو انھیں واپس کرنے کی ضرورت
 نہیں ہے۔ یہ شرط ایسی تھی کہ تمام مسلمانوں کو گراں گزری۔ مگر اللہ جل شانہ نے اس کے

صلح آپ کو بھاد دیے تھے۔ اور آپ مطمئن تھے۔ بلکہ حضرت عمرؓ نے اعتراض کے لیے
میں دریافت بھی کیا تو آپ نے فرمادیا کہ میں کوئی امر بغیر خدا کی مرضی کے نہیں کرتا۔

اُس پر صحابہ کی مہربانی | معاہدے کی تکمیل ہو گئی اُس پر ابو بکر صدیق عمر فاروق علی رضی
وغیرہ صحابہ کبار کی شہادتیں بھی ثبت ہو گئیں۔ اور صرف اتنا باقی تھا کہ سہیل
لے کے واپس جائے کہ خود اس کے بیٹے ابو جندل زنجیرون میں بندھے ہوئے سامنے
ابو جندل کی مظلومی | لائے گئے۔ اس لئے کہ ابو جندل نے اسلام قبول کر کے آنحضرت

کے پاس پناہ لی تھی۔ اور سہیل نے کہا تھا کہ اس معاہدے کی رو سے یہ پہلا شخص ہے
جو مجھے ملنا چاہیے چنانچہ آپ نے بلا تامل ابو جندل کو ان کے مشرک باپ سے پرہیز کر دیا تھا۔
اب وہ اس شان سے سامنے آئے تو تمام مسلمانوں کو صدمہ ہوا۔ اور آپ بھی اس
متاثر ہوئے کہ ابو جندل سے یہ شفقت فرمایا صبر کرو۔ اس جملہ شانہ تھا حال پرہیز کرنا
اس کے بعد قریش کے تیس چالیس لوگ لشکر گاہ اسلام کے قریب آئے اور
حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ مسلمانوں نے انھیں گرفتار کر لیا۔ اور سب آپ کے
سامنے لاکے کھڑے کر دیے گئے۔ آپ نے اُس عہد نامے کے مطابق انھیں بھی چھوڑ دیا
اور وہ بھی آزادی پا کے واپس گئے۔

تکمیل رسوم عمرہ و قربانی | اب صلح ہو چکی تھی۔ اور آپ پابند تھے کہ اسی جگہ سے مدینہ طیبہ
کو واپس جائیں۔ لہذا آپ نے تمام ہجریوں کو حکم دے دیا کہ یہیں اونٹوں کی قربانی
کریں اور یہیں سر بھی منڈاؤ الین۔ لیکن چونکہ ایسا طرز عمل عام رواج کے خلاف تھا
ہرچہ رسوم کے خلاف کرنے میں | لوگوں نے کسی قدر تامل کیا اور آپ نے ناراض ہو کے اپنی
لوگوں کو تامل | بیوی حضرت ام المومنین ام سلمہ سے جو اس سفر میں ہمراہ

رکاب تھیں شکایت کی جناب ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ آپ ملال نہ کریں تشریف
لے جا کے قربانی کیجئے اور اپنا سر منڈائیے۔ پھر کسی کو آپ کی پیروی میں تامل نہ ہوگا

آپ نے ایسا ہی کیا اور جناب ام سلمہؓ کے ارشاد کے مطابق سب آپ کی متابعت کی یہ صلح بڑی کامیابی سمجھی گئی | رسوم عمرہ کے ادا کرنے کے بعد آپ مدینہ کو روانہ ہوئے۔ اور یہ صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے اسلام کی تمام گذشتہ فتوحات سے زیادہ اہم اور متعادل کامیابی سمجھی گئی اس لیے کہ اس کے بعد سے مسلمانوں کو زیارت کعبہ سے فیض یاب ہونے کا موقع مل گیا جس کے بغیر دین اسلام کی بہت بڑی برکت سے لوگ محروم تھے اور گو یہ صلح بظاہر ہشتر کین کے اغراض کے مطابق معلوم ہوتی تھی مگر ان دو سالوں میں جو اس صلح کے زمانے میں گزرے اتنے لوگ دین اسلام میں شامل ہوئے جتنے کہ اس سے پیشتر کبھی نہیں شامل ہوئے تھے۔

ابو بکرؓ کا شریکین کی قید سے چھوٹ کے مدینہ میں آنا آپ مدینہ میں آکے فروکش ہوئے تھے کہ ابو بکرؓ قبیلہ بنی نضیر کے مدینہ میں آئے تھے ان کے سے بھاگ کے آپ کے واس میں پہنچنا چاہا۔ ابو بکرؓ مسلمان ہو چکے تھے ان کی قوم والوں یعنی بنی ثقیف نے انہیں قید کر کے لے کر مدینہ رکھا تھا اور طرح طرح کے ظلم کر رہے تھے۔ جہاں سے بھاگ کے اب انھوں نے مدینہ طیبہ میں پناہ لی تھی۔ ان کے پوچھنے ہی آڑھ رہن عجمہ عوف اور احنس بن ثریق سرداری زہرہ نے جو قبیلہ ثقیف کے حلیف تھے ایک عامری شخص اور اپنے ایک غلام کو آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا کہ ابو بکرؓ کو معاہدہ حدیبیہ کے مطابق واپس بھیجے۔ یہ غیر آپ انھیں ہانڈی میں لے کر لے گئے۔ ممکن تھا کہ آپ عہد شکنی کرتے۔ بلا تا مل ابو بکرؓ کو ان حوالے کرتے ہیں۔ دونوں کہے پر و گردیا۔ اور وہ انہیں لے کے واپس روانہ ہوئے۔

مقام ذی الحلیفہ تک پہنچنے پر آپ نے ابو بکرؓ کو مار ڈالا۔ غلام جان بچا کے لیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں آکے شکایت کی۔ لیکن اس کے بعد ہی خود ابو بکرؓ بھی حاضر بارگاہ رسالت ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اپنا عہد پورا کر چکے۔

مگر خداوند تعالیٰ نے مجھے اُن کے ہاتھ سے نجات دلا دی۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا اُس سے تو خونریزی کی آگ بھڑک اٹھے گی۔ کاش کچھ لوگ تمہارے طرفدار ہوتے۔

اب ابوبصیرؓ کو ادی پاکے | شریکین کا قافلہ کا راستہ دیکھتے ہیں
 کر دیے جانیں گے۔ یہ خیال آتے ہی مدینے سے بھاگ گئے اور سمندر کے کنارے عین اُس راستہ پر جا کے ٹھہرے جس پر سے ہو کے قریش کے قافلے ارض قحط کو آتے جاتے تھے۔ چند روز میں ابوجندل بھی مکے سے بھاگ کے اُن سے آئے۔ اور جب ان لوگوں کے یہاں قیام کرنے کی خبر مشہور ہوئی تو تمام اور بیت مسلمان بھی اُن کے ساتھ ہو گئے۔ مسلمان جو دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر تھے اور رہتے تھے کہ آنحضرتؐ کے پاس گئے تو وہاں سے بھی گرفتار کر کے لائے جائیں گے بھاگ بھاگ کے ابوبصیر کے پاس جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ تھوڑے دن میں ابوبصیر کے گرد تقریباً ستر مسلمان جمع ہو گئے۔ اب انھوں نے قریش کے قافلوں کو لوٹنا اور اہل مکہ کو ہر طرح سے تکلیف پہنچانا اور تباہی شروع کر دیا۔ اور بعض روایتوں سے ثابت ہوا کہ آخر کار اُن کے ہمراہ تین سو ہارون کا جھٹھا جھنوں نے قریش کا راستہ بند کر دیا۔ اور اُن کا تمام کاروبار رک گیا تھا۔ تب اہل مکہ نے مجبور ہو کے ابوسفیان بن حربؓ کو آنحضرتؐ صلعم کی خدمت میں بھیجا۔ اور نہایت عجز و الحاح کے ساتھ اور خدا کا واسطہ دلا کر اہل مکہ کی پریشانی اور اپنی خواہش کی کہ ابوبصیر اور ابوجندل کو اپنے پاس بلوایے۔ ہم شرط کو خود ہی ستر دکرانا اس شرط سے بھی باز آئے کہ ہم میں سے جو شخص آپ کے پاس آئے واپس لے۔ اور آئندہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ مکے سے بھاگ کے جو کوئی آپ کے پاس پناہ لے وہ اس واپس نہ رہے گا۔ اور ہم اس کے طالب نہ ہوں گے اپنے اُن لوگوں کی خواہش کے مطابق ابوبصیر اور ابوجندل کے پاس ایک خط بھیجا۔ اور

انھیں حکم دیا کہ تم دونوں میرے پاس مدینے میں چلے آؤ۔ اور باقی مسلمانوں کو جو تھامے
ساتھ جمع ہوئے ہیں کہہ دو کہ اپنے اپنے گھروں کو واپس جائیں۔ اور آئندہ قریش کے
قافلوں کی مزاحمت نہ کریں۔ جس وقت یہ فرمان نبوت وہاں جا کے پہونچا تو ابوسہیل
بہتر مرگ پر پڑے ہوئے تھے۔ شوق سے ہاتھ اٹھا کے آپ کا خط لیا اور اُسی کی طرف
دیکھتے ہی دیکھتے روح پرواز کر گئی۔ ابوجنبل نے اُن کو وہاں دفن کیا۔ وہیں قریب
ایک مسجد بنوائی۔ پھر تمام ہجراہیوں کو اُن کے گھروں کی طرف واپس روانہ کر کے چند
لوگوں کے ساتھ مدینے میں حاضر ہو گئے

مشرك و مومن میں مناکحت کا | معاہدہ حدیبیہ میں اس ضروری ترمیم کے تھوڑے ہی زمانے بعد
ناجائز قسار پانا | حسب امر خداوندی مسلمانوں کو مشرک و عورتوں کے اپنے نکاح
میں رکھنے کی ممانعت ہو گئی۔ اور اسی وقت سے یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ سوا اُن کفار کے
جو اہل کتاب کہلاتے ہیں مسلمانوں کو مشرکوں سے شادی بیاہ کرنا نہیں جائز ہے
لیکن یہ امر جتنا آسان اس وقت نظر آتا ہے اُس وقت نہ تھا۔ اس لیے کہ اہل مکہ اور
تمام مہاجرین میں قرابتیں تھیں۔ اس آیت قرآنی کے نازل ہونے میں بہت سے
نکاح ٹوٹ گئے۔ چنانچہ عمر فاروق کو بھی دو عورتوں سے دست بردار ہونا پڑا۔

غزوہ فاباذی تردد | حدیبیہ سے واپس آئے آپ کو تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا کہ آپ کو ایک
اور چھوٹی اور معمولی فہم کے لیے مدینے سے باہر قدم نکالنا پڑا۔ مدینہ طیبہ سے چار پانچ
میل باہر غابہ نام ایک مقام تھا جہاں آپ کی سواری کے جانور اور اونٹ وغیرہ
رہا کرتے تھے۔ اور ایک غفاری شخص انہی بیوی کے ساتھ ان کی نگرانی کرتا اور چراتا تھا
مشرکین کا سخت آپ کے براگاہر | بعض اہل سیرکتے ہیں کہ یہ ابوذر غفاری کے بیٹے تھے بربال
جو کوئی ہو عبد الرحمن بن عقیل بن حصن فزاری نے ناگمان حملہ کر کے اُس غفاری شخص کو

قتل کر ڈالا۔ اُس کی بیوی کو گرفتار کر لیا۔ اور تمام اونٹوں کو ہٹکاتا ہوا لے چلا۔ اتفاقاً
 سلمہ کی شجاعت | اس وقت سلمہ بن عمرو بن اکوع جو ایک موحد مدینہ ان تھے جا
 پہنچے۔ اور یہ حالت دیکھتے ہی تینتہ الوداع نام ایک ٹیلے پر چڑھ گئے۔ زور و شور
 سے دشمنوں کو ڈانٹا۔ اور تیر برساتے ہوئے اُن کی طرف چلے۔ سلمہ اس موقع پر
 اس دلیری اور ایسی حکمت سے لڑے کہ آنحضرت کے تمام اونٹ دشمنوں سے دور
 رہ گئے اور وہ برابر تیر باری کرتے چلے جاتے تھے۔ اتنے میں عبدالرحمن مذکور کا باپ
 عیینہ بھی کمک لے کے آپہنچا۔ اور اب وہ سلمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ
 دوسری طرف سے رسول مقبول صلعم کے سوار نمودار ہوئے۔ جن میں سب کے آگے
 آخرم اسدی اور اُن کے پیچھے ابوقتاوہ اور مقداد بن اسود کے ایسے نامور شجاعت
 اسلام تھے۔ سلمہ نے بڑھ کے آخرم کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہنا رسول اللہ
 صلعم کو آنے دو۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن ضرر پہنچا دیں۔ مگر انھوں نے نہ مانا۔ اور
 عبدالرحمن بن عیینہ سے جا بھڑے۔ اور نیزوں کے دو ہی مختلف واروں نے
 لڑائی کا فیصلہ کر دیا۔ آخرم کے نیزے نے عبدالرحمن کے گھوڑے کو مار کے گرا دیا
 اور عبدالرحمن کے نیزے نے خود آخرم کو جام شہادت پلا دیا۔ آخرم کو گرتے دیکھ کے
 آخرم اسدی کی شہادت | ابوقتاوہ نے طیش میں آ کے حملہ کیا۔ اور عبدالرحمن بن عیینہ کو
 اپنے نیزے سے مار ڈالا۔ عبدالرحمن کے مارے جاتے ہی اُس کے بڑا ہی بھاگے۔ اور
 سلمہ کچھ ایسے جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ پا پیادہ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے
 پیچھے پھر پھر کے دیکھتے جاتے تھے کہ آنحضرت کے اصحاب میں سے کوئی بڑے کسی کی
 گرد بھی نہ نظر آتی تھی۔ اتنے میں دن آخر ہو گیا۔ اور آفتاب کو غروب ہوتے دیکھ کے
 وہ لوگ ذی قرد نام ایک غار میں اترنے لگے۔ اس لیے کہ سب پیاسے تھے اور
 غار میں پانی بھرا ہوا تھا۔ مگر ہنوز ایک قطرہ بھی کسی کے حلق سے نہیں اترنے پایا تھا

کہ ان پر نظر پڑ گئی۔ اور سب کے سب پانی چھوڑ کے بجواس جھلگے۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غارتوی قزو پر پہنچ کے قیام فرمایا جہان بلالؓ نے ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت بھونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے سواروں میں سب سے اچھا سوار ابوتامہ ہے۔ اور ہمارے پیدل لوں میں سب سے اچھا پیدل سلیمان بن اکوعؓ ہے۔ پھر آپ مدینہ میں تشریف لائے اور یہ غزوہ بوجہ اس کے کہ مقام غاہ پر دشمنوں نے حملہ کیا تھا غزوہ غاہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اور بوجہ اس کے کہ آنحضرت فتح کے بعد ذی قرد جیل کے کنارے فروکش ہوئے تھے غزوہ ذی قرد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس غزوہ کو تمام اہل اسلام اور کل مورخین واقعہ حدیبیہ سے پیشتر بیان کرتے ہیں۔ مگر محدثین اور خاصۃً بخاری و مسلم کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مہم حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد پیش آئی تھی۔ اور ہم بھی اسی صحیح روایت کو راجع سمجھتے ہیں۔

مشرکین کی دغا بازی | اب ذیقعدہ کا مہینہ شروع ہوا۔ اور مشرکوں کی دغا پسندی نے ایک نیا گل کھلایا۔ وہ یہ کہ قبائل عکک اور غرہ کے آٹھ آدمی مدینہ میں آ کے آپ پر ایمان لائے۔ پھر چند روز بعد اپنے آپ کو بیارنظا ہر کیا۔ اور مدینہ کی آب و ہوا کی شکایت کرنے لگے۔ آنحضرت نے فرمایا تم لوگ ہمارے چراگاہ میں چلے جاؤ۔ اور وہاں جا کے اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پیو۔ اچھے ہو جاؤ گے۔ یہ لوگ آپ کی اعجاز حاصل کر کے اُس چراگاہ میں گئے۔ مگر کچھ ایسی شیطنیت سر پر سوار ہوئی کہ جاتے ہی آپ کے غلام تیسار کو جو وہاں اونٹوں کو چراتا تھا طرح طرح کے ظلموں سے مار ڈالا پہلے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کے جدا کئے۔ پھر اس کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے چھوئے۔ اس طرح ایذا میں دے دے کے اس غریب کی جان لی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کو ہٹالے گئے۔ ہنوز صبح ہی تھی کہ اس واقعہ کی

سرب کرزن جابر فری | خرمینے بین پونچی اور آپ نے فوراً میں سواروں کو کر قرن جابر
فری کی ماتحتی میں روانہ کر دیا جو آفا نا جا ہو پئے۔ اور خدا دشمنوں کو گھیر لیا۔ سوا ایک
کے سب اونٹ مل گئے۔ پھر ان لوگوں کو ریتوں میں باندھا اور ہنوز دن باقی تھا کہ
۔ سینے میں آنحضرت کے سامنے لاکے کھڑا کر دیا۔ ابھی چونکہ شرعی سزائیں خدا نے
نہیں بتائی تھیں لہذا ان لوگوں کو ان کے جرم کے مناسب یہ سخت سزا دی گئی کہ ان کو
میں سلائی پھیر دی گئی۔ اور دھڑا تھ پاون کاٹ کے سنگلاخ زمین پر ڈال دیے گئے
جہاں وہ گرمی کی شدت سے پیاسے ہو ہو کے پانی مانگتے تھے اور کوئی نہ پلاتا تھا۔
بناب حالشہ کی والدہ کا انتقال | اسی سال جناب عائشہ صدیقہ کی والدہ ام زومان نے
خوش نصیب بیٹی کی پاکدانی کا قرآنی ثبوت دیکھ کے اس عالم فانی کو رخصت کیا۔
انہیں کے بطن سے عبدالرحمن بن ابی بکر بھی پیدا ہوئے تھے جو جناب صدیقہ کے
سکے بھائی تھے۔ آنحضرت سلم ام زومان کی قبرین اترے۔ اور جب وہ آثار کے قبرین
لٹانی باچکین تو آئے۔ منے فرمایا جو کوئی ایسی عورت کو دیکھنا چاہے جس کا شمار حورین
میں ہو تو ان کو کہے۔ اسی سال حضرت عمر فاروق نے جبکہ بنت ثابت کو اپنے عقد
نکاح میں لیا۔ جن کے بطن سے عاصم بن عمر پیدا ہوئے

باب بست و سوم

شامان ارض سے مراسلت

دین اسلام کا عروج۔ تاملین ارض کے نام خطوط تبلیغ۔ تمدن کا رواج اسلام دین۔ قلاتی
زیور کی حرمت۔ خطوط مراسلت کی فرست۔ آپ کا خط جو زنان روا سے پیام کے نام گیا تھا۔
جو خط حاکم بصرہ کے پاس گیا تھا۔ جو خط حاکم بنی مہسان کے پاس گیا تھا۔ جو خط بھاشی کو

بھیجا گیا۔ جواب میں اُس کا ایمان لانا۔ اُم المؤمنین ام حبیبہ آپ کے عقیدین۔ جو خطِ حاکم
سے متوقس کے ام لگا تھا۔ اُس کا جواب۔ متوقس کے چدیے۔ جو خطِ قیصر روم پر قتل کے نام
لیا تھا۔ اُن دنوں دولتِ روم کی حالت۔ رقیہ کے ایک تاجر عالم کا خیال آپ کی نسبت۔ ہر قتل
دن اسلام قبول کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آذرنا کام ہوتا ہے۔ آپ وہ آپ کے سفیر کو
بھم کے بھٹپ کے پاس بھیجتا ہے۔ روم کے بھٹپ کا مسلمان ہونا۔ اور شہادت پانا۔ ہر قتل
برہنہ قتل کو ملے پر بھی آدھ ہو۔ ہر قتل زیادہ نقیش کے درپے ہے۔ ابوسفیان وغیرہ لشکرین
اس کے ہر بارین۔ آپ کے تعلق ابوسفیان کا اظہار بار قیصر میں۔ اُس کے اظہار
ہر قتل کی دلس۔ رسالت کے تعلق ہر قتل کی ایک پیش بینی۔ وہ خطِ جو خسر و پر دیز کے نام
لیا تھا۔ ہر دیز کی متکثر نہ کر کشی۔ اُس کا فرمانِ حاکم میں کے نام۔ میں کے غمی سیر میں
دارِ مٹی منڈانے کی مذمت۔ آپ کی غیب دانی اور سفروں کے ساتھ برتاؤ۔ اُن سفروں کی
کی واپسی۔ باذانِ حاکم میں کا ایمان لانا۔

دین اسلام کا موعہ | اب یہ سال ختم ہونے کو تھا اور اسلام کی آوازِ توحید سارے عرب
میں گونج اٹھی تھی۔ ارضِ تجاز کے کل قبائلِ سلطوت رسالت سے کانپ رہے
تھے۔ ایک خدا کی پرستش بتوں کی پرستش اور شرک پر غالب آتی جاتی تھی۔ اور شرقی
و جنوبی و شمالی بلادِ عرب کے تمام قبائل اور سرداروں نے چونک چونک کے اور
ارغبت و شوق کے ساتھ اُس پر جوشِ منادی حق کی آواز سنی تھی جو سوا ایک ذات
منزہ کے تمام دنیاوی وجودوں کی طرف سے لوگوں کا منہ پھیرنا چاہتا تھا۔ ایسی حالت
میں خدیہ ضرورت تھی کہ یہ خدا سے حق عرب کی حدوں سے باہر بھی بلند کی جائے
اور دنیا کی اُن دلدراز قوموں میں بھی رسالتِ محمدی کی تبلیغ ہو جو تمام اقطارِ عالم
میں پھیلی ہوئی تھیں۔

سلاطینِ ارض کے نامِ حلو و تبلیغ | چنانچہ ذی الحجہ کے مبارک مہینے میں آپ نے ارادہ کیا کہ

تمام نامی گرامی سلاطین ارض اور زبردست فرمان روا یا ان عالم کو خطوط تبلیغ لکھ کے دین اسلام کی طرف مدعو کریں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسے خطوں پر مہربان
 مردوں کا رواج اسلام میں ہونی چاہئیں۔ اس لیے کہ بغیر مہر کے ان لوگوں کے نزدیک
 کوئی تحریر قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ آپ نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور ایک سونے
 کی انگوٹھی بنوائی۔ جس پر اپنا نام کندہ کرایا۔ صحابہ اربعہ حضرت رسالت پناہی کو
 اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتے تھے جن جن کو خدا نے استطاعت دی تھی انھوں نے
 بھی فوراً سونے کی انگوٹھیاں اور تمہیں بنوالین۔ مگر آپ نے یہ انگوٹھی بنوائے
 طائی زیور کی مرست اپنی ہی تھی کہ تبریل نے آکے اطلاع دی سونے کا پھنسا آپ کی
 اُست کے مردوں پر حرام ہے۔ آپ نے فوراً وہ انگوٹھی اتار ڈالی۔ اور ساتھ ہی
 سب صحابہ نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں اتار ڈالیں۔ اب آپ نے چاندی کی انگوٹھی
 بنوائی۔ جس پر چاندی ہی کا لنگ رکھا گیا اور اُس پر محمد رسول اللہ کا لفظ اس شان
 سے کندہ کیا گیا کہ سب کے اوپر اللہ کا لفظ تھا۔ اُس کے نیچے رسول کا لفظ اور
 اس کے نیچے محمد کا لفظ۔ اسی طرح آپ کی پیروی میں صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں
 اتار کے چاندی کی انگوٹھیاں بنوائیں۔ اور اسلام میں ہمیشہ کے لئے انگوٹھیاں
 اور تمہرون کا رواج ہو گیا۔

خطوط رسالت کی مرست جب یہ مہربان بن کے تیار ہو لیں تو آپ نے سلاطین ارض کے
 نام خطوط تبلیغ لکھوائے۔ جن کا سلسلہ اس چھٹے سال ہجری سے شروع ہو کے آپ کی
 آخر عمر تک جاری رہا۔ ایک خط سلیم بن عمرو کے ہاتھ ہوؤ بن علی کو بھیجا گیا جو
 عرب کے شمالی و مشرقی اطراف میں ارض پیامہ کا حکمران تھا۔ ایک خط عبدا بن
 حضرمی کے ہاتھ مندرجن سادسی فرمان روا سے بحرین کے پاس بھیجا گیا۔ ایک خط

عمر بن حاص لے کے عمان کے بادشاہ جیفر بن جلدی کے پاس گئے۔ ایک خط
ثجاع بن وہب اسدی کو عطا ہوا اور حکم دیا گیا کہ فرمان رواے آل غسان حارث
بن ابی ثمر کو لے جاکے دین۔ ایک خط عمر بن امیہ قمری بادشاہ حبشہ نجاشی کے پاس
لے گئے۔ ایک خط حاطب بن بلتعہ کو دیا گیا کہ اسکندریہ میں لے جاکے متوقف فرمان روا
بصر کے سامنے پیش کریں۔ ایک خط وحیہ کلبی کو مکتومہ ارض شام کا سفر
کر کے ہرقل قیصر روم کو پہنچائیں۔ اور ایک خط عبد اللہ بن مذاہ کو دیا کہ مملکت
قارہ میں لے جا کے کسریٰ پرویز کو دین۔

اب یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ ان خطوں کا کیا اثر ہوا۔ اور مختلف سلاطین نے
اپنے مذاق و طبیعت کے موافق آپ کے خطوں اور آپ کے اٹیچوں کے ساتھ کیسا برتاؤ
کیا۔ اس میں شک نہیں کہ بیشتر کسریٰ اور فرمان رواے مصر وغیرہ کو حیرت ہو گئی
ہو گی کہ عرب کا ایک بادشاہ کیسی زبردست آستون اور سلطنتوں کو اپنے
دین و آئین کی طرف بلاتا ہو۔

حکمران مکتوب الیمین سے فرمان رواے یامہ ہوزہ مذہب عیسوی کا پابند
آپ کا خط پڑھ کر ہلاک ہوا تھا۔ جب تسلیم بن عمرو نے آپ کا خط تبلیغ اس کے سامنے پیش کیا
یامہ کے نام لگا تھا تو اس نے اپنے سفروں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں روانہ
کی جس میں ثجاع بن مرار اور چند اور نامی ارکان دولت تھے۔ اور ان کو حکم دیا کہ
آپ کی خدمت میں حاضر ہو کے یہ شرط پیش کریں کہ اگر آپ حاکم یامہ کو اپنا جانشین
خلیفہ تسلیم کر لیں تو وہ اسلام قبول کرنے اور آپ کی احانت کو تیار ہو ورنہ آپ کے
مقابلے کو فوج روانہ کرے گا۔ آپ نے ایسی کسی شرط کے تسلیم کرنے سے انکار کیا۔
اور دو عالمی کہ خداوند مجھے اس کے فتنے سے بچا۔ ہوزہ چند ہی روز میں مر گیا۔ اور
اُس کے سفیر جو دارالنبوت مدینہ میں حاضر ہوئے تھے مسلمان ہو کے ہمیں پہنچے۔

تھوڑے زمانے کے بعد یہ لوگ ارضِ یاسہ کو واپس گئے۔ اور دینِ اسلام سے انحراف کر کے مرتد ہو گئے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ فتنہ پردازی کی کہ عام لوگوں کے سامنے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میلہ کذاب کو اپنی نبوت میں شریک کر لیا ہے۔

جو خدا کا عہدین کے پاس گیا تھا | حاکم بحرین منذر بن ساوی کے پاس جب علاء بن حفص بن یوسف اور آپ کا خط دیا تو اُس نے فوراً فرمانِ نبوت کے آگے سر جھکا دیا اور اُس کے ساتھ تمام اہلِ بحرین نے بھی دینِ اسلام قبول کیا۔ مگر اُس کے ملک میں بننے یہودی عیسائی اور مجوسی تھے انھوں نے علاء سے اور خود اُس سے جزیہ ادا کرنے کا اقرار کر کے اپنی آزادی بچالی

عمر بن عاص نے عمان میں پہونچ کے کیا کیا اس کا پتہ نہیں چلتا۔ جو خط حاکم بنی غسان کے پاس گیا تھا | شجاع بن وہب آپ کا جو نامہ مبارک لے کے فرمانِ رواے غسان حارث ابن ابی قحرف کے پاس گئے تھے اُس کا مضمون یہ تھا **السلام علی من اتبع الهدی وامن بہ اذ غوک اے اُن تو من باللہ وحدہ لا شریک لہ یبقی ملک ملک** (اُس شخص کو سلام جو ہدایت قبول کرے اور خدا پر ایمان لائے۔ میں تجھے اس امر کی طرف بلاتا ہوں کہ خدا سے وحدہ لا شریک پر ایمان لا۔ اس طرح تو ایک پانچ جائے گا) یہ خط پڑھتے ہی وہ برہم ہو کے بولا "بھلا میرا ملک کون لے سکتا ہے؟ اچھا میں خود اس شخص کے بقائے کو جاتا ہوں" آپ نے جب اُس کا یہ قول سنا تو فرمایا کہ اس کا ملک تباہ ہو گیا" اور بعد کے تجربے نے بتا دیا کہ ویسا ہی ہوا۔

جو غنائی کو بھیجا گیا | غنائی کے نام جو خط لکھا گیا تھا اس کی یہ عبارت تھی **بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ النبی عظیم الحبشہ۔ سلام علیک یا غنائی**

اَیْکَ مَدَامَلِکَ الْقُدُوسَ السَّلَامَ الْمُؤْمِنَ الْمَیْمَنَ وَاشْهَدَ اَنْ عِیْسٰی بْنُ مَرْیَمَ رُوْحُ اللّٰهِ
 وَکَلَّمَہَا بِالْمَرْیَمَ الْقَلْبَیَّةِ الْبَتُولِ الْخَصِیَّتِہِ فَهَلَّتْ بِعِیْسٰی فَخَلَقَ مِنْ رُوْحِہِ وَفَعَلَ مَا خَلَقَ اَوْ
 بِیَدِہِ وَفَعَلَ وَاِنِیْ اَدْعُوْکَ اِلَی اللّٰهِ وَحَدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہٗ سِوَا الْمَوَالِیْہِ عَلٰی طَاعَتِہِ تَبَعْنِیْ وَتُوْمِنْ
 بِالَّذِیْ بَاوَدْنِیْ فَاِنِّیْ فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَدْ بَعَثْتُ اَیْکَ ابْنَ سَبِّیْ جَبْرًا وَاَمْرًا تَفْرَسُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِذَا
 جَاؤُکَ فَاقْرَءْہُمُ وَاَدْعِ الْبَشَرِیَّ - وَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ وَتَبُوْذُکَ اِلَی اللّٰهِ فَالْقَدَّ بَعَثْتُ وَنَصَحْتُ
 فَاقْبَلُوْا لِعِیْسٰی وَالسَّلَامَ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ مَا لَمْ یُعْنِ - (بسم اللہ الرحمن الرحیم - محمد رسول اللہ کی طرف سے
 بخاشی سیاہ فام کے نام جو اہل جیشہ کا سرگروہ ہو۔ تجھ پر سلام۔ میں تیرے سامنے اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں
 جس کے یہ یہ اوصاف ہیں۔ کہ ملک۔ قدوس۔ سلام۔ مؤمن۔ اور ایمین ہو۔ اور اس بات کی گواہی
 دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی روح اور اس کا وہ کلمہ تھے جسے اس نے پاک۔ متوکل الی اللہ۔ اور
 ہا کہ اس مریم میں ڈال دیا تھا۔ جس سے کہ وہ حاملہ ہوئیں۔ اور اللہ نے عیسیٰ کو اپنی روح اور اپنے دم سے
 پیدا کیا جس طرح آدم کو اپنے ہاتھ اور اپنے دم سے پیدا کیا تھا۔ میں تجھے خدا سے وحدہ لا شریک کی طرف بلاتا ہوں
 اور اس جانب کہ اُس کی طاعت میں یہ راستہ دے۔ میری پیروی کر۔ اور اُس پر ایمان لا جس نے نیک
 بھیجا ہو۔ اس لیے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ میں نے اپنے چچا زاد بھائی جبریل کو تیرے پاس بھیجا ہو۔ اُن کے
 ساتھ چند اور مسلمان بھی ہیں۔ جب وہ تیرے پاس آئیں تو انھیں ٹھرا۔ اور مرسلت کو چھوڑ۔ اور میں تجھے
 اور تیری فرج والوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ اب میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا۔ اور نصیحت کر دی۔ لہذا میری
 نصیحت کو مان اور جو شخص ہدایت کی پیروی کرے اُس پر سلام۔ یہ خط جب عمرو بن ایسہ ضمری نے
 بخاشی کو دیا۔ تو اس نے جواب میں آپ کو ایک خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔
 جواب۔ میں اس کا ایمان لانا۔ بخاشی سیاہ فام۔ بن حُر کی جانب سے۔ اے رسول اللہ آپ پر
 خدا کا سلام اُس کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ میں اُس خدا کی حمد کرتا ہوں
 جس کے سوا اور سر خدا نہیں۔ وہی جس نے ہمیں اسلام کی ہدایت کی۔ اے رسول اللہ
 مجھے آپ کا خط پہنچا۔ عیسیٰ کے سامنے میں آپ نے جو کچھ لکھا ہو قسم ہے خدا کے

آسمان و زمین کی ہم اپنی رلے سے اس میں ذرا بھی زیادتی نہ کریں گے۔ آپ جیسا فرماتے ہیں وہ ویسے ہی ہیں۔ آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اسے ہم سمجھ گئے۔ آپ کے چچا زاد بھائی اور اُن کے رفقا کو ہم نے اپنا ایمان کیا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے اور مسلم رسول ہیں۔ میں نے آپ کی اور آپ کے چچا زاد بھائی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور اللہ پر جو پروردگار عالم ہے ایمان لایا۔ اپنے بیٹے ارحم سہاہ فام کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ اور مجھے سوا اپنے نفس کے کسی پر اعتبار نہیں۔ ہاں اگر آپ کی مرضی ہو تو اے پیغمبر خدا میں خود بھی حاضر ہونے کو موجود ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں سچ ہے۔ اور اے رسول خدا آپ پر سلام ہو۔ اس خط کے ساتھ اُس نے اپنے بیٹے کو اہل جنت کے ساتھ جہاز میں بٹھا کے روانہ کیا۔ لیکن وہ جہاز سوا حل عرب تک پہنچنے سے پیشتر ہی بحر قزقم کی تہ میں پہنچ گیا۔ اور نجاشی کا بیٹا مع تمام ہمراہیوں کے ڈوب کے شہید ہوا۔

اُم المؤمنین ام حبیبہؓ کے عقد میں | اس کے بعد آپ نے نجاشی کو تحریر فرمایا کہ ابوسفیان کی بیٹی اُم حبیبہؓ و مان گئی ہوئی ہیں۔ اگر راضی ہوں تو میرے ساتھ اُن کا عقد کرے ام حبیبہؓ اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ ارض حبشہ گئی تھیں۔ عبید اللہ مذکور مسلمان ہو چکے تھے۔ اور مشرکین مکہ کے ظلم سے بچنے کے لئے بھاگ کے نجاشی کی قلمرو میں گئے۔ مگر وہاں جا کے عیسائی ہو گئے۔ اور اس تبدیل مذہب کے پسند ہی روز بعد وفات پائی۔ حضرت رسالت کو ام حبیبہؓ کی بیوگی کی خبر پہنچی تو نجاشی کے پاس یہ پیام بھیجا۔ نجاشی نے جب ان کے سامنے رسول اللہؐ کی یہ خواہش ظاہر کی تو وہ راضی ہو گئیں۔ اور اس نے چار سو دینار مہر اپنے پاس سے ادا کر کے نکاح کر دیا۔ بعد نجاشی نے اُن کو اور اور ہاجرین کو دو جہازوں میں بٹھا کے سینے روانہ کیا یہ

لوگ غیرت سوا حل عرب پر اترے۔ اور خیرین آنحضرت کی زیارت شرفیاب ہوئے
 جو خطا مکہ منصرف ہوئے کے نام لکھا تھا | حاطب بن بلتہ آپ کا خط لے کے اسکندر یہ میں پہنچے۔
 اور مقوقس کے سامنے جا کے وہ خط اُس کے حاجب کو دیا۔ اُس نے فوراً خود مقوقس
 کے سامنے پہنچا دیا۔ اس خط میں لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد بن عبد اللہ
 رسول اللہ الی المقوقس عظیم القبط۔ سلام علی من اتبع الهدی۔ اما بعد فانی اذ عو ک برا عیتہ
 الی الاسلام۔ اسلم تسلم۔ اسلم یؤتمک لہ اجرک مرتین۔ فان تولیت فان علیک ثم اعط
 یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوا، بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشکرک بشیئاً ولا نقول
 بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون“ (بسم اللہ الرحمن الرحیم
 از جانب پیغمبر خدا محمد بن عبد اللہ نام مقوقس سردار قبط۔ سلام اس کو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ میں نے کچھ
 اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اسلام لا اسلامت ہے گا۔ اسلام لا المعتبہ حہرا جردے گا۔ اور اگر اعراف
 کرے گا تو ساری قوم قبط کا گناہ بھی تیرے سر پہ گنا۔ اے اہل کتاب اُس بات کو قبول کرو جو ہم میں تم میں
 یکساں ہے۔ یعنی سوا اللہ کے کسی کی پرستش نہ کریں۔ اُس کی خدائی میں کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ اور ہم میں
 سے ایک دوسرے کو خدا کے سوا اپنا پروردگار نہ قرار دے۔ لیکن اگر اہل کتاب اس کو نہ مانیں تو اے مسلمان
 تم اس بات کو کہ دو گواہ و جو ہم مسلمان ہیں“ یہ خط پڑھ کے مقوقس نے حاطب کے کچھ پوچھا
 اُس کا جواب | کچھا۔ پھر ایک عربی دان منشی کو بلا کے یہ جواب لکھوایا۔ بنام محمد بن عبد اللہ
 از جانب مقوقس سردار قبط۔ سلام علیک۔ میں نے آپ کا خط پڑھا۔ آپ نے جو کچھ
 بیان کیا ہے اور جس طرف بلایا ہے اسے میں سمجھ گیا۔ میں جانتا تھا کہ ایک پیغمبر کا آنا
 باقی ہر گز خیال تھا کہ وہ ارض شام سے ظاہر ہوگا۔ میں نے آپ کے قاصد کی عزت
 کی۔ اور دو لونڈیاں آپ کی خدمت میں بھیجا ہوں جو قوم قبط میں بہت معزز خیال
 کی جاتی ہیں۔ اُن کے علاوہ لباس اور آپ کی سواری کے لیے ایک خیر بھیجا ہوں

مقدس کے بیچے | والسلام اس خط کے ساتھ مقدس نے جو ہدیے آپ کی خدمت میں بھیجے ان کی تفصیل میں بڑا اختلاف ہے۔ لونڈیوں کی نسبت قابل اطمینان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چار تھیں۔ ماریہ قبطیہ جو خود آپ کے حرم میں داخل ہوئیں انکی بہن شیرین جو دربار رسالت سے حسان بن ثابت کو عطا ہوئیں۔ اور باقی دو لونڈیوں کا نام نہیں معلوم۔ کہتے ہیں کہ ان لونڈیوں کے ساتھ ایک خواجہ سر غلام بھی تھا جو جناب ماریہ کا بھائی بتایا جاتا ہے پھر جو آپ کی خدمت میں مصر سے آیا اس کا نام ذلول تھا۔ اور بعض راوی بیان کرتے ہیں کہ اس بچے کے ساتھ آزاد نام ایک گھوڑا اور عفریہ یا عفرور نام ایک گدھا بھی تھا۔ ان ہدیوں کے ساتھ ہزار مثقال سونا میں عمدہ کپڑے۔ اور ایک شیشہ کا جام بھی بتایا جاتا ہے۔

الغرض اگرچہ مقدس کا ایمان لانا نہیں ثابت ہوتا۔ لیکن اس نے نام نہوت کی بڑی عورت کی۔ اسے ہاتھ میں لیتے ہی چوما۔ اور نہایت ادب شائستگی سے جواب دیا جو خطا قصردم ہر قل کے نام گیا تھا | وجہ کلی آپ کا جو خطا قصردم کے نام لے کے روانہ ہوئے تھے اس کی عبارت بھی یہود و ایک نفطوں کے مجسمہ وہی ہے جو فرمان روا سے مصر کے خطا میں لکھی گئی تھی۔ ہر قل نے اسی زمانے میں خسر پرویز کے مقابلے میں نمایان اُن دنوں دولت روم کی حالت اُتھین حاصل کی تھیں اور وہ تمام ممالک جو دولت روم کے قبضے سے نکل گئے تھے واپس لے تھے۔ اس عظیم الشان کامیابی میں اُس نے ارض مقدس کی زیارت کی تھی۔ وجہ کلی پہلے حاکم و والی بصری شام کے پاس گئے۔ اور اُس کے ذریعے سے وہ نامہ ہدایت لیے ہوئے بیت المقدس میں خاص شاہی محل کے دروازے پر پہنچ کے اجازت باریابی حاصل کی۔ اور آپ کا

عہ تاریخ الخیر جلد ۲ صفحہ ۸۰ تاریخ الخیر جلد ۲ صفحہ ۳۷

للعہ تاریخ ذوال روم مصنفہ گبن صفحہ ۸۱ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵

نامہ ہدایت شمامہ پیش کیا۔ تاجدار روم نے اس خط کو لے کے چوما۔ وجیہ کلمی کو
رومیہ کے ایک تہو عالم کا خیال | ٹھہرایا۔ اور شہر رومیہ کے ایک بڑے تہو عالم کو لکھ کے
آپ کی نسبت | آپ کے متعلق اُس کی رائے دریافت کی۔ اُس نے

جواب میں لکھا۔ بے شک یہی وہ پیغمبر ہے جس کا میں انتظار تھا۔ اس کے دعویٰ
کی تصدیق اور اُس کے احکام کی پیروی کیجئے۔ اس طریقے سے اپنا اطمینان کر کے
ہرقل بن اسلام قبول | ہرقل نے تمام امراء و دولت کو دیوان عام میں جمع کیا
کرنے کی کوشش کرتا ہے | چاروں طرف دروازے بند کروا دیے۔ اور خود ایک اونچی

کھڑکی سے سر نکال کے تقریر کرنے لگا کہ فلان شخص کا خط میرے پاس آیا ہے جس میں
وہ مجھے اپنے دین کی طرف بلا تے ہیں۔ اور خدا کی قسم یہی وہ پیغمبر موعود ہیں جن کی
نسبت ہماری کتابوں میں پیشین گوئی کی گئی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اُن کی
تصدیق کریں اور اُن کے احکام کو مان لیں۔ تاکہ دین و دنیا میں ہمیں فلاح حاصل
ہو۔ بادشاہ کی زبان سے یہ تقریر سنتے ہی سب کے سب وحشت کھا کے دروازوں
اور اکام ہوتا ہے | کی طرف دوڑے کہ دربار سے نکل بھاگیں۔ مگر ہرقل نے روکا اور
کہا۔ میں نے صرف تمہاری مضبوطی اور اپنے دین پر قائم رہنے کا امتحان کیا تھا
اس بیان کو سن کے سب پھر اُس کے سامنے آئے۔ بعد میں گر پڑے۔ اور
بادشاہ نے اطمینان و لا کے انہیں رخصت کیا۔

اب وہ آپ کے سپر کورم کے بٹپ | جب سب جا لیے تو ہرقل نے وجیہ کلمی کو سامنے بلا کے
کہ اس بھیجتا ہے | کہا میں جانتا ہوں کہ جن صاحب نے یہ خط بھیجا ہے وہی مرسل

ہیں۔ لیکن اس کو کیا کروں کہ نصرائیوں سے ڈرتا ہوں۔ خیر اب تم روم کے سب
سے بڑے بٹپ اور مقتداے دین مضطر کے پاس جاؤ اور اُس سے اپنے پیغمبر کا حال
بیان کرو۔ دیکھو وہ کیا کہتا ہے؟ اُس کے کہنے کے بموجب وجیہ روم میں جا کے اُس

مقدس مقدس دین سے ملے۔ اور حضرت سرور کائنات کے حالات بیان کیے۔
 روم کے شہنشاہ کا سلطان ہونا اُس نے بھی سُن کے یہی کہا کہ ”یہ تو وہی پیغمبر ہیں جن کا ذکر
 اور جن کے علامات ہماری کتابوں میں موجود ہیں“ یہ کہہ کے اُس نے عصا ہاتھ میں
 لیا۔ اور اپنی خانقاہ سے نکل کے بڑے کینسے میں آیا۔ اور سب لوگوں سے کہا اے
 اہل روم ہمارے پاس اچھا مہرسل کا خط آگیا جو ہمیں خدا کی طرف بلاتے ہیں۔ اور میں
 تو اقرار کرتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد عبدہ و رسولہ ”یہ جملہ سنتے ہی لوگ برہم
 اور شہادت پانا ساتھ چاروں طرف سے جھپٹ پڑے اور اُسے آنا فائزین مار ڈالا۔ یہ
 ظالماء تماشا دیکھ کے وحشہ کبھی قیصر روم کے پاس واپس آئے۔ اور ساری سرگشت
 بیان کی۔ ہر قتل نے سُن کے کہائیں نے پہلے ہی کہا تھا کہ مجھے رعایاے روم سے
 اندیشہ ہے۔ کہ وہ اس دین کو قبول کریں گے نا

ہر قتل جزیہ قبول کرنے پہنچا ہوا ہے اس کے بعد ہر قتل نے ارکان دولت کو اسے دی کہ ہم لوگ
 جزیہ ادا کرنا قبول کر لیں۔ مگر اُن لوگوں نے اس کو بھی نہ منظر کیا۔ تب اُس نے مجبور
 ہو کے کہا اگر یہ بھی نہیں مانتے تو یہ کرو کہ ملک شام اس مٹی نبوت کو دے کے صلح
 کر لو۔ اور اپنا بیچا پھر لو۔ مگر اس سے بھی انکار کیا گیا۔

ہر قتل زیادہ تفتیش کے وہ پہنچا لیکن ہر قتل کو کسی طرح اطمینان نہ ہوتا تھا۔ وہ ہر نکل طریقے
 سے کوشش کرتا تھا کہ رعایاے روم کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طغدار
 بنا دے لیکن سارے اہل دربار اس خیال کے مخالف تھے۔ لہذا کسی کوئی پیغمبر کا رکن نہ ہوا
 ابوسیفان وغیرہ شریکین اب ہر قتل نے ارادہ کیا کہ آنحضرت صلعم کے زیادہ خصل حالات
 اس کے دربار میں معلوم کرے۔ اور اُن لوگوں سے بھی دریافت کرے جو آ کے
 مخالفت ہوں۔ اس غرض کے لیے حکم دیا کہ سرزمین شام میں جہاں اہل عرب ملین لائے

حاضر کیے جائیں۔ اتفاقاً ان دنوں صلح حدیبیہ کا زمانہ تھا۔ اور ابوسفیان اور معز بن قریش تجارت کی غرض سے شام میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ملازمان شاہی انہیں پرانے بیت المقدس میں لے گئے۔ اور قیصر کے سامنے لے جا کے کھڑا کر دیا۔ ہر قل کے گرد بڑے بڑے معزز سردار اور عائد ملکیت کھڑے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کو دیکھ کے اُس نے ترخان کے ذریعے سے دریافت کیا "تم میں سے کون شخص اس مدعی نبوت سے زیادہ قوی تعلق اور قربت رکھتا ہے؟" ابوسفیان نے کہا "میں" تب ہر قل نے اُسے اپنے متعلق ابوسفیان کا اظہار

نزدیک بلایا۔ اور اُس کے ہمراہیوں کو اس کے پیچھے کھڑا کر کے حکم دیا کہ اگر یہ کوئی امر خلاف واقعہ بیان کرے تو تم دربار قیصری میں

ٹوک دینا۔ پھر ابوسفیان سے پوچھا "اُس شخص کا نسب تم لوگوں کے نزدیک کیسا ہے؟" ابوسفیان نے جواب دیا وہ ہم میں صاحب نسب ہے یعنی شریف النسب ہے۔ اور اس حیثیت سے اُسے کوئی الزام نہیں دیا جاسکتا۔ ہر قل نے دریافت کیا "تم لوگوں میں سے کبھی کسی اور شخص نے بھی دعوائے نبوت کیا تھا؟" جواب دیا "نہیں" پوچھا "اچھا یہ بتاؤ شرفا اور معزز لوگ اس شخص کی پیروی کرتے ہیں یا غریب و کم حیثیت آدمی؟" جواب دیا "ضعیف و کم حیثیت آدمی" پوچھا "وہ لوگ بڑھتے جاتے ہیں یا انکی تعداد گھٹتی بھی ہے؟" کہا "نہیں برابر بڑھتے جاتے ہیں" پوچھا "کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص اس دین کو اختیار کرے اور پھر ناپسند کر کے چھوڑ دے؟" ابوسفیان نے کہا "کبھی نہیں"۔ اب ہر قل نے کہا "خیر بتاؤ کہ دعوائے نبوت کرنے سے پیشتر تمہارے علم میں وہ بھی بھڑا بولتا تھا؟" جواب دیا "نہیں" پوچھا "اور کبھی بعد مدعی عذر کرتا ہے؟" ابوسفیان نے جواب دیا "کبھی نہیں" لیکن اب اس زمانے میں جب سے ہم بیان آئے ہیں اگر ایسا ہوا ہو تو ہم نہیں جانتے بلکہ ہر قل نے پوچھا "تم اُس سے لڑائی بھی ہوئی؟" کہا "جی ہاں" پھر اسکا نتیجہ کیا ہوا؟" جواب دیا "کبھی ہم غالب ہے اور کبھی وہ غالب ہوا" اور دریافت کرنے کے بعد ہر قل نے عقاید کی طرف توجہ کی پوچھا "اور یہ شخص تمہیں کس

بات کا حکم دیتا ہے؟ ابوسفیان نے کہا وہ کتاب ہے خدائے واحد کی عبادت کرو کسی کو اُس کا شریک نہ بناؤ جو تمہارے باپ دادا کے عقائد تھے اُنھیں چھوڑ دو۔ نماز پڑھو۔ صدقہ دو۔ گناہوں سے بچو۔ اور تعلقات قرابت کو مضبوط کرو۔

اُس کے اہلکار ہر قتل کی رسل | یہ تمام باتیں سُن کے ہر قتل نے اپنے ترجمان سے کہا اُن سے کہو میں نے نسب کا حال پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ خالی نسب ہے۔ اور پیغمبروں کا عام قاعدہ ہے کہ اپنی قوم کے اچھے گھرانے سے ظاہر ہوتے رہے ہیں یہ پوچھا کہ کبھی کسی اور نے بھی ایسا دعویٰ کیا تھا تو تم نے اس سے انکار کیا نا اگر تم اس سے انکار نہ کرتے تو میں کہتا کہ اس نے کسی پہلے شخص کو دعوے کرتے دیکھ کئے نبی بننے کی کوشش کی ہوگی۔ تم یہ بھی کہتے ہو کہ اُس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ نہیں ہوا ہے۔ ورنہ میں خیال کرتا کہ نبوت کے بہانے سے آباؤی تلج و تخت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تم یہ بھی بتاتے ہو کہ دعوائے نبوت سے پہلے اُس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ جب اُس نے بندے کی نسبت کوئی جھوٹ بات نہیں کہی تو خدا کی نسبت جھوٹ کیوں کہنے لگا تھا؟ تم اقرار کرتے ہو کہ غریبا و مفلوک الحال لوگ اُس کی پیروی کرتے ہیں۔ اور یہی قدیم سے معمول چلا آتا ہے کہ پیغمبروں کے پیروں ہمیشہ غریبا و مفلوک الحال لوگ ہوتے رہے ہیں۔ تم نے بتایا کہ اُن کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور یہی حال نبوت کا ہے کہ جب تک دین کی تکمیل نہ ہو جائے لوگ بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ یہ بھی تم کہتے ہو کہ اس دین کو قبول کرنے کے بعد کوئی نہیں چھوڑتا اور یہ بھی دین حق کی پہچان ہے کہ جب دل میں اُس کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر کسی طرح نہیں مٹتا۔ یہ بھی تمہارا بیان ہے کہ یہ شخص خدا پرست نہیں کرتا۔ اور واقعی جبل و فریب انبیاء کی شان کے خلاف ہے۔ جن جن لوگوں کا وہ حکم دیتا ہے اُن کی تفصیل تم یہ بتاتے ہو کہ خدا کی عبادت کرو۔ کسی کو اُس کا شریک

نہ کرنا۔ بہت پریشی سے بھنا۔ تازہ پڑھنا۔ خیرات دینا۔ اور گناہوں سے پرہیز کرنا۔ اگر یہ شخص ایسا ہی ہو جیسا کہ تم بیان کرتے ہو تو عقرب یہ شخص اس زمین کا مالک ہو جائیگا جس پر میرے قدم ہیں۔ یہ مجھے معلوم تھا کہ اس زمانے میں ایک پیغمبر مسل ظاہر ہونے والا ہے۔ مگر خبر نہ تھی کہ وہ تم لوگوں میں سے ہو گا۔ اگر میں جاسکتا تو اس کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس کے پاؤں اپنے ہاتھ سے دھوتا۔

بادشاہ کی اس گفتگو کے بعد اُمراء زیادہ چلا چلا کے باتیں کرنے لگے۔ اور غالباً بادشاہ سے اپنی ناراضی ظاہر کرتے ہوں گے۔ مگر قبل اس کے کہ دوبارہ بخواست ہو یہ عربی مشرک تاجر نکال دیے گئے۔ اور دروازے سے باہر آنے کے بعد ابوسفیان نے اپنے رفقاء کی طرف دیکھ کے حیرت سے کہا اب تو ابن ابی کبشہ کی سطوت کا یہ حال ہے کہ بنی الاصفہر (رومیوں) کا بادشاہ بھی اس سے ڈرتا ہے۔

مؤرخین اسلام کی صحیح روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیت المقدس میں آتے ہی ایک رات ہر قتل کو علم نجوم کے ذریعے سے معلوم ہوا کہ قتل کرنے والوں کی رسالت کے متعلق ہر قتل کی بادشاہ ظاہر ہو گیا۔ جس سے وہ نہایت متروہ ہوا اور ان کا ایک پیش بینی دولت سے دریافت کیا کہ کون کون سی قوم قتل کرتی ہے۔

اُن لوگوں کے خیال میں اس رسم کا پابند سواہرود کے اور کون ہو سکتا تھا۔ چونکہ ایرانی عداوت چلی آتی تھی۔ اہل دربار نے شوزہ دیا کہ تمام شہروں کے حکام کے نام فرمان جاری کر دیا جائے کہ جہاں جتنے یہودی ہوں قتل کر ڈالے جائیں۔ یہ شوزہ ہو رہا تھا کہ آپ کا نام برہو پچا۔ اور معلوم ہو گیا کہ اہل عرب بھی قتل کرتے ہیں۔ غالباً

عہد ابوبکشر عرب کا ایک پرانا بادشاہ تھا۔ اور چونکہ مشرکین حضرت رسالت کو بھی جادو کرتے تھے لہذا اپنی مصلحت میں

محض توہین و تحقیر کی غرض سے اگر آپ کو ابن ابی کبشہ یعنی ابوبکشر کا بیٹا کہا کرتے تھے عہد صحیح بخاری جلد سوم ۵

یہی سبب تھا کہ ہر قل کے دل پر آپ کی وقعت قائم ہو گئی تھی۔ اور چاہتا تھا کہ
رومیوں کو آپ کا پیرو بن سکے اپنا تاج و تخت بچالے۔

اورہ خط جو خسرو پر وزیر کے نام گیا تھا | دوسری طرف عبد اللہ بن خداذآپ کا نامہ گرامی لے
کے خسرو پر وزیر کے دربار میں پہنچے۔ پڑھ کر وہ کہہ اے ان دنوں رومیوں کے مقابلے
میں سخت شکستیں ہو چکی تھیں۔ اور بہت سا ملک قبضے سے نکل گیا تھا لیکن دماغ سے
ابھی تک غرور نہیں نکلا تھا۔ اور اُس کی سرکش طبیعت کسی طرح کو اراہی نہ کر سکتی
تھی کہ کسی ناصح اور بادہی کی آواز پر کان لگائے اس حالت میں بہن خداذ نے آپ کا
خط اس کے سامنے پیش کیا۔ جس کی عبارت یہ تھی ”بسم اللہ الرحمن الرحیم بن محمد
رسول اللہ الی کسری عظیم فارس سلام علی من اتبع الهدی و آمن باللہ و رسولہ
واشہدان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبده و رسولہ وانی اذعوک بدعاء اللہ وانی رسول
الی الناس كافة لا نذر من کان حیاً و یحق القول علی الکافرین۔ فاسلم سلم وان تولیت
فان اثم الجوس علیک“ (بسم اللہ الرحمن الرحیم پیغمبر خدا محمد رسول اللہ کی طرف سے کسری سردار
فارس کے نام جو کوئی ہدایت کی پیروی کرے۔ خدا اور اس کے رسول پر یاقین لائے۔ اس بات کا
اقرار کرے کہ خدا کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اُس پر سلام ہیں
تجھے اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ اور تجھے اللہ نے اپنا پیغمبر بنا کے تمام نوع انسان کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ جو کوئی
زندہ موجود ہو اُسے (عذاب و زح) سے ڈراؤن۔ اور جو لوگ خدا کی نافرمانی کین اُن کے مقابلے لیکن
جنت ہو جائے اسلام و نجات پائیگا۔ اور اگر نہ مانے گا تو تمام مومنین کے ایمان نہ لالہ کا گناہ بھی تیرے سر رہے گا۔

بروز کی تیکڑ نہ کرشی | یہ خط ہاتھ میں لینے اور پڑھو ا کے سننے کے ساتھ ہی خسرو پر وزیر
کے غصے کی کوئی انتہا نہ تھی۔ نامہ نبوت کو پھاڑ کے پھینک دیا۔ اور بولا میں نہیں (معاذ اللہ)
میرا غلام ہو کے مجھے ایسا لکھتا ہے ”عبد اللہ اُس کی یہ برکشتگی اور اُس کے کبر و نخوت کا

تماشا دیکھ کے ناکام واپس آئے۔ اور دربار نبوت میں حاضر ہو کے ساری سرگذشت بیان کی۔ آپ نے اُس کی اس گستاخی کا حال سن کے کہ اُس نے خط کو پھاڑ کے پھینک دیا فرمایا جس طرح اُس نے میرے خط کو پھاڑا ہر اُسی طرح خدا اُس کی سلطنت کے ٹکڑے اڑا دے گا۔

اُس کا فرمان حکم دیکھ کر نام عبد العبد بن حذافہ تو دربار کسری سے ادھر واپس آئے اُدھر پرویز نے اپنے والی تین باذان کے نام ایک فرمان بھیجا کہ ”یہ شخص جو ارض حجاز میں دعوائے نبوت کر رہا ہے اس کے پاس اپنے ہر ایوان میں سے دو ہوشیار شخصوں کو بھیجو کہ اُسے پکڑ کے میرے پاس لے آئیں۔“ باذان نے یہ فرمان خسرو کی پہنچے ہی اپنے منشی بانو یہ اور خزانہ نام ایک اور شخص کو آپ کی طرف روانہ کیا۔ اور ایک خط بھی آپ کے نام لکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ فوراً ان دونوں شخصوں کے ساتھ خسرو پرویز کے پاس چلے جائیں۔ پرویز کی برہمی اور اس کے اس حکم کی خبر کے میں شریکین قریش کو پہنچی تو بہت خوش ہوئے۔ اور ایک دوسرے کو بشارت دینے لگے کہ اب ہمدانی غرض شہر یا ریزان کے ہاتھوں پوری ہو جائے گی۔ کہے میں یہ خوشیاں سنائی جا رہی تھیں کہ باذان والی تین کے دونوں سفیر دارالنبوۃ مدینہ میں آ پہنچے۔

میں کے عیسیٰ میردینے میں اور آپ کو کسری کا حکم سنایا۔ ان دونوں اچلیوں کی وضع یہ تھی کہ ڈاڑھیان اور موچین منڈی ہوئی تھیں۔ اہل عرب میں یہ وضع نہایت ہی نئی خلائ شیعہ شرفا۔ اور ناپسندیدہ تھی۔ آپ نے ان کو دو دفعہ حیرت سے دیکھا اور پوچھا ڈاڑھی منڈی کی مذمت اس وضع کا تعین کس نے حکم دیا؟ بولے ہمارے خداوند (یعنی بادشاہ) نے آپ نے ارشاد فرمایا لیکن میرا خداوند (یعنی اللہ جل جلالہ) مجھے حکم دیتا ہے کہ ڈاڑھی کو چھوڑ دوں۔ اور موچین کٹواؤں۔

اس کے بعد اُن دونوں نے باذان کا پیام پہنچایا۔ اور بھانے لگے کہ اگر آپ دربار کسریٰ مین ہمارے ساتھ چلے چلیں گے تو ہمارے سردار باذان سفارش کر کے آپ کو بچالین گے۔ اور اگر آپ نے انکار کیا تو وہ حملہ کر کے آپ کی غیب دانی اور سفرون کے ساتھ بڑا آپ کو اور آپ کی قوم کو ہلاک کر ڈالیں گے۔ آپ نے فرمایا اچھا اس وقت جاؤ مین کل جواب دُون گا۔ رات کو امد جمل شانے آپ کو مطلع کر دیا کہ پرویز خود اپنے بیٹے کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ دوسرے دن جیسے ہی وہ سامنے آئے آپ نے بتایا کہ پرویز مار ڈالا گیا۔ اور ارشاد کیا میرا دین اور میری سلطنت کسریٰ کی ملکیت تک پہنچ جائیں گے۔ اور باذان سے کہہ دینا کہ وہ اسلام قبول کرے۔ اگر اس نے اس نصیحت پر عمل کیا تو بتلے اپنے ملک پر قابض و حاکم رہے گا۔ اس کے بعد اپنے فرزند کو سونے چاندی کی ایک پیٹی دی جو کسی فرمان روا نے ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیجی تھی اور خدمت اُن سفرو کی واپسی وہ دونوں مدینے سے سفر کر کے مین مین واپس گئے۔ اور ساری سرگذشت باذان سے بیان کی۔ اُس نے تمام واقعات سن کے کہا کہ کسی بادشاہ کی شان نہیں۔ یہ شان تو پیغمبر مرسل کی ہے۔ اور دیر کیا ہے امتحان بھی ہو جائے گا۔ جو خبر اُنھوں نے بتائی اگر سچ ہوئی تو جان لینا چاہیے کہ واقعی پیغمبر ہیں۔ اور اگر سچی نہ ثابت ہوئی تو دیکھا جائے گا۔ اس کو زیادہ زمانہ نہیں گذرا تھا کہ باذان کے نام نے شہر یار عجم شہرِ یوہ کا فرمان آیا۔ جس میں لکھا تھا کہ ”میں نے پرویز کو قتل کر کے تلخ و سخت پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے کہ پرویز فرخاسے فارس کو قتل کرنا چلا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ حکم دیا تھا کہ آئندہ ہر ام مین میری اطاعت کرو۔“ اور یہ بھی ہدایت کی تھی کہ اب اُس نے پیغمبر سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کرنا۔ باذان حاکم مین کا بیان لانا۔ شہرِ یوہ کا یہ فرمان پاتے ہی باذان اپنے چند اور فارسی تڑوا

سرداروں کے ساتھ سلمان ہو گیا۔ اور سلطنتِ تین بین دین اسلام کو ترقی ہونے لگی

باب بست و چہارم

فتوحِ خیبر و فدک اور یہود کی قوت کا استیصال وغیرہ
 سیدہ و سحر کے متعلق ایک حقیقہ خیال۔ یہود آپ پر عداوت کرتے تھے۔ اور اس کا ذمہ
 سرور ان بن سید۔ یہود کے قلعہ کی ضرورت۔ غزوہ خیبر۔ عداوت کی شان۔
 آئین الی کی منافقت۔ قلعہ ہاسہ خیبر کا حصار۔ قلعہ ناعم و قوم ام المومنین صفیہ بنت حبیبہ
 مصعب بن معاذ قلعہ ہاسہ و طبع و سلام۔ مرحب۔ جناب علی رضی کی فضیلت۔ مرحب کا آپ کے
 ہاتھ سے مارا جانا۔ جنگِ مغلوبہ۔ کس شرط پر یہ قلعہ فتح ہوئے۔ خلافتِ فاروقی میں ان کا
 جلا وطن کیا جانا۔ تربت بنتِ حارث آپ کو زہر دیتی ہے۔ پھر اس کی توبہ اور ایسا لانا
 حجاج بن علاطہ کہلاتے ہیں۔ اور مکر میں سے کہتے ہیں کہ آپ کو یہود خیبر نے گرفتار کر لیا
 اس پر اہل مکہ کی خوشیاں۔ جناب عباس کو معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے۔ فتحِ فدک۔ اس کی
 نعتِ زمین پر خود حضرت رسالت کا قبضہ۔ فدک کے متعلق شیعوں کا اعتراض اور اس کی
 اصلی سرگذشت۔ جناب سیدہ کی ناراضی۔ حضرت عمر کے دربار میں معاملہ فدک کا پیش
 ہونا۔ حضرت علی و عباس کی باہمی نزاع حضرت عمر کی گفتگو۔ آراضی فدک کی حالت حضرت
 سرور کائنات کے عہد میں۔ پھر ابو بکر صدیق کے عہد میں۔ حضرت فاروق کے عہد میں اس پر
 بنی ہاشم کا ستویں قرار پانا۔ حضرت عمر کے فیصلے کی سہائی۔ حضرت عمر کے عہد میں باقی ماندہ
 نصف زمین بھی اس میں شامل ہو گئی۔ فدک جناب عثمان و جناب علی کے عہد میں جناب
 معاویہ کے عہد میں۔ عمر بن عبد العزیز کا اس پر قبضہ۔ اور بنی فاطمہ کو اس کا ستویں کرنا۔
 عمر بن عبد العزیز نے یہ اراضی بھی فاطمہ کو دی تھی بلکہ انھیں صرف ستویں بنایا تھا۔ اس پر پھر

خلافت کا قبضہ سامون رشید کے ہند تک۔ محدود وادی القری۔ لڑائی اور فتح تہا برین جبطہ کی واپسی
 سہ | اب سہ آیا۔ جبکہ اسلام عرب کے دور و دور از بلادین ترقی پا رہا تھا۔ اور
 خضر سالت کے خطوط نے اگر شاہی سلطوت سے نہیں تو پیرانہ اثر سے دنیا کی بڑی
 بڑی زبردست سلطنتوں کو چونکا دیا تھا۔ مگر اطراف مدینہ میں جو یہودی باقی رہ گئے
 تھے وہ اسی طرح دشمنی اور اندرونی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے بخلہ اور قسم کی
 چچی چچی اور ذلیل کوششوں کے ایک دناوت یہ تھی کہ ان کے جادوگر آنحضرت
 صلم پر جادو کرتے کرتے تھکے جاتے تھے اور آپ پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔

سر کے متعلق ایک متفقہ خیال | جادو کا ان دنوں عرب میں اور خاصہ یہود میں زیادہ
 رواج معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ آج کل کے اکثر محققین اور ان کی پیروی میں تعلیم یافتہ
 لوگوں کا یہ خیال قائم ہو گیا ہے کہ جادو کو کوئی چیز نہیں۔ اور اس حد تک ہم بھی ان کے
 ساتھ ہیں کہ بات بات پر جادو کا وہم کرنا اور ہرباری یا بے لطفی کو اسی کی طرف
 منسوب کرنے لگنا نہایت ہی سخت اور شرمناک جہالت ہے۔ مگر روحانی قوی کی ترغیب
 اور مختلف قسم کی ریاضتوں کے نتائج پر جن لوگوں نے اچھی طرح غور کیا ہے وہ انکار
 نہیں کر سکتے کہ ایسے امور خلاف فطرت نہیں۔ اور بالکل اُس فطرت کے تابع ہیں
 جو خدا نے قائم کر دی ہے۔ ہمارے نوجوانوں کی سب سے بڑی غلط فہمی یہ ہے کہ فطرت کے
 وسیع میدان کو اپنی معلومات کے تنگ دائرے پر محدود کرنا چاہتے ہیں جس کا یہ
 لازمی نتیجہ ہے کہ مذہب تاریخ کے بہت سی واقعات انھیں اپنے فلسفہ اور اپنے اصول موضوعہ کے
 خلاف نظر آنے لگتے ہیں مگر اصل میں یہ مذہب کا نقصان نہیں بلکہ انھیں کی تنگ خیالی ہے۔
 یہود آپ پر جادو کرتے ہیں | القصہ جب یہود اور کسی طرح کا یہاب نہ ہوئے تو اس سال عجم
 کے عینہ میں اپنی قوم کے ایک سب سے بڑے جادوگر لیبید بن اعصم کے پاس آئے
 اور کہا "اب ہمارا تو کوئی زور نہیں چلتا۔ اگر تم محمد پر جادو کرو تو جو مانگو میں نے تو یہاں

آخر تین دینار اہرت قرار پائی۔ اور لپیڈ نے آپ کے ایک یہودی الاصل غلام کو ملا کے آپ کے کچھ بال ادا آپ کی کننگھی کے کچھ وزن انے ہم پہنچائے۔ اور انھیں پر جساد و شروع کیا۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ آپ پورے ایک سال تک مریض رہے۔ اور آخر مرض میں یہ حالت ہو گئی کہ ازواج مطہرات کے پاس بھی نہ جاتے تھے۔ اکثر معلوم ہوتا کہ جیسے کوئی کام کیا ہو حالانکہ نہیں کیا تھا ہوتے ہوتے ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا کہ جیسے دو فرشتے آئے ہیں۔ اور اُن میں سے ایک دوسرے سے پوچھا ہو ”اُن کا کیا حال ہو؟“ دوسرے نے کہا ”جنا دو ہوا ہو پہلے نے پوچھا جادو کس نے کیا؟“ جواب ملا لیت بن اعصم یہودی نے پوچھا اور کس چیز پر جادو کیا ہو؟“ کہا ”کننگھی اور کننگھی میں بٹھے ہوئے بالوں پر جو ایک نہ درخت خرما کے خوشے کی کلی کے خلاف میں رکھ کے اور تانت پر گر رہیں دے کے چاہ اُردان کے اندر ایک تھر کے نیچے دبا دیے گئے ہیں۔“ یہ خواب دیکھتے ہی آپ اور اُس کا دنیا پر چمک پڑے۔ اور چند اصحاب کے ساتھ اس کنوین پر تشریف لے گئے۔ اس کنوین کا پانی سُرخ تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اُس میں مٹی بھری ہوئی ہو۔ آپ کے اشارے سے ایک شخص کنوین کے اندر اُترا۔ اور کھجور کی کلی کے اُس خلاف کو نکال لایا۔ اُسے کھول کے دیکھا تو کننگھی کے دندانوں اور بالوں کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موم کا پتلا بھی تھا جس میں سویان کو پختی ہوئی تھیں اور ایک تانت ملی جس میں گیارہ گرہیں دی ہوئی تھیں۔ آپ نے حسب ہدایت جبریل صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سورت ہائے قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب لعلق پڑھ پڑھ کے اُن گرہوں کو کھولا۔ اور اصل جل شانہ نے آپ کو شفا دی۔ اُن چیزوں کو جو برآمد ہوئی تھیں کسی جگہ دفن کر دیا۔ اور جن لوگوں نے جادو کیا تھا اگرچہ اُن کا حال ہر خبری کھل گیا تھا مگر آپ نے اُن سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔

سربان بن سید | ان نون امان بن سید جنھوں نے واقعہ حدیبیہ میں حضرت عثمان
ذی النورین کو پناہ دی تھی ایمان لائے تھے۔ آپ نے انھیں چند لوگوں پر سردار
کر کے ارض نجد کی طرف روانہ کیا۔ جہاں سے وہ اُس وقت واپس آئے جبکہ آپ
قلعہ ہائے خیبر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ اس سرسبزے کا حال اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا
نیز پتہ چلتا ہے کہ امان کس قبیلے اور گروہ کے مقابلے پر روانہ کئے گئے تھے۔ اور نہ یہ
ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کیا باب ہو کے واپس آئے یا ناکام۔

یہود کے قلع و قمع کی ضرورت | اب یہ ظاہر اسباب دیگر اطراف سے المینان تھا۔ اور ضرورت
تھی کہ مدینے کے قرب و جوار میں جو یہودی قومیں باقی ہیں توڑ دی جائیں۔ اس لیے
کہ یہ لوگ جیسے سخت دشمن اسلام تھے ویسی ہی ذلیل کو شمشین دین برحق کے مٹانے
کی کرتے رہتے تھے۔ جادو وہ کراتے تھے۔ فتنے اور فساد وہ برپا کرتے تھے۔ لوگوں کو
بھکا اور ابھار کے آپ کے مقابلے میں وہ لاکھڑا کرتے تھے۔ الغرض انھیں اسباب
آپ نے اُن کے قلع و قمع کا ارادہ کیا۔ اور شہر کے پہلے مہینے محرم کے ختم ہونے کو
خزیمہ (کچھ دن باقی تھے کہ آپ نے) عید بن عبد اللہ بن ابی جہل مدینے میں چھوڑا اور خود
چودہ سو پیدل نبرد آزماؤں اور دو سو سواروں کو ہمراہ رکاب لے کے مدینے سے
چل کھڑے ہوئے۔

خیبر مدینہ منورہ سے تین منزل شام کی طرف ایک نہایت ہی زرخیز علاقے کا نام
تھا جس میں بہت سے باغات اور کھیت تھے۔ اور قریب قریب متعدد قلعے قائم
تھے۔ جن پر یہود کا قبضہ تھا۔ ان قلعوں کی طرف عساکر نبوت اس شان سے روانہ
عساکر نبوت کی شان | ہوئے کہ مقدمۃ الجیش ہدحاشہ بن عصفیہ بن عصفیہ پر حضرت
عمر فاروق۔ اور میرہ ہد ایکل ورجیل القدر صحابی سردار تھے۔ جبکہ نام ایک شخص

منظر تھے کہ دیکھیے کس کا نصیب جاگتا ہے۔ اور یہ الفاظ جو حضرت رسالت کی زبان سے ادا ہوئے تھے کس کی قسمت میں ثابت ہوتے ہیں۔ ناگمان جناب علیؑ کے آنکھوں پر پڑی بانہ اور ایک اونٹ پر سوار نمودار ہوئے خیمہ نبوت کے قریب آکے اپنا اونٹ بٹھایا۔ اترے۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا "خبر موت تو ہے؟" عرض کیا "آپ کے تشریف لانے کے بعد میری آنکھیں کی شوب کراہیں" آنحضرت صلعم نے قریب بلا کے اپنا کداب دہن آنکھوں میں لگادیا۔ جس کی برکت سے خدا نے شفا دی۔ اور آپ نے علم اسلام اُن کے حوالے کیا۔ جناب علیؑ وہ جھنڈا لے کر اچکے ہاتھ سے ارجانا اچھے میدان میں لے آیا۔ ایک یہودی نے قلعہ پر سے دیکھ کر پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ہوں علیؑ ابن ابی طالب اب مرحب جو اس قلعہ کا مالک تھا ایک آبدار یعنی خود سر ہر رکھے ہوئے قلعے سے نکلا۔ اور رجز پڑھتا ہوا حضرت علیؑ کے مقابلے پر آیا۔ آپ نے بھی اشعار رجز پڑھے۔ اور دونوں حریفوں نے ایک ہی ساتھ ایک دوسرے پر وادے کیے۔ مگر حضرت علیؑ کی تلوار اس پہلے ہی وار میں پورا کام کر گئی۔ خود اور سردون کو کاٹ دیا۔ اور مرحب نے زمین پر گر کے جان دے دی۔

جنگ خندق اس کے بعد جنگ منلوہ شروع ہوئی۔ کسی یہودی کے وار سے حضرت علیؑ کی ڈال ہاتھ سے چھوٹ کے الگ جا گری تھی۔ آپ نے جوش میں آکے ایک پٹ جو قلعہ کے پاس پڑا تھا اٹھالیا اور جب تک دشمنوں کو شکست نہ دیدی اسی پٹ سے ڈھال کا کام لیتے رہے۔ اب و طیح و سلام کے محصورین زندگی سے کس قدر بے چین ہوئے۔ عاجز آگئے تھے۔ آپ کے پاس پیام بھیجا کہ اگر ہماری جانیں بچا دی جائیں اور ہمیں چلے جانے کی اجازت ملے تو قلعوں کے پھاٹک کھل دیں

عہ ابن ہشام کی روایت یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مرحب کو جناب علیؑ نے نہیں بلکہ محمد بن مسلمہ نے قتل کیا۔ اور یہ روایت سترہوی ہے۔ مگر شاخین ابی ہریرہؓ لکھتے ہیں کہ جب کو حضرت علیؑ نے قتل کیا۔

اس شرط کو آنحضرتؐ نے قبول فرمایا۔ اور دونوں قلعوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔
 خیبر کے بعض قلعے لڑائی اور سرکہ آرائی کے بعد فتح ہوئے۔ اور بعض صلے سے اور
 اس اقرار پر کہ ان کے رہنے والے جلا وطن کیے جائیں۔ اس غزوے میں اول
 سے آخر تک کچھ اہل بیتؑ اور اہل بیتؑ کے اصحابؑ سے شہید ہوئے۔ آنحضرتؐ نے
 فتح کے بعد مال غنیمت کو تقسیم کیا۔ اور اگرچہ جلا وطن کرنے کی شرط تھی مگر پھر بھی آپ
 نے ان کے حال پر مہربانی کی۔ اور ان کو انکی زمینوں اور قلعوں میں آباد دینے دیا
 بان اتنا اقرار البتہ لے لیا گیا کہ اپنی پیداوار کا نصف حصہ ہمیشہ مسلمانوں کو ادا کیا
 کریں۔ اسی شرط اور اسی معینہ نگس یا طراج کی ادائی کے ساتھ وہ آنحضرتؐ کی آخر
 عمر تک اور اس کے بعد حضرت صدیقؑ کے پورے عہد خلافت میں اپنی زمینوں پر
 قابض تھے حضرت عمرؓ کی خلافت میں بھی تھوڑے زمانے تک سی حال میں رہے۔ مگر
 خلافت فاروقی میں ان کا جب اُس خلیفہ رسول اللہؐ کو خبر پہنچی کہ آنحضرتؐ صلعم نے
 اپنے مرض موت میں فرمایا تھا کہ ارض عرب میں دو۔ دین
 نہ باقی رہیں تو ان کو خبر سے جلا وطن کر دیا۔ اور اسی زمانے میں وہ تمام یہودی
 بھی جلا وطن کر دیے گئے جو مختلف بلاد عرب میں باقی تھے۔

مگر واقعی یہودی اپنی دناؤوں کی وجہ سے ایسی مہربانی کے مستحق نہ تھے۔
 آپؐ نے انھیں معاف کیا تھا۔ خراج ادا کرنے کے وعدے پر وہ اپنے گھروں اور
 قلعوں میں آباد ہوئے تھے۔ اور ہنوز حضرت رسالتؐ و ہین ٹھہرے ہوئے تھے
 کہ ان ذلیل دشمنوں کی طرف سے ان مہربانیوں اور جان بخشیوں کا یہ صلہ ملا کہ سلام
 زیب بنت حارث آپؐ کو بن مشکم سردار یہودی کی جو روزِ زیب بنت حارث دعوت کے
 طریقے سے ایک بُنی ہوئی بکری کا گوشت لے کے آئی اور

آپ کے سامنے رکھ کے چلی گئی۔ آپ اور بشر بن برآء بن معرور جو اس وقت آپ کے پاس بیٹھے تھے دونوں نے کھانا شروع کیا۔ بشر نے تو ایک نوالہ کھالیا مگر آپ نے نوالہ نہ کھایا۔ پھر اس کی توجہ اور ایمان لانا لے کے چلایا اور قبل اس کے کہ نگلیں اگل دیا اور فرمایا یہ بکری کہتی ہے کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے فوراً اس عورت سے ہمارے دریافت کیا گیا اور اسے اقرار کرتے ہی آپ نے پوچھا آخر تو نے ایسی جرات کیوں کی؟ بولی آپ سائے ہاتھوں میری قوم کا جو حال ہوا ظاہر ہے جس کے انتقام کے لیے میں نے یہ کارروائی کی۔ اور دل میں کہا کہ اگر آپ سچے پیغمبر ہیں تو آپ کو معلوم ہی ہو جائے گا۔ اور اگر غرض باو شاد ہیں تو میں آپ کے ہاتھ سے نجات مل جائے گی۔ غرض خدا نے اس زہر سے آپ کو بچالیا۔ مگر پچارے، بشر جان بر نہ ہو سکے۔ اس یہودیہ عورت نے یہ دیکھ کے کہ آپ کو بے تہائے زہر کا حال معلوم ہو گیا۔ ایمان قبول کیا۔ اور اسی وجہ سے آپ نے اُس کی خطا بھی معاف کر دی۔

ججاج بن علاطہ کہ جاتے ہیں | تیخیر کے قلعے فتح ہو چکے تھے اور آنحضرتؐ وسلم واپسی کا سامان کر رہے تھے کہ ججاج بن علاطہ سلمیٰ نے آکے عرض کیا یا رسول اللہ میرا بہت مال و اسباب کے میں رہ گیا ہے۔ اجازت ہو تو جا کے لے آؤں۔ آپ نے اجازت دی۔ تب ججاج نے کہا لیکن وہاں مشرکین کے سامنے مجھے خلافت و اقدام اور بیان کرنا پڑیں گے۔ آپ نے فرمایا تمہیں اختیار ہے جو مناسب جاؤنا کرنا۔ یوں حضرت رسالت سے اجازت حاصل کر کے ججاج نے مکہ کی راہ لی۔ اہل مکہ کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ آپ نے تیخیر کا محاصرہ شروع کر دیا ہے۔ اور چونکہ اہل تیخیر کو قوی اور زبردست خیال کرتے تھے لہذا انہایت ہی بے صبری سے اس لڑائی کے نتیجے کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ بعض لوگ شہر کے باہر آکے ٹھہرتے کہ کوئی آنے جانے والا مل جائے تو اُس سے

درشکین سے کہتے ہیں کہ آپ کو

یہ خبر نے گرفتار کر لیا

لڑائی کا حال دریافت کر میں۔ اسی شوق میں چند اہل مکہ
آبادی سے باہر دیکھ رہے تھے کہ تاج نظر آئے جن کے
ایمان لانے کا حال انھیں نہیں معلوم تھا صورت دیکھتے ہی سب نے دوزخ کے
پوچھا کیا خبر ہو؟ انھوں نے کہا نہایت اچھی خبر خیرین مسلمانوں کو ایسی شکست
ہوئی اور اس کثرت سے مارے گئے جیسا اتفاق کہ اس سے پیشتر کبھی نہیں ہوا تھا۔
خود محمد کو اہل خیر نے گرفتار کر لیا۔ اور یہ جو بزرگوار پانی ہو کہ انھیں تھارے پاس
اس اہل مکہ کی خوشحال بھیج دیں تاکہ قتل کر کے اپنے بھائی بندوں کا انتقام لو یہ خبر سننا تھا
سب مارے خوشی کے اچھل پڑے اور ہم بھرین ہر طرف مکہ میں یہی خبر مشہور تھی
اور جوش و خروش کے ساتھ خوشحال بنائی جا رہی تھیں۔ تاج نے موقع کو غنیمت سمجھ کے
اپنا تمام مال و اسباب فراہم کیا جو جس سے وصول کرنا تھا وصول کیا اور واپسی کا
خطاب عباس کو معلوم ہوا۔ سامان کر رہے تھے کہ حضرت عباسؓ عم رسول اللہؐ گھر آئے
کہ یہ خبر غلط ہوئے آئے اور پوچھا یہ کیا خبر ہو؟ تاج نے کہا آپ
میرے جانے کے بعد تین دن تک ضبط کرنے کا وعدہ کریں تو اصل حال بتاؤں۔
انھوں نے وعدہ کیا اور انھوں نے کہنا یہ خالی میرا فقرہ تھا۔ اور اگر ایسا نہ کرتا تو اپنا
مال و اسباب کیونکر لے جاسکتا تھا۔ اصلی خبر یہ ہو کہ تمام قلعہ ہمارے خیر پر آنحضرتؐ کا
قبضہ ہو گیا۔ اور سردار یهودی بنی اسطب کی بیٹی صفیہ آنحضرتؐ کے قبضے میں ہو۔ یہ
بتا کے تاج نے مدینہ کی راہ لی۔ اور حضرت عباسؓ نے تیسرے دن اہل مکہ کو بتا دیا
کہ وہ خبر غلط تھی۔ اور تاج نے محض اپنا مال لینے کے لیے تمہیں دعو کا دیا تھا۔

فتح فک

خیر سے واپس ہو کے آپ نے محض بن مسعود کو اہل فک کے پاس بھیجا
اور انھیں دین اسلام کی طرف بلایا۔ فک نیر کے قریب ہی تھا۔ اور وہاں بھی

یہودی ہی رہتے تھے جن کا سرور ان دنوں یوشع بن نون نام ایک شخص تھا
 اُس کی نصف زمین پر خود وہ یہ سن ہی چکے تھے کہ خیر والوں کا کیا حشر ہوا۔ تھوڑے ہی
 تامل کے بعد اس امر پر راضی ہو گئے کہ فدک کی آدھی زمین
 حضرت رسالت کو دے دیں اور آدھی پر خود قابض رہیں۔ فدک کی یہ آدھی زمین
 جو حضرت سرور کائنات کے قبضے میں آئی چونکہ بغیر کسی فوج کے گئے اور بغیر کسی
 سلمان کی کوشش کے قبضہ اسلام میں آئی تھی لہذا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے قبضے میں رہی۔ اور خاص آپ کی جائداد قرار پائی۔ یا ہماری اصطلاح میں یون
 بکھنا چاہیے کہ حضرت رسالت کے لیے صرف خاص کے علاقے کی شان رکھتی تھی۔
 اسی کی آمدنی سے آپ اپنی ازواج مطہرات کو نان و نفقہ دیتے تھے۔ اور یہ خانگی
 مصارف دے دلا کے جو کچھ بچتا تھا غریب لوٹون اور محتاجوں پر صرف ہوتا تھا

فدک کے متعلق شیعوں کا اعتراض
 اور اُس کی اصلی سرگذشت
 یہی فدک ہے جس کی نسبت شیعہ کو جناب ابو بکر صدیق
 اور حضرت عمر فاروق کے فیصلوں پر اعتراض ہے۔ مگر

اصلی واقعہ جو اہل سنت کی معتبر و مستند روایتوں سے مستنبط ہے اس سے ہم نہیں
 بچ سکتے کہ کیونکر الزام دیا جاسکتا ہے۔ آنحضرت کی وفات کے بعد آپ کے اہل بیت
 اس امر کے مدعی ہوئے کہ حضرت سرور کائنات کی جس قدر ذاتی جائداد ہے ہمیں
 اور شیعہ میں ملنی چاہئے اس جائداد میں یہی فدک کی زمینیں تھیں۔ کچھ خیر کی اور
 کچھ خاص مدینے کی۔ جن کے متعلق خود جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہراؑ ابو بکر صدیق
 جناب سیدہ کی ناراضی کے پاس تشریف لائیں اور اپنا ورثہ مانگا۔ ابو بکر صدیق نے کہا
 جناب رسالت نے تو ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پیغمبر لوگوں کا کچھ ورثہ نہیں ہوتا۔ اور
 ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ خدا کی راہ میں صدقہ ہے۔ اس جواب پر جناب سیدہ ہریم

ہوئیں۔ اور جب تک زندہ رہیں پھر ابو بکر سے نہیں ملیں۔ ابو بکر صدیق نے یہ جائیدادیں کسی کو ورثے میں تو نہیں دیں لیکن ان کو خلافت یا اسلامی سلطنت کے مقبوضات میں بھی نہیں شامل کیا۔ بلکہ جو مصارف ان کی آمدنی سے آنحضرت کی زندگی میں ادا کیے جاتے تھے وہی مصارف اپنے عہد میں بھی ادا کرتے رہے۔ ازواج مطہرات کی خبر گیری۔ غربا و مساکین کی مدد۔ اور اسی طرح جس جس قسم کے کام لیے جاتے تھے ہر طور جاری رکھے گئے۔

حضرت عمر کے دربار میں سالہ
ندک کا پیش ہونا

اُس وقت ان جائیدادوں پر ایک متولی کی حیثیت سے حضرت عباس عم رسول اللہ اور حضرت علی مرتضیٰ کا قبضہ تھا۔ ان دونوں میں باہم جھگڑا ہوا۔ اور تصفیہ کرنے کے لیے دونوں اُس سادے دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ عثمان بن عفان عبد الرحمن بن عوف۔ ابی بکر بن عوام۔ اور سعد بن ابی وقاص کے سے جلیل القدر صحابہ کو پہلے سے بھیج دیا کہ سفارش کر کے برآسانی مل کر ادین۔ اور ان کے جانے حضرت علی و عباس کی باہم نزاع کے تھوڑی ہی دیر بعد خود حضرت عباس و علی آئے اور بیٹھتے ہی جناب عباس نے نہایت برہمی کے ساتھ کہا یا امیر المؤمنین اس ظالم (یعنی حضرت علی) کا اور میرا تصفیہ کرو کیجئے۔ ان کے کہتے ہی حضرت عثمان وغیرہ جو سفارش کو آئے تھے بولے بے شک ان کا فیصلہ ہو جانا چاہیئے۔ تاکہ ایک کو دوسرے کی مخالفت سے نجات ملے۔ یہ درخواست اور سفارشیں سن کر حضرت عمرؓ نے جو تقریر کی بلفظ نقل کرنے کے قابل ہو۔ اور اسی گفتگو سے اصل حال معلوم ہو سکتا ہو کہ کس کی زیادتی تھی۔ اور خلافت کی طرف سے جو فیصلہ کیا گیا تھا کیسا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”ذرا صبر کرو۔ اے خدا

جس کی قدرت سے آسمان وزمین قائم ہیں میں تمہیں اُسی کا واسطہ دلا کے پوچھتا ہوں رسول اللہؐ نے یہ فرمایا تھا یا نہیں کہ ہم لوگ ورثہ نہیں لکھتے۔ اور جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہو؟ سب نے کہا بے شک فرمایا تھا پھر حضرت عمرؓ جناب علیؓ و عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اور تم کو بھی اُسی خدا کا واسطہ دلا کے پوچھتا ہوں کہ آپ کا یہ قول ہی یا نہیں؟ دونوں نے کہا بے شک ہو، اب حضرت عمرؓ نے فرمایا اُس معاملہ کو میں اراضیِ نیک کی حالت حضرت | تم سے بیان کرتا ہوں۔ اس غنیمت کو اللہ جل شانہ نے سردارِ کائنات کے عہد میں اپنے پیغمبر کے ساتھ مخصوص کیا تھا۔ اور کسی کو اس میں سے کچھ نہیں دیا گیا۔ پھر یہ آیت قرآنی پڑھی دما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اخفتم علیہ من خیل ولا رکاب و لکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء و اللہ علی کل شئی قذیر۔ اور فرمایا لہذا یہ جائیداد میں خالص حضرت رسالت کے لیے تھیں۔ اور خدا کی قسم انھوں نے یہ نہیں کیا کہ خود ہی لے لیا ہو۔ یا خود لیتے وقت تمہارا کچھ خیال نہ کیا ہو۔ تم سب کو دیا۔ اور سے دلا کہ یہ جائیداد بچ رہی تو خود لی اسکی آمدنی سے اپنی زوال و کسالت بھر کر اناقتہ جیتے تھے اور جو کچھ بچ رہتا تھا اُسے خدا کی ملکیت میں تصور فرماتے تھے یہی حالت آپ کی زندگی بھر میں تھیں خدا کا واسطہ دلا کے پوچھتا ہوں کہ ایسا ہی تھا؟ سب نے کہا بیشک تھا اس کے بعد اسی طرح خدا کا واسطہ دلا کے حضرت علیؓ و عباسؓ سے بھی تصدیق کرائی۔ اور سلسلہ کلام ۲ گے بڑھایا پھر ابو بکر صدیق کے عہد میں | پھر حضرت رسالت نے وفات پائی۔ اور ابو بکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میں ہی ان جائیدادوں کا ولی ہوں۔ یہ کہہ کے ان پر قبضہ کیا۔ اور ان کی آمدنی سے وہی مصارف جاری رکھے جو آنحضرتؐ کے زمانے میں جاری تھے۔ اور خدا شاہد ہو کہ اس معاملے میں وہ سچے نیک۔ راست رو۔ اور حق کے پابند تھے۔ اس کے بعد انھوں نے انتقال کیا۔ اور اپنی خلافت کے ابتدائی دو سال تک میں نے بھی ان کی آمدنی انھیں کھلی نہیں

لگائی جن میں کہ حضرت رسالت پناہ اور ابو بکر صدیق کے زمانوں میں صرف ہوا کرتی تھی۔ اور خدا شاہد ہے کہ میں بھی اس امر میں بجا۔ نیک۔ راست رو۔ اور مطیع حق تھا۔ پھر تم دونوں آئے۔ اور دونوں نے ایک ہی بات کہی اور ایک ہی غرض پیش کی اور عباسؓ نے تم نے اپنے بھتیجے کا ورثہ مانگا۔ اور انھوں نے یعنی علیؓ نے اپنی بیوی کی طرف سے اُن کے والد کا ورثہ طلب کیا۔ میں نے کہا حضرت رسالت کا قول تھا کہ ہم لوگ ورثہ نہیں رکھتے۔ اور جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ پھر جب مجھے یہ امر قیوں مصلحت معلوم ہوا کہ ان اراضی پر تمھارا ہی قبضہ کرا دیا جائے تو میں نے تم سے کہا اگر تم چاہو تو یہ اراضی میں تمھیں دے سکتا ہوں۔ لیکن اسی شرط پر کہ خدا کو حاضر و ناظر جان کے اقرار کرو کہ ان کی آمدنی اُنھیں کاموں میں صرف کرو گے جن میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں صرف ہوتی تھی۔ ابو بکر صدیق کے دور میں صرف ہوئی۔ اور میری خلافت میں اس وقت تک صرف ہوتی رہی ہے حضرت فاروق کے عہد میں اُس پر تم نے اس بات کا اقرار کیا۔ اور میں نے تمھارے بی باقم کا توتلی تہرا پاؤں۔ قبضہ دے دیں۔ میں تم سب کو قسم دلا کہ پوچھا ہو کہ میں نے دی تمھیں یا نہیں؟ سب نے کہا بے شک آپ نے دی تمھیں۔ پھر خاص حضرت علیؓ و عباسؓ سے اس کی تصدیق کرائی اور انھوں نے بھی تسلیم کیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا "اگر تم اس فیصلے کے سوا کوئی اور فیصلہ چاہتے ہو تو اسی خدا کی قسم جس کی برکت سے زمین و آسمان قائم ہیں میں کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر انتظام سے عاجز ہو گئے ہو اور نہیں کر سکتے تو مجھے واپس کر دو میں خود انتظام کر لوں گا۔

حضرت عمرؓ کے فیصلے کی سچائی | خلافت فاروقی کے مذکورہ اجلاس کی کارروائی دیکھ کے

ہر شخص فیصلہ کر سکتا ہے کہ جو کچھ کیا گیا حضرت رسالت کے احکام کی پابندی میں کیا گیا۔ صرف اتنی بات کہ یہ امر جناب یسیدہ کی دل شکنی کا باعث ہوا ہے شک افسوس کے قابل اور ایسا ہے کہ یقیناً حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کو بھی زندگی بھر اس کا صدمہ رہا ہو گا۔ لیکن اس کو کیا کرتے کہ صریح فرمان رسالت موجود تھا۔ جس کے مقابلے میں وہ جناب یسیدہ کے خلاف فیصلہ کرنے پر مجبور تھے

حضرت عمر کے مدینہ باقی ماندہ جناب فاروق کے زمانے تک فدک کی آدمی زمین مسلمانوں نصف زمین بھی اس میں شامل ہو گئی کے قبضے میں تھی۔ جب انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ارشاد

حضرت رسالت کے مطابق یہ وادیں حجاز سے جلا وطن کر دیے جائیں تو تین ہونہار اور راست باز صحابہ کو جن میں ایک زید بن ثابت تھے بھیجا کہ فدک کی باقی نصف زمین کی قیمت شخص کر کے یہود کے حوالے کر دیں۔ اور پھر انھیں حکم دیں کہ ارض عرب سے جلا وطن ہو کے شام میں جائیں اور وہیں کی اقامت اختیار کریں چنانچہ ان بزرگوں نے مشغہ قیمت دے کے یہودیوں کو فدک سے جلا وطن کر دیا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سے فدک کی پوری زمین کے محاصل ازواج

فدک جناب عثمان و جناب رسول اللہ اور غلام مساکین کے لیے مخصوص ہو گئے حضرت علی کے عہد میں عمر کے بعد جناب عثمان نے بھی ان اراضی کا یہی انتظام

رکھا۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عہد خلافت میں یہ وادیں وہی انتظام قائم رکھا۔ اگر زمین موردی بھتے ہوتے تو موزر تھا کہ اسے حضرات حسد اور جناب معاویہ کے عہد میں جناب عباس کی اولاد پر بانٹ دیتے۔ مگر جناب معاویہ اس

جامد کو اپنے تصرف میں لے آئے۔ اس لیے کہ جاگیر کی حیثیت سے مروان بن حکم کو دے دی۔ مروان نے اپنے بیٹوں عبد الملک اور عبد العزیز کو دی۔ پھر چند روز بعد وراثتہ عمر بن عبد العزیز اور عبد الملک کے بیٹوں سلیمان و ولید کے

قبضہ میں تھی۔ ولید نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنا حصہ بھی عمر بن عبد العزیز ہی کو دے دیا۔ پھر جب خلافت سلیمان کے ہاتھ میں آئی تو اُس نے بھی اپنا حصہ عمر بن عبد العزیز ہی کو دے ڈالا۔ اس طرح عمر بن عبد العزیز اس پوری جائیداد پر عمر بن عبد العزیز کا اس پر قبضہ قابض ہوا۔ اور جب خلافت اسلامی اسی عمر بن عبد العزیز کے قبضہ میں آئی تو اُس نے ایک مجمع عام میں کھڑے ہو کے اس جائیداد کی حالت بیان کی۔ ظاہر کیا کہ بنی امیہ نے اس پر ناجائز طریقے سے قبضہ کر لیا تھا اور بنی فاطمہ کو اس کا ستولی کرنا اور اب چونکہ تمام و کمال میرے قبضہ میں ہے لہذا میں اسے پھر اُسی قدیم حالت پر کیے دیتا ہوں جس حالت پر کہ حضرت رسالت ابو بکر صدیق عمر فاروق عثمان ذی النورین اور علی مرتضیٰ کے مبارک زمانوں میں تھی۔ یہ کہہ کے اُس نے جائیداد وقف کر دی۔ اور جناب شیعہ کی اولاد کو اس کا ستولی قرار دے دیا۔

عمر بن عبد العزیز نے یہ اراضی بنی فاطمہ کو دی تھی مگر انھیں بنی فاطمہ ہی وارث جائز سمجھ کے فدک کی زمین بنی فاطمہ کو دے دی۔ جس سے سمجھا جاتا ہے کہ اُس نیک دل خلیفہ نے حضرت ابو بکر و عمر کے فیصلوں کو ناجائز سمجھا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ دراصل عمر بن عبد العزیز نے امر معاویہ کے فعل کو غیر تحسن سمجھ کے اس زمین کو بنی امیہ کے قبضہ سے نکال لیا۔ اور پھر اسی حالت پر کر دیا جس حالت پر کہ خلفائے راشدین کے دور میں رہی تھی۔

اُس پر پھر خلافت کا قبضہ عمر بن عبد العزیز کے بعد پھر بنی فاطمہ کی تولیت سے نکال لی گئی اور دوبارہ بنی امیہ کا قبضہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ۲۱۸ھ میں امون رشید نے اس کی جانب توجہ کی۔ اور جب ستور بنی فاطمہ کو اس کا ستولی بنا دیا

عروہ وادی القریٰ جیہر اور فدک کی مہمات سے فراغت کرنے کے بعد جادی الآخرین آپ مقام وادی القریٰ میں تشریف لے گئے۔ یہاں بھی یہود آباؤ تھے۔ چار دن کے محاصرے کے بعد یہ یہودی شہر بھی اسلام کے زیر علم تھا۔ یہاں والوں ~~والوں~~ کو اپنی قوت پر اتنا ناز تھا کہ خیبر و فدک کے مفتوح ہو جانے کا حال سننے پر بھی خائف نہ ہوئے۔ اور یہ سنتے ہی کہ عساکر نبوت نے ان کی طرف رخ کیا ہر مقابلہ اور نبرد آزمائی کا سامان کرنے لگے۔ سامنا ہوتے ہی جناب سرور کائنات نے صحابہؓ کی صفین درست کیں۔ اور علم اسلام سحر بن عبادہ کے ہاتھ میں دیا۔ مگر میدان جنگ گرم ہونے سے پیشتر ایک بار اور آپ نے تبلیغ رسالت کی کوشش کی۔ انھیں اسلامی توحید و خدا پرستی کی طرف بلایا۔ اور اسی ذیل میں یہ دنیاوی طمع بھی دلائی کہ اگر دین برحق کو قبول کر لیا تو تمہاری جائین پنج جائیں گی۔ مال و اسباب محفوظ رہے گا۔ اور اپنے اعمال و افعال کے متعلق صرف خدا کے جواب دہ رہ جاؤ گے۔ مگر ان لوگوں نے ان نصیحتوں کو کسی طرح نہ سنا۔ اور لڑائی شرفع ہو گئی۔ سب کے پہلے ان میں سے ~~ان~~ ایک شخص نکلا اور زبیر بن عوام کے ہاتھ سے مارا گیا۔ پھر دوسرا نکلا اور اُسے بھی زبیر ہی کی تلوار نے شربت مرگ پلایا۔ تیسرے کو حضرت علیؓ نے مارا۔ چوتھے اور پانچویں کو ابو دجانہ نے۔ اس طرح شام تک ان کے گیارہ آدمی مارے گئے۔ اور ہر شخص کے مارے جانے کے بعد آپ باقی ماندہ لوگوں کو دین کی طرف بلاتے تھے۔ الغرض یونہی شام تک مقابلہ ہوتا رہا۔ اور آنحضرت کے اندر ~~ان~~ ایک غلام نے اپنی زندگی ایک تیر کی نذر کی۔ بعض اہل سیر کا بیان ہے کہ آپ جس روز وادی القریٰ کے گرد اترے ہیں اُس کے دوسرے ہی دن شہر

فتح ہو گیا۔ بر تقدیر یہاں بہت کچھ مال و دولت اور ساز و سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ نستج کے بعد یہود وادی القریٰ کی جان بخشی کی گئی۔ اور وہاں کی اراضی اور باغات وغیرہ بھی انھیں کے قبضے میں چھوڑ دیئے گئے۔ مگر وعدہ لے لیا گیا کہ آمدنی اور پیداوار کو اپنا حق نکال کے دربار نبوت میں حاضر کریں گے جب ان لوگوں کا بھی یہ حال ہوا تو تیار کے یہودیوں نے بلاتامل جزویہ قبول کر لیا اور آنحضرت صلعم کا میاب و بامداد اور النبوت مدینہ میں داخل ہوئے۔

ساجدین جنت کی واپسی | آپ خیر سے واپس آ رہے تھے کہ مہاجرین حبشہ حاضر ہو کے آپ کی زیارت سے شرفیاب ہوئے۔ جن میں حضرت جعفر طیار اور ام حبیبہ بھی تھیں ام حبیبہ کے ساتھ آپ کا عقد تو ارض حبشہ ہی میں خاص نجاشی کے اہتمام سے ہو گیا تھا۔ مگر اب یہاں آ کے انھیں آپ کے ساتھ بہ حیثیت ایک محترم خاتون اور تمام مسلمانوں کی مان کے رہنے کی عزت حاصل ہوئی۔

باب بشت و پنجم

غلبہ اسلام اور حضرت خالد و غیرہ کا ایمان لانا۔

سریہ عرفادوق - سریہ ابوبکر صدیق - سریہ بشیر بن سعد - ان کے تمام ساتھیوں کی شہادت

سریہ غالب بن عبد اللہ لشی - اُسامہ کے ہاتھ سے ایک ایمان قبول کرنے والے کا

مارا جانا - آپ کی ناراضی - سریہ بشیر بن سعد - عرقہ الغنصا - مسلمانوں کی دوا لگی

کی شان - مشرکین کی گبراہٹ - آپ کا مکے میں ورود - جو لوگ باہرہ گئے تھے انکا

بھی آ کے عہہ کرنا - ام المومنین میمونہ آپ کے عقد میں آئے سے آپ کی واپسی۔

جناب حمزہ کی بیٹی کا ساتھ آنا - اساتذہ بنت عیساں کی تکفل قرار پائیں - سریہ باخرم

اور تمام ہراہیوں کی شہادت - سر - سر - سر غلب بن عبدالمہ - چند ب کا
غیر معمولی ضبط و استتلال - دشمنوں پر حملہ - تائید غنی - عروین حاص اور خالد
بن ولید کا ایمان لانا - عروین حاص کے ایمان لانے کا سبب و تباہی کے ہاتھ پر
اسلام قبول کیا - پھر خالد کے ساتھ مدینے میں آئے - اور ایمان لائے - سر - سر غلب
لیٹی - سر - سر فجاج بن وہب - سر - سر کعب بن معیر - اور ان کے ہراہیوں کی شہادت

سے یہ عارف و ق | معلوم ہوتا ہے کہ فتح وادی القرمی کے بعد و مدینے تک آپ مدینہ
طیبہ میں خاموش اور لوگوں کو دینداری و خدا پرستی کی تعلیم دیتے رہے - لیکن شعبان
کے مہینے میں پھر آتش فساد و بانے کیلے اسلحہ سے کام لینے کی ضرورت پڑی -
مکہ معظمہ سے وودن کی راہ پر ایک وادی میں جو تربہ کے نام سے مشہور تھی
قبیلہ ہوازن کے چند مشرک جمع ہوئے جو آمادہ فساد تھے اور ضرورت تھی کہ ان کا قتل
فرار دیا جائے - چنانچہ اسی ماہ شعبان میں آپ نے حضرت عمر فاروق کو تین ہزار
صاحبہ پر سردار مقرر فرما کے روانہ کیا - حضرت عمر اگرچہ راتوں کو کوچ کرتے ہوئے نہایت
ہی خوشی کے ساتھ گئے - مگر دشمنوں کو پیشتر سے خبر ہو گئی - اور اپنا تمام مال و اسباب
اور مویشیوں کو لے کے بھاگ کھڑے ہوئے - حضرت عمر جب وہاں پہنچے تو کسی کو
نہ پایا مجبوراً واپس روانہ ہوئے - مدینہ صرف چھ میل رہ گیا تھا کہ بنی ہلال میں سے
کسی شخص نے آکر کہا کہ بنی ہوازن تو آپ کو نہیں ملے - لیکن بیان مشرکین کی
ایک اور جماعت موجود ہے - جو بنی شتم سے تعلق رکھتے ہیں - جناب فاروق نے جواب
دیا - ہون گے - لیکن مجھے حضرت رسالت نے مقام تربہ میں جا کے صرف ہوازن
سے لڑنے کا حکم دیا تھا - اس سے نظر آسکتا ہے کہ حضرت عمر احکام نبوت کی پابندی
میں کمان تک احتیاط کو دخل دیتے تھے -

سر - ابو بکر صدیق | اسی ماہ شعبان سر - میں آپ نے حضرت ابو بکر صدیق کو بھی

فوج کے ساتھ ارض نجد میں مقام حترہ کی طرف روانہ کیا۔ وہاں بنی کلاب کا ایک گروہ مخالفت اور نور ہدایت پر خاک ڈالنے کے لیے جمع ہوا تھا۔ حضرت صدیق نے حکمرانوں کے مطابق حترہ میں پہونچ کے دشمنوں پر حملہ کیا۔ بنی کلاب شکست کھانے لگے۔ اور بھاگنے میں ان کے بعض لوگ مارے گئے۔ سلمۃ بن اکوع اس سر پہ میں ابو بکر صدیق کے ہمراہ تھے کہتے ہیں دشمنوں کی عورتیں اور بچے چاہتے تھے کہ بھاگ کے ایک پہاڑ پر ہو رہیں۔ میں نے ایک تیر پھینکا جو ان کے آگے جا کے گرا اور وہ سب ٹھٹک کے کھڑے ہو گئے۔ پھر میں سب کو گھیر کے اور ہینکا کے ابو بکر صدیق کے پاس لایا۔ اور ان میں ایک نہایت ہی حسین فصاحت والی لڑکی تھی جسے میں نے ابو بکر صدیق سے مانگ لیا۔ اس طرح اس نازنین کو اپنے قبضے میں کر کے سب کے ساتھ مدینہ میں آیا۔ اور ابھی میں نے اس لڑکی کا گھونٹ کھول کے اچھی طرح صورت بھی نہیں دیکھی تھی کہ آنحضرت صلم نے وہ لڑکی مجھ سے مانگ لی۔ اور اہل مکہ کے پاس بھیج کے اس کے معاوضے میں کئی بے کس مسلمانوں کو جو مشرکین کے ہاتھ میں گرفتار تھے آزاد دی دلائی۔

سریہ بشر بن سعد | اسی سال اور اسی شعبان کے مہینے میں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ جو واقعی نہایت افسوس ناک ہے۔ اور بتاتا ہے کہ ابتدا سے اسلام میں امر حق کی اشاعت کو کتنے وقت صحابہ کو کیسی کیسی دشواریاں پیش آئی تھیں۔ جس طرح آپ نے حضرت عمر اور حضرت صدیق کو مختلف فتنہ پرداز گروہوں کے مقابلے کو روانہ کیا تھا اسی طرح نعمان بن بشیر کے والد بشیر بن سعد کو تیس جان بازوں پر سوار کر کے بنی حمرہ کی ایک سرکش جماعت کے اتھبہ سال کے لیے روانہ کیا۔ بشیر بنی حمرہ کے ہر اکاہ میں جا پہونچے۔ اور ان کے تمام مویضیوں کو اپنے قبضے میں کر کے چرواہوں

پوچھا کہ خود بنی مرہ کہاں ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ یہاں سے قریب ایک داوی ہیں
 اتنے میں بنی مرہ خود ہی آپہنچے اس لیے کہ بعض چرواہوں نے بھاگ کے انھیں
 خبر کر دی تھی۔ بنی مرہ کو اگرچہ پہنچتے پہنچتے رات ہو گئی تھی مگر دشمن کو ضعیف و کمزور
 کے رات ہی کو حملہ کر دیا۔ اور دونوں جانب سے تیر اندازی شروع ہو گئی۔ تھوڑی
 اُن کے تمام ساتھیوں کی شہادت دیر میں بشیر کے ہراہیوں کے ترکش خالی ہو گئے۔
 اور دشمنوں کی تعداد میں کمی نہ ہوئی۔ آخر بنی مرہ نے ہر طرف سے گھیر کے جب مسلمانوں
 کو شہید کیا۔ بشیر بھی زخمی سے چور ہو کے گرے۔ اور اگرچہ زندہ تھے مگر دشمنوں کے
 خوف سے مردوں کی طرح بے حس و حرکت پڑے رہے۔ بنی مرہ نے اس امر کا اطمینان
 کرنے کے لیے کہ زندہ نہیں ہیں اُن کے ٹخنے زخمی کر دیے۔ اور جب دیکھا کہ اب بھی
 حرکت نہیں کرتے تو مردہ سمجھ کے چلے گئے۔ قتبہ بن زید نے آنحضرت صلیم کو اس واقعہ
 جان کر ان کی خبر کی۔ بشیر نے یہ کیا کہ دشمنوں کے جانے کے بعد جس طرح بنا فذلک کے
 یودیون میں جو قریب ہی تھے جا کے پناہ لی۔ اور جب زخم اچھے ہوئے تو بارگاہ
 رسالت میں حاضر ہو کے اپنی سرگذشت بیان کی۔

سریر غلاب بن عبد اللہ بنی
 کے مقابلے کے لیے آپ کو ایک قبیلے کا لشکر روانہ کرنا پڑا۔ میثقہ نام ایک قصبہ ہیں جو
 علاقہ نجد میں تھا لوگ زیادہ مخالفت و سرتابی ظاہر کر رہے تھے آپ نے غاکب
 بن عبد اللہ بنی کو ایک سو تیس نبرد آزماؤں پر سردار مقرر فرما کے روانہ کیا اور
 اُسامہ بن زید بھی اس سریر میں غلاب بن عبد اللہ کے ساتھ گئے۔ غاکب بنی
 موقع پر پہنچے۔ بغیر اس کے کہ اُن لوگوں کو خبر ہونے پائے خاص اُن کے
 قصبہ پر جا پڑے۔ جو سامنے آیا قتل ہوا۔ اور ان کے تمام پیشی قریب حملہ آوروں کے

اُسار کے ہاتھ سے ایک یاں قبضے میں آئے۔ اس سر کے میں اُسامہ بن زید سے ایک قبول کرنے ملا کاراجانا بڑی بھاری غلطی ہو گئی تھی۔ مرواس بن نہیک جو دشمنوں کا ایک سردار تھا جب اُس نے دیکھا کہ تمام ہمراہی اور ساری قوم بھاگ کھڑی ہوئی تو اپنے مویشیوں کو ایک پہاڑ کی آڑ میں کر لیا۔ اور سب کی طرف دیکھ کے بولا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ السلام عینکم اُسامہ نے اُس کے اس قول کا خیال بھی نہ کیا۔ اور بے تکلف قتل کر ڈالا جب پلٹ کے بیٹھتا تھا اُسے اور آنحضرتؐ آپ کی ناراضی اس واقعے کا حال معلوم ہوا تو اُسامہ سے فرمایا تم نے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر ڈالا اُسامہ نے کہا یا رسول اللہ میں سمجھا کہ وہ فقط دکھانے اور جان بچانے کے لیے جیلہ کرتا ہے۔ مگر اس جواب سے آپ کا المیہ نہ ہوا۔ بار بار برہمی کے ساتھ وہی سوال کرتے تھے اور اُسامہ کے بنائے کچھ نہ بنتی تھی یہاں تک کہ اُسامہ کہتے ہیں مجھے اپنے فعل پر اس وجہ ندامت ہوئی کہ دل میں کتنا تھا کاش میں آج ہی ایمان لایا ہوتا مگر یہ نہ خیال کیا جاتا کہ مسلمان ہونے کے بعد مجھ سے ایسا فعل سرزد ہوا۔ پھر آپ نے مرواس کے ورثہ کو اُس کے خون کا فدیہ ادا کیا۔ اور اُسامہ کو حکم دیا کہ ایک غلام کو آزاد کرین۔ مرواس کے قتل میں اُسامہ کے ساتھ ایک اور انصاری بزرگ بھی شریک تھے جن کی نسبت نہیں معلوم کہ حضرت رسالتؐ نے کیا حکم دیا۔

سردار بن سعد پھر سوال کے بیٹھے میں آپ نے تین سو بہادر وں کا ایک اور زبردست لشکر بشیر بن سعد کی ماتحتی میں تین کی طرف روانہ کیا۔ بشیر کے زخم لپچے ہو گئے تھے۔ اور اب وہ بخوبی تیار تھے کہ نئے سفر جہاد کے لیے مکر باندھیں۔ اس سریرہ کا سبب یہ تھا کہ نجرانی مغلطان کی سرزمین میں ایک گروہ آپ کی مخالفت

کے لیے جمع ہوا ہے۔ اور عینیہ بن محسن فزاری نے مدد دے کے انھیں آمادہ کیا کہ خاص مدینہ طیبہ پر تاخت کریں۔ چنانچہ وہ لوگ اس ارادے سے روانہ بھی ہو گئے اور پھتے ہوئے چلے کہ مدینہ پر ناگمان آپڑیں۔ اس دھن میں چلے آتے تھے کہ یکایک بشیر کی روانگی کا حال سنا۔ اور اٹے پاؤں بھاگے۔ بشیر نے ان کی سر زمین میں پہنچ کے بہت سے مویشیوں پر قبضہ کر لیا۔ لڑائی کی کوئی امید نہ تھی کہ اتفاقاً عینیہ کا لشکر اور عساکر حضرت رسالتؐ ایک دھن میں مل گئے۔ اور عجیب گھبراہٹ کی لڑائی شروع ہوئی۔ لیکن مشرکین اس پر بھی تاب نہ لائے۔ اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے ان کے دو شخص گرفتار کر لیے۔ اور جو کچھ ہاتھ لگا اُسے لے کے مدینہ میں واپس آئے۔ یہاں آ کے وہ دونوں قیدی مسلمان ہو گئے۔ جس کے صلے میں ان کو آزادی نصیب ہوئی۔

عمرۃ القضا | اب ذی قعدہ کا مہینہ آیا۔ اور آپ نے اس اقرار کے مطابق جو سال گزشتہ مشرکین سے ہوا تھا زیارت خانہ کعبہ کی تیاریاں کر دیں۔ اسی واقعہ کو عمرۃ القضا کہتے ہیں۔ سو موسم حج کے اور جب کبھی احرام باندھ کے خانہ کعبہ کی زیارت اور اس کے گرد طواف کیا جائے اُسے اصطلاح شرع میں عمرہ کہتے ہیں۔ اور یہ عمرہ قضا اس لیے کہلایا کہ گذشتہ سال نیت کر کے آپ کو مشرکین کی مزاحمت کرنے سے احرام کھول ڈالنا پڑا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ عمرہ گویا اُسی پہلے غیر مکمل عمرے کے عوض اور ایک ساقط شدہ فرض کا ادا کرنا تھا۔ وہ تمام لوگ جو وقتہ حدیبیہ کے وقت ہمراہ رکاب تھے اور زیارت کعبہ سے محروم رہ گئے تھے سب کو ساتھ لیا۔ ان کے علاوہ چند نئے لوگ بھی ہمراہ رکاب ہوئے۔ انہیں حورقون اور بچوں کے علاوہ دو ہزار صحابیوں کی جماعت سے آپ روانہ ہوئے۔

مہربن میں اپنی جگہ کلاشوم بن حصین غفاری کو چھوڑا۔ جن جن لوگوں کے پاس زہرین
تھیں ہن لین۔ ہتھیار لگاے اور کچھ کا رخ کیا۔ مزید احتیاط کے لیے آپ نے ایک
سوجر ابھی ساتھ لے لیے قربانی کے لیے ساٹھ اونٹ مخصوص کیے گئے۔ جو اسی
وضع سے روانہ ہوئے جس طرح کہ قربانی کے جانور کے کی طرف لپٹے جلتے تھے۔
سلطان کی روانگی کی شان | مقام ذی الحلیفہ میں پہنچ کے آپ نے لشکر کو مرتب کیا۔
سواروں کو آگے کیا جن پر محمد بن مسلمہ سردار تھے۔ پھر ان کے پیچھے ان لوگوں کو
کیا جو پیدل تھے اور ہتھیاروں سے آراستہ تھے۔ اور ان پر بشیر بن سعد کو سردار
مقرر کیا۔ یوں لشکر کو ترتیب دے کے احرام باندھا۔ اور سب لوگ "لبیک لبیک"
کہتے ہوئے آگے بڑھے۔ محمد بن مسلمہ اپنے سواروں کے ساتھ آگے بڑھ کے مقام
مرالطہران میں پہنچے۔ وہاں چند قریشی ملے۔ جنھوں نے اس شان سے آنے کا
سبب پوچھا۔ محمد بن مسلمہ نے کہا "خود حضرت رسالت کی سواری آرہی ہے۔ کل
انشاء اللہ یہیں ہون گے۔" یہ جواب سن کے قریش گھبرا گئے۔ آپس میں کہا
"شرکین کی گجراٹ" ہم سے تو کوئی بد عہدی اور عداوت نہیں ہوئی۔ اور اس گھڑی تک
اپنے معاہدے پر قائم ہیں۔ پھر ہم پر حملہ کرنے کا کیا سبب ہو سکتا ہے؟ اس سبب کے
حل کرنے کے لئے بکر بن حفص کو چند قریش کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھیجا۔
جس نے بطن پنج میں حاضر خدمت ہو کے کہا "ہم لوگوں نے کوئی بد عہدی نہیں
کی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ یوں پورا سامان جنگ کر کے آئے ہیں۔ ہم سے آپ سے
اقرار ہے کہ کھمبہ میں صرف اتنے ہی ہتھیار لے کے آپ داخل ہوں جتنے کہ انسان
معمولاً سفر میں ساتھ لے لیا کرتا ہے۔" آپ نے فرمایا "تم اطمینان رکھو میں ہتھیار
لے کے مکہ میں نہیں داخل ہوں گا۔" یہ جواب پا کے بکر واپس گیا۔ اور اہل مکہ سے
کہا "یہ محمد اپنے اقرار پر قائم ہیں۔ کوئی گھبرانے کی بات نہیں۔"

آپ کا کہین درود اس کے بعد آپ نے اسلحہ کو دوسو آدمیوں کے ساتھ بطن یا

بجج میں چھوڑا۔ اور باقی ماندہ ہراہیوں کو ساتھ لے کے مکہ کی طرف روانہ ہوئے

جب آپ قریب ہوئے تو قریش شہر سے نکل نکل کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ

گئے کہ آپ کے آنے کی شان دیکھیں مگر حضرت رسالت کی سواری جس راستے سے

نکلی وہاں تک اُن کی نظر نہ پہنچتی تھی کہ میں داخل ہوتے وقت آپ کی یہ شان

بھی کہ قربانی کے اونٹ آگے آگے تھے۔ اُن کے پیچھے ایک اونٹنی پر سوار خود حضرت

رسالت تھے۔ عبداللہ بن رواحہ کے ہاتھ میں فتر مبارک کی ٹہاڑھی۔ اور مسلمان

تلواریں حامل کیے چاروں طرف حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ اس شان سے لیبیک

کہتے ہوئے آپ کہ مسئلہ میں داخل ہوئے۔ حجر اسود کے پاس پہنچ کے اُسے ایک

مکڑی کے قدیلہ سے جو ہاتھ میں تھی بوسہ دیا۔ اونٹنی پر سوار ہی سوار طواف کیا۔ ان تمام

رسوم شرعی میں تمام صحابہ آپ کی پیروی کر رہے تھے۔ مشرکین مکہ کو یہ خیال تھا کہ

ارض شرب کے بنجار نے مسلمانوں کو ضیف و ناتوان کر دیا ہوگا۔ چنانچہ اس خیال کے

ٹانے کے لیے آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ تین طواف کو دو کوؤں کے اور دوڑ دوڑ کے

کریں۔ اس رفتار سے مشرکین کو مومنین کی صحت و توانائی اور بھرتی اور چالاک

اس شان پر نظر آئی کہ سب حیرت کرنے لگے۔ پھر فتر مبارک پر بیٹھے ہی بیٹھے

آپ نے وہ سنت قدیم ادا فرمائی جو صفاء و مروتہ پر دوڑنے سے متعلق تھی۔ اور

جب اس سے بھی فراغت ہو چکی تو کوہ و مروتہ کے پاس ٹھہر کے اونٹوں کو

قربانی کیا۔ سر منڈایا۔ اور زیارت خانہ خدایا عمرہ کی رسم سے فارغ ہو گئے۔

جو لوگ باہرہ گئے تھے اُنکا بھی جب آپ کو اور تمام ہراہیوں کو عمرے سے فراغت

ہوئی تو دوسو صحابیوں کو حکم دیا کہ بطن یا حج میں جا کے

اسلحہ کی حفاظت کریں اور جو دوسو آدمی اس شرف دینی سے محروم رہ گئے ہیں

انھیں بھیج دیں کہ وہ بھی آ کے رسم عمرہ کو ادا کر لیں چنانچہ ان لوگوں کے جاتے ہی ان لوگوں نے بھی آ کے خانہ کعبہ کی زیارت کی۔

ام المومنین ہیونہ آپ کے قریش سے جو معاہدہ ہوا تھا اس کے مطابق آپ تین عتدین دن تک کے مین مقیم رہے۔ اس زمانے میں آپ نے

بنو ہاشم کو نہت حارث کو اپنے عقد نکاح میں لیا۔ اور واپسی کے بعد مقام شرف میں پہنچ کے انھیں بھڑائی کی عزت حاصل ہوئی۔

کے آپ کی واپسی کے مین داخل ہوئے آپ کو تیسرا دن تھا کہ مشرکین نے آ کے حضرت علیؑ سے کہا اب تین دن ہو گئے آپ لوگوں کو واپس جانا چاہیے انحضرتؑ نے فوراً گورج کا حکم دے دیا۔ آبادی نکلتے تھے کہ عمرہ بن عبد المطلب مرحوم کی صاحبزادی جن کا نام کوئی امانہ بتاتا ہے کوئی عمارہ اور کوئی سلمہ چاچا کہتی ہوئی پیچھے دوڑیں۔ حضرت علیؑ نے ان کی آواز سن کے کہا ہم اپنے چچا کی یتیم بیٹی کو بیان کس کی کفالت کیا جرحہ کی بیٹی کا ساتھ آنا میں چھوڑ سکتے ہیں؟ آنحضرتؑ نے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا اور حضرت علیؑ نے چچا زاد بن کو ساتھ لے لیا مگر مدینے میں پہنچ کے ان کا ہزاروی کی کفالت کے تین صاحب دعوے وار ہوئے ایک تو حضرت سنی رقیؑ جو ساتھ لے گئے تھے۔ دوسرے جعفر طیار۔ اور تیسرے زید بن حارثہ آنحضرتؑ نے جناب جعفر کے موافق فیصلہ کیا۔ اس لیے کہ ان کی بیوی اسما، اسما بنت عمیس لکھی بنت عیسٰی ان صاحبزادی کی خالہ تھیں۔ اور ارشاد فرمایا کہ خالہ شغل قرار پائیں بجائے مان کے ہو اور چونکہ حضرت علیؑ کی گوند دل شکنی ہوئی تھی لہذا ان کی دل دہی کے لیے کہا انت منی وانا منک یعنی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

سید اعرم | اس سفر عترۃ القضا سے واپس آنے کے بعد ذی الحجہ کے مہینہ میں اپنے اعرم ابن ابی العوجاء سلمیٰ کو پچاس جان بازان اسلام کے ساتھ بنی سلیم کے مقابلے کو روانہ کیا جن کی سرکشی کی خبر آئی تھی۔ بنی سلیم نے کسی شخص کو پہلے سے امور کر رکھا تھا کہ مسلمانوں کا کوئی لشکر روانہ ہو تو انھیں خبر کر دے۔ چنانچہ اُس نے اعرم کی روانگی کا حال کمال بھیجا۔ یہ سنتے ہی اُن لوگوں نے ایک بڑی بھاری جماعت تیار کر لی۔ اور اعرم نے پوپنچ کے انھیں مقابلے پر آمادہ پایا۔ پہلے حسب ہدایت نبوی انھیں اسلام کی طرف بلایا۔ اُن لوگوں نے کہا ہمیں دین بدلنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور دونوں جانب سے تیر چلنے لگے۔ لڑائی شروع ہوئے زیادہ دیر نہیں ہونے پائی تھی کہ بنی سلیم کی اور ملک آگئی۔ اور اب موقع پاک کے اُن سب مسلمانوں کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں کو اگرچہ اپنی کمزوری کا یقین ہو گیا تھا اور تمام ہراہیوں کی شہادت اور کامیابی کی طرف سے بالکل مایوس تھے لیکن ہمت نہیں ہاری۔ پورے استقلال و پامردی سے مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سب سب لڑکے شہید ہو گئے۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مردار فوج اعرم زخمی ہو کے زندہ پہنچ گئے اور بعض کہتے ہیں کہ ہراہیوں کے ساتھ وہ بھی شہید ہو گئے بہر حال اس سرے میں سخت ناکامی ہوئی۔ اور مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ اور اسی واقعے کے ساتھ سہ ہجری ختم ہو گیا۔

سہ ہجری ہجری میں ہنوز سب پہلایہ اندوہناک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی صاحبزادی جناب زینبؓ نے اس دار فانی کو رخصت کیا۔ اور حضرت رسالت کے دل کو جتنی سلیم کے ہاتھ سے صحابہؓ کی ایک پرجوش جماعت کے شہید ہونے کا صدمہ ہنوز بھولنے نہ پایا تھا کہ یہ دوسری اور سخت چوٹ لگی۔

سریہ غالب بن عبدلہ | اس سال کے محرم میں کسی سرپٹے کی روانگی کا پتہ نہیں چلتا
 مگر صفر کے عیسے میں آپ نے غالب بن عبد اللہ لیشی کو تھوڑی فوج کے ساتھ
 آپ کدیدی کی طرف روانہ کیا جہاں بنی ملوڑ سرتابی پر آمادہ تھے جنڈب بن کیت نام
 ایک بزرگ غالب کے ہمراہ تھے۔ ابھی کدیدی کے کنارے نہیں پہنچنے پائے تھے کہ عارث
 بن مالک لیشی ملا جو ابن برصاء کے لقب سے مشہور تھا۔ اور دشمنوں میں نہایت معزز
 حیثیت رکھتا تھا۔ غالب نے اُسے فوراً گرفتار کر لیا۔ ابن برصاء نے کہا میں تو اسلام
 لانے ہی کی غرض سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا تھا۔ غالب نے جواب
 دیا کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر مسلمان ہو تو ایک رات دن بندھے رہنے سے تمہیں
 کچھ ضرر نہ پہنچے گا۔ یہ کہہ کے اُسے باندھ کے بٹھا دیا۔ اور ایک حبشی کو اُس پر
 مامور کیا کہ ذرا بھی خدرا کا ارادہ کرے تو سر اڑا دینا۔ اس حال میں ابن برصاء کو
 عین چھوڑ کے آگے بڑھے۔ اب دشمنوں کے قریب ہی تھے۔ احتیاطاً جنڈب کو
 جنڈب کا غیر معمولی ضبط و استقلال | بھیجا کہ دیکھو دشمن کیا کر رہے ہیں۔ جنڈب یک ٹیلے پر
 چڑھ گئے۔ اور بنی الملوح کے غیموں کو غور سے دیکھنے لگے۔ ایک شخص کو دور
 سے ان پر شبہ ہوا کہ ان ہاتھ میں لے کے اور نشانہ باندھ کے تیر چلایا جھنڈاتا
 ہوا آگے جنڈب کی آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ جنڈب کمال استقلال سے اپنی جگہ پر
 قائم رہے۔ تیر ہاتھ سے کھینچ کے زمین پر ڈال دیا۔ اور بدستور اسی شخص کی طرف
 دیکھتے رہے۔ پھر اُس نے دوسرا تیر پھینکا جو ان کے شانے پر پڑا۔ اُنھوں نے
 اُسے بھی کھینچ کے پھینک دیا اور اسی طرح کھڑے رہے۔ وہ شخص سمجھا کہ یہ انسان
 نہیں کوئی اور چیز ہے۔ آدمی ہوتا تو میرے ان دو تیروں سے ضرور گر جاتا۔
 یہ خیال کر کے کمان رکھ دی اور اپنے کاروبار میں مشغول ہو گیا۔ اب دن
 دشمنوں پر حملہ | ختم ہوا۔ اور رات نے تاریکی کی چادر اڑھا کے تمام بنی ملوڑ کو

غافل مسلا دیا صح ہونے کو کچھ دیر بھی کہ یکایک مسلمانوں نے زور و شور سے حملہ کیا
 بہتوں کو قتل کر ڈالا۔ اور اُن کے تمام مویشیوں کو ہنکاتے ہوئے واپس چلے
 غالب لیٹی اُن لوگوں کے مویشیوں کو لیے چلے آتے تھے کہ دشمنوں کی لنگ
 آگئی۔ اور انھوں نے مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ غالب نے آگے بڑھ کر ابن برصاء
 کو ساتھ لیا جو اب تک بندھا ہوا تھا اور آگے بڑھے اب تعاقب کرنے والے
 دشمن قریب آ گئے تھے صرف وادی قدید جو سوکھی پڑی تھی دونوں کے درمیان
 میں تھی اور مسلمان آپ کو ایک نہایت ہی خطرناک اور ایسی حالت میں پاتے تھے
 ایسے ہی کہ سب کو موت کا یقین تھا۔ ناگمان بغیر اور بارش کے وادی قدید
 میں ایک سیلاب آگیا جس نے دشمنوں کو چلتے چلتے روک دیا۔ اور مسلمان جو
 اس پار آچکے تھے اُن کے سامنے اور اُن کے دیکھتے ہی دیکھتے کمال اطمینان
 کے ساتھ اونٹوں اور مویشیوں کو ہنکاتے ہوئے چلے آئے۔ اور خیریت تمام
 زمینیں داخل ہو کے مال غنیمت بارگاہ نبوت میں پیش کیا۔ ابن برصاء نے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کے جیسا کہ تھا ویسا ہی کیا۔
 یعنی دین اسلام قبول کیا۔

لیکن اسی ماہ صفر میں اسلام کو سب سے بڑی فتح یہ حاصل
 ہوئی کہ عمرو بن عاص اور خالد بن ولید ایمان لائے جو اس
 سے پیشتر مشرکین کے سب سے بڑے مدبر اور سب سے زیادہ نامور شہسوار تھے۔ اور بعد کے
 واقعات سے ظاہر ہوگا کہ ان لوگوں کی قوت بازو سے اسلام کو کیسی کیسی
 کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ اور توحید کی آواز کمان سے کمان تک گونج اٹھی۔
 اُن کے ایمان لانے کی سرگذشت یہ کہ غزوہ احزاب میں جب مشرکین کا کام

عمر بن عاص کے ایمان لانے کا سبب | و نامراد واپس گئے تو عمر بن عاص نے اپنے رازدار
دوستوں سے کہا ”مجھے محمدؐ کی قوت بڑھتی نظر آتی ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ ہم سب
ارض حبشہ میں نجاشی کے پاس چلے چلیں۔ اگر محمدؐ قریش پر غالب آگئے تو ہم
وہاں امن و امان میں ہوں گے۔ ورنہ واپس چلے آئیں گے“ سب نے
اس رائے کو پسند کیا۔ اور بہت سے تحفے اور ہدیے لے کر حبشہ کی راہ لی۔ عمر
بن عاص کو نجاشی کے دربار میں اس سے پیشتر بھی باریابی حاصل ہو چکی تھی
جب وہ مہاجرین حبشہ کے خلاف اہل مکہ کے سفیر بن گئے تھے۔ چنانچہ اُن
گذشتہ تعلقات ہی کی اُمید پر تحفے و ہدایا لے کر اپنے رفقاء کے ساتھ حبشہ دربار
میں پہنچے۔ اور اکثر نجاشی ہی کی صحبت میں رہنے لگے۔ وہیں تھے کہ عمر بن
امیہ شمری حضرت رسالت کا خط لے کر پہنچے۔ عمر بن ابی العاص کو درباری
نے یہاں تک جُرات دلا دی تھی کہ عمر بن امیہ کی صورت دیکھتے ہی نجاشی سے
درخواست کی ”اُس شخص کو میرے حوالے کر دیجئے تاکہ اسے قتل کر کے اہل مکہ کو
خوش کروں“ یہ درخواست سنتے ہی نجاشی نہایت برہم ہوا۔ اور عمر بن عاص
نے گہرے گمان میں یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ درخواست حضور کے خلاف ہوگی۔ اب
نجاشی کا غصہ فوافرو ہوا۔ اور بولا ”اُس شخص کے قاصد کو مجھ سے قتل کرنے کے لیے
مانگتے ہو جس پر وہی فرشتہ اعظم اُتر کر تاہو جو موسیٰ پر نازل ہوا تھا“ یہ جواب سُن کر
نجاشی کے ہاتھ ہر اسلام قبول کیا | عمر بن عاص نے دل میں پریشان ہو کر کہا ”کیسا
حقیقت میں ایسا ہی ہو؟“ نجاشی نے کہا ”بے شک۔ اور اگر عمر میری پیروی میں
اُس کا دین قبول کرے۔ خدا کی قسم وہ حق پر ہے۔ اور جو مخالف ت کرے گا مغلوب ہوگا
بعینہ اُسی طرح جس طرح فرعون موسیٰ کے مقابلے میں مغلوب ہوا تھا“ عمر بن
عاص کو سو اس کے کسی بات میں مفر نہ نظر آیا کہ ”تو ہاتھ بڑھا“ یہ سن

آپ ہی کے ہاتھ پر دین اسلام قبول کر لوں۔“ تجاشی نے فوراً ہاتھ بڑھا کے اُن سے بیعت لی اور اُنھیں مسلمان کیا۔

پھر خالد کے ساتھ مدینے | اس طریقے سے عمرو بن عاص مسلمان تو اسی وقت ہو گئے مگر اپنے دوستوں سے چھپایا۔ اور سب سے رخصت ہو کے ملک میں آئے

عرب کو روانہ ہوئے تاکہ خود حضرت رسالت کی خدمت میں حاضر ہوں راستے میں خالد بن ولید ملے۔ عمرو بن عاص نے پوچھا کہاں؟ خالد نے کہا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص واقعی پیغمبر ہے۔ میں تو خدا کی قسم جاتا ہوں ایمان لے آؤں گا۔ آخر کب تک؟ عمرو نے کہا اور میں بھی یہی نیت کر کے چلا ہوں۔ غرض دونوں اور ایمان لائے | ایک ساتھ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ پہلے خالد نے آپ کے

ہاتھ پر دین اسلام قبول کیا۔ پھر عمرو بن عاص نے تہد یہ ایمان کی سربراہی | اسی صفر کے مہینے میں جبکہ غالب لیشی سربراہ تھے پر گئے ہوئے تھے اور

عمرو بن عاص و خالد بن ولید نے دربار نبوت میں حاضر ہو کے توجہ کو قبول کیا تھا آپ نے دوسو ہزار ماؤن کا ایک اور لشکر مرتب کر کے زبیر بن عوام کے سپرد کیا۔ ایک جھنڈا بنا کے اُن کے ہاتھ میں دیا اور ارشاد فرمایا ”خدا کے قریب جہان بشیر بن سعد کے ہمارے ہیں۔ جام شہادت پیا تھا جاؤ۔ اور دشمنوں کا قلع و قمع کر دو۔“ لیکن زبیر ہنوز روانہ نہیں ہونے پائے تھے کہ غالب لیشی مال سے

لدے پھندے کا بیاب و بام اود داخل مدینہ ہوئے۔ اور اپنی فتح کا واقعہ بیان کیا جسے سُن کے آنحضرت نے زبیر سے کہا ”اب تمہارے چلنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اس فوج کو بھی غالب ہی لے جا کے فتح حاصل کریں گے۔“ غالب اگرچہ ابھی آرام نہیں لینے پائے تھے مگر فرمان نبوت پاتے ہی جوش و خروش سے

اٹھ کھڑے ہوئے راستے میں مسلمانوں کو اتفاق و خلوص کی ہدایت کی۔ آپس میں اخوت کے رشتے مضبوط کیے۔ اور صبح ہوتے ہی دشمن پر جا پڑے۔ دشمنوں نے تھوڑے ہی مقابلے کے بعد ہت ہار دی۔ مسلمانوں کی تلواروں نے ہتوں کو جام مرگ ہلایا۔ اور آخر غالب نے حضرت رسالت کی امید کے مطابق سابق شہدائے اکبر کا بخوبی انتقام لے کے مشرکین کو گرفتار کیا اور بہت سے مویشی اپنے قبضے میں کر کے واپس چلے۔ اور مدینہ میں حاضر ہو کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شروہ فوج سنایا۔

سردیہ بن وہب | ربیع الاول میں آپ کو ایک اور چھوٹے سے سریے کے بھیجے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ ہوازن کے قبیلہ بنی عامر کی ایک جماعت سنی نام ایک تالاب کے کنارے جمع ہوئی تھی۔ یہ تالاب مدینہ طیبہ سے پانچ دن کے راستے پر تھا۔ ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے آپ نے شجاع بن وہب کو جو میں مسلمانوں پر سردار مقرر کر کے روانہ کیا۔ جو چھپتے ہوئے گئے۔ اور ایک صبح کونا گمان دشمنوں پر جا پڑے لوٹا مارا۔ اور پندرہویں دن مال غنیمت اور ان کے مویشیوں کو ہٹاتے ہوئے دارالنبوت مدینہ میں واپس آ گئے۔

سریہ کعب بن عیر | اگر اسی ربیع الاول میں مسلمانوں کا ایک نقصان بھی ہوا۔ وہ یہ کہ آپ نے مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کو جس میں کل پندرہ جان ہزار صحابی تھے کعب بن عیر غفاری کی ماتحتی میں مقام ذات اطلاق کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ لوگ اگرچہ چھپتے اور رات کے اندھیرے میں سفر کرتے ہوئے گئے مگر ابھی دشمنوں کے قریب پہنچے تھے۔ ممانا ہونے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ دشمنوں کے جاسوس نے ان کا حال دریافت کر لیا اور دشمنوں کو خبر کر دی

ان کی جماعت بہت ہی چھوٹی رہی۔ اشارہ پاتے ہی دشمن گھوڑوں پر سوار آپہونچے کعب نے تبلیغ اسلام کی جس کو کسی نے سنا بھی نہیں۔ اور بجائے اس کے کہ توحید کو قبول کریں مسلمانوں پر تیر باری شروع کر دی صحابہ پوری جرأت سے لڑے۔ اور چونکہ تعداد میں بہت ہی کم تھے سب لڑتے لڑتے شہید ہو گئے صرف اور ان کے ہر ایک کی شہادت | سردار فوج کعب بن عقیق زندہ بچے۔ اس لیے کہ وہ زخمی ہو کے گرے اور دشمنوں نے مردہ سمجھ کے چھوڑ دیا۔ صبح ہوتے ہی وہ اٹھ کے مدینہ واپس آئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماجرا بیان کیا۔ آپ کو نہایت صدمہ ہوا اور ان لوگوں کی سرکوبی کیلئے ایک درویش بھیجے کہ قصہ فرمائے تھے کہ خبر آئی دشمن اس جگہ کو چھوٹے کعبین اور چلے گئے اور آپ کو اپنے ارادے سے دست بردار ہونا پڑا۔

باب ہشتم

سریہ موتہ اور چند اور واقعات

سریہ موتہ اس کی بنیاد۔ عمار بن زید کی روانگی۔ محمد بن رواحہ کی خدائے سی۔ مسلمانوں کا اہل مدینہ سے نصرت ہو کے جانا۔ فوج دشمن کی تعداد۔ مسلمانوں کا تردد۔ اور آخر لڑنے پر آمادہ ہونا۔ مقام موتہ میں درود۔ مقابلہ۔ لڑائی۔ تیر کی شہادت۔ حضرت جعفر کی جماعت۔ اور شہادت۔ محمد بن رواحہ۔ ان کی شہادت۔ خالد بن ولید سردار فوج مقرر ہوئے۔ ان کی بہادری۔ اور لڑائی کا نامہ۔ آنحضرت ان واقعات کو مدینہ میں بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔ خالد کو یوسف اللہ کا خطاب۔ جنہر کے لیے یلغار کا لقب۔ ان کے یہی بچوں پر آپ کی شفقت۔ بہادرانِ حور کی واپسی۔ موتہ میں نامی گرامی لوگ شہید ہوئے۔ قسرا بنون اور مسلمانوں میں یہی پہلی لڑائی تھی۔ خالد کو یوسف اللہ کا خطاب کے مقابلے ہی کے لیے

پیدا ہوئے تھے۔ سرے عمرو بن عاص۔ ابو عبیدہ ان کی ملک کو جاتے ہیں عمرو بن عاص کا شوق سرداری۔ معاہدہ حدیبیہ فسخ ہو گیا۔ سرے ابو عبیدہ جسے سرے سید ابو بکر کہتے ہیں ان لوگوں میں کھلنے کی تنگی۔ خدا کی خاص مہربانی۔ سرے ابو قتادہ۔ سرے ابو قتادہ ثانی حکم کے تحت سے ایک کلمہ کو مارا جانا۔ اس پر آپ کی ناراضی ایسی ملامت میں حکم کا وفات پانا۔

سرے موت جابجا زان سرے کعب بن عیمر کی شہادت کا صدمہ ہنوز دلون سے ٹپنے نہیں پایا تھا کہ دو مہینے بعد جہاد ہی الاول سب سے ہجری میں بڑے بڑے جان بازار اور صادق الایان اصحاب رسالت کو ایک سب سے بڑی مصیبت برداشت کرنی پڑی اس کی بنیاد جس سے سرے موت مراد ہو۔ اس کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت سرور کائنات نے غزوہ القضاہ کے سفر سے واپس آکے حارث بن عیمر ازدی کے ہاتھ بصرے شام کے فرمان روا کے نام ایک خط روانہ فرمایا تھا۔ حارث سفیر نبوت کی حیثیت سے ارض شام میں داخل ہو کے موت نام ایک مقام میں ٹھہرے تھے کہ شریعت بن عمرو غسانی نے جو قیصر روم کے متحد علیہ سرداروں میں سے تھا پکڑنے کے شہید کر ڈالا اس وقت تک حضرت رسالت کا کوئی اپنی کہیں قتل نہیں کیا گیا تھا جس پر ویز نے بھی باوجود برہمگی کے جو کچھ کارروائی کی صرف یہ تھی کہ آپ کا نام مبارک کے پھاڑ ڈالا۔ مگر بیان ہمارا گاہ نبوت کا ایک نامہ بربے خطا و قصور جان سے مارا گیا تو آپ کو بے انتہا صدمہ ہوا اور فوراً مدینے میں سٹلے یا انتقام کی تیساریاں ہونے لگیں۔

عساکر نبوت کی روائی چونکہ یہ یوم دُر کی اور زبردست دشمنوں کے مقابلے میں تھی لہذا آپ نے تین چار ہزار جان بازوں کا ایک زبردست لشکر مرتب کیا۔ اپنے غلام زبیر بن حارث کو سب پر سردار مقرر کیا۔ اور فرمایا کہ ”اگر زیہ مارے جائیں تو جعفر بن ابی طالب

سروری کرین۔ اور وہ بھی مائے جاہلین تو عبدالمہد بن رواحہ جعفر بن ابی طالب نے جو سب میں سربراہ اور وہ تھے حیرت سے کہا مجھے یہ خیال نہ تھا کہ زید بن حارثہ مجھ پر سردار مقرر ہوں گے۔ آپ نے فرمایا تم اس کی مصلحت نہیں جانتے۔ واقعی یہ حضرت کا مجروحہ تھا کہ وہی قوم عرب جو اپنے شرافت اور غرور کے مقابلے میں کسی کی کچھ ہستی نہ سمجھتی تھی اس کے بڑے بڑے معز اور نامی گرامی سردار اس وقت ایک ایسے نوجوان کی اطاعت کو بسر و چشم حاضرین جو ایک غلام سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

عبدالمہد بن رواحہ کی نہایت سی یہ سب لوگ جب ساز و سامان سے تیار ہو کر روانگی پر آمادہ ہوئے تو تمام مسلمانوں نے اور خود حضرت سرور کائنات نے سب کو رخصت کیا۔ جنما عبدالمہد بن رواحہ کی آنکھوں سے رخصت ہوتے وقت آنسو جاری ہو گئے۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو کہا بخدا مجھے نہ دنیا کی محبت ہو اور نہ تمھاری مفارقت کے خیال سے روتا ہوں۔ مگر یہ خیال ہو کہ دیکھئے آتش و دوزخ سے کیونکر نجات ملتی ہو؟ سب نے اطمینان دلایا۔ پھر وہ رخصت ہونے کے لیے حضرت رسالت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنی مغفرت اور آپ کی وحی سرائی میں کچھ اشعار پڑھے۔ اور ارض شام کا رخ کیا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے رخصت کرنے کے لئے نہینے مسلمانوں کا اہل مدینہ سے اسکے باہر تشریف لائے۔ اور لشکر اسلام بہت ہی غیر معمولی رخصت ہو کے جانا جوش و خروش سے رخصت کیا گیا۔

زوج دشمن کی تعداد الفرض صحابہ کے اس لشکر نے آپ سے رخصت ہو کے شمال کی راہ لی اور بہت سی منزلیں طو کرنے کے بعد ارض شام میں پہنچ کے مقام معان میں پڑاؤ ڈالا۔ مسلمان معان میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ معلوم ہوا خود قیصر روم ہرقل

ایک لاکھ رومی لشکر کے ساتھ شہر آب میں جو ارض بلقا یعنی عنانیوں کی قلمرو سے تعلق رکھتی ہے آگیا ہے۔ اور اسی قدر نصرانی عرب بھی اس کے صلیبی جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے ہیں۔ جن کا سپہ سالار مالک بن زافہ نام ایک عربی نژاد نصرانی ہے۔ مسلمانوں کا تردد دشمن کی یہ تعداد کیشتر سن کے مسلمان بہت گھبرائے کہ یہ تین ہزار جانیاز دو لاکھ ہڈی دل کا کیا مقابلہ کر سکیں گے۔ دو دن تک شہر معان میں ٹھہر کر سوچتے رہے کہ کیا کریں۔ واپسی تو ان جان باز اور نبرد آزما شہسواروں کی شان کے خلاف تھی۔ مگر یہ رسلے قرار پائی کہ دشمن کی تعداد سے حضرت رسالت کو خبر کر دی جائے۔ یا تو آپ ملک بھیجیں گے۔ یا یونہی، یہیں لڑنے کا حکم دے دیں گے جس کے اور آخر لڑنے پر آمادہ ہونا بعد پھر بین کسی قسم کا تامل نہ ہوگا۔ عبد اللہ بن رواحہ نے یہ رائے سن کے لوگوں کو جوش دلایا۔ اور کہا لوگو! خدا کی قسم تم جس غرض کے لیے نکلے ہو اس سے نفرت کرتے ہو۔ تمہاری اصلی غرض شہادت ہے۔ اور ہم ان لوگوں سے نہ شمار کے زور پر لڑتے ہیں۔ نہ طاقت کے زور پر۔ اور نہ کثرت کے زور پر۔ ہم تو صرف اس دین کے زعم پر لڑتے ہیں جس سے خدا نے ہمیں شرف بخشا ہے۔ بس چلے چلو۔ دوین سے ایک فضیلت ضرور حاصل ہوگی یا تو غالب آئیں گے یا شہید ہوں گے۔“ یہ ایسے پرجوش اور موثر جملے تھے اور ایسے سچے دل سے ادا کیے گئے تھے کہ سب مسلمانوں کی زبان سے نکلا و اللہ ان رواحہ سچ کہتے ہیں پھر کیا تھا۔ لشکر اسلام آگے بڑھا۔ اور عبد اللہ بن رواحہ کی یہ حالت تھی کہ گویا سوا شہادت کے انہیں کسی بات کی آرزو ہی نہ تھی۔

مقام موتہ میں ورود | اب یہ لوگ حدود بلقار میں داخل ہوئے۔ جہاں معلوم ہوا کہ رومیوں کا لشکر مشاف نام ایک قصبہ تک آپہنچا۔ یہ سن کے اور آگے بڑھے اور اسی شہر موتہ میں جہاں حضرت رسالت کے امہ بجا رث بن عمیر ازوی نے بی خطا

مقابلہ جام شہادت پایا تھا اتر پڑے اور وہیں دشمنوں سے سامنا ہوا۔ مسلمانوں نے جب دیکھا کہ دشمن کا دیا ہے لشکر ایک سیلاب کی طرح بڑھتا چلا آتا ہے تو کمال مستعدی سے اپنی صفیں درست کیں۔ قطبہ بن قتاوہ نام ایک عذری شخص کو سینہ پر عباۃ بن مالک نام ایک انصاری بزرگ کو میسرہ پر مقرر کیا۔ اور لڑائی شروع ہوئی لڑائی اگرچہ دونوں لشکروں میں کوئی نسبت نہ تھی۔ مگر صحابہ نہایت ہی استقلال و پامردی سے لڑے۔ زید بن حارثہ اسی طرح حضرت رسالت کا عطا کیا ہوا جھنڈا ہاتھ میں لیے ہوئے لڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ دشمنوں کے نیزوں نے چھید ڈالا۔ اور زید کی شہادت شہید ہو کے گرے۔ فوراً حضرت جعفر بن ابی طالب نے بڑھ کے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اس دلیری و شجاعت سے مقابلہ کرنے لگے کہ باشمی حضرت جعفر کی شجاعت خون کا پورا جوش جو انفرادی نظر آگیا حضرت جعفر نے جب دیکھا کہ دشمنوں کا سیلاب کسی طرح روکے نہیں سکتا تو جوش میں آ کے گھوڑے کی پیٹھ سے اترے۔ اُس کی کوچن کاٹ ڈالیں۔ اور دشمنوں پر پھینٹ پڑے۔ آخر دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور ہر طرف سے دار کرنے لگے۔ پہلے داہنے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ وہ ہاتھ کٹ کے گر گیا تو بائیں ہاتھ میں لیا۔ اب یہ ہاتھ بھی کٹ گیا۔ تب جھنڈے کو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے روکا اور سینے سے لگا کے نہایت استقلال کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ مگر دشمن بدستور پورش کر رہے تھے۔ اور شہادت آخر دشمنوں سے یہاں تک چور ہوئے کہ زمین پر گرے اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اب حسب ارشاد رسالت عبداللہ بن رواحہ کی باری تھی۔ اور جس جھنڈے کے نیچے زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب عبداللہ بن رواحہ نے ناموری کی موت حاصل کی تھی ان کے ہاتھ میں آیا۔ گھوڑا آگے بڑھایا۔ اور جو ہر شجاعت دکھانے لگے۔ تھوڑی دیر یوں مقابلہ

کرنے کے بعد گھوڑے سے اترے اور چند ساعت کے لیے لڑائی سے غافل ہو گئے تھے کہ معلوم ہوا ایک طرف لشکر اسلام کو شکست ہو گئی۔ جوش میں آگے اُن کی شہادت ہوئے مسلمانوں کو شکست اور تو دنیا میں زندہ موجود ہو! بس کیا تھا؟ تلوار کھینچ کے دشمنوں پر حملہ کیا۔ اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

اب بنی عثمان کے بھائی ثنابت بن ارقم نے علم اسلام اپنے ہاتھ میں لیا اور پکار کے کہا ”مسلمانو! سب مل کے کسی کو اپنا سردار بنا لو“ اس لیے کہ حضرت رجالت نے جن تین بزرگوں کو نافذ کیا تھا وہ تینوں باری باری اسلامی جھنڈا ہاتھ میں لے لے کے اور اپنا حق ادا کر کے شہید ہو چکے۔ اب سو اس کے کہ مسلمان خود ہی کسی کو اپنا سردار بنائیں کیا ہو سکتا تھا؟ ثابت کے پوچھنے پر نے کہا ”ہم تم ہی کو اپنا سردار بناتے ہیں“ انھوں نے کہا ”میں اس قابل نہیں ہوں“ خالد بن ولید سردار فوج مقرر ہوئے اور جب انھوں نے انکار کیا تو سب نے مل کے خالد بن ولید کو سردار مقرر کیا۔ جو ثابت کے ہاتھ سے جھنڈا لے کے آگے بڑھے اور دشمنوں سے مقابلہ کر نکلے۔

یہ پہلا لشکر اسلام تھا جس پر خالد بن ولید کو سرداری کرنے کی عہدت حاصل ہوئی۔ درحقیقت اس موقع پر انھیں حمایت اسلام کا ثبوت دینے کا پہلا موقع ملا تھا۔ اور واقعی انھوں نے نہایت ہی اچھا ثبوت دیا مسلمانوں کو اُن کی بہادری لکھار کے اس زور سے دشمنوں پر حملہ کیا کہ اُن کی صفیں دم دم دہرہ دم دہرہ اور اس شجاعت سے لڑے کہ تو تلواریں دشمنوں کا خون بہا بہا کے اُن کے ہاتھ میں ٹوٹ گئیں۔ اور آخر صرف ایک چھوٹی مینی تلوار ہاتھ میں رہ گئی تھی۔ اس بہادری سے لڑتے لڑتے خالد نے لشکر اسلام کو ہلاکت سے بچا لیا۔

اور لڑائی کا خاتمہ اور رومی خود ہی چھوڑ کے چلے گئے۔

جس وقت لشکر اسلام اس عظیم الشان مصیبت و آزمائش میں مبتلا تھا حضرت رسالت سے ایک عجیب معجزہ ظاہر ہوا۔ آپ کو یکایک میدان جنگ آنکھوں کے سامنے نظر آیا۔ اور ارض شام کے حالات مدینے میں بیٹھے بیٹھے آپ اس طرح آنحضرت ان واقعات کو بیان کرنے لگے جس طرح کوئی شخص اصل واقعات کو دیکھ مدینے میں بیٹھے دیکھ رہے ہیں دیکھ کے بتاتا ہوا آپ نے فرمایا ”زید بن حارثہ نے جھنڈا لیا۔ اُسے لیے لیے لڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ پھر جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا لیا۔ اور وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔“ اتنا فرما کے آپ ایک لمحہ کے لیے خاموش ہو گئے۔ اب انصار نہایت ہی بیابانی کے ساتھ آپ کی صورت دیکھ رہے تھے۔ اس لیے کہ عبد اللہ بن رواحہ میں اُن کا دل لگا ہوا تھا جو انھیں میں سے تھے۔ اب آپ نے پھر معجز بیانی کا سلسلہ شروع کیا۔ اور ارشاد فرمایا ”اب جھنڈا عبد اللہ بن رواحہ نے لیا اور وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔“ پھر چند ساعت کے بعد آپ نے فرمایا ”اب ایک ایسے شخص نے جھنڈا لیا جو اللہ کی تلواروں کا مالک و سیف اللہ کا خطاب میں سے ایک تلوار ہے۔ یعنی خالد بن ولید۔“ اسی وقت سے خالد بن ولید کو سلمان سیف اللہ کے لقب سے یاد کرنے لگے۔ اور واقعی انھوں نے اپنی آئندہ زندگی میں ثابت بھی کر دیا کہ سوا اُن کے اور کوئی شخص اس معجز الہامی خطاب کا مستحق نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی سلسلے میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ”میں نے جعفر کو فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس وضع میں دیکھا کہ اُمۃ پانوں خون آلود ہیں۔ اور ہاتھوں کی جگہ دوپریں جن سے اُڑتے پھرتے ہیں“ جعفر کے لیے طیار کا لقب اسی ارشاد نبوت کے مطابق حضرت جعفر طیار کے

لقب سے یاد کیے جانے لگے جس کے معنی ہیں ”اڑنے والے“

اُن کے بیوی بچوں پر آپ کی شفقت | یہ غیب کے حالات آپ نے مجمع صحابہ ہی میں بیان نہیں فرمائے۔ بلکہ اُنھ کے جعفر بن ابی طالب کے گھر میں گئے۔ اُن کی بیوی اسماء بنت عیس سے ملے۔ جناب جعفر کے بچوں کو بلوا کے پیار کیا۔ اور اُنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ آسمان نے گہرا کے پوچھا ”یا رسول اللہ آپ آبدیدہ کیوں ہیں؟ جعفر کے وہاں سے کوئی خبر آئی؟“ فرمایا ”ہاں وہ سب شہید ہو گئے۔“ جس کے بعد عورتوں نے آسمان کے پاس جمع ہو کے رونا پینا شروع کیا۔ اور آپ نے اپنے گھر سے جا کے اُن کے لیے کھانا بھجو آیا۔ چنانچہ اسی وقت سے اسلام میں یہ رسم جاری ہوئی کہ جس گھر میں کوئی مر گیا ہو۔ اور لوگ رنج و غم میں مبتلا ہوں عزیزوں کو چاہیئے کہ اُس کے وہاں کھانا کھواکے بھیج دیا کریں۔

ہمدان موتہ کی واپسی | جس وقت یہ مصیبت زدہ لشکر ارض شام سے واپس آ کے مدینہ کے قریب پہونچا ہے۔ اور حضرت رسالت پناہ اور اکثر اہل مدینہ استقبال کو نکلے ہیں اُس وقت کا منظر نہایت ہی جگر خراش تھا۔ شہیدوں اور موتہ سے آفت زدوں کے ننھے ننھے بچے بھی اہل مدینہ کے ساتھ باہر آئے تھے کہ اپنے باپوں سے ملین یا اُن لوگوں کو دیکھیں جو اُن کے باپوں کو خاک میں ملائے چلے آتے ہیں۔ ان بچوں کی مصیبت دیکھ کے حضرت رسالت مآب اس قدر متاثر ہوئے کہ ہر اہی مسلمانوں سے کہا اُن کو اپنے ساتھ اونٹوں پر بٹھالو۔ اور حضرت جعفر طیار کے صاحبزادے عبد اللہ بن جعفر کو اپنے آگے فتر مبارک پر بٹھالیا۔ آخر ناکام و نامراد لشکر استقبال کرنے والوں سے آلا۔ اور سب کی یہ حالت تھی کہ نادم دریا سے غیرت میں غرق اور نہایت ہی ساکت و خاموش

مارے غیرت کے یہ بھی جی نہ چاہتا تھا کہ کسی سے چار آنکھیں کریں۔ اس پردہ
یہ ہوا کہ اہل مدینہ نے اُن پر خاک اڑا کے پھینکا شروع کی۔ اور طعنے دینے لگے بھگوروا
تم خدا کی راہ چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوئے! مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب کو
اس قول سے منع فرماتے تھے۔ اور کہتے تھے ”نہیں بھگورے نہیں بلکہ انشا اللہ
وہ لوگ جو حملے پر حملہ کر کے دشمن کی صفوں کو درہم برہم کر دیں!“

سوتہ بین نامی گری لوگ | واقعہ موتہ میں جو لوگ شہید ہوئے اُن میں سے کل باڑا دیونکا
شہید ہوئے | نام موزنین کو معلوم ہو سکا کہ اُن میں سے بعض ایسے تھے

جنھوں نے تمام مسلمانوں کے دلوں کو یکساں صدمہ پہنچایا۔ اکیلے ایک جعفر بن
ابی طالب کی موت نے تمام نبی ہاشم اور کل مسلمانان قریش کے دل خون کر دیے
اور خود حضرت سرور کائنات کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

نصرانیوں اور مسلمانوں میں | مسلمانوں کو اس وقت تک جتنی لڑائیاں پیش آئی تھیں
یہی پہلی لڑائی تھی | صرف قبائل عرب سے تعلق رکھتی تھیں مگر یہ موتہ کی لڑائی

پہلا سرکہ ہے جس نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان میں دشمنی کی آگ بھڑکائی
اور گویا یوں کھنچا ہے کہ وہ تمام عظیم الشان لڑائیاں جو بعد کے زمانوں میں
مسلمانوں اور عیسائیوں کے فی مابین ہوتی رہیں اور جنھوں نے گزشتہ تیرہ صدیوں
کے دامن پر سب بڑے اور گہرے خون کے دھبے لگائے ہیں اُن سب کا مقدمہ
یہی پہلی اور مختصر لڑائی تھی۔ اس میں حملہ آور کون تھا اور کون اپنی حفاظت کر رہا
تھا اس کا اندازہ ان واقعات سے ہو سکتا ہے کہ چھیر یون ہوئی کہ حضرت علیؓ کا
اٹپی دنیا کے مسلما اور مقبول عام اصول کے خلاف بے جرم مارا گیا۔ پھر یسوعی
فوج کی کثرت بتا رہی ہے کہ اگر مسلمان بڑے کے نہ روکتے تو شاید اُنھوں نے

خود بہت کر کے مدینہ پر حملہ کر دیا ہوتا بعض مسلمان راوی کہتے ہیں کہ موتہ میں مسلمانوں نے رومیوں کو پوری شکست دے دی تھی۔ اگر یہ روایت نہ مانی جائے تو بھلی س سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اُن تین ہزار جان باز صحابیوں نے اپنی دلیری و شجاعت کا ایسا پورا امتحان دے دیا تھا کہ اُن کے واپس آنے کے بعد پھر رومیوں کو ایک بے آب و گیاہ دشت اور بے پناہ سرزمین میں گھسنے کی ہرأت نہ ہوئی۔ ورنہ وہ سامان اسی کا کرچکے تھے کہ کسی سخت آندہ ہی کی طرح جزیرہ نما عرب میں داخل ہو سکے اُس چراغ ہدایت کو گل گردین جس نے ابھی صرف عرب کو روشن کیا تھا۔ اور بیرونی مالک میں اس کی کرین پہنچی بھی تھیں تو اتنی ماند کہ بہت کم محسوس کی جاسکتی تھیں۔

خالد گویا عیسویت کے مقابلے ہی ایک یہ بات بھی اس موقع پر غور طلب ہے کہ خالدا کی کے لئے پیدا ہوئے تھے اسلامی شجاعت کا نظور اسی واقعے سے شروع ہوتا ہے

انہیں کی تلوار نے اس معرکے میں مسلمان کو تباہ ہو جانے سے بچایا اور انہیں کی تلوار نے آئندہ بڑھ کے علم اسلام کو روم و شام کے عالی شان ایوانوں اور قلعوں پر اڑا دیا۔ گویا اُن کی اسلامی زندگی کا مقصد یہی تھا کہ عیسویت کے مقابلے میں دین اسلام کو فروغ دیں۔

سریہ عمرو بن عاص | جمادی الاول میں صحابہ کا زبردست لشکر ارض موتہ کو روانہ ہوا تھا اور جمادی الثانی میں آپ کو ایک اور ہم کے سر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ذات القری کے اُس طرف ارض شام کے قریب قبائل بنی اور عذرہ کا ایک بڑا گروہ جمع ہوا تھا کہ مسلمانوں پر تاخت کرے۔ اور اب اُن لوگوں کی نیت تھی کہ خاص مدینہ طیبہ کے قرب و جوار میں آ کے قتل و غارت شروع کر دیں۔ خالدا سریہ موتہ والوں کے ساتھ جا چکے تھے اس موقع پر

منہ ورت اور مسکت تھی کہ عمرو بن عاص کی جرات و پہمگرمی اور دینداری و محبت
 دینی کا امتحان لیا جائے۔ چنانچہ آپ نے قین سو سرداران مہاجرین و انصار کا
 ایک لشکر مرتب کیا۔ تیس سو اس جماعت پر اضافہ کیے۔ اور عمرو بن عاص سے
 اکمل بھیجا کہ اسلحہ جنگ سے آراستہ ہو کے آؤ۔ عمرو حسب فرمان رسالت حاضر ہوئے
 تو فرمایا میں تمہیں ایک فوج پر سردار بنا کے روانہ کرتا ہوں تاکہ اللہ کی مدد سے
 تمہیں مال غنیمت ملے۔ عمرو نے عرض کیا یا رسول اللہ میں مال و دولت کے لیے
 مسلمان نہیں ہوا ہوں۔ چونکہ عمرو بن عاص کے اس جواب میں قدیم رہبانیت
 اور ترک دنیا کے مذاق کی بوقی تھی لہذا ارشاد ہوا مال نیک اگر مرد نیکو کا رکے
 پاس ہو تو کوئی بُری چیز نہیں۔ بلکہ بہت اچھی چیز ہے۔ اس کے بعد ایک سفید
 جھنڈا بنا کے اُن کے ہاتھ میں دیا۔ اور ایک سیاہ بیرق بھی مرحمت فرمائی۔ جنہیں
 لے کے وہ مینے سے چل کھڑے ہوئے۔ اور لوگوں سے چھپتے اور راتوں کو
 قطع منازل کرتے ہوئے جب دشمنوں کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی
 تعداد بہت زیادہ ہے۔ فوراً رافع بن کیث جنہی کو آنحضرت کی خدمت میں بھیج کے
 ابو عبیدہ ان کی کمک کو مانتے ہیں۔ کمک طلب کی۔ آپ نے اب ایک اور جھنڈا بنا کے
 ابو عبیدہ بن الجراح کے سپرد کیا۔ اور دو سو آدمی اُن کے ہمراہ کر کے عمرو بن
 عاص کی مدد کو روانہ کیا۔ اس آخری لشکر میں بڑے بڑے اکابر صحابہ تھے۔
 حتیٰ کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق بھی ابو عبیدہ کے جھنڈے کے نیچے تھے۔
 روانہ کرتے وقت آپ نے یہ خیال فرما کے کہ اس لشکر میں بڑے بڑے
 سابق الاسلام حامیان دین شریک ہیں ابو عبیدہ کو نصیحت فرمائی کہ خروا تمہیں
 باہم اختلاف نہ ہو۔ اور ہر امر میں ایک دوسرے کے شریک رہنا۔ و مان
 پہنچ کے ابو عبیدہ نے چونکہ عشرہ مبشرہ میں تھے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا

تو عمرو بن عاص نے روکا اور کہا اصلی سردار فوج یمن ہوں۔ تم صرف میری مدد کو
 عمرو بن عاص کا شوق سرداری آئے ہو، ابو عبیدہ نے جواب دیا مجھے حضرت رسالت نے
 اختلاف کرنے سے منع کیا ہے۔ یمن ہرامین تھاری اطاعت کرنے کو حاضر ہوں
 چنانچہ عمرو بن عاص ہی فوج کو نماز پڑھاتے ہوئے آگے بڑھے۔ اور تسلسل
 ایک تالاب کے کنارے دشمن کا سامنا ہوا۔ مسلمانوں نے جوش و خروش سے
 حملہ کیا۔ اور قبائل عذرہ اور بئی والے اس پہلے ہی حملے میں شکست کھا کے
 بھاگے۔ فتح حاصل ہونے کے بعد ابن عاص نے اسی تالاب کے کنارے پڑاؤ ڈال
 دیا۔ اور تین دن تک ٹھہرے رہے۔ مسلمان سوار روز اُدھر اُدھر سے بیٹھ کر کان
 گھیر کے لاتے جو روزِ ذبح کر کے کھائی جاتین۔ سو اس کے اور کوئی مال غنیمت
 اس فتح میں مسلمانوں کے ہاتھ نہیں آیا۔ یہ سریہ اگرچہ سریہ عمرو بن عاص
 کہلاتا ہے مگر آب تسلسل کی رعایت سے جس کے کنارے معرکہ آرائی ہوئی
 تھی اسے سریہ ذات السلسل بھی کہتے ہیں۔ عمرو بن عاص کو اس امر پر بڑا
 فخر تھا کہ اس سریہ میں ابو بکر و عمر کے ایسے جلیل القدر صحابی ان کے ماتحت
 اور ان کے جھنڈے کے نیچے تھے۔

معاہدہ مدینہ فتح ہو گیا | اب وہ معاہدہ جو حدیبیہ کے دن آپ میں اور قریش کے
 ہوا تھا خود قریش کی شرارت اور بد عہد می سے ٹوٹ گیا۔ جس کا تفصیلی حال ہم
 فتح مکہ کی تمہید میں بیان کریں گے۔ اس معاہدے کے ٹوٹنے کا یہ لازمی نتیجہ تھا
 کہ مشرکین مکہ کے مال و اسباب پر اور ان کے قافلوں کو لوٹنا مسلمانوں کے
 لیے جائز ہو گیا۔ صحابہ کو سریہ ذات السلسل سے واپس آئے ابھی پورا مہینہ
 نہیں گزرا تھا کہ ماہِ رجب میں نجرانی قریش کا کوئی قافلہ شام اور مکہ کے راستے پر

گزرنے کو ہر۔ آپ نے فوراً ابو عبیدہ بن الجراح کو بلا کے کچھ اوپر تین سو بہادر
 سر ابو عبیدہ جسے سر
 سیف البحر کہتے ہیں
 رومی کے سوا حل پر جا کے ٹھہریں۔ اور جیسے ہی قریش کا
 قافلہ گذر سے لوٹ لیں۔ روانہ کرتے وقت کھجور وں سے بھرا ہوا ایک تھیلہ بطور
 زاد راہ اُن کے سپرد کیا۔ ابو عبیدہ حکم نبوت پاتے ہی بغیر اس امر کا خیال کیے کہ
 راستے میں کیا کھائیں گے اور کیونکر بسر کریں گے چل کھڑے ہوئے۔ اور آپ کے
 ارشاد کے مطابق سمندر کے کنارے جا کے پڑاؤ ڈال دیا۔ ابتداً ایمان ہر روز
 ہر ہر اہی سپاہی کو ایک ٹھٹی چھو ہارے ملتے تھے۔ آخر چھو ہارے ختم ہوئے کو
 ان لوگوں میں کھانے کی تنگی پہنچ گئی۔ اور ہر سپاہی کو روز چوبیس ٹھٹوں میں صرف
 ایک چھو ہار ملنے لگا جسے چبا کے پانی سے پیٹ بھر لیتا۔ اب وہ ایک چھو ہار اسی ہوٹل
 ہو گیا۔ اور لوگ مجبور ہوئے کہ درختوں کے پتے توڑ توڑ کے پیٹ پالیں اس حالت میں
 قیس بن سعد بن عبادہ نے اپنی طرف سے نوا و نمٹ دن کر کر کے کھلا دیے۔ مگر یہ
 فیاضی چونکہ اُن کی حیثیت سے زیادہ تھی لہذا سردار فوج ابو عبیدہ نے انھیں اس
 سے روکا۔ اور واقعی اس ساحلی ریگزار میں تین سو سے زیادہ آدمیوں کا پیٹ
 خدائی خاص نہ رہا۔ بھرنے کوئی آسان کام نہ تھا۔ لیکن آخر خدا مہربان ہوا۔ اور
 سمندر کی لہر نے ایک بڑی بجاری مری ہوئی مچھلی جو غالباً بل مچھلی تھی کنائے پھینک دی۔ اور
 مسلمانوں نے خدا کا شکر ادا کر کے اُسے کھانا شروع کیا۔ اور پندرہ یا اٹھارہ دن تک
 یہ سیر ہو کر کھائی کہ یا تو مارے بھوک کے سوکھے جاتے تھے یا دوسری
 ہفتہ میں کھا کھا کے خوب موٹے ہو گئے۔ آخر ایک مدت کے بعد معلوم ہوا
 کہ اب قافلہ کے لینے کی کوئی امید نہیں۔ لہذا ابو عبیدہ نے واپسی کا ارادہ

کر دیا۔ چلتے وقت اُس عظیم الشان مچھلی کے دو کانٹے ایک دوسرے سے اٹکا کر
 کھڑے کیے۔ اور ایک بڑا پھاری پھانک سا بنایا۔ پھر جو سب ادبچا اونٹ تھا
 اُس پر ایک طویل القامت شخص کو بٹھا کے اُس کے اندر سے نکالا تو بغیر اس کے
 کہ جھکنا پڑے یا سراوہر لگے یہ آسانی نکل گیا۔ یوں کانٹوں کی بلندی کا اندازہ
 کر کے اس مچھلی کا جس قدر گوشت بیچ رہا تھا ساتھ باندھ لیا۔ اور مدینہ طیبہ کی روہی
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کے اس مچھلی کا واقعہ
 بیان کیا تو آپ نے فرمایا یہ ایک رزق تھا جو تمہیں خاص خدا کی مہربانی سے
 ملا تھا۔ کچھ باقی ہو تو مجھے بھی کھلاؤ۔ تھوڑا بہت گوشت اب تک باقی تھا فوراً حاضر
 خدمت کیا گیا اور آپ نے نوش فرمایا۔ اس سرے میں نہ کسی لڑائی کا پتہ چلتا
 اور نہ کسی قسم کے مال غنیمت کا۔ سمندر کے سوا محل پر ٹھہرنے کی وجہ سے یہ سرے
 بے نام اور بھی کہلاتا ہے۔ لیکن اس کا اصلی نام سرے خبط ہے۔ خبط ایک درخت کے
 پتوں کو کہتے ہیں۔ اور یہ نام اس لیے تجویز کیا گیا کہ اس سفر میں ایک زمانے تک
 اسی درخت کے پتوں پر صحابہ نے زندگی بسر کی تھی۔

سرا بوقتادہ

شعبان کے مہینے میں آپ نے سنا کہ رفاعہ بن قیس اور اُس کے
 بیٹے قیس بن رفاعہ نے قبیلہ جثم کے بہت سے لوگوں کو جمع کر کے خود آپ کے
 مقابلے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ نے ابوقتادہ کو تین آدمیوں
 کے ساتھ اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ سولہ آدمیوں پر سردار مقرر کر کے روانہ
 کیا کہ رفاعہ اور اُس کے ہمراہیوں کی ٹھیک خبر لے آئیں۔ غائب ہوا دشمنوں کا
 جمع تھا اُس کے چاروں طرف یہ چند مسلمان جا کے چھپ رہے۔ ابوقتادہ نام
 ایک صحابی جو ابوقتادہ کے ساتھ تھے اپنے کین گاہ سے دیکھ رہے تھے

کہ رفاعہ بن قیس اپنے چرواہے کے ڈھونڈھنے کو نکلا۔ انھوں نے اپنی جگہ سے بیٹھے بیٹھے نشانہ باندھ کے ایک ایسا تیر چلایا جو جاکے رفاعہ کے دل پر پڑا۔ اور وہ بغیر اس کے کہ آہ بھی کر سکے تڑپ کے مر گیا۔ پھر انھوں نے چپکے چپکے جا کے امریکا سر بھی کاٹ لیا۔ اور زور سے تکبیر کہہ کے مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔ دشمن جو اس بھاگے۔ صحابیوں نے ان میں سے بتوں کو قتل کر کے جو کچھ ملا اپنے قبضہ میں کیا۔ اور مدینہ طیبہ کی راہ لی۔ اس ہجری میں دو سو اونٹ دو ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ ان کے علاوہ چار عورتیں کچھ بچے۔ اور لونڈیاں بھی گرفتار ہوئیں جن میں سے ایک نہایت ہی حسین و پری جمال لڑکی ابوقتا وہ کو ملی تھی مگر حمیمہ بن جزد زبیدی نے حضرت رسالت سے عرض کیا کہ آپ نے مجھ سے ایک لونڈی دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ آنحضرت نے اس لڑکی کو ابوقتا وہ سے مانگ لیا اور پھر مانگ کے اپنے وعدے کے مطابق حمیمہ کو دے دی۔

سر ابوقتا وہ ثانی | ابوقتا وہ مذکورہ بالا سریئین کا بیانی حاصل کر کے واپس چلے آتے تھے کہ اوائل رمضان میں آپ نے پھراٹھا رہ آدمی ہمراہ کر کے بطن اعظم نام ایک اور مقام کی طرف روانہ کیا جو مدینے سے تین دن کی راہ پر تھا۔ اس سریئ کے روانہ کرنے کا اصلی سبب یہ تھا کہ آپ اب شہر مکہ پر حملہ کرنے کا مصمم ارادہ کر چکے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ مکہ والوں کو خبر نہ ہونے پائے۔ اور اچانک باطن لہذا اس چھوٹی سی جماعت کو ایک اور جانب روانہ کر دیا تاکہ اس کی خبر اہل مکہ اور دیگر قبائل کو پہنچے۔ اور سمجھیں کہ آپ بالفعل ایک اور ہم میں مشغول ہیں اور نہ مکہ کا ارادہ نہیں کر سکتے۔ ابوقتا وہ کے ہمراہیوں میں حکم بن جشم نام ایک صحابی بھی تھے راستے میں عامر بن اقبط نام ایک شخص ملا جس سے حکم سے پیشگی

عداوت تھی۔ عامر نے ان لوگوں کا سامنا ہوتے ہی حسب رواج اسلام سلام کیا
 حکم کے ساتھ سے ایک کلہر کو مارا جانا اور اس بڑاؤ سے اپنا سلمان ہونا ظاہر کر دیا۔ مگر
 حکم نے عداوت دیرینہ کے جوش سے بیتاب ہو کے حملہ کر دیا۔ اور قتل کر ڈالا
 اب ابوتقا وہ آگے بڑھے۔ جن دشمنوں کے مقابلے کو گئے تھے ان کا پتہ نہ چلا
 مجبوراً مدینے کو پلٹے۔ مقام ذونشب میں پہنچے تھے کہ سنا جناب رسالت مآب
 صلی اللہ علیہ وسلم کے روانہ ہو گئے۔ یہ خبر سنتے ہی انھوں نے بھی مکہ معظمہ کی راہ
 لی۔ اور مقام سقیاء میں حضرت سرور کائنات سے جا ملے۔ جب آپ نے عامر
 سے آپ کی اراضی بن اضبط کے باوجود اسلام ظاہر کرنے کے مارے جانے کا
 حال سنا تو نہایت برہم ہوئے۔ اور کہتے ہیں کہ وہی آیت قرآنی جو اسامہ سے
 ایسی ہی غلطی ہو جانے کے وقت نازل ہوئی تھی اس موقع پر پھر نازل ہوئی
 بہر تقدیر وہ آیت خواہ اسامہ کی شائین اُتری ہو خواہ حکم کی شائین لکین اس میں شک نہیں کہ حکم
 نہایت ہی نادم تھے۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کے معافی و مغفرت کی
 درخواست کی مگر آپ نے فرما دیا کہ نہیں خدا تمھاری مغفرت نہ کرے گا۔ حکم روتے
 اور آنسو بہاتے ہوئے آپ کی صحبت سے اُٹھے۔ اور اس قدر دل شکستہ تھے
 ہی نہ امت میں حکم کا دفات پانا کہ سات ہی دن میں مر گئے۔ کہتے ہیں ان کو دفن کیا
 تو زمین نے لاش کو نکال کے پھینک دیا۔ پھر دفن کیا اور پھر ہی حالت ہوئی تب
 لوگوں نے دو چٹانوں کے درمیان ایک گھاٹی میں لٹا کے اوپر سے پتھر چُن ڈیے
 اور اس طرح ان کی مٹی ٹھکانے لگی۔ جب لوگوں نے ان کی لاش کے زمین سے
 جمل نکل پڑنے کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا
 تو آپ نے فرمایا زمین تو اس سے بدتر لوگوں کو بھی قبول کر لیتی ہے۔ مگر

ہاں خدا کو منظور تھا کہ اس ذریعے سے تمہاری آنکھیں کھولے تاکہ تمہیں عبرت ہو

باب بست و ہجرت فتح مکہ

فتح مکہ کا وقت آگیا۔ نبی خداداد نبی کریم ﷺ قریش کی بدعہدی۔ معاہدے کا ٹوٹنا۔ آپ کو بدعہدی قریش کی خبر۔ اہل مکہ میں خوف اور ندامت۔ ابوسفیان تجدید صلح کے لیے مینے میں آتا ہو۔ اور ناکام واپس جاتا ہو۔ فوج کشی کی تیاری۔ حاکم کی مخالفانہ کارروائی اور عذر خواہی۔ لشکر اسلام کی روانگی۔ حضرت عباسؓ کا ہجرت کر کے آنا۔ مرا نظر امین آپ کا پڑاؤ۔ حضرت عباسؓ کے والوں کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عباسؓ کا ابوسفیان سے ملنا۔ اور اپنی کفالت میں لینا۔ حضرت عمرؓ کا سامنا۔ ابوسفیان دربار رسالت میں جناب عباسؓ کی سفارش۔ ابوسفیان کا حضرت عباسؓ کے کھنے سے ایمان لانا۔ آپ کی خواہش کہ ابوسفیان کو اسلام کی شان دکھائی جائے۔ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے امان دی گئی۔ ابوسفیان عسا کر اسلام کو دیکھتے ہیں۔ اہل مکہ کو خبر ہوتی ہے کہ لشکر اسلام آپ کا ابوسفیان اور انکی بیوی ہند کے پر تلے ہونے کی شان۔ تزاممت۔

فتح مکہ کا وقت آگیا۔ اب دین اسلام کے سارے عرب پر غالب آنے۔ اور پوری قوم عرب کا دین بننے کا وقت آگیا تھا۔ جس کے لیے ضرورت تھی کہ قریش کی قوت بالکل ٹوٹ جائے۔ اور وہ قدیم ابراہیمی معبود دنیا میں سب سے پہلا عبادت خانہ تھا کفر و شرک کی نجاست سے پاک ہو۔ اُس میں سے بت نکالے جائیں۔ اور حج کرنے والے بجائے بتوں کی پرستش کرنے کے رہاں خدا سے واحد لم یزل کی عبادت کریں۔ لیکن اس کے لیے ضرورت تھی

آپ میں اور مشرکین قریش میں صدمہ کے موقع پر جو معاہدہ ہوا تھا اُس کا زمانہ منقضی ہوا کوئی ایسی صورت پیش آئے کہ خود قریش اپنے طرز عمل سے اُس معاہدے کو توڑ دیں۔ پہلی صورت کے لیے مدت چاہیے تھی۔ اور حضرت سرکائنات کی عمر اتنی نہیں باقی تھی کہ اُس وقت کا انتظار کیا جاسکتا۔ لہذا خدا نے دوسری صورت پیدا کر دی۔ اور قریش نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے سر پر مصیبت کو بلایا۔ جو بظاہر اُن کے حق میں چاہے کچھ ہو اور انہیں کیسی ہی سخت آفت نظر آتی ہو لیکن اصل میں ایک بہت بڑی رحمت تھی جس سے صرف کچھ ہی نے نہیں ساری دنیا نے نفع اٹھایا۔

بنی خزاعہ و بنی کر قریش سے بد عہدی یوں ظاہر ہوئی کہ بنی خزاعہ کسی قدیم زمانے سے اور بہت پیشتر سے بنی ہاشم کے دوست چلے آتے تھے۔ اس لیے کہ اُن سے اور جناب عبدالمطلب سے ایک قدیم معاہدہ ہو چکا تھا۔ اور ان کے مقابل بنی بکر دیگر خاندان ہائے قریش سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ دونوں قبائل ظہور اسلام سے کسی قدر پیشتر سے باہم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے اور اس دشمنی کی ابتداء یوں ہوئی تھی کہ قبیلہ بنی حضرم کا ایک شخص مالک بن عبداسود بن رزن نام ایک بکری شخص کا حلیف تھا۔ مالک تجارت کے لیے گھر سے نکلا اور بنی خزاعہ کے علاقے میں گزر رہا تھا کہ خزاعیوں نے اُس کا مال بھی لوٹ لیا اور اُسے قتل بھی کر ڈالا۔ اس کے انتقام میں بنی بکر نے ایک خزاعی شخص کو پکڑ کے مار ڈالا۔ جب یہ خبر بنی خزاعہ نے سنی تو طیش میں آ کے خود اسود بن رزن سردار بنی بکر کے تین بیٹوں سلی کلثوم اور ذویب کو قتل کر ڈالا۔ یہ جھگڑے ہو ہی رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا۔ سب کا خیال آپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور یہ باہمی لڑائیاں چند روز کے لیے

لمتوی ہو گئیں۔ اب صلح حدیبیہ کا زمانہ آیا تو ضرور تھا کہ ان دونوں دشمن قبائل میں سے ایک قریش کو اپنا کفیل بنائے۔ اور ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی خزاعہ سے چونکہ بنی ہاشم سے قدیمی تعلقات تھے۔ اور جد رسول اللہ حضرت عبدالمطلب سے اگلے دنوں اُن سے ایک مخالف ہو چکا تھا لہذا انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا کفیل بنایا اور بنی بکر نے قریش کو۔

اب اس معاہدے کے بعد بنی بکر نے ارادہ کیا کہ خزاعیوں سے اپنے سردار اسود بن رزن کے بیٹوں کے خون کا بدلہ لے لیں۔ چنانچہ نوفل بن معاویہ قریش کی بدعہدی [جنی بکر کی ایک کافی جماعت کو لے کے کے قریب تیر نام ایک تالاب کے کنارے خزاعیوں پر ناگمان جا پڑا۔ اور اُن کو قتل کرنا شروع کر دیا اور لطف یہ کہ قریش بجائے اس کے کہ بنی بکر کو اس ظلم سے روکین خفیہ طور پر اُن کے شریک ہو گئے۔ اسلحہ اور سوار یوں سے اُن کو مدد دی۔ اور صفوان بن امیہ عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو کے سے لوگ جو قریش میں نہایت معزز تھے خود لڑائی میں شریک ہو کے نوفل بن معاویہ کی طرف سے لڑے خزاعہ کو جب اور کہیں پناہ نہ ملی تو بھاگ کے حرم کعبہ میں پناہ لی۔ مگر یہاں بھی اُن کے خون سے ہاتھ نہ روکا گیا۔ بلکہ بنی بکر نے اپنے سردار نوفل سے کہا بھی کہ آپس بس۔ اب ہم تمھارے خدا کے حرم میں ہیں تو فل نے جوش میں آ کے یہ کلمہ کفر زبان سے نکالا کہ ”ایم بنی بکر آج خدا و انہیں ہو۔ بس جہان تک ہو سکے انتقام لیے جاؤ۔“

معاہدے کاڑھنا اس طریقے سے صلح حدیبیہ کے ایک سال اور دس مہینے بعد قریش نے خود ہی بدعہدی کر کے اپنا معاہدہ توڑ دیا۔ اور بنی خزاعہ جو حضرت رسالت کی

جو ارین تھے اُن کی بیس جانیں سخت مظلومی و بے حیلتی کے ساتھ لی گئیں۔ قتل و قمع کے بعد جب تلوارین میان میں ہوئیں تو قریش اپنے اس فعل پر مادم ہوئے۔ اور خود اُن کے دل انھیں ملامت کرنے لگے کہ اُن سے یہ ایک ایسا فعل سرزد ہوا جو اُن کی شان کے نہایت ہی خلاف تھا۔

آپ کو بعد ہی قریش کی خبر | قریش ادھر اپنے کیے پر پھپھایا ہے مگر وہ بن سالم نام ایک معزز خزاعی شخص نے یکے سے نکل کے مدینہ طیبہ کی راہ لی۔ اور حضرت سرور کائنات مسجد میں عام صحابہ کے مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے کھڑے ہو کے چند ایسے پُرسوز اشعار میں اپنی قوم کا مرثیہ سنایا۔ آپ کا عہد یاد دلایا۔ اور مدعا لگی کہ آپ نے بلا تامل فرمایا "اے عمرو بن سالم بے شک تمہاری مدد کی جائے گی" اس کے بعد خزاعیوں میں سے بربیل بن ورقار اور چند اور لوگ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ اور دروازے پر پہنچ کے آپ کو آواز دی۔ آپ لبیک کہہ کے برآمد ہوئے۔ اور انھوں نے اول سے آخر تک ساری مرگہشت کہہ سنائی۔

اہل کہ میں خوف اور دامت | اہل مکہ کو اپنی عمدہ شکنی پر مدامت ہی نہ تھی بلکہ انتہا سے زیادہ خائف بھی تھے۔ اس لیے کہ اب حضرت رسالت کی قوت اتنی بڑھ گئی تھی۔ دین الہی میں اس کثرت سے لوگ داخل ہو گئے تھے۔ اور جان بازان ہمارا انصار ایسی ایسی ناموری کی فحش حاصل کر چکے تھے کہ انھیں کسی طرح مقابلے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ اب مکہ کے بچے بچے کو یقین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ ناراضی بھی اُن کی قسمت پلٹ دے گی۔ اور ناموران قریش میں کوئی نہیں ہو کہ عساکر نبوت کے حملوں کی ذرا بھی تاب لا سکے۔ خوف اور اندیشے نے

خزاعیوں کے سلاو مانہ قتل کے ساتھ ہی مکہ میں ہر طرف ایک عجیب تشویش پھیلا دی۔ اور سب لوگ گھبرائے ہوئے تھے کہ کیا کرین۔ ابوسفیان کی نسبت بعض لوگ کہتے ہیں کہ خود اُس کی منظور سی سے قریش خزاعیوں کے مقابل بنی مکہ کے ساتھ شریک ہوئے تھے اور بعض کا بیان ہے کہ اُسے اس کی خبر نہ تھی۔ غیران دونوں صورتوں میں سے چاہے جو ہو مگر اب وہ بھی نہایت ہی پریشان ابوسفیان تجدیہ صلے کے لیے | و بدحواس تھا۔ جب اور کوئی تدبیر نہ بنی تو ابوسفیان نے مدینہ میں آتا ہے | مکہ سے نکل کے مدینہ طیبہ کی راہ لی۔ اور ارادہ کیا کہ منت خوشامد سے جس طرح پہنچے حضرت رسالت کے سامنے عذر خواہ ہو۔ اور اپنے اور اپنی قوم کے لیے معافی مانگے۔ مدینہ میں آ کے اپنی بیٹی حضرت ام المومنین ام حبیبہ کے پاس گیا۔ اور رسول اللہ کے پھونے پر بیٹھنے کو تھا کہ انھوں نے روکا اور پھوننا پیٹ کے الگ رکھ دیا۔ گھر کے بیٹی کی صورت دیکھی اور سبب پوچھا انھوں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پھوننا ہے۔ اور تم ابھی شرک و ناپاک ہو۔ یہ سن کے ابوسفیان کو اور حیرت ہوئی کہ خود اپنی بیٹی کی زبان سے یہ کیا سن رہا ہوں۔ بھنچلا کے بولا مجھ سے جدا ہونے کے بعد تم میں یہ خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ اب وہ حضرت ام حبیبہ کے حجرے سے نکل کے باگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ اور ہزار عذریں مگر آنحضرت نے کچھ جواب ہی نہ دیا۔ مجبوراً آپ کے پاس سے اُٹھ کے ابو بکر صدیق کے پاس گیا اور کہا تم سفارش کرو، انھوں نے کہا میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہاں سے ناکام ہو کے عمر بن الخطاب سے جا کے ملا۔ اور اُن سے سفارش چاہی۔ انھوں نے کہا میں اور تمھاری سفارش کروں گا! خدا کی قسم میں آخر تک تم سے لڑتا رہوں گا۔ یہاں سے بھی مایوسی ہوئی تو حضرت علی رضی

کے پاس گیا۔ اُن کے پاس اس وقت جناب یسیدہ بھی ہوئی تھیں اور حضرت امام حسن بھی موجود تھے جو ہمز نو عمر بچے تھے۔ ابوسفیان نے یہاں آ کے حضرت علیؑ سے کہا: اے علیؑ تم میرے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو مجھے تم سے یہ امید نہیں کہ نہ کام پھیر گے بس تم ہی چل کے رسول اللہؐ سے میری سفارش کرو۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس بات کا ارادہ کر چکے ہیں اُس کے خلاف میں کچھ نہیں کہہ سکتا! ابوسفیان اب جناب یسیدہ کی طرف مخاطب ہوا اور بولا: اے محمدؐ کی بیٹی بھلا اتنا کر سکتی ہو کہ اپنے اس صاحبزادے کو حکم دو کہ لوگوں کو اپنی پناہ میں لے لے اور اس کے حصے میں رہتی وینا کمل ہل عرب کا سردار مانا جائے؟ جناب یسیدہ نے فرمایا: میرے بچے کی ابھی اتنی عمر ہی نہیں کہ لوگوں کو اپنی پناہ میں لے لے۔ اور رسول اللہ کے مقابلے میں کس کی مجال کہ کسی کو پناہ میں لے سکے؟ اب ابوسفیان کو ہر طرف سے مایوسی تھی نہایت مایوسی کے ساتھ جناب علیؑ کی طرف دیکھ کے بولا: میں دیکھتا ہوں کہ محاملات نازک ہو گئے ہیں تمہیں کچھ مشورہ دو کہ اس حالت میں کیا کروں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: میں کیا راے دے سکتا ہوں؟ لیکن آخر تم ہی کائنات کے سردار ہو لوگوں کو خود اپنی پناہ میں کیوں نہیں لے لیتے؟ پوچھا: اس سے کوئی نتیجہ ہو سکتا ہے؟ جناب رضی نے فرمایا: میں کیا جانوں ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا؟ لیکن اس کے سوا اور کوئی بات میرے خیال میں نہیں آتی۔ اب ابوسفیان جناب یسیدہ کے گھر سے اڑنا کام واپس جاتا ہوا اٹھ کے مسجد نبویؐ میں گیا ساوڑ بکار کے کہا: لوگو! میں نے لوگوں کو خود اپنی پناہ میں لیا۔ یہ کہہ کے اونٹ پر بیٹھا اور کے میں واپس آیا یہاں لوگوں سے ساری سرگزشت بیان کی انھوں نے پوچھا: اگر تم کر کیا آئے؟ کہا: علیؑ کے کہنے سے میں نے سب لوگوں کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ پوچھا: اور اُس کفالت کو محمد (صلعم) نے قبول کیا؟ جواب دیا: نہیں۔ اس پر سبے مضحکہ اُڑایا اور بولے: بخدا علیؑ نے تمہارے ساتھ مذاق کیا۔

فوج کشی کی تیاری | اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ کچھ پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں اور درگاہ خداوندی میں دعا کی کہ خداوند احب تکبیر کے میں پہنچوں لیکن قریش کو ہاری والی کا

حال نہ معلوم ہو۔ لیکن باوجودیکہ حسبِ ارشاد نبوی سب لگ اپنے ارادہ جنگ کچھا ہے تھے
 حاطب بن بلتعہ نے گنود نام ایک مزینہ عورت کے ہاتھ قریش کو ایک خط لکھ کے
 حاطب کی فالغاذ کارروائی روانہ کر دیا کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ بیان فوج کشی کا سامان ہو رہا ہے
 اتفاقاً اُس عورت کے روانہ ہوتے ہی آپ کو معلوم ہو گیا۔ اور آپ نے علی رضی
 اور زینب بن عوام کو دوڑایا کہ جس طرح ممکن ہو اور جہان ملے اُسے پکڑ لاؤ۔ دونوں
 صاحبِ جون نے جا کے گنود کو راستے ہی میں گرفتار کر لیا۔ اور مع اُس خط کے
 آنحضرت کی خدمت میں لا کے حاضر کر دیا۔ آپ کو حاطب کے اس فعلِ بخت
 اور عذر خواہی تعجب ہوا۔ بٹا کے سبب پوچھا۔ انھوں نے عرض کیا۔ خدا کی قسم
 میرے اعتقاد و ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ مگر ہاں یہ خیال کر کے کہ مکہ میں
 میرے اہل و عیال ہیں نہ رہا گیا۔ صرف اُن کے بچانے کی امید میں مجھ سے یہ خط
 ہو گئی۔ حضرت عمر کھڑے سُن رہے تھے بولے ”یا رسول اللہ حکم ہو تو اس کا سر
 اُڑا دوں۔ یہ منافق معلوم ہوتا ہے“ آپ نے حضرت عمر کو روکا۔ اور ارشاد فرمایا
 ”میں نے معاف کیا۔ تم لوگوں کا جو جی چاہے کرو“ اور اسی موقع پر یہ آیت نازل
 ہوئی کہ ”یا ایہ الذین آمنوا لاتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء الخ“ یعنی اے ایمان لانے
 والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ مطلب یہ تھا کہ مسلمان پھر اس کے
 بعد کفار سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں۔

حاطب کے معاملے سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے تمام مسلمانوں کو
 لشکرِ اسلام کی روانگی جو مدینے میں اور اُس کے گرد آ رہا تھے تیاری اور روانگی کا
 حکم دے دیا۔ چنانچہ قبائلِ اسلم۔ عفار۔ مزینہ۔ جنیہ۔ اشج۔ اور یتیم سب اُٹھ
 کھڑے ہوئے۔ جن میں سے بعض تو خاص مدینے ہی میں حاضر ہو گئے۔

اور بعض راستے میں آکے ساتھ ہو لیے۔ یہ سب بندوبست کرنے کے بعد آپ نے
 ابورہم کلثوم بن حصین غفاری کو اپنا قائم مقام بنا کے مدینہ میں چھوڑا۔ اور بدھ
 کے دن ۱۰۔ رمضان ۳۳ھ کو عصر کے بعد مدینہ طیبہ سے چل کھڑے ہوئے بمقام
 کدہ تک تو برابر روزے رکھتے گئے۔ لیکن جب وہاں سے آگے بڑھے تو آپ نے
 اور سب ہمراہیوں نے سفر کے واجبی عذر سے فائدہ اٹھایا۔ اور روزے چھوڑ دیے
 حضرت عباس کا ہجرت کر کے آنا مقام جحفہ تک پہنچے تھے کہ عمر رسول اللہ عباس بن
 عبدالمطلب ملے جو ہجرت کے ارادے سے چلے آتے تھے۔ آپ نے اُن کا
 اسباب تو مدینہ میں بھجوا دیا۔ اور خود انھیں اپنے ساتھ لے کے فرمایا تم سب
 پچھلے مہاجر ہو اور میں سب سے پچھلا پیغمبر ہوں۔

اب یہاں سے بھی آگے بڑھ کے مقام قدیہ میں پہنچے جہاں جھنڈے
 اور برقین بنائے گئے مختلف قبائل کو دین۔ اور پوری دس ہزار صحابہ کی جماعت
 براظران میں آپ کا پڑاؤ مرا لنگھان میں جا کے پڑاؤ ڈال دیا جہاں سے مکہ صرف چار
 فرسخ کے فاصلے پر تھا۔ یہاں آپ عشا کے وقت اُترے تھے۔ لہذا لوگوں کو
 حکم دیا کہ جا بجا کثرت سے آگ روشن کر دیں۔ اور حضرت عمر کو ہدایت فرمائی کہ
 تم رات کو پہرہ دو۔ اور فوج اسلام کے گرد گردآوری کرتے رہو۔ فوراً دس ہزار
 جگہ پر آگ روشن ہو گئی۔ اور جناب فاروق چاروں طرف چکر لگاتے لگے

حضرت عباس کے والوں کو ابھی تک اہل مکہ کو بالکل خبر نہ تھی۔ یکایک حضرت عباس
 نے دل میں کہا افسوس کہ تباہ ہوتا ہے! اگر قریش نے
 سرکشی کی اور یہ لشکر لڑتا ہوا شہر میں داخل ہوا تو نسل قریش کا ہمیشہ کے لیے
 خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ خیال آنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نچر پر

سوار ہو کے لشکر سے باہر نکلے۔ اور شہر مکہ کی طرف چلے کہ کوئی آتا جاتا مل جائے تو لوگوں کو خبر کر دے کہ رسول اللہ آپہنچے۔ جلدی آکے امان مانگو ورنہ غضب ہو جائے گا۔ اسی فکر میں پیلو کے درختوں کے نیچے پھر رہے تھے کہ یکایک ابوسفیان بن حرب حکیم بن خزام اور بیل بن ورقاء خزاعی کی آواز آئی جو باہم یہ باتیں کر رہے تھے۔

ابوسفیانؓ میں نے اس سے زیادہ آگ کبھی نہیں دیکھی۔“

بیلؓ یہ بنی خزاعہ ہیں۔“ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بیل بنی خزاعہ میں سے ہر اصل حال سے واقف ہے۔ اور خود دینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کے۔ اپنی قوم کی مصیبت بیان کر کے۔ اور آپ سے فوج کشی کا وعدے کے آیا ہے۔ اور خوش ہے کہ صبح کو نبی بکرا در قریش سے اپنے مقتولوں کا انتقام مل جائے گا۔

ابوسفیانؓ بنی خزاعہ! ان کی اتنی شان نہیں ہو سکتی۔“

حضرت عباسؓ کا ابوسفیانؓ سے سلسلہ کلام یہیں تک پہنچا تھا کہ حضرت عباسؓ قریب جا پہنچے اور پکارا ابوحنظلہ! یہ بھی ابوسفیانؓ کی ایک دوسری کیفیت تھی۔ ابوسفیانؓ نے چونک کے کہا ابو الفضل! جس کینت سے کہ حضرت عباسؓ معمولاً یاد کیے جاتے تھے۔ اور ساتھ ہی پوچھا کیا خبر ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہزار مسلمانوں کی جماعت سے آپہنچے۔“ ابوسفیانؓ نے گہرا کے کہا پھر میں کیا کروں؟ جواب دیا بس سوا اس کے کوئی چارہ نہیں کہ میرے پیچھے خیر پر سوار اور اپنی کفالت میں لینا ہو لو۔ اور میں تمہیں امان دلوا دوں گا۔ کہیں یوں گرفتار ہو گئے تو خدا کی قسم تمہاری گردن ماری جائے گی۔“ ابوسفیانؓ فوراً پیچھے سوار ہو گیا اور جناب عباسؓ خیمہ رسالت کی طرف چلے جس قبیلے کی آگ کے پاس ہو کے

حضرت عمرؓ کا سامنا کرتے لوگ کہتے "رسول اللہؐ کے چچا ہیں اور حضرت رسالتؐ کے چچر پر سوار ہیں" ابوسفیانؓ کو کوئی پہچانتا! اتفاقاً راستے میں حضرت عمرؓ کا سامنا ہو گیا! انھوں نے دیکھتے ہی ابوسفیانؓ کو پہچان لیا اور چوکتا ہو کر بولے "یہ ہیں! ابوسفیانؓ! اکابر کے بغیر کسی طراد اقرار کے خدا نے تجھے ہمارے قبضے میں کر دیا!" اتنا کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑے۔ ظاہر ہے کہ ابوسفیانؓ اس وقت عجب بیم ورجا کی حالت میں ہو گا۔ لیکن حضرت عباسؓ س ہمدردی کی تیار تھے عمر فاروقؓ کو جاتے دیکھ کے انھوں نے بھی خچر کو ایڑہ مٹائی۔ اور عمرؓ سے پہلے حضرت ابوسفیانؓ دربار رسالتؐ میں رسالتؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مگر ہنوز کچھ کہنے نہیں پائے تھے کہ حضرت عمرؓ نے آ کے کہا "یا رسول اللہ! یہ ابوسفیانؓ آیا ہے اجازت ہو تو اس کی گردن مار دوں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس کے جواب میں کوئی لفظ نہیں نکلا تھا کہ جناب عباسؓ نے کہا "مگر یا رسول اللہ! میں نے جناب عباسؓ کی سفارش انھیں اپنی پناہ میں لیا ہے" اس کے بعد جناب عباسؓ نے ابوسفیانؓ کی سفارش میں التجا کرنی شروع کی۔ اور حضرت عمرؓ اسی طرح قتل کی اجازت مانگے جاتے تھے۔ آخر مجبور ہو کے اور کسی قدر جھنجھلا کے حضرت عباسؓ نے عمر فاروقؓ کی طرف متوجہ ہو کے کہا "عمرؓ تمھاری یہ ساری کوشش اس سبب سے ہے کہ یہ شخص عبد منافؓ کی نسل سے ہے۔ اگر بنی ہدی (یعنی تمھارے قبیلے) میں سے ہوتا تو شاید تم ایسا نہ کہتے" حضرت عمرؓ نے کہا "اے عباسؓ ایسا نہ کہو۔ تمھارا مسلمان ہونا مجھے خود اپنے باپ خطابؓ کے مسلمان ہونے سے زیادہ عزیز تھا" اتنی گفتگو کے بعد اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اچھا عباسؓ میں نے کل تک کے لیے پناہ دی۔ مگر تمھارا فرض ہے کہ کل انہیں لا کے حاضر کر دو" خلاصہ یہ کہ اس وقت تک ابوسفیانؓ کی قسمت کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ اور جناب عباسؓ کی ضمانت پر صرف ایک دن کے لیے

چھوڑ دیے گئے۔

ابوسفیان کا حضرت عباسؓ کے
سکنے سے ایان لانا

دوسرے دن جب حضرت عباسؓ نے انہیں بارگاہ رسالت میں لے جانے کا پیش کیا۔ تو آپؐ نے پوچھا ”افسوس ابوسفیان کیا تمہیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ سو اُس ایک خدا کے دوسرا خدا نہیں ہے؟“ ابوسفیان نے کہا ”بے شک معلوم ہوتا ہے۔ آپؐ پر میرے مان باپ خدا ہوں۔ اور اگر کوئی اور خدا ہوتا تو میری کچھ مدد کرتا؟“ پھر آپؐ نے دریافت کیا ”تو کیا افسوس تمہیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں؟“ بولا ”یہ میرے مان باپ آپؐ پر خدا ہوں بس اسی میں میرے دل کو شک ہے“ حضرت عباسؓ پاس کھڑے تھے یہ جواب سُن کے ڈرے کہ کہیں یہ سرکشی ابوسفیان کی جان نہ لے۔ بول اُٹھے بخت جلدی کلمہ حق زبان سے نکال ورنہ گردن ماری جائے گی“ حضرت عباسؓ کے اس ڈانسنے پر ابوسفیان کو تنبہ ہوا۔ اور فوراً کلمہ شہادت کہہ کے مسلمان ہو گیا۔ پھر اُس کے ساتھ ہی حکیم بن حزام اور بیدیل بن ورقانے بھی دین اسلام قبول کر لیا جو معلوم ہوتا ہے آخر تک ابوسفیان کے ساتھ رہے تھے۔

آپؐ کی خواہش کہ ابوسفیان کو اسلام کی شان دکھائی جائے
شوکت بھی دکھا دی جائے تاکہ وہ اندازہ کرے کہ جس پیغمبر کو اس نے جلا وطن کر کے گھر سے نکالا تھا۔ جس دین کے مٹانے میں اُس کے ہاتھوں سے کوئی دقیقہ نہیں اُٹھ رہا تھا اسی کو خدا نے کیسی ترقی دلائی۔ اور دین برحق آج کس عروج و اقبال پر ہے۔ چنانچہ آپؐ نے جناب عباسؓ سے فرمایا انھیں لے جانے اُس آنگ گھاٹی کے پاس کسی ٹیلے کی بلندی پر کھڑا کر دو۔ اور اس خدا کے لشکر کے گذرنے کی شان دکھاؤ“ حضرت عباسؓ نے عرض کیا ”میں انھیں وہاں

لیے جاتا ہوں۔ مگر اتنی اور سفارش کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ کوئی خاص ایسی بات بھی کی جائے جس کی وجہ سے انھیں فخر کرنے کا موقع ملے۔ اس لیے کہ انہیں لوگوں میں ممتاز رہنے اور دوسروں کے مقابل فخر کرنے کی بڑی ہوس ہو۔ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے آپ نے فرمایا اچھا جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو اُسے امان دی جاتی ہو۔ اور اُن لوگوں کو بھی امان ہو جو حکیم بن خزام کے گھر میں یا مسجد حرام میں پناہ لیں۔ اور انھیں بھی جو اپنے دروازے بند کر کے گھروں میں بیٹھ رہیں۔ یہ فیاضانہ احکام اور گویا تمام اہل مکہ کے لیے عفو و رحمت کے پردانے حاصل کر کے حضرت عباس ابوسفیان کو ساتھ لیے ہوئے چلے گئے۔

ابوسفیان عسا کر اسلام کو دیکھتے ہیں

ہوئے۔ اور لشکر اسلام مکہ معظمہ اور خانہ کعبہ پر قبضہ کرنے کے لیے پوری شان و شوکت سے جھنڈے اور بیرقین اڑاتا ہوا بڑھا۔ برابر آگے پیچھے قبائل عرب گذر رہے تھے۔ ابوسفیان ہر ہر قبیلہ کو دیکھ کے مرعوب ہوتا اور اُس کا پتہ پوچھتا تھا۔ اور حضرت عباس بتاتے جاتے تھے۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ کہا قبیلہ اسلم والے۔ بولا ہوں گے مجھے ان سے سروکار نہیں۔ پھر پوچھا یہ کون گروہ ہے؟ کہا بنی حنیئہ پھر وہی کہا کہ اُن سے بھی مجھے علاقہ نہیں۔ اب خود حضرت سروکانات تشریف لائے۔ مہاجرین و انصار گرد حلقہ کیے ہوئے تھے۔ اور سر پر علم بنہرا رہا تھا۔ پوچھا اور یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس نے کہا خود حضرت سروکانات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مہاجرین و انصار کے ساتھ ہیں۔ یہ شان و شکوہ دیکھ کے ابوسفیان دل میں کانپ گیا اور بولا واقعی تمہارے جیسے کی سلطنت نے

خوب عروج حاصل کیا۔ حضرت عباسؓ نے جھنڈا کے کہا کہ بخت یہ سلطنت نہیں
نبوت ہے۔ بولاً اچھا یونین سہی۔

اہل مکہ کو خبر ہوتی ہو کہ اس کے بعد حضرت عباسؓ نے ابوسفیان سے کہا اے اب
لشکر اسلام آپہنچا

پلکے ہوئے مکہ میں جاؤ اور لوگوں کو ہوشیار کر دو کہ جلد ہی
ہاں پچانے کی کوشش کریں۔ حکیم بن حوام اس وقت تک ابوسفیان کے
ساتھ تھا۔ اُسی کے ساتھ امان پائی تھی۔ اُسی کے ساتھ ایمان لایا تھا۔ اُسی کے
ساتھ لشکر اسلام کی شان و شوکت دیکھی تھی۔ اور اب اُسی کے ساتھ دوڑتا ہوا مکہ
میں گیا۔ ابوسفیان نے مسجد حرام میں جاتے ہی لوگوں سے پکار کے کہا اے
جماعت قریش محمدؐ اپنی فوج کے ساتھ آپہنچے۔ اور سنو جو کوئی میرے گھر میں
پناہ لے گا۔ یا مسجد حرام میں چلا آئے گا۔ یا دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ لے گا
اُسے امان ملے گی۔ پھر بولاً اور اے اہل قریش۔ بس اب ایمان لے آؤ اس لیے
کہ اسی میں نصرت ہے۔ اور سب لوگ تو یہ فرشتے ہی بدحواسی کے ساتھ اپنے گھروں
ابوسفیان اور انکی اور ان مقامات کی طرف دوڑے جہاں پناہ مل سکتی تھی۔ مگر اُس کی
یہی ہند

جو رو ہند غصے میں آ کے خود اُس پر چھٹ پڑی۔ اُس کی ڈاڑھی
پکڑ لی۔ اور چلائی اُسی آل غالب اس بے وقوف بڑھے کو قتل کرو۔ ابوسفیان نے
برہم ہو کے کہا ڈاڑھی چھوڑ۔ اور میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو نے ایمان نہ قبول
کیا تو تو بھی قتل کی جائے گی۔ اس سخت جواب پر ہند نے شوہر کی ڈاڑھی
پھوڑی اور چلی گئی۔

مقام دمی موتی تک پہنچ کے آنحضرتؐ نے اپنے لشکر کو مختلف حصوں پر بانٹ دیا اور
کے چلے ہنڈ کی شان حکم دیا کہ ہر سردار نے راستے سے کہ میں داخل ہو چنانچہ زبیر بن عوام ایک
طرف سے سعد بن عبادہ ایک طرف۔ خالد بن ولید ایک جانب بٹھے اور ابو سعید بن الجراح

خود حضرت سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے مسلمانوں کی صفوں کو بڑھاتے ہوئے ایک جانب سے شہر مکہ پر حملہ کرنے کے لیے چلے۔ سعد بن عبادہ انصار کے خاص سرگروہ تھے اور انہیں قریش اور اہل مکہ کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ ہو سکتی تھی۔ اپنی فوج کو بڑھاتے وقت بولے "آج سرکہ آرائی کا دن ہے اور آج حرم کے اندر قتل و خونریزی جائز ہو گی۔" اتفاقاً ان کا یہ کلمہ حضرت عمر فاروق کے گوش گزار ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑے گئے۔ اور عرض کیا کہ "سعد بن عبادہ یہ کہتے ہیں" آپ نے فوراً علی بن ابی طالب کو دوڑایا۔ اور کہا "سعد سے جھنڈا لے لو۔ اور تھیں اُسے لے کے مکہ میں داخل ہو" مگر مختلف روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سعد کی دشمنی کے خیال سے آپ نے جھنڈا حضرت علیؑ کے پاس نہیں رکھا۔ بلکہ پھر سعد کے بیٹے قیس بن سعد کو دے دیا۔

لشکر اسلام اس ٹھانڈے سے کبیر بڑھ رہا ہے۔ اور قریش میں مزاحمت یا روکنے کی ذرا بھی تاب نہیں۔ سب لوگ بدحواس اور سمجھے ہوئے ہیں۔

ابو سفیان کے مسلمان ہو جانے نے اور بھی رہے سے حواس غائب کر دیے۔

مزاحمت | تاہم چند لوگ جان پر کھیل کے لڑنے کو آمادہ ہی ہو گئے۔ صفوان

بن امیہ۔ عکرمہ بن ابی جہل اور سمیل بن عمرو نے تھوڑے لوگوں کو جمع کیا اور

مقام خندہ پر جا کے کھڑے ہوئے کہ جو لشکر اسلام اُدھر سے گزرے گا اُسے

روکین گے۔ حُاس بن قیس نام ایک شخص بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا۔ وہ گھر میں

اسلحہ درست کر رہا تھا کہ بیوی نے پوچھا "یہ ہتھیار کیوں درست کر رہے ہو؟" بولا

"محمدؐ اور اصحاب محمدؐ کے مقابلے کے لیے جو روئے گا وہ تو اب کسی کے روکے

نہیں رکھتے۔" جواب دیا "بعض کو تو مار کے گرا دوں گا؟" الغرض یہ سب لوگ

خندہ کا ناکارہ کے کھڑے تھے کہ حضرت خالدؓ اپنی فوج کو لیے ہوئے اُدھر سے گزرے اور سامنا ہوتے ہی تلوار چلنے لگی۔ تھوڑی دیر کی لڑائی میں مسلمانوں کی طرف سے کزدین جابر اور خنیس بن خالد جو اپنے گروہ سے الگ جا پڑے تھے نہایت بہادری سے مقابلہ کر کے مارے گئے۔ خنیس گر چکے تھے۔ جابر نے اُن کی لاش اپنے دونوں پیروں کے درمیان میں کر لی۔ اور دشمنوں کا مقابلہ کرتے کرتے خود بھی اُس پر گر کے ڈھیر ہو گئے۔ ان کے علاوہ سکتہ نام ایک اور مسلمان نے بھی اس موقع پر اپنی جان دشمنوں کے نذر کی۔ مگر اس کے مقابل مشرکین کے بارہ تیرہ آدمی مارے گئے۔ اور آخر سب کے سب شکست کھا کے بھاگے۔ جماس جب بیان سے بھاگ کے گھر گیا تو جانتے ہی بیوی سے کہا "جلدی دروازہ بند کر وہ بولی اور جو تم وہ بہادر یاں جتاتے تھے کیا ہوئیں؟" اس پر جماس نے چند اشعار پڑھے جن میں ظاہر کیا تھا کہ کیونکر عکرمہ وغیرہ مسلمانوں سے مقابلہ کر کے بھاگے اور مقابلہ کا کیا نتیجہ ہوا۔

باب بست و ہشتم

کے پر حکومت اور اُس کے نتائج

مشرکھوڑون کی مزامت۔ کون کون لوگ واجب القتل قرار دیے گئے۔ عکرمہ بن ابی جبل۔ اُسے امان دی گئی۔ صفوان بن امیہ اور اُس کی جان بخشی۔ جعدہ ابن سعد اُسے بھی امان دی گئی۔ جعدہ ابن زبیری کو بھی امان ملی۔ وحشی کی بھی جان بخشی ہوئی۔ جعدہ ابن حنظل کا قتل ہونا۔ خویرث بن نقید کا قتل۔ نفیس بن صبابہ کا قتل۔ ہند کی جان بخشی۔ سارہ عمرو بن مطلب کی لونڈی کا قتل۔ جعدہ ابن حنظل کی مغنیہ عورتیں

ایک قتل ہوئی اور ایک ایمان لائی۔ کئے میں آپ کا داخل۔ آپ کچھ میں نکل پرانے
 حقوق کا لحد ہوئے۔ جسے فر بھی اسلام میں منسوخ ہوا۔ مگر اس اصول کو مسلمان
 قائم نہ رکھ سکے۔ قریش کے ساتھ آپ کا برتاؤ۔ آپ کو صفایا اور اہل مکہ کا ایمان لانا
 کچھ میں اذان۔ خانہ کعبہ بدستور حرم رہا۔ ایک شخص آپ کے قتل کرنے کا ارادہ کرتا ہوا
 اور آپ جان جاتے ہیں۔ آور وہ آپ کے مجوس سے ایمان لاتا ہوا غلبہ اسلام اور خدا کی مہربانی
 شکر عورتوں کی فراغت آپ نے تمام سرداران فوج کو حکم دے رکھا تھا کہ سوا اس شخص کے
 جو مقابلہ کرے اور کسی کو قتل نہ کرنا۔ جب لشکر اسلام ہر طرف سے سکے میں داخل
 ہونے لگا۔ تو مردوں میں بجز خندہ والوں کے کسی کو سامنا کرنے کی جرأت نہ ہوئی
 لیکن شکر عورتوں نے یہ کیا کہ بال کھول دیے۔ اور سامنے آ کے مسلمانوں کے
 گھوڑوں کے نھون کو دو پٹوں اور اوڑھنیوں سے مارنے لگیں۔ یہ تماشا دیکھ کے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سہمے گئے۔ اور ابو بکر صدیق کی طرف دیکھ کے جو پہلو
 میں کھڑے تھے فرمایا ہاں وہ حسان نے کیا کہا تھا؟ ابو بکر نے یہ شعر پڑھا۔
 نکاحیہا دنا مستطرات
 یلطمین بالخر النساء

(ترجمہ ہو کہ ہمارے گھوڑے سر پٹ بڑھتے چلے جاتے ہوں اور عورتیں انہیں اپنی اوڑھنیوں کے ارار کے ہٹانا چاہتی ہوں)
 کون کون لوگ واجباً قتل
 آپ نے اس موقع پر اگرچہ ہر شخص کو پناہ دے دی تھی مگر
 قرار دیے گئے
 آٹھ مردوں اور چار عورتوں کی نسبت اذن عام تھا کہ
 جہان میں قتل کیے جائیں۔ وہ مرد تو یہ تھے عکرمہ بن ابی جہل صفوان بن اسیہ
 عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح۔ عبد اللہ بن زبیری۔ وحشی بن حرب قاتل محمد
 عم رسول اللہ۔ عبد اللہ بن خطل۔ حویرث بن نقید۔ اور یقیس بن صبابہ۔ اور
 عورتیں مندرجہ ذیل تھیں۔ ہند بنت عتبہ ابوسفیان کی بیوی۔ سارہ عمرو بن
 مطلب کی لونڈی۔ عبد اللہ بن خطل کی دونوں رنڈیاں جن میں سے ایک کا

نام قریبہ تھا۔ اور دوسری کا نام نہیں معلوم۔ مگر باوجود اس کے کہ ان لوگوں کے قتل کرنے کی عام اجازت دے دی گئی تھی۔ لیکن بجز چند کے ان میں سے بھی اکثر زندہ رہ گئے۔ امان پائی۔ اور اسلام قبول کر کے مقدس جماعت صحابہ میں شامل ہوئے۔

عمر بن ابی جہل | عکرتہ اپنے باپ کی طرح ہمیشہ آنحضرت کے تکلیف دینے کی فکر میں رہا کرتا تھا۔ جب کہ فح ہو گیا تو بھاگ کے یمن میں چلا گیا۔ مگر اُس کی بیوی ام حکیم ایمان لائی اور اپنے شوہر کے لیے بارگاہ رسالت سے امان حاصل کر کے اُس کی اُسے ان دی گئی۔ | تلاش میں نکلی۔ ایک رومی غلام ساتھ لیا جس نے اُس سے راستے میں زبردستی زنا کیا۔ آگے بڑھ کے سمندر کے کنارے عکرمہ مل گیا جہاں سے وہ جہاز پر سوار ہو کے کین بھاگ جانے کی فکر میں تھا۔ ام حکیم نے روکا۔ اپنی سرگذشت بیان کی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی کہ آپ کیسے رحم دل۔ مہربان اور قربت کا پاس و لحاظ فرمانے والے ہیں۔ یہ فرود گئے پہلے تو اُس نے اپنے بے خار رومی غلام کو قتل کیا۔ پھر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کے شرک سے توبہ کی۔ توحید کو قبول کیا۔ اور اپنے لیے مغفرت چاہی۔

صفوان بن امیہ اور | صفوان بن امیہ بھاگ کے جدے چلا گیا تھا۔ عمیر بن دہب نے اُس کی جان بخشی | حضرت رسالت کی خدمت میں عرض کر کے اس کے لیے بھی امان حاصل کی۔ آنحضرت نے اپنا وہ عام مجسمہ ہاندہ ہے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے تھے بطور امان کی سند کے عمیر کو دیا۔ عمیر اُس عامے کو لیے ہوئے جدے میں گئے۔ اور صفوان کو امان ملنے کا فائدہ سنایا۔ صفوان دین الہی کی مخالفت میں ایسی ایسی کارروائیاں کر چکا تھا کہ اُسے کسی طرح یقین ہی نہ آتا تھا کہ جوں جوں صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے سے سرکش دشمن کی خطا معاف کر دی ہوگی

مگر عیمر نے اطمینان دلایا۔ اور بھابھا کے لئے یہاں آ کے صفوان سے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کے کہا "عیمر کا خیال ہے کہ آپ نے میرا قصور معاف کر دیا؟" آپ نے فرمایا "ان پر سچ کہتے ہیں" یہ جواب سن کے بولا اگر صحیح ہے تو مجھے دو مہینے تک اپنی حالت پر چھوڑ دیجئے" ارشاد ہوا "دو مہینے نہیں چار مہینے" غرض چار مہینے تک اسی طرح اپنے بت پرستی کے دین پر قائم رہا۔ مگر آپ کے احسان نے اس قدر گردیدہ کر لیا تھا کہ اس کفر کی حالت میں بھی جنین و طائف کی لڑائیوں میں علم اسلام کے بچے تھا۔ اور اس سے مسلمانوں کو بڑی مدد ملی تھی۔ پھر چار مہینے کے بعد مسلمان ہو گیا۔ اور حضرت علی کی خلافت تک صادق الاعتقاد مسلمانوں کی سی زندگی بسر کر کے رہ پایا۔ عالم آخرت ہوا۔

عبد اللہ بن سعد | محمد اللہ بن محمد پیشتر مسلمان ہو چکا تھا۔ اور ایک مدت تک اُس نے کاتب وحی کی خدمت سرانجام دی تھی۔ لیکن چند روز بعد مرتد ہو کے قریش مکہ سے آ ملا۔ اور کہا "محمد کے قرآن کو میں لکھتے ہیں جس طرح چاہتا تھا بدل دیا کرتا تھا۔ اور محمد بھی میری اُن اصلاحوں کو قبول کر لیتے تھے۔ تمہارا دین ان کے دین سے اچھا ہے" انھیں اتنا مون کی وجہ سے وہ بھی واجب القتل قرار دیا گیا تھا۔ لکے کے فتنے ہوتے ہی اُس نے بھاگ کے حضرت عثمان کے پاس پناہ لی۔ اس لیے کہ اُن کا رضاعی بھائی تھا۔ جناب عثمان پہلے اُسے چھپاتے رہے اور جب لوگوں میں سکون ہو لیا۔ اور ہر طرف امن و امان قائم ہو گیا تو لا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ اور اس کے لیے امان طلب کی اس درخواست لئے بھی مان دی گئی | کے جواب میں آپ بہت دیر تک خاموش رہے۔ اور آخر اُس کی خطا بھی معاف ہوئی۔ اور اُس نے بھی دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔

عبد اللہ بن زبیری کو بھی ان ملی | عبد اللہ بن زبیری رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی

ہر جو کہا کرتا تھا۔ اب جو دیکھا کہ مکہ میں بھی پناہ نہیں مل سکتی تو بھاگ کے ارض
خجران میں ہو رہا۔ مگر چند روز بعد حاضر خدمت ہو کے اپنی خطا معاف کرائی اور
آپ نے معاف کی اور امان دی جس کے بعد وہ بھی ایمان لے آیا۔

دُشمنی کہ بھی جان بخشی ہوئی | دُشمنی بن خرب جناب حمزہ کے قاتل کا حال ہم پیشتر ہی
بیان کر چکے ہیں کہ فتح مکہ کے وقت تک مکہ میں رہا۔ لیکن جب یہاں جان بچنے کی
کوئی صورت نہ نظر آئی تو بھاگ کے طائف چلا گیا۔ پھر چند روز بعد اہل طائف کے
ساتھ اشہدان لالا لالا اللہ واشہدان محمد رسول اللہ کہنا ہوا آپ کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس سے حمزہ کے شہید کرنے کی پوری تفصیل سنی جسے
سُن کے روئے۔ اور فرمایا کہ تمیرے سامنے نہ آیا کر۔ مگر باوجود اس کے اُس کا بھی
قصہ و معاف فرما دیا۔

جن آٹھ آدمیوں کے قتل کی اجازت دی گئی تھی اُن میں سے یہ پہلے تودہ
تھے جو زندہ بچ گئے۔ معذرت خواہ ہوئے۔ ایمان لائے۔ اور زمرہ صحابہؓ میں
شامل ہوئے۔ مگر باقی تین بد نصیب شخصوں کی قسمت میں یہی تھا کہ کافر مالے جان
عبداللہ بن حنظل کا قتل ہونا | عجمہ اللہ بن حنظل بھی عبد اللہ بن سعد کی طرح ایک زمانے
میں مسلمان ہو گیا تھا۔ آپ نے ایک انصاری بزرگ اور ایک رومی نژاد نو مسلم
غلام کو اُس کے ہمراہ کر کے حکم دیا کہ جا کے مسلمانوں سے صدقہ وصول کر لے۔ مگر
بجائے اس کے کہ صدقہ وصول کرے عجمہ اللہ نے اُس غلام کو مار ڈالا اور
فرار ہو گیا۔ اب اُسے حضرت سرور کائناتؐ سے یہاں تک حد اوت تھی کہ
دو گانے والی رنڈیاں فراہم کی تھیں۔ جو ہر روز اس کے سامنے آنحضرتؐ کی
ابھوین گایا کرتیں۔ یہ سب سے بھاگنے نہیں پایا تھا کہ سعید بن حریث غزوہٗ مدینہ اور
ابو بردہ اسلمی کی تلواروں نے اس کا کالم تمام کر دیا

حورث بن نفیعہ کا قتل | حورث بن نفیعہ بھی آپ کی جو کہا کرتا تھا فتح مکہ کے دن اپنے گھر سے بھل کے بھاگا جاتا تھا کہ علیؑ رضی کا سامنا ہو گیا۔ اور جب فرمان رسالت شمشیر حیدر می کا شکار ہوا۔

مقیس بن صباہ کا قتل | مقیس بن صباہ کے قتل کا حکم محض اس سبب سے دیا گیا تھا کہ وہ ایک انصاری بزرگ کو قتل کر کے مرتد ہو گیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد وہ ایک مکان میں چھپ کے بیٹھ رہا تھا۔ مگر ایک دن اسی مکان میں چند دوستوں کے ساتھ پیٹھا شراب پی رہا تھا کہ بدست پکڑا گیا۔ اور اسی حالت میں نمیکہ بن عبد اللہ کلبی نے اُسے نذر اجل کر دیا۔

ہندہ کی جان بخشی | اب صرف اُن عورتوں کا حال باقی ہو جو واجب القتل ٹھہرائی گئی تھیں۔ اُن میں ہندہ تو ایک دن چند عورتوں کے ساتھ پوشیدہ طور پر حضرت سرور کا نشانہ کی خدمت میں حاضر ہو کے ایمان لائی۔ اور آپ نے بھی اُس کا گناہ معاف کیا۔ ایمان سے جا کے ہندہ نے اپنی گھر میں جتنے بہت پاسے توڑ ڈالے۔ وہیں آنحضرتؐ کو ہتھیہ نذر کیے۔ اور آپ کی خدمت میں اُسے شکایت کی کہ میری بھیڑ بکریوں کے بہت کم بچے ہوتے ہیں اور گلہ بڑھنے نہیں پاتا۔ آپ نے اُس کے لیے برکت کی دعا کی۔ جس کے بعد سے اُس کے گلے میں بڑی ترقی ہوئی۔ اور اکثر بھیڑیاں خدا کی راہ میں دینے وقت کہا کرتی تھی کہ ”یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے اور خدا کا ہزار ہزار شکر کہ ہمیں ہدایت اسلام نصیب ہوئی“

سارہ عمرو بن مطلب کی | عمرو بن مطلب کی لونڈی سارہ پہلے مدینہ میں آ کے ایمان لائی تھی مگر اس کے بعد مکہ میں واپس جا کے مرتد ہو گئی۔

اور اسی جرم میں فتح مکہ کے بعد جب اجازت حضرت سرور کا نشانہ جناب علیؑ رضی کے ہاتھ سے ماری گئی۔

جلد ہند بن خطل کی سفینہ عتین ایک قتل ہوئی اور ایکلایان لائی۔
عبد اللہ بن خطل کی دونوں سفینہ لونڈیوں میں سے ایک جس کا نام قریہ تھا قتل ہوئی اور دوسری کو کے سے بھاگ جانے کا موقع مل گیا۔ مگر چند روز بعد بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کے سلمان ہو گئی۔ اور خلافت فاروقی کے دور تک زندہ رہی

لکھن میں آپ کا داخلہ | الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سیاح عامہ سر پر بازہ اور ایک سُرخ چادر اوڑھے ہوئے مکین داخل ہوئے۔ اس شان و شوکت سے لکھ کو فتح کرنے کا خیال آیا تو آپ نے کجاوے پر سر رکھ دیا۔ گویا اس عظمت و سطوت کے شکریے میں درگاہ رب العزت میں سجدہ ادا کیا۔ اور فرمایا خداوند اعلیٰ عیش وہی ہر جو عالم آخرت میں حاصل ہوگا۔ چند ہی ساعت میں زبیر بن عوام نے اپنا بھٹا مقام تجوین میں پہنچ کے گاڑ دیا۔ اور خالد بن ولید نے شہر کے نشیبیہ میں عین اُس جگہ پر جہان سے آبادی شروع ہوئی تھی۔

آپ کعبہ میں آئے میں داخل ہوتے ہی آپ سیدھے خانہ کعبہ کے پاس آئے سات بار طواف کیا۔ اور عثمان بن طلحہ کو بلا کے خانہ خدا کی کنجی لی۔ اُسے کھلوا دیا۔ اس میں دو لکڑی کے بنے ہوئے کبوتر نظر آئے۔ انھیں اپنے دست مبارک سے توڑ کے اُگرادیا۔ پھر تمام بُت جن کا شمار تین سو ساٹھ بتایا جاتا ہے گرا کے توڑ ڈالے۔ دیواروں پر بعض انبیاء سلف کی تصویریں بنی ہوئی تھیں انھیں مٹوایا۔ اور باہر کے دروازہ کعبہ پر کھڑے ہو کے فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ الاحل دم وماترۃ اوما یدعی فھو تحت قدی ہاتھیں لاسد ایتہ البیت وسقایۃ الہم یعنی سو اُس اکیلے ایک خدا کے کوئی معبود نہیں۔ اُس کا وعدہ سچا ہوا۔ اپنے ہندے کی اُس نے مدد کی۔ اور صرف اُسی نے بڑے لشکر کو

کئی پرنے حقوق کا معہ ہوں | شکست دے دی۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تمام خون۔ حقوق اور مال جن کا دعویٰ کیا جاتا ہو میرے ان دولوں پاؤں کے نیچے بین بجز خانہ کعبہ کی درباری اور حاجیوں کو پانی پلانے کے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس وقت سے وہ تمام حقوق جو قدیم الایام سے چلے آتے تھے اور جن کا مفصل حال ہم جاہلیت کے حالات میں لکھ چکے ہیں نسخ ہو گئے۔ اور صرف دو حقوق باقی رہ گئے جو سداۃ کعبہ اور سقایہ کے غفلوں سے تعبیر کیے جاتے تھے۔

نبی فریہی اسلام میں | پھر قریش کی طرف دیکھ کے فرمایا یا معشر قریش ۱۲۱ اللہ خدا اذہب عنکم غفوة الجاہلیة وتعظمہا بالاباء الناس من آدم و آدم من

نسخ ہوا

تراپ (۱) جماعت قریش خدا نے وہ جاہلیت کا غرور اور اپنے باپ داداؤں کی بڑائی کرنا تم سے دور کر دیا۔ سب آدمی آدم سے ہیں۔ اور آدم مٹی سے بنے تھے پھر اسی سلسلہ میں یہ آیت قرآنی پڑھی۔ یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکوکم عند اللہ اتقاکم، (۲) اور گو ہم نے تمہیں نژادہ سے پیدا کیا۔ اور تمہاری شانیں اور نسلیں قرار دین تاکہ آپس میں پہچانے جا سکو۔ اور تم میں سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ جو زیادہ متقی ہو۔ یہ حکم نبوت صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اسلام نے نبیوں پر فرض کرنے اور خاندانوں پر غرور و ناز کرنے کی قطعاً منع کرنی کر دی تھی۔ اور جو اخوت عامہ اُس مٹا حدانہ دین قائم کی تھی اُس میں وقت و فضیلت کا اصلی معیار صرف یہ تھا کہ جو جتنا زیادہ متقی ہو اتنا ہی زیادہ معزز ہو۔ مگر افسوس یہ تہذیب اور یہ اصلاح مسلمانوں میں اگر اس اصول کو مسلمان | بہت ہی تھوڑے دنوں قائم رہ سکی۔ اور آپ کے چندی قائم نہ کر سکے

روز بعد وہ جاہلیت کا نبی غرور پھر عود کر آیا۔ پہلے نبی ہاشم و بنی امیہ کے جھگڑے خاندانی تکنت کے پہلو سے نمودار ہوئے۔ اور آخری سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ عربی نژاد عربی مسلمانوں کو اپنے سامنے ذلیل و حقیر

خیال کرنے لگے۔ دراصل یہی چیز تھی جس نے اسلام کو ساری دنیا کا عام مذہب نہیں بننے دیا۔ اور صد ہزار افسوس کہ آج بھی یہی چیز ترقی اسلام کی سب سے بڑی مزاحم و مانع ہے۔

قریش کے ساتھ اس عام نصیحت کے بعد آپ نے قریش سے جو سامنے ہجوم کیے کھڑے تھے پوچھا اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے

ساتھ کیا کروں گا؟“ سب نے کہا ”بھلائی۔ اس لیے کہ آپ اچھے بھائی اور اچھے بھتیجے ہیں۔“ ارشاد ہوا ”بہتر جاؤ تم سب آزاد ہو۔“ یہ فرما کے آپ مسجد کعبہ میں بیٹھ گئے۔ حضرت علیؓ کعبے کی کچی ہاتھ میں لیے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ خانہ کعبہ کی درباری اور سقایہ دونوں ہم لوگوں یعنی بنی ہاشم میں جمع فرمادیجیے۔ آپ نے اس کا جواب دینے کے عوض عثمان بن طلحہ کو بلا کے جو قدیم سے خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے کچی اُن کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا کہ یہ سبکی اور وفائے عہد کا دل ہے۔“

آپ کوہ صفا پر اور اہل کعبہ کا بیان لانا

ہو چو کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور اسلام لانا شروع کیا۔ جب مردوں سے فراغت ہو چکی تو عورتوں کی باری آئی۔ آپ نے اُنھیں نصیحتیں کیں اور حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ آپ کی طرف سے بیعت لے کے انھیں داخل اسلام کریں۔ خود آپ نے کسی عورت سے ہاتھ نہیں ملایا۔ اور آپ کا یہ عام معمول تھا کہ سوا اُن عورتوں کے جو آپ پر حلال ہوں اور کسی عورت سے کبھی ہاتھ نہ ملاتے تھے اب ظہر کا وقت آیا۔ اور جب فرمان نبوت بلالؓ نے مسجد کعبہ میں کھڑے ہو کر

اذان دی۔ اس وقت قریش پہاڑوں پر گھبرائے ہوئے پھرتے تھے۔ بعض ایمان لاتے تھے۔ اور بعض ایمان مانگتے تھے۔

کعبہ میں اذان | اب اگرچہ اکثر لوگ مسلمان ہو چکے تھے مگر جاہلیت کا اتنا غمور ابھی تک بعض لوگوں میں باقی تھا کہ یہ اذان کی آواز اکثر دن کو ناگوار ہوتی۔

ابوسفیان عتاب بن اُسید اور حارث بن ہشام صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے یہ کایک یہ نعرہ توحید شن کے عتاب بول اٹھا۔ خدا نے اُسے یعنی میرے باپ کے

حال پر بڑی مہربانی کی کہ اس آواز کے سننے سے بچا لیا۔ حارث بولا مگر میں تو اگر یہ جانتا ہوتا کہ محمد اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کو قبول کر لیتا۔ ابوسفیان

نے کہا میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر ذرا زبان بلاؤں تو یہ لکڑیاں جو زمین پر پڑی ہیں یہ ہی محمد سے جا کے بیان کر دیں گی۔ اور خدا کی قدرت کہ

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس گفتگو کی پوری خبر ہو گئی۔ ان لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ تم کہہ رہے تھے مجھے معلوم ہے۔ اتنا سنتے ہی

سب کو حیرت ہو گئی۔ اور حارث اور عتاب جو اس وقت تک اپنے آبائی دین پر قائم تھے مسلمان ہو گئے۔

خانہ کعبہ پر حضور حرم رہا | اس موقع پر نخلہ اور سب باتوں کے آپ نے حرمت کعبہ پوری طرح قائم رکھی تھی۔ یعنی یہ کہ اُس میں جو آئے قتل نہ کیا جاسے۔ اور اُس کا احاطہ

حرم سمجھا جاسے۔ بعض لوگوں نے قدیم عداوتوں پر ایک آدھ شخص کو قتل بھی کر دالا تو آپ نے اُس کا فدیہ ادا کیا۔ انصار کو خیال پیدا ہوا تھا کہ اب تو

حضرت رسالتؐ نے اپنا وطن فتح کر لیا۔ غالباً ہمیں چھوڑ کے ہمیں کی سکونت اختیار کر لیں گے۔ لیکن آپ نے اس خیال کو ان کے دلوں سے نکال دالا۔

اور ارشاد فرمایا "حافظ اللہ! بھلا میں ایسا کروں گا؟ اب زندگی تمہاری زندگی کے ساتھ ہے۔ اور موت تمہاری موت کے ساتھ؟"

ایک شخص آپ کے قتل کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اسی فتح مکہ کے وقت آپ سے ایک عجیب اور نمایاں معجزہ ظاہر ہوا۔ خانہ کعبہ کے گرد طواف کر رہے تھے کہ فضالہ بن عمر نام ایک مشرک نے ارادہ کیا کہ طواف کرتے ہی میں آپ کو شہید کر ڈالے اس رائے اور آپ جان جاتے ہیں سے قریب آیا تھا کہ آپ نے پوچھا "کون؟ فضالہ؟" بولا "جی ہاں فضالہ پوچھا یہ تم ذل میں کیا کہہ رہے تھے؟" بولا "کچھ نہیں خدا کو یاد کرتا تھا"

یہ جواب سن کے آپ ہنسے اور فرمایا "تو بہ کرو" اور اتنا کہہ کے فضالہ کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ جس سے اُس کے دل کو تسکین سی ہوئی۔ اور خود اُسی کا بیان ہے کہ "اور وہ آپ کے پیچھے سے آیا نہ تھا" آپ کے دست مبارک کے بچنے ہی میرے دل کی یہ حالت تھی کہ ساری دنیا میں آپ سے زیادہ کوئی چیز مجھے عزیز نہ تھی

نبیہ اسلام اور خدا کی مہربانی | الغرض اس طریقے سے اس درجہ شانہ نے کہ کو مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح کیا اور وہی شہر جس سے نہایت ناکامی سخت پریشانی۔ حد سے زیادہ مایوسی۔ اور ذلیل سے ذلیل تو ہیں دل شکنی کے ساتھ آپ چھپ کے بھاگے تھے وہی فہر آج آپ کے قبضے میں ہے۔ اور دشمن حیرت دیکھ رہے ہیں کہ جس بے جا میڈیا گاریم کو انھوں نے بے گہر بار اور خاندان پر بول کیا تھا اس وقت کس شان و شکوے سے خدا کے مقدس گھر میں داخل ہوا ہے اور ان کی قسمت کا مالک ہے۔

باب ہست و ہم

غزوہ ہوازن اور فتح طائف

نبوت میں شان سلطنت۔ عاتق کی بے اعتدالی۔ اور اُس کا معاوضہ۔ تعبد

عز کا اندام - سماع کی مورت توڑی جاتی ہو - اور سادہ کی مورت بھی - غرود ہوازن کی ابتداء - لشکر کفار کی رو آگئی - درہ بن صر اور اس کی رسلے - توج کفار کی ترتیب آپ بھی روانی کا سامان کرتے ہیں - لشکر اسلام کی روانی اور ترتیب لشکر اسلام کا جاسوس تو مسلون میں پڑانے دین کا اثر - وادی حنین - دشمنوں کی سخت تیر اندازی مسلمانوں کی شکست - تو مسلون میں بوسے کفر - آپ کی حوصلہ افزائی - انصار کی جان نثاری دشمنوں کی شکست - ان کے مقتولین - درہ بن صر کا خاتمہ - ام سلیم کی شجاعت - خالد کی جان بازی - آپ کی بنیادی بن شیار - فرشتوں کی مدد - شہدائے اسلام - غنیمت اور قیدی - ذوالکھین کی مورت توڑی گئی - اسلام میں منجیق کا ابتدائی رواج - آپ کا عمل طائف پر - طائف کا محاصرہ - دشمن باہر نہیں نکلے - ان کی متعدد دیوہوشیاری - مجبوراً محاصرہ اٹھالیا گیا - بادیہ بنت عیلمان کی گرفتاری اور اس کا حسن و جمال - جرأت میں آپ کا ورود - ہوازن والے خود ہی آکے ایمان لاتے ہیں - وہ اپنے حقوق یاد دلاتے ہیں - اور باوجود دشواری کے ان کے حال پر مہربانی - ہوازن کی تائید میں آپ کا خطبہ - ہوازن کے اہل و عیال کا مسترد ہونا - قلع اور اس کا نتیجہ - سردار ہوازن مالک بن عوف کا ایمان لانا - لوگ بیاباں سے حصہ غنیمت مانگتے ہیں - اس کی تقسیم - اہل مکہ پر شفقت - ان کا لقب مولفۃ القلوب - انصار کا اس غنیمت سے محروم رہنا - اس کے نتیجے میں ان کی ناراضی - آپ ان کی دل دہی و دلچسپی فرماتے ہیں - آپ کا عمو یعنی زیارت کعبہ - ورود مدینہ

نبوت میں شانِ سلطنت | اب مکہ فتح ہو گیا ہے - اور خانہ کعبہ چونکہ سارے عرب کا مذہبی مرکز و مسجد ہے لہذا قریب قریب سارے عرب نے علم اسلام کے آگے سر جھکا دیا ہے - نبوت نے دنیا کے ایک وسیع حصے سے توحید کو منوا کے اور کلمہ حق کی آواز بلند کر کے سلطنت کی شان حاصل کر لی ہے - عرب کے تھوڑے ہی قبائل دین اسلام میں شامل ہونے کو روک گئے ہیں - اور اسی کے مناسب

آپ کی زندگی کا بھی تھوڑا زمانہ باقی رہ گیا ہے۔

خالہ کی بے اعتدالی | فتح مکہ کے بعد آپ نے مختلف جماعتوں کو اطراف مکہ میں بھیجا کہ گرد و جوار کے لوگوں کو بھی خدا کے مقدس و برگزیدہ دین میں شامل کریں اور ان سب لوگوں کو قطعی ممانعت کر دی تھی کہ خبردار کسی جگہ لڑائی اور قتل و خونریزی کی نوبت نہ آنے پائے۔ انھیں جماعتوں میں سے ایک گرد و خالہ بن و یکد کی ماتحتی میں روانہ ہوا۔ جنھیں آپ نے جنگجوی کے لیے نہیں بلکہ محض تبلیغ اسلام اور دعوت کے لیے بھیجا تھا۔ خالہ مکہ سے نکلے ہی غمیصا نام ایک تالاب کے کنارے اتر پڑے جو بنی حذیمہ کے علاقے میں تھا۔ ان لوگوں نے عہد جاہلیت میں کسی موقع پر خالہ کے چاکو میں سے واپس آتے وقت لوٹ لیا تھا۔ جس کا بخار اس وقت تک خالہ کے دل میں باقی تھا۔ خالہ کی صورت دیکھتے ہی بنی حذیمہ نے ہتھیار سنبھالے۔ مگر خالہ نے کہا ہتھیار رکھ دو۔ اس لیے کہ تمام لوگوں نے دین اسلام کو قبول کر لیا۔ یہ سن کے انھوں نے ہتھیار رکھ دیے اور خالہ نے موقع پائے سب کی مشکین بندھوا لیں۔ اور ان میں سے جن جن کو چاہا قتل کر ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس جور و تشدد کی خبر پہنچی تو گھبرا کے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے۔ اور کہا خداوند ابا خالہ نے جو کچھ کیا میں اس سے سہمہ بری ہوں۔ اور فوراً بہت سارے پیہ وے کے حضرت علیؑ کو بھیجا اور اس کا معاوضہ جنھوں نے بنی حذیمہ میں جلا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برادرتِ ظاہر کی۔ اور آپ کی طرف سے ہر خون کا خون بہا دیا گیا۔ آدمی درکنار اگر ان کا کوئی کتا بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا تو اس کا بھی خون ہبہ دے دیا۔ اور سب وے و لا کے ادویہ دریافت کر کے کاب ان کا کوئی خون نہیں باقی رہا ہے۔ تھوڑا بہت روپیہ جو پنج رہا تھا وہ بھی ان کے حوالے کیا

اور کما یہ رقم مین مزید احتیاط کے لیے تھیں حضرت رسالت کی طرف سے دیتا ہوئے۔ اس کا بہتہ بالکل نہیں چلتا کہ اس بارے میں خالد بن ولید سے باز پرس کی گئی یا نہیں۔ اور کی گئی تو کیا اور کیونکر۔

مجد عزی کا اندام | مکہ فتح ہونے کے پانچ دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو تیس سو ارون کے ساتھ بھیجا کہ وہاں جا کے مجد عزی کو منہدم کر دیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ عزی ایک درخت تھا جس کی پرستش کی جاتی تھی اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ درخت نہیں مورت تھی جسے کسی قدیم زمانے میں سعد بن ظالم غطفانی نے لوگوں کو کلمے میں کہے کا طواف کرتے اور صفا و مردہ پر دوڑتے دیکھ کے بیان کی ہر جگہ سے ایک ایک پتھر لے جا کے نخلہ میں قائم کیا تھا اور اس کی پرستش جاری کرائی تھی۔ یہ بت خانہ سارے عرب میں کہے کے بعد سب زیادہ معزز و مہترم خیال کیا جاتا تھا۔ بت پرستی کے پُرانے حامی و مجتہد عمرو بن لُحی نے لوگوں میں مشہور کر دیا تھا کہ خدا جاڑون میں لات کے پاس رہتا ہے جو کہے میں تھا اور اگر یہ دون میں عزی کے پاس جو نخلہ میں قائم تھا۔ نخلہ کا یہ مجد عزی کہے سے ایک منزل تھا۔ قریش اور بنی کنانہ اس کی پرستش کرتے تھے۔ اور بنی ثیبان اس کے پجاری تھے کہے کی طرح اس بت خانے میں بھی نذیرین چڑھائی جاتی تھیں۔ طواف کیا جاتا تھا۔ اور قربانیاں کی جاتی تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ سب کو اس بات کا اقرار تھا کہ کعبہ اس سے افضل ہے کیونکہ یہ حضرت ابراہیم کا بنایا ہوا مکان تھا۔ مجد عزی کے دربان کو جب خالد کی روانگی کا حال معلوم ہوا تو اپنی گوارا بت خانے میں لٹکا دی اور ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اس عزی خالد کو اپنی سختی اور اپنا جلال دکھاؤ اور جب خالد جا پہنچے تو پھر اپنے

کے نیچے تھے۔ جن کی مجموعی تعداد تیس ہزار تھی۔ زیادہ ہمارے دکھانے اور سپہ گرو
 مین حیت وغیرت کا جوش پیدا کرنے کے لیے سب نے اپنے پیوی نیچے بھی ساتھ لے
 لیے تھے۔ اس خیال سے کہ ان کو چھوڑ کے کوئی بھاگ نہ سکے گا۔ بنی جشم کے ساتھ
 عرب کا مشہور شہسوار اور نامی گرامی شاعر درید بن جہم بھی موجود تھا جو ان دنوں
 مدینہ منورہ اس کی رسلے ایک شیخ فانی اور چلنے پھرنے تک سے معذور تھا اور
 صرف راسے سے فائدہ اٹھانے اور اس کے تجربوں سے سبق حاصل کرنے
 کے لیے ساتھ لے لیا گیا تھا۔ یہ لشکر جب مقام اولاس مین آ کے ٹھہرا تو درید نے
 پوچھا بیچون کے رونے کی آواز کیسی؟ لوگوں نے کہا ما لکت بن نصر نے سب
 کے اہل و عیال کو بھی ساتھ لے لیا ہے یہ سن کے اُس نے مالک سے اس کا سبب
 دریافت کیا۔ اُس نے کہا میں نے ان لوگوں کو اس خیال سے ساتھ لے لیا ہے
 کہ لوگ اپنے بال بیچون کی حمایت میں زیادہ جوش سے لڑیں گے۔ درید نے کہا
 بھلا بھاگنے والے کو بھی کوئی چیز روک سکی ہے؟ اگر فتح ہوئی تو سو اُس مہم کے
 جس کے ہاتھ میں تلوار یا نیزہ ہو اور کوئی نہ کام آئے گا۔ لیکن اگر شکست ہوگی
 تو تمہیں سوچو کہ کتنی بڑی رسوائی اور بے عزتی ہوگی؟ اس کے بعد درید نے
 لڑائی کے متعلق چند اور مشورے دیے مگر مالک نے ایک نہ سنی۔ اور کہا
 مجھ سے تم سے اتفاق نہیں ہو سکتا۔ درید نے جب یہ حالت دیکھی تو قبیلہ ہوازن
 کو بکھایا۔ مگر انھوں نے بھی نہ مانا اور مالک ہی کا ساتھ دینے پر آمادہ رہے۔

نوع کلار کی ترتیب | اب مالک نے آگے بڑھنے کے لیے اپنی فوج کو یوں مرتب
 کیا کہ سواروں کے پرے آگے کیے۔ اُن کے پیچھے پیادوں کی صفیں قائم کیں۔

اُن کے پیچھے اونٹوں پر عورتوں اور بچوں کو بٹھایا۔ اور اپنے مویشیوں کے گلے اور اونٹ وغیرہ عورتوں کے بھی پیچھے کیے۔ پھر سب کی طرف متوجہ ہو کے کہا ”دشمن کا سامنا ہوتے ہی بس یکایک کیساں شجاعت و دلیری سے ٹوٹ پڑنا۔ اس شان اس ٹھاٹھ اور اس ارادے سے اہل ہوازن حضرت رسالت کے مقابلے کو روانہ ہو۔ آپ ہیں لڑائی کا سامان کرتے ہیں۔ جب ان لوگوں کی روانگی کی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے بھی مقابلے کا سامان شروع کر دیا۔ پہلے صفوان بن امیہ سے پچاس ہزار درہم عجلہ سے بن ربیعہ سے چالیس ہزار درہم۔ اور حویلیب بن عبدالعزیٰ سے بھی چالیس ہزار درہم قرض لے کے لشکر کے غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیے۔ تاکہ اطمینان سے دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ اس اثنا میں سنا کہ صفوان بن امیہ کے پاس بہت سی عمدہ اور مضبوط زریں اور اسلحہ موجود ہیں۔ لہذا اس کے پاس کھلا بھیجا کہ تھوڑے دنوں کے لیے یہ زریں اور تمہارا زمین قرض دے دو۔ اُس نے تیور بدل کے پوچھا کیا آپ ان کو غصب کرنا چاہتے ہیں؟“ بارگاہ نبوت سے جواب ملا نہیں صرف عاریۃً کام نکلتے ہی واپس کر دی جائیں گی۔ یہ سُن کے وہ بولا خیر اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس طریقے سے اُس سے سوز رہن مع اُن کے مناسب اسلحہ کے آپ کو ملین جو بعد واقعہ ہوازن واپس دی جانے لگیں تو صفوان نے لینے سے انکار کیا۔ اور کہا اُس وقت میں مشرک تھا اور اب مسلمان ہوں۔ پھر آپ نے نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے تین ہزار نیرے عاریۃً لیے۔ یہ سب سامان فراہم کرنے کے بعد آپ نے عتاب بن اسید کو اپنا نائب بنانے کے مین چھوڑ دیا۔ معاذ بن جبل کو مامور کیا کہ لشکر اسلام کی روانگی اہل مکہ کو دین اسلام کی تعلیم دیں۔ اور خود بارہ ہزار فوج ہمراہ رکاب لے کے جن میں سے دس ہزار تو وری بہادر تھے جو مدینے سے

ساتھ آئے تھے یعنی جن کے ہاتھوں کہ فتح ہوا تھا اور دہزار خاص اہل مکہ جن میں سے اکثر مسلمان اور اتنی مشرک تھے ہفتے کے دن ۶۔ شوال کو مکے سے نکلے اور دشمنوں کے مقابلے کو روانہ ہوئے۔

اور ترتیب | مقام عدوین پہنچ کے آپ نے لشکر کو مرتب کیا۔ مہاجرین کا جھنڈا علی مرتضیٰ کے ہاتھ میں دیا۔ خزرچون کا جھنڈا جاب بن منذر کو۔ اوس والوں کا جھنڈا اسید بن خضیر کو عطا کیا۔ پھر ان کے ماتحت مختلف قبیلوں اور گروہوں کے جھنڈے مختلف لوگوں کے ہاتھ میں دیے جن میں سے ایک جھنڈا سعد بن ابی وقاص کو اور ایک عمر بن الخطاب کو ملا۔ یہ انتظام کر کے آپ نے دوزہ میں خود پہنچیں۔ خود سر پر رکھا۔ اور اپنے نقرہ فخر پر جس کا نام دُلّال تھا سوار ہوئے۔ اس موقع پر لشکر اسلام کی کثرت اور فوج صحابہ کی شان و شوکت دیکھ کے آپ نے فرمایا آج تو یہ امید نہیں رہ کہ فوج کی کمی کی وجہ سے ہم پر کوئی غالب آسکے۔ لشکر اسلام کا جاسوس | اس فزون و ناز کے کلمے ہی کا نتیجہ تھا کہ خدا نے اس معرکے میں آپ کو ایک سخت آزمائش میں مبتلا کر دیا۔

پوری تیاریاں ہو چکنے کے بعد آپ نے ابو حدرد اسلمی کو بھیجا کہ دشمنوں کی خبر لائیں۔ وہ گئے۔ دو دن دشمنوں کی فوج میں رہ کے واپس آئے۔ اور ساری کیفیت بیان کی۔ ہوا زن کی عورتوں اور بچوں کے ساتھ ہونے کا حال سن کے آپ نے مسکرا کر فرمایا "یہ انشاء اللہ مسلمانوں کی غنیمت ہو گئے۔" اب آپ عساکر اسلام کو ساتھ لیے ہوئے حنین کی طرف چلے جاتے تھے اور ہمراہیوں خصوصاً اہل مکہ میں سے بہت سے ایسے تھے جو ابھی نئے نئے مسلمان

نوسلوں میں پڑنے دین کا اور | ہوئے تھے۔ راستے میں ایک بڑے بھاری سرسبز درخت کے پاس سے گزر ہوا جو عرب کے اُس مشہور درخت کے مشابہ تھا جو ذات انواط، کے لقب سے مشہور تھا۔ جاہلیت میں لوگ ذات انواط کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ہر سال اُس کے گرد ایک میلہ ہوا کرتا تھا۔ اُس کی ٹہنیوں میں ہتھیار لٹکائے جاتے تھے۔ اور بچے قربانیان کی جاتی تھیں۔ اس درخت کو وہج کے لوگوں کو وہی ذات انواط یاد آگیا۔ اور آنحضرت سے کہنے لگے یا رسول اللہ جس طرح مشرکین کا ایک ذات انواط ہر اُسی طرح اس درخت کو آپ ہمارا ذات انواط قرار دے دیجئے۔ یہ عجیب و غریب درخواست سن کے آپ کو حیرت ہو گئی۔ فرمایا اللہ اکبر! خدا کی قسم تمھاری یہ فرمائش تو ویسی ہی جیسی فرمائش موسیٰ سے اُن کی قوم نے کی تھی کہ جیسے ان لوگوں کے دیوتا ہیں ویسا ہی ایک دیوتا ہمارے لیے بھی مقرر کر دیجئے۔

وادی حنین | ابھی تک دشمنوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اور آپ صبح تڑکے ہنوز اندھیرا تھا کہ وادی حنین میں پہنچے۔ اور لشکر اسلام اُس کی تنگ و تاریک گھاٹی میں داخل ہوا۔ سب لوگ کمال اطمینان سے بے خوف و خطر چلے جاتے تھے کہ ناگہان چاروں طرف سے دشمن نکل پڑے۔ اور مسلمانوں پر تیرون کا ایک نہایت ہی مہیب میٹھ برسنے لگا۔ درید بن صمد کے مشورے سے مالک بن نصر نے دشمنوں کی سخت تیراندازی | یہاں چاروں طرف اپنی فوج کو چھپا دیا تھا۔ جو مسلمانوں کو ٹھیک اپنی زد پر پا کے یکایک حملہ آور ہوئے۔ اور سب سے زیادہ ستم یہ ہوا کہ ہوازن تیراندازی میں نہایت ہی مشاق تھے۔ اس آفت ناگہانی سے مسلمان اس قدر پریشان و بدحواس ہوئے کہ سب کا قدم اٹھ گیا۔ اور اس طرح ہیبت کھا کے بھاگے کہ کسی کو کسی کا خیال نہ تھا۔ بس آناٹا تاہیں

مسلمانوں کی شکست | یہ حالت ہو گئی کہ آپ کے گرد صرف چند گنتی کے آدمی باقی تھے جن میں ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، عباسؓ، فضل بن عباسؓ، ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلبؓ، اسامہ بن زیدؓ، ربیعہ بن حارث بن عبد المطلبؓ، عقیقہ بن ابی لبب، معتب بن ابی لبب اور یسیر بن خدیجہ وغیرہ شامل تھے۔ اس نازک موقع پر جن بہادروں نے ثابت قدمی دکھائی ان کی تعداد بعض لوگ دس بعض بارہ بعض اسی بعض سوا اور بعض تین سو بتاتے ہیں۔ مگر صحیح یہی ہے کہ دس بارہ آدمیوں سے زیادہ نہیں رہ گئے تھے۔

نومسلمین ہوئے کفر اہل مکہ میں سے جن لوگوں کے دلوں میں کفر و عداوت کا مادہ باقی تھا انہیں اس موقع پر اپنے اپنے خیالات ظاہر کرنے بلکہ بعض کو تو انتقام لینے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ ابو سفیان بولا: اب یہ شکست سمندر کے ساحل تک نہیں ختم ہو سکتی۔ مکہ بن لھیل نے کہا: اب اس وقت تو ہمارا دور لوٹ گیا۔ یہ جملہ سن کے اُس کے انسانی بھائی صفوان بن امیہ کو جو پاس کھڑا تھا باوجودیکہ وہ ابھی تک اپنے پرانے دین پر قائم تھا تاہم نہ آئی۔ چھجھلا کے بولا: چپ رہ! خدا تیرا منہ بند کرے! ایک قریشی شخص کو اپنا سردار بنانا مجھے پسند ہے۔ مقابلہ اس کے کہ بنی ہوازن کا کوئی شخص میری قسمت کا مالک ہو جائے۔ یثیبہ بن عثمان نے اس گھڑی سب سے زیادہ جرأت کی کہ بولا: آج مجھے اپنے باپ کے خون کا بدلہ مل جائے گا۔ اُس کا باپ معرکہ اُحد میں مارا گیا تھا۔ اور یہ کہہ کے بڑھا کہ آپ پر حملہ کرے مگر دل پر کوئی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ کسی طرح ہمت نہ ہوئی۔ اور ہلٹ آیا۔ آپ کی حوصلہ افزائی آنحضرتؐ نے لوگوں کو بھاگتے دیکھ کے روکنے کی کوشش کی

تین دفعہ پکار پکار کے کہا "لوگو! ادھر آؤ۔ میں رسول اللہ ہوں۔ میں محمد بن عبد اللہ ہوں" مگر لوگ اس قدر حواس باختہ تھے کہ کسی نے خیال نہ کیا تب آپ نے حضرت عباسؓ کی طرف دیکھا جو آپ کے چمر کی لگام پکڑے کھڑے تھے۔ اور فرمایا "اے عباس تم ذرا لٹکارو کہ اے گروہ انصار" حضرت عباسؓ تو انا و تنو منہ آدمی تھے۔ اور آواز بھی بہت بلند تھی۔ انھوں نے جو انصار کو لٹکار کے پکارا تو انصار اس طرح لبیک لبیک کہتے ہوئے حضرت رسالت کی طرف دوڑے کہ بعض کے اونٹ جلد ہی مین موڑنے سے نہ ٹرسکے تو اونٹوں پر سے کود کود کے حاضر ہو گئے۔ اور حضرت سرور کائنات کے گرد سوجان بازو کا انصار کی جانب نشاری ہجوم ہو گیا۔ اور ان لوگوں نے بڑی دیر سی و شجاعت دشمنوں کا مقابلہ شروع کیا۔ لڑائی کی شدت اور اپنے دفاع کیش صحابیوں کی جان نشاری دیکھ کے آپ کو بھی جوش آ گیا۔ اور یہ آواز بلند یہ نعرہ نبوت بلند کیا "انا النبئی لا کذب"۔ انا ابن عبد المطلب یعنی اس مین ذرا جھوٹ نہیں کہ مین پیغمبر ہوں اور مین عبد المطلب کا بیٹا یعنی اُن کی اولاد سے ہوں۔ اب بڑے زور و شور کی لڑائی ہو رہی تھی۔ جن جان بازوں نے حمایت اسلام مین قدم جما دیے تھے اُن کی شجاعت دیکھ دیکھ کے دشمنوں کے حوصلے پست دشمنوں کی شکست ہوئے جاتے تھے۔ یہ رنگ دیکھ کے حضرت سرور کائنات نے اپنے زہوار دُلّال کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا "اؤ دُلّال جھک کے زمین سے لگ جا" اشارہ پاتے ہی وہ جھکا۔ آپ نے ایک جنگل بھر خاک زمین سے اٹھا کے دشمنوں کی طرف پھینکی۔ اور بس اسی کے ساتھ ہی انھوں نے نہایت بدحواسی کے ساتھ مونہ پھیر دیا۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ اور دم بھر ہی ہتھوں کو قفل کر ڈالا۔ ہتھوں کو گرفتار کر لیا۔ جو رسیوں مین باندھ کے حضرت رسالت کے

ساتھ کھڑے کر دیے گئے۔

ان کے مقتولین | اس سر کے مین ہوا زن کے قبیلہ ثقیف اور بنی مالک مین سے ستر آدمی مارے گئے تھے۔ اور اُن کے حلیف اور ساتھ دینے والے قبیلوں مین سے صرف دو کی جان گئی تھی۔ اس کا یہ سبب تھا کہ وہ لوگ پہلے ہی سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ بعض مشرکین نے میدان حنین سے بھاگ کے شہر طائف کا رخ کیا۔ اور عسا کر رسالت اُن کے تعاقب مین روانہ ہوئے۔ عین اس حالت مین جبکہ دشمنوں کا تعاقب ہو رہا تھا ربیعہ بن رافع سلمی نے درید بن ضمہ کو پایا جس کو ہم بیان کر چکے ہیں کہ شیخ فانی اور نہایت ہی سن رسیدہ شخص تھا ربیعہ اُسے پہچانتے نہ تھے قریب گئے تو درید نے اپنا اونٹ بٹھایا اور پوچھا کیا چاہتا ہے؟ ربیعہ نے کہا یہ کہ تمھیں قتل کروں؟ پوچھا اور تو ہر کون؟ انھوں نے اپنا نام بتایا اور ساتھ ہی تلوار سے وار کیا۔ مگر تلوار ایسی اوجھی درید بن ضمہ کا غائر پڑی کہ بالکل افرنے ہوا۔ تب درید نے کہا۔ تیری مان نے مجھے کیا بُرے اسلحہ دیئے ہیں۔ لے یہ میری تلوار لے۔ اور اس طرح وار کر کہ ہڈیوں کو کاٹتی ہوئی اوپر آئے اور دماغ پر جھک پڑے۔ اسی طریقے سے مین جوان مردوں کو قتل کیا کرتا تھا۔ اور اپنی مان کے پاس جانا تو کہہ دینا کہ مین نے درید بن ضمہ کو قتل کیا ہے۔ اور یاد رکھ کہ مین نے مختلف موقعوں پر تیرے گھرانے کی عورتوں کو بچا دیا ہے۔ ربیعہ نے اسی ہدایت کے مطابق درید بن ضمہ کو قتل کیا۔ پھر اپنی مان سے آ کے سرگذشت بیان کی تو اُس نے بتایا کہ درید نے تین بادیری ماؤں کو آزاد کرایا تھا۔ ماؤں سے مراد خالہا گھرانے کی وہ بزرگ عورتیں ہیں جو مان کی ہم رتبہ ہوں۔

ام سلمہ کی شجاعت اس مور کے مین ابو طلحہ کی بیوی ام سلیمہ کرمین چادر لپیٹے ہوئے
 مستعد کھڑی تھیں اور خنجر ہاتھ میں لیے ہوئے تھیں کہ اگر مسلمان بھاگین تو
 انھیں روگردانی کی سزا دیں اور اگر دشمن قریب آجائیں تو انھیں قتل کر کے
 ثواب آخرت حاصل کریں۔ خالد بن ولید میدان حنین میں اس دلیری و
 خالد کی جان بازی بیباکی سے لڑے تھے کہ سخت زخمی ہوئے۔ اور بوجہ ضعف
 و ناتوانی کے اپنے کجاوے سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور اٹھنے کے قابل
 نہ تھے کہ حضرت رسالت اُن کو ڈھونڈتے ہوئے پہنچے اور اپنا لعاب
 و ہن لگا کے اچھا کر دیا۔ خالد کے ہاتھ سے ایک مشرکہ عورت بھی ماری گئی
 تھی۔ اُس کی لاش کو دیکھ کے حضرت سرور کائنات نے فوراً خالد کے پاس
 کھلا بھیجا کہ خبردار اب کسی بچے یا عورت یا ایسے شخص کو جو کسی مسلمان کی
 کفالت میں آگیا ہو نہ قتل کرنا۔ مشرکین میں سے بجا و نام ایک شخص کی
 نسبت آپ نے حکم دیا تھا کہ ملے تو فوراً پکڑ لیا جائے۔ چنانچہ مسلمان اُسے
 گرفتار کر کے جناب سرور کائنات کی طرف لے چلے۔ اُسی کے ساتھ جناب
 حلیمہ سعدیہ کی بیٹی شیماء بنت حارث جس نے بچپن میں آپ کو کھلایا تھا اور اکثر
 آپ کی نگہبانی کیا کرتی تھی مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر ہوئی۔ لوگوں نے
 لے چلنے میں اُس پر کچھ سختیاں کیں تو بولی۔ ”یہ جان رکھو کہ میں تمہارے صاحب
 یعنی پیغمبر کی رضاعی بہن ہوں“ اس وقت کسی کو اس کا یقین نہیں آیا۔
 لیکن جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکے کھڑی کی گئی تو بولی
 ”یا رسول اللہ میں آپ کی رضاعی بہن ہوں“ آپ نے پوچھا اُس کا ثبوت کیا
 بولی ایک دفعہ میں آپ کو پیٹھ پر لیے ہوئے تھی اور آپ نے کاٹ کھایا تھا

اُس کا یہ نشان اس وقت تک میری پیٹھ پر موجود ہے۔ یہ نشانی دیکھ کے آپ نے
 آپ کی بنائی ہیں اپنی چادر بچھا دی اُسے اُپٹھایا اور فرمایا تمہیں اختیار ہے چاہو میرے پاس
 رہو اور میری محبت و شفقت سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور چاہو مجھ سے کچھ خرچ کرو اور اپنی
 قوم میں چلی جاؤ اُس نے آنری صورت پسند کی اور آپ نے کچھ دے دلا کے
 اُسے نصرت کروایا۔

فرشتوں کا ہندو | اس معرکے میں خداوند جل و علانے فرشتوں کی فوج سے اپنے
 پیغمبر کی مدد کی تھی جن کو بعض راسخ العقیدہ مومنین نے ان دنیاوی آنکھوں سے
 بھی دیکھ پایا پشاور اور بجاویدان جن کے قریب ہی مقام آوطاس میں گرفتار کیے گئے
 تھے۔ جہان شکست کے بعد چند مشرکین نے جاؤ کیا تھا۔ اور آنحضرت نے ابو عامر
 اشعری کو تھوڑے مسلمانوں کے ساتھ ان کے منتشر کرنے کے لیے روانہ فرمایا تھا۔
 ابو عامر تو وہاں قرید بن صمہ کے بیٹے سلمہ کے تیر سے شہید ہوئے۔ مگر مسلمان دشمنوں
 کو پوری شکست دے کے اور نجا دویشیا کو گرفتار کر کے واپس آئے
 تھے۔ اسلام | حنین میں جن مسلمانوں نے شوکت اسلام حاصل کرنے کی
 کوشش میں اپنی جانیں صرف کیں ان میں سے صرف چار مسلمانوں کے نام
 ہمیں معلوم ہو سکے ہیں۔ اُم ایمن کے بیٹے ایمن بن علیہ۔ یزید بن زمعہ۔ سراقہ بن
 جہلاث۔ اور ابو عامر اشعری۔ مشرکین میں لڑائی کے وقت ستر سے زیادہ مارے گئے
 اور بھاگنے میں کہتے ہیں کہ تین سو سے بھی زیادہ تعاقب کرنے والوں کے نیزوں
 ضیقت اور قیدی اور ان کی تلواروں کی نذر ہوئے۔ دشمنوں کی ایک بڑی بھاری
 جماعت گرفتار کر لی گئی۔ اور چھ ہزار عورتیں اسیر ہوئیں۔ اس کے علاوہ جو
 مال ضیقت ہوا اس کی تفصیل یہ ہے کہ چھ بیس ہزار اونٹ۔ چالیس ہزار سے

زیادہ بھیڑ بکریاں۔ اور چار ہزار اوقیہ چاندی اور ان میں اُن اسپر شدہ چھ ہزار عورتوں کو بھی شامل کیا جائے تو نظر آسکتا ہو کہ اس محرکے کی ابتدائی دشواریوں کے معاوضے میں خدا نے کتنی دولت عظیم مسلمانوں کو عطا فرمائی تھی۔ اس تمام مال غنیمت کو آپ نے مقام جبرائیل میں رکھا۔ مسعود بن عمرو غفاری کو اُس کی حفاظت پر مامور کیا۔ اور خود ارادہ کیا کہ شہر طائف کو فتح کر کے دشمنوں کی بالکل بیخ کنی فرمالین تو اس مال و دولت کو مسلمانوں پر تقسیم کریں۔ اس لیے کہ دشمن میدان حنین سے بھاگ کے طائف میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ اور محصور ہو کے لڑنے کا سامان کر رہے تھے۔

ذوالکفین کی سورت توڑی گئی | مگر طائف کی طرف کوچ کرنے سے پیشتر ہی آپ نے طفیل بن عمرو دوسی کو تھوڑے خدا پرستوں پر سردار مقرر فرما کے حکم دیا کہ یہاں سے قریب ہی ذوالکفین نام جو لکڑی کا بت جو اُس کی طرف جاؤ۔ اسے جلا کے خاک کر دو۔ اور اُس کے قرب و جوار سے بت پرستی کی بنیاد کھود کے مجھ سے طائف میں آلو۔ طفیل حسب فرمان نبوت وہاں گئے۔ ذوالکفین کی چوبلی مورت کو جلایا۔ اُس کے مجید کو مہدم کیا۔ اور وہاں کے چار سو آدمیوں کو اپنا اور حضرت رسالت کا مطیع و فرمان بردار بنا کے طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ اور جناب سرور کائنات سے جاملے۔

اسلام میں منہج کا ابتدائی رواج | اس زمانے میں حضرت صلوات اللہ علیہ کو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی تھی کہ عساکر اسلام میں منہجیون اور اسی قسم کی اور جنگی کلون کو رواج دیا جائے۔ اس لیے کہ اُن دنوں جنگ و پیکار اور لڑائی

بڑی لڑائیوں میں ان چیزوں کی بے انتہا ضرورت کبھی جاتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مقام جرش میں یہ کلین عمدہ بنائی جاتی تھیں۔ اور اسی وجہ سے آپ نے عروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ کو وہاں بھیجا کہ ان چیزوں کے بنانے اور چلانے کے فن کو بخوبی سیکھ لیں۔ چنانچہ یہ دونوں شخص نہ میدان تنہیں میں مسلمانوں کے ساتھ شریک جہاد ہو سکے اور نہ محاصرہ طائف میں جس کا ذکر اب آئیگا۔

آپ کا حملہ طائف پر | اب آپ جان ہانراں اسلام کو ہمراہ لے کے شہر طائف کی طرف روانہ ہوئے جہاں دشمنوں نے پوری طرح مقابلے اور اسلامی قوت کی مزاحمت کا سامان کیا تھا۔ اور پورے ایک سال کی خوراک فراہم کرنی تھی ایک ہزار صحابہ کی فوج کے ساتھ خالد بن ولید آپ کے آگے آگے مقدمہ پیش کی شان سے چلے۔ پہلا پڑاؤ مقام نخلة یا نہین ڈالا۔ پھر قرن میں۔ پھر یثیع میں پھر حجرة الرعامین۔ جہاں آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی اور اس میں نماز پڑھی یہاں سے قریب ہی مقام لیمین مالک بن عوف کا ایک قلعہ تھا جسے آپ نے ہندم کرادیا۔ پھر آگے بڑھ کے ضیقہ نام ایک منزل میں پہنچے جس کی نسبت ارشاد فرمایا اس جگہ کا نام ضیقہ نہیں لیرہی ہو۔ یہاں سے کوچ کر کے مقام نخب میں ایک بیر کے درخت کے نیچے اترے۔ قریب ہی دشمن قبیلے یثقیون میں کے ایک شخص کا باغ تھا۔ اس سے آپ نے کھلا بھیجا یا تو خود حاضر ہو کے اطاعت قبول کرو ورنہ باغ سہار کر دیا جائے گا۔ اُس نے حاضری سے انکار کیا طائف کا محاصرہ | اور اُس کا باغ تباہ کر دیا گیا۔ اب بیان سے روانہ ہو کے آپ خاص طائف کی دیواروں کے نیچے اترے۔ مگر اتنے قریب کہ دشمنوں نے شہر پناہ پر سے تیر بڑا ناشروع کر دیئے۔ اور مسلمانوں کو اُن پر حملہ کرنے کا کوئی موقع

نہ ملتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض صحابی تیرون کا نشانہ بن بن کے شہید ہوئے۔ اور بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے۔ یہ حالت دیکھ کے آپ مسلمانوں کے ساتھ اس بلند مقام پر جا کے ٹھہرے جہاں اب مسجد طائف قائم ہے۔ اور فوراً چاروں طرف سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمان فارسی کی تجویز اور شورے کے مطابق ایک مخفی بھی قائم کر دی گئی۔ اور شہر پناہ پر سنگباری ہونے لگی۔ لیکن اس غاصرے اور سنگباری سے دشمنوں کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ آخر خالد بن ولید دشمن باہر نہیں نکلتے انے دیوار قلعہ کے پاس کھڑے ہو کے اہل شہر کو پکارا اور کہا جو کوئی مرد ہو میرے مقابلے کو آئے۔ مگر کوئی نہ آیا۔ اور عبد یلیل نے پکارتے جواب دیا ہم میں سے کوئی نہ نکلتے گا۔ سب یونین اطمینان سے قلعہ میں بیٹھے رہیں گے۔ اس لیے کہ برسوں کا سامان رکھ لیا ہے۔ لیکن ہاں اگر تم اتنے دلوں تک گھیرے پڑے رہے کہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہ باقی رہے تو تم لواریں بے کلاک نکل پڑیں گے۔ اور سب کے سب لڑکے مرجاؤں گے۔

ان کی مستعدی دہشتباری | لیکن باوجود اس کے کہ دشمنوں میں یہ مستعدی نظر آتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھارہ دن تک محاصرہ قائم رکھا ان دنوں چھڑے کے بڑے بڑے متحرک قبہ سے بنائے جاتے تھے جن کے نیچے نچے لوگ جا کے قلعوں کی دیواروں میں سینہ دیتے تھے۔ ان حفاظت کے آلات کو دبا بہتے تھے۔ چنانچہ ایسے ہی دو دباؤں کے نیچے نیچے چند صحابی غاصر دیوار قلعہ تک پہنچ گئے۔ اور سینہ دینے لگے۔ نبی تعالیٰ کو اس کی خبر ہو گئی انہیں مار مار کے ہٹانے لگے۔ اور لوہے کے ٹکڑے آگ میں دھکا دھکا کے پھینکنا شروع کیے جن کے خوف سے صحابیوں کو مجبوراً دیوار کے پاس سے

ہٹنا پڑا۔ مگر بڑے ہی محے کہ یکایک اوپر سے تیرون کا ایک مینہ برسا۔ اور بیچارے سب کے سب فہید ہو گئے۔

اب آپ نے لاچار ہو کے اُن کے بعض باغون کو کٹوا ڈالا۔ جو قلعے کے باہر تھے۔ یہ دیکھ کے وہ گھبرائے۔ اور درخواست کی کہ خدا کے لیے ہم پر رحم کیجیے اور ان باغون کو نہ کٹوائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی یہ درخواست منظور فرمائی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کیا کہ آپ کی طرف سے ایک شخص نے قلعے کے پاس جا کے پکار دیا کہ جو غلام قلعے سے نکل گئے ہمارے پاس چلا آئیے گا آزاد ہو اس کا یہ اثر ہوا کہ دس یا کچھ اس سے زیادہ لوگ باہر چلے آئے۔ جنہیں پناہ دی گئی اور اُن میں سے ہر شخص کسی صحابی کے سپرد کر دیا گیا تاکہ اُس کی بخوبی خبر گیری ہو سکے انہیں لوگوں میں جو قلعہ طائف سے نکل کے پناہ گزین ہوئے ایک بیکر بھی تھے مجبوراً عامرہ اٹھایا گیا یہ سب کچھ ہوا مگر اہل طائف پر مسلمانوں کا کوئی زور نہ چل سکتا

تھا۔ آخر عاجز آ کے آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ لوگوں سے بلا کے مشورہ کیا۔ اور یہی رائے قرار پا گئی کہ واپسی اور کوچ کا حکم دے دیا جائے۔ روانگی کے وقت ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر آپ بنی ثقیف کو یہ نہیں چھوڑے جاتے ہیں تو اُن کے حق میں بددعا کیجیے۔ آپ نے دعا کی کہ یا اللہ ثقیف کو ہایت دے۔ اور انہیں میرے پاس لا۔ اس محاصرے میں مسلمانوں کی طرف کل بارہ آدمیوں نے جام شہادت پیا۔ جن میں ایک حضرت ابو بکر صدیق کے صاحبزادے عبد اللہ بھی تھے۔ اُن کے ایک تیر لگا تھا جس سے زخمی ہو کے مدینے میں آئے۔ اور اس زخم سے اتنی مدت دراز تک تکلیف اٹھائی کہ حضرت سرور کائنات کی وفات کے بعد راہی ملک ہٹا ہوئے۔

اس معر کے مین باوجودیکہ لشکر اسلام بے نیل مرام واپس آیا تھا۔ مگر پھر بھی عرب کی ایک نہایت ہی حسین اور صاحب جمال عورت باویہ بنت غیلان کو صحابہ باویہ بنت غیلان کی گرفتاری | کسی طرح موقع پا کے گرفتار کر لائے۔ یہی عورت ہے جس کی نسبت مدینہ کے مشہور بھڑے ہیبت نے عبد اللہ بن ابی اسید سے کہا تھا کہ اگر خدا و کو سے اور تم شہر طائف کو فتح کرو تو رسول اللہ سے باویہ بنت غیلان اور اس کا حسن و جمال | کو مانگ لینا۔ اس لیے کہ اُس کی کمربتلی ہے۔ با مذاق و شوخ ادا ہے۔ آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ آواز ایسی نغمہ خیز ہے کہ باتین کرتے وقت معلوم ہوتا ہے گار ہی ہے۔ کھڑی ہوتی ہے تو جہم نازک ٹہنی کی طرح چلنے لگتا ہے۔ چلتی ہے تو بھونکتی جاتی ہے۔ میٹھتی ہے تو سیدھی اور قائم رہتی ہے۔ خرام نازک کے وقت سامنے سے دیکھے تو بیٹ مین چار بیٹین پڑی ہوئی ہیں اور پیچھے سے دیکھے تو دونوں جانب پٹھون کے چار چار نشان نظر آنے سے آٹھ بیٹین معلوم ہوتی ہیں۔ دانت با بونے کے پھول معلوم ہوتے ہیں اور دونوں ٹانگوں کے درمیان مین معلوم ہوتا ہے کہ ایک تشری اوندھائی ہوئی پٹو۔ اس سے پیشتر یہ بیچڑا ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آتا جاتا تھا مگر اُس کے یہ الفاظ سن کے آپ نے اُسے اپنے گھر میں آنے سے منع فرما دیا۔ جس کا اصلی منشا یہ تھا کہ عورتوں کے حسن کی نسبت جس کے ایسے خیالات ہوں وہ اندر آنے اور شریف زاد یوں مین اٹھنے بیٹھنے کے قابل نہیں ہے۔

جہان مین آپ کا درود | طائف سے واپس روانہ ہو کے آپ مقام حبرانہ مین فرکش ہوئے۔ جہان معرکہ حنین کا مال غنیمت چھوڑ دیا گیا تھا۔ بنی مویزن کی عورت کے حسن کی یہ تعریف عربی ذائق کے مطابق ہو اور باوجودیکہ ہنرستانی مذاق سے بعض باتوں مین علوہ ہو مگر اس مین شک نہیں کہ اپنی حد پر نہایت ہی مکمل ہے۔

پھر ہزار عورتیں اور بچے جو میدانِ جنین میں گرفتار کیے گئے تھے یہاں موجود تھے جن کی وجہ سے سارا قبیلہ جو اذن ایک عام مصیبت و ذلت میں مبتلا ہو گیا تھا ہوازن والے خود ہی اگے جترانہ میں پہنچ کے دس دن سے زیادہ آپ نے اس بات کا انتظار کیا کہ شاید نبی ہوازن آکے اپنے اسیروں کو ایمان لاتے ہیں

پھڑپھڑائے جائیں۔ مگر کوئی نہ آیا۔ اور آپ اپنے تمام مال و اسباب اور لونڈیاں وغیرہ تقسیم کر دیں۔ تقسیم سے فراغت ہوتے ہی نبی ہوازن کا ایک وفد جسے آجکل کے مذاق میں ڈیویشن کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا۔ ان لوگوں نے آتے ہی دین اسلام قبول کیا اور کمالِ ادب عرض کیا یا رسول اللہ ہم ایک خاص قبیلہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جس اُفت میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ آپ پر بخوبی ظاہر ہے۔ لہذا ہم پر احسان کیجئے۔ اللہ جل شانہ آپ پر احسان کرے گا۔ ہنوز آپ کچھ جواب نہیں دینے پائے تھے کہ انھیں وہ اپنے حقوق یاد دلاتے ہیں ہوازن میں کے قبیلہ بنی سعد کا ایک شخص جس کا نام زہیر تھا اٹھ کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ان عورتوں میں آپ کی چچیاں خالائیں۔ اور پالنے والیاں بھی ہیں۔ جنھوں نے آپ کو بچپن میں پرورش کیا۔ اگر ہم سے عارث بن ابی قمر فرمان رواے عثمان یا نعمان بن منذر حاکمِ حیرہ سے ایسے تعلقات ہوتے اور پھر ہم پر ایسی مصیبت پڑتی جیسی کہ پڑی ہے تو ہمیں ان لوگوں سے مہربانی کی امید ہوتی۔ اور آپ کو تو خدا نے اُن سے بہتر کر دیا ہے۔ آپ کی دودھ پلانے والی جنابِ حیلہ اسی قبیلہ بنی سعد سے تھیں۔ اور اسی بنامہ ان لوگوں نے آپ پر اپنے حقوق ثابت کیے اور ان حقوق کو یاد دلایا۔ آپ نے اس کے جواب میں پوچھا اچھا بتاؤ تمہیں اپنے حیاں و اطفال

زیادہ عزیز ہیں یا اپنا مال و اسباب؟“ عرض کیا ”عیال و اطفال“۔ و حقیقت یہ نہایت نازک معاملہ تھا۔ حضرت رسالتؐ بخوبی جانتے تھے کہ لونڈی غلام اور مال و اسباب جو جو چیزیں غنیمت میں ملی ہیں وہ اصل میں آپؐ کی ملکیت نہیں ہیں۔ بلکہ اُن میں تمام مسلمانوں کا حصہ ہے۔ جن سے ان کا حق کسی طرح چھینا نہیں جاسکتا تھا۔ لہذا آپؐ نے جب نبی ہوا زن کی زبان سے ”عیال و اطفال“ کا لفظ سنا تو فرمایا ”اچھا اس میں سے جو کچھ میرا اور عبدالمطلب کے تمام گھرانے والوں کا ہے وہ تو میں نے تم کو دیا۔ لیکن چونکہ محض آپؐ کی اس ذاتی فیاضی سے سب لوگوں کے بال بچے نہیں مل سکتے تھے لہذا فرمایا تم ایک کام کرو جب میں مسلمانوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھوں تو تم بلا تامل اٹھ کھڑے ہونا اور کہنا کہ ہم جناب رسالتؐ سے چاہتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کی خدمت میں اور تمام مسلمانوں سے التجا کرتے ہیں کہ بارگاہ نبوت میں ہماری سفارش کر دیں کہ ہمارے اہل و عیال ہمیں واپس مل جائیں“ ان لوگوں نے آپؐ کی ہدایت کے مطابق ظہر کی نماز کے بعد کھڑے ہو کے یہی جملہ کہا۔ آنحضرتؐ نے سنتے ہی پھر مجمع عام میں وہی ارشاد فرمایا جو پہلے کہا تھا کہ جو کچھ میرا اور عبدالمطلب کے گھرانے والوں کا ہے میں نے تم کو دیا

ہوا زن کی تائید میں آپؐ کا خطبہ اس موقع پر آپؐ نے ایک خطبہ پڑھا جس میں فرمایا مسلمانو! تمہارے یہ بھائی آئے ہیں اور اپنے کفر سے توبہ کرتے ہیں۔ لہذا مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اہل و عیال ان کو واپس کر دیے جائیں جو شخص خوشی سے دینا پسند کرے اس کا احسان ہوگا۔ اور جسے یہ نہ منظور ہو اسے ہر انسان کے معاوضے میں چھاونٹ دیے جائیں گے۔ اور اس رقم کو آئندہ سب کے پہلے موقع پر میں اپنے پاس سے ادا کروں گا۔ یہ گفتگو سن کے ہمارے

وانصار نے کہا تم نے اپنا حصہ حضرت رسالت کو دیا۔ اور جتنے لونڈی غلام ملے تھے یونین واپس کر دیے۔ مگر اقرع بن حابس نے اپنے اور بنی تمیم کی طرف سے اور عیینہ بن حصن فراری نے اپنے اور بنی فزارہ کی طرف سے انکار کیا۔ اسی کے ساتھ عباس بن مرداس نے اپنے اور بنی سلیم کی طرف سے بھی انکار کیا۔ لیکن بنی سلیم نے کہا "نہیں ہم اپنے حصے کے لونڈی غلام جناب رسول اللہ کو یونین نذر کر دین گے۔"

ہوازن کے اہل وعیال کا دستر دہونا لوگوں کے یہ جواب سن کے آپ نے فرمایا اب یہ لوگ مسلمان ہیں۔ اور میں انہیں اختیار دے چکا ہوں۔ لہذا ان کے بال بچے انہیں ملنے چاہیے۔ جو کوئی یون دینا نہ پسند کرے اُسے ہر جان کے عوض پانچ اونٹ منظور کر کے دینا چاہیے۔ اس پر سب لوگ راضی ہو گئے۔ اور انہیں طلع اور اُس کا نتیجہ ان کے اہل وعیال مل گئے۔ مگر اس کے ساتھ ہی لوگوں پر واپسی کے لیے کوئی جبر نہیں کیا گیا تھا۔ اس لیے کہ عیینہ بن حصن فراری کو ایک عالی خاندان بڑھیا ملی تھی جس کے واپس دینے سے انھوں نے انکار کیا۔ اور محض اس خیال سے کہ کچھ تھے مجھے اس کے عارضے میں بنی ہوازن سے بہت کچھ ملے گا۔ ابتداً اس عورت کے لڑکوں نے سواونٹ تک دینے کا وعدہ کیا مگر عیینہ کو ایسی طلع دامگیر ہوئی کہ دو سواونٹ مانگتے رہے۔ چند روز بعد وہ لڑکے پھر ملے تو عیینہ نے کہا اچھا سواونٹ ہی لاؤ۔ انھوں نے کہا اب ہم صرف پچاس اونٹ دین گے۔ تھوڑے دنوں بعد وہ پچاس لینے پر بھی راضی ہو گئے مگر انھوں نے کہا اب فقط پچیس ملین گے۔ "بعد چندے یہ پچیس اونٹوں پر بھی راضی ہوئے تو انھوں نے دس ہی اونٹ دینے کی حامی بھری۔ اس کے بعد یہ دس پر بھی راضی ہوئے تو انھوں نے جواب دیا اب تو وہی چھ اونٹ ملین گے جو حضرت

رسالت دیتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ پچارے نے چھ ہی اونٹ لے کے وہ بڑھیا
اُن کے حوالے کی

سردار ہوازن مالک بن | ان لونڈی غلاموں میں سردار ہوازن مالک بن عوف
عوف کا ایمان لانا۔ | کے اہل و عیال بھی تھے جو طائف میں محصور ہو کے لڑا تھا

اُس کے اہل و عیال کو آپ نے لوگوں پر تقسیم نہیں کیا۔ بلکہ اپنی چھوٹی جناب
حاکمہ کے سپرد کیا کہ حفاظت سے رکھیں۔ اور ہوازن کے وکیل آئے تو اُن سے
پوچھا مالک بن عوف کہاں ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ ”وہ بنی ثقیف کے ساتھ طائف
میں ہیں“ ارشاد ہوا ان سے کہہ دینا کہ اگر وہ حاضر ہو کے دین اسلام قبول کریں
تو ان کے اہل و عیال اُنھیں واپس دیے جائیں گے اور ان کے علاوہ دین
سوا اونٹ بھی اپنی طرف سے دون گا۔ ان لوگوں نے جب واپس جا کے
مالک کو یہ پیام پہنچایا تو وہ اپنے ہمراہیوں سے چھپ کے آنحضرت کی خدمت میں
حاضر ہوئے۔ دین اسلام قبول کیا۔ اپنے اہل و عیال اور سوا اونٹوں کو
لے کے خوش خوش واپس گئے۔ اور حضرت سردار کائنات کی مدح میں اشعار
لکھ جن کا مطلع تھا۔

ما ان رأیت ولا سمعت بمثل
فی الناس کلم بمثل محمد

(سارے انسانوں میں میں نے نہ کسی کو دیکھا ہے اور نہ سنا ہے)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں ان کی قوم کو اُن لوگوں پر جو ایمان
لا چکے تھے سردار مقرر کیا۔ اور واپسی کے بعد اُن کا سوا ل تھا کہ اپنے ہمراہیوں کو
لے کے بنی ثقیف بنی فہار اور بنی سلمہ وغیرہ پر جو طائف کے گرد آباد تھے حکم کیا کرتے
اور اُن کو یہاں تک مجبور کیا کہ چند روز بعد سب نے دین اسلام قبول کر لیا

لوگ بیابانی سے حصہ غنیمت مانگتے ہیں | طائف کا مال غنیمت واپس کر سنے کے بعد آپ
سوار ہو کے روانہ ہوئے۔ اور لوگ پیچھے پیچھے کہتے جاتے تھے یا رسول اللہ
مال غنیمت تقسیم کیجیے۔ یہاں تک کہ ان کے گھیرنے سے آپ ایک درخت کے
نیچے ٹھہر گئے۔ اتنے میں لوگوں نے آپ کی چادر کھینچ لی۔ تب سب کی طرف توجہ ہو کر
آپ نے فرمایا: لوگو میری چادر مجھے دو۔ خدا کی قسم اگر ارض تمامہ کے درختوں کے
برابر دولت میرے پاس ہو تو بھی اُسے تم پر بانٹ دوں گا۔ اور تم مجھے بخیل
ہر ذول اور جھوٹا نہ کہو گے۔ پھر آپ نے ایک اونٹ کے کوہان میں سے ایک
بال نوچ کے سب کو دکھایا۔ اور کہا: سو پانچویں حصہ کے تمہاری غنیمت میں سے
کوئی چیز حتیٰ کہ یہ بال تک میرا نہیں ہو۔ اور پانچواں حصہ بھی تو تمہیں پر صرف
ہوتا ہو۔ اس ارشاد نے سب کو خاموش کر دیا۔ اور جو کچھ مال غنیمت باقی تھا
اُسے آپ تقسیم کرنے لگے۔ غالباً یہ وہ غنیمت تھی جو بنی ہوازن کے علاوہ ان کے
دیگر شریک وہم خیال قبائل سے حاصل ہوئی تھی۔ یا اس فیاضی میں اُس
رقم سے کام لیا گیا جو بعض شرفاء مکہ سے قرض لی گئی تھی۔
اُس کی تقسیم | تقسیم کرتے وقت آپ نے نو مسلم شرفاء مکہ کو سب سے
زیادہ محبت فرمایا۔ ابوسفیان بن حرب۔ ان کے بیٹے معاویہ۔ حکیم بن حاتم
علاء بن جابر ثقفی۔ حارث بن ہشام۔ صفوان بن امیہ۔ سہیل بن عمرو۔
حویطب بن عبد العزی۔ عیینہ بن حصین۔ اقرع بن حابس۔ اور مالک بن
عوف کوئی کس سو سوا اونٹ دیے۔ غزہ میں نوفل زہری حمیر بن وہب
ہشام بن عمرو۔ سعید بن ربیع۔ وغیرہ کوئی کس کس سو سوا اونٹ عطا ہوئے
جاس بن مرداس کو غالباً اپنے ہم مرتبہ لوگوں سے کچھ کم ملا تھا جس کی انھوں
نے شکایت کی۔ اور آپ نے اتنا دیا کہ راضی ہو گئے۔ یہ لوگ باوجودیکہ جدید الاسلام

اہل مکہ ہفت تھے اور اس وقت تک دین الہی پر اپنا کوئی حق نہیں ثابت کر سکے تھے مگر حضرت رسالتؐ نے اس پالیسی سے کہ یہ لوگ سارے عرب میں اثر رکھتے ہیں خانہ انی رئیس و سردار ہیں۔ اور خانہ کعبہ کے محافظ و نگہبان اُن پر تمام سابق لاسلام صحابہؓ سے زیادہ فیاضی کی۔ اسی وجہ سے یہ لوگ "مؤلفۃ القلوب" کے لقب سے ان کا لقب "مؤلفۃ القلوب" مشہور ہو گئے۔ یعنی وہ لوگ جن پر آنحضرتؐ نے صرف خاطر داشت اور اُن کے دل ہاتھ میں لینے کے لیے زیادہ مراعات کی بعض عوام اسی "مؤلفۃ القلوب" کے لفظ سے ایسا خیال کرتے ہیں کہ یہ دل سے ایمان نہیں لائے تھے۔ اور ہر طرف سے مجبور ہو کے صرف دکھانے کے لیے مسلمان بن گئے تھے۔ مگر یہ غلطی ہی نہیں اُن سرزین قریش کی خدمت میں گستاخی جو۔ یہ سب دل سے ایمان لائے تھے یہ ظاہر اسباب ان کے اسلام میں کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اور اُن کو جو سب سے زیادہ انعام دیا گیا اس کی صرف یہ وجہ تھی کہ اُن کی دل شکنی نہ ہو۔ اور ان کے دل میں یہ خیال نہ پیدا ہونے پائے کہ توحید کے قبول کرنے کے بعد تباہی کم ہو گئی۔ اور کم مایہ لوگ ہم سے زیادہ معزز و معترم خیال کیے گئے۔

در حقیقت اب نبوت نے شاہی کی حیثیت حاصل کر لی تھی۔ لہذا سخت ضرورت تھی کہ حکمت علی اور نضاع ملکی کی پالیسی سے مناسب کام لیا جائے جو ملک و امی و ملک گیری کے لوازم میں سے ہیں۔ اس موقع پر صرف اتنا ہی نہیں ہوا کہ کے جدید الاسلام لوگوں کو ان کے حقوق سے زیادہ انصار کا اس غنیمت سے عود رہنا دیا گیا۔ سب بڑی یہ بات تھی کہ اس غنیمت میں سے جو کچھ دیا گیا صرف قریش اور ان کے متعلق وہم مرتبہ قبائل قریش کو دیا گیا۔ انصار تک کو کچھ نہیں عطا ہوا جن کے آپ اور تمام مہاجرین دنیاوی معاشرت اور

نیز دینی سرگرمی میں منون احسان تھے انھوں نے حمایت اسلام میں سب سے زیادہ اپنا خون بہایا تھا۔ حنین کے میدان میں جب وہ پکارے گئے ہیں تو نہایت اس کے نتیجہ میں ان کی مراضی | جوش و خروش سے دوڑے تھے اور حضرت رسالت کے ساتھ دین کو بھی صدمے اور زوال سے بچا لیا تھا۔ چنانچہ اس غنیمت کا حصہ نہ پانے سے ان کے دلوں میں ایک ناگواری کا خیال پیدا ہوا۔ اور ان میں سے کسی شخص کی زبان سے بھی نکل گیا کہ اب کیا ہو۔ اب تو رسول اللہ اپنی قوم والوں سے آئے۔ سعد بن عبادہ نے جو انصار کے سردار تھے یہ مضمون آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے پوچھا اور تمہارا کیا خیال ہو؟ سعد نے کہا میں بھی اپنی قوم ہی کا ایک شخص ہوں۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ ناگواری انصار میں اس حد تک پھیلی ہوئی تھی کہ سعد بن عبادہ بھی آپ کے سامنے قبول کرتے ہیں ہاں میرا بھی ایسا ہی خیال ہے۔ یہ جواب سن کے آپ نے تمام انصار کو بلوا کے اپنے گرد جمع کیا۔ اور ایک ایسا پر جوش اور پُر اثر خطبہ پڑھا کہ سب کے دل نرم ہو گئے۔ آپ ان کی دل دہی کو بھی فرماتے ہیں اس خطبے میں آپ نے فرمایا: اے انصار میں تمہاری طرف سے یہ کیا شکایت سن رہا ہوں؟ کیا ان امور میں تمہیں شک ہے کہ تم گمراہ تھے خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت کی؟ تم محتاج تھے خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں مال وافر کر دیا؟ اور تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے خدا نے میرے ذریعے سے تم سب کے دل ملا دیے؟ سب نے عرض کیا بے شک ایسا ہی ہے اور جو کچھ احسان اور فضیلت ہے سب خدا اور رسول کی برکت سے ہے۔ آپ نے کہا تو تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ عرض کیا ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا تم کہہ سکتے ہو کہ جب تم آئے ہو سب تمہیں جھٹلا رہے تھے ہم نے تمہاری صدیق کی۔ ذلیل و بیکس تھے ہم نے مدد دی۔ بے خانان تھے ہم نے گھر دیا بے اہل و

عیال تھے ہم نے عزیز داروں کا کام دیا۔ اہم گروہ انصار کیا تھا رے دلون میں اُس تھوڑی سی دنیاوی دولت کی حرص پیدا ہوئی جو میں نے ایک جماعت کو صرف اس خیال سے دے دی کہ اُن کے دل ہاتھ میں آجائیں اور وہ اسلام قبول کریں؟ اور تمہیں تمہارے اسلام کے سپرد کر دیا۔ کیا تم اس پر نہیں راضی ہو کہ لوگ بکریان اور اونٹ لے لے کے جائیں اور تم خدا کے پیغمبر کو اپنے گھر لے جاؤ؟ قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر ہجرت کا واقعہ نہ پیش آچکا ہوتا تو میں بھی انصار ہی میں سے ہوتا۔ لوگ اگر ایک لے جاتے جائیں اور انصار ایک راستے تو میں اُسی لے جاتا ہوں۔ بعد ہر انصار جا رہے ہیں۔ خدا وند انصار اُن کے بیٹوں اور اُن کے پوتوں پر رحم کرے۔ آپ یہیں تک کہنے پائے تھے کہ انصار زار و قطار رونے لگے۔ سب سر جھکا لیے۔ اور بولے ”ہم حصہ غنیمت اور مال دنیا کے عوض رسول اللہ کے لینے پر راضی ہیں“ اور تھوڑی دیر کے بعد خوش خوش واپس گئے۔

مال غنیمت کی تقسیم۔ شرفائے مکہ کی دلہن اور انصار کی دلجوئی کے بعد آپ کا عمرہ یعنی زیارت کعبہ ۵ھ ذی قعدہ کو آپ نے یہیں حجاز سے جو کہ منظم سے اٹھا رہے میل کے فاصلے پر ہی زیارت کعبہ یعنی عمرے کی رسم ادا کی۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ صفا و مودہ پر دوڑے۔ سر منڈایا۔ اور پھر حجاز سے واپس گئے۔ عقیقہ بن اسید کو بدستور والی مکہ کیا جن کی تنخواہ ایک درہم یومیہ مقرر ہوئی۔ متعاضد بن جبیل کو چھوڑا کہ اہل مکہ کو دین اسلام اور عقائد توحید کی تعلیم دین۔ الغرض درود درودینہ تیرھویں دن مدینہ طیبہ کی طرف کوچ کیا۔ اور ذی قعدہ کے ختم ہونے کو تین دن باقی تھے کہ دار النہوۃ مدینہ میں داخل ہوئے۔

باب سی ام

سطوت نبوت اور اسلام کی روز افزوں ترقی

عمر کو بن عاص کا اہل عمان سے زکوٰۃ و جزیہ وصول کرنا۔ قیس بن سعد کا مرہون
اور قیس کے پونچھنے سے پیشتر دہان والوں کا ایمان لانا۔ تفصیلہ از زکوٰۃ بفرین
سفیان بنی نزار عہد میں۔ جنتی تمیم کی وجہ سے اُن کی زکوٰۃ کا وصول ہونا۔ اور اس کے
یتیمہ بن سریر عینیہ بن حصن جنتی تمیم کا معذرت کے لیے مدینے میں آنا۔ اور
بتیزی کے ساتھ اپنے قیدیوں کی رہائی چاہنا۔ اُن کے شاعر و خطیب در رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر و خطیب کا مقابلہ فصاحت میں۔ جنتی تمیم کا خطیب عطار
بن حاجب۔ دربار نبوت کے خطیب ثابت بن قیس۔ پھر اُن کے شاعر زمرہ قان
اور نبوت کے شاعر حسان کا مقابلہ۔ جنتی تمیم کا انفعال اور ایمان لانا۔ اس سال
حج میں آپ کا نہ شریک ہونا اور اس کا سبب۔ آپ کے صاحبزادے ابراہیم
کی ولادت۔ ۳۷ھ کا آغاز۔ یہ سال کیوں ۳۷ھ و نو دیکھا تاہم۔ کعب بن
زہیر کا ایمان لانا۔ اُن کا قیدیہ لایہ آنحضرت کی شان میں۔ وہ چادر جو اس
قیدیہ کے صلہ میں مرحمت ہوئی۔ کعب کا دوسرا قیدیہ انصاری کی مدح میں
و لید بن عقیقہ کا زکوٰۃ وصول کرنے بنی المصطلق میں جانا۔ اور محض غلط فہمی سے
واپس آنا۔ اس غلط فہمی کا رفع ہونا۔ جنتی المصطلق خود ہی حاضر ہو کے عذر
کرتے ہیں۔ اُن کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بشر مقرر ہوئے۔ جنتی عمرو بن
حارثہ کے نام محمد ہدایت۔ اُن کی اعفاء گستاخی جو آپ کا ایک مجروحہ بن گئی۔
جنتی خشم کے مقابلہ میں قطبہ بن عامر کا سریر۔ سریر خفاک بنی کلاب کے مقابلے میں
سریر علیہ جدہ کی طرف جشیہوں کی تادیب کے لیے۔ عبد اللہ بن حذافہ کا ایک

اور آنحضرت کا اس کے خلاف تنبیہ فرمانا۔ حضرت علی فلس کی مورت توڑنے کو
 جلاتے ہیں۔ حاتم طائی کی بیٹی سفانہ کا گرفتار ہو کے آنا۔ اس کے عدل پر آپ کی
 شفقت۔ عتسی بن حاتم کا ایمان لانا۔ عتسی خود اپنی سرگزشت بیان کرتے ہیں
 دولت اسلام کی نسبت آپ کی پیشین گوئی۔ حسرہ عکاشہ مقام جاب کی طرف

عمر بن عاص کا اہل عمان سے | اسی سال ماہ ذی قعدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
 زکوٰۃ وجزیہ وصول کرنا | وسلم نے عمرو بن عاص کو ایک چھوٹی جماعت مسلمان

کے ساتھ ارض عمان کی طرف روانہ کیا کہ جنید دی کے دونوں بیٹوں جعفر اور
 عبد سے ملین جو قبیلہ آذو کی یادگار اور عمان کے حکمران تھے۔ اور ان سے
 زکوٰۃ وصدقہ کی رقم وصول کر لیں۔ عمرو بن لہب نے وہاں پہنچنے کے حسب فرمان سالک
 صدقے کی رقم وصول کر کے وہیں کے غریب پر تقسیم کر دی۔ وہاں کی آبادی بتیون
 میں آتش پشتون کا زور و شور تھا جن سے جزیرہ وصول کیا۔ اور مدینہ طیبہ میں
 واپس آئے۔

قیس بن سعد کا سرہ بین | اسی زمانے میں جعرانہ سے واپس آنے کے بعد اپنے
 سعد بن عبادہ کے بیٹے قیس کو چار سو سواروں کے ساتھ اطراف یمن میں
 بھیجا کہ قبیلہ صداء والون سے مقابلہ کریں۔ قیس کی روانگی کا حال صداء والون
 کو معلوم ہوا تو ان میں کا ایک معزز شخص زیاد بن حارث صدائی بارگاہ نبوت
 میں حاضر ہوا۔ اور پوچھا کہ اُس سرہ کو آپ نے کس غرض سے روانہ فرمایا ہے؟
 اور قیس کے پہنچنے سے پیشتر وہاں | آپ نے جواب دیا کہ تبلیغ اسلام اور اشاعت توحید
 والون کا ایسا نانا | کے لیے ۱۱ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اس فوج کو
 واپس بلوایے۔ میں اپنی قوم کا وکیل بن کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں

اور ذمہ داری کرتا ہوں کہ وہ اسلام قبول کر دیں گے۔ اور آپ کے مطیع و فرمانبردار رہیں گے۔“ آپ نے یہ سن کے فرمایا بہتر تم جاؤ۔ اور قیس بن سعد کو ہیری طرف سے واپسی کا حکم دے دو۔ زیاد نے کہا یا رسول اللہ میرا اونٹ تھکا ہوا ہے۔ ان تک نہ پہنچ سکوں گا۔ تب آپ نے چند اور لوگوں کو بھیج کے قیس اور ان کے لشکر کو واپس بلا لیا۔ بہر حال ادھر جا بنا زان اسلام روانگی کے پندرہویں دن مدینہ میں واپس آئے۔ ادھر زیاد بن حارث صدائی نے واپس جا کے اپنے ہم قوموں کو دین اسلام میں داخل کر لیا۔

تیسرا نزکوۃ بشر بن سنان
نبی خزاہ میں

اسی سال انتقام پر ایک نہایت ہی دلچسپ واقعہ پیش آیا جس میں اس عہد کی شان شرافت اور لوگوں کے قومی غرور و ناز کی بہت اچھی تصویریں نظر آتی ہیں۔ آپ نے بشر بن سنان عدوی کو گروہ خزاہ میں سے نبی کعب میں بھیجا تھا کہ سنے اور زکوۃ کی رقمیں ان سے وصول کر کے غرباء قوم کو فائدہ پہنچائیں۔ اتفاقاً جب بشر نبی کعب میں پہنچے ہیں وہ عرب کے معزز قبیلہ بنی تمیم کے ساتھ ایک تالاب کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ نبی کعب چونکہ اسلام قبول کر چکے تھے بغیر کسی عذر کے نبی تمیم کی وجہ سے ان کی زکوۃ کا

نہ وصول ہونا

لگے کہ ہرگز نہ دو۔ نبی کعب نے کہا ہم اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اور اس دین میں ضرور ہرگز سالانہ زکوۃ ادا کر دی جائے کرے۔ مگر نبی تمیم نے نہ مانا نہ تھپتھپارے کے لڑنے پر آمادہ ہو گئے اور کہا ہم تو خدا کی قسم یہاں سے ایک اونٹ بھی نبجائے دین گے۔ بشرہ حالت دیکھ کے مدینہ میں واپس آئے اور اس کے نتیجے میں سریہ اور ساری سرگذشت دربار نبوت میں عرض کی۔

عینیہ بن حصن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عینیہ بن حصن خزاری کو

پچاس سواروں کے ساتھ نبی تیم کی تنبیہ و تادیب کے لیے روانہ فرمایا۔ اس مختصر لشکر میں صرف دیگر قبائل عرب کے لوگ تھے۔ مہاجرین و انصار میں سے کوئی شخص نہ تھا۔ عینہ نہایت خموشی کے ساتھ منازل سفر طویل کرتے ہوئے پہنچے۔ اور نبی تیم پر ناگسان جا پڑے۔ ان کے گیارہ مرد۔ اکیس عورتیں۔ اور تیس بچے پکڑ لیے اور انہیں لاکھ مدینے میں حاضر کر دیا۔ جہاں آنحضرت صلم کے حکم سے وہ سب رکنہ بنت حارث کے مکان میں گرفتار کئے گئے۔

نبی تیم کا معذرت کے لیے [مدینے میں آنا] جماعت جس میں تقریباً سترائی اکابر قوم تھے مدینہ طیبہ میں

حاضر ہوئے کہ عجز و احماح سے کام لے کے اپنے قیدیوں کو چھڑا لے جائیں یہ لوگ مدینے میں آتے ہی پہلے اپنی قوم کے گرفتاران بلا کی طرف سے گزرے عورتوں اور بچوں نے ان کی صورت دیکھی تو زار و قطار رونام شروع کیا۔ وہ ان سب کو روٹا بیٹنا چھوڑ کے مسجد نبوی میں آئے۔ دیکھا کہ بلالؓ ظہر کی اذان دے رہے ہیں۔ صحابہ نماز کے لیے جمع ہیں۔ اور سب کو آنحضرت کے برآمد ہونے کا انتظار ہے۔ کچھ دیر تک انتظار کرتے رہے۔ مگر جب آپ کو تشریف لانے میں دیر ہوئی تو ازواج رسول اللہ کے حجروں کے پچھواڑے جا کے زور سے چلائے "باہر آئیے! ہم آئے ہیں کہ ایک دوسرے کے مقابل میں اپنا فخر و ناز بیان کریں۔ اور ایک دوسرے کو اپنے اپنے اشعار سنائیں! ہماری مدح سرائی موجب عزت ہے اور ہماری ہجو گوئی سے لوگ بدنام ہو جاتے ہیں۔" آپ کو ان کا یہ کلام کسی قدر ناگوار ہوا۔ تشریف لائے۔ اور آپ کی صورت دیکھتے ہی بلالؓ نے ان کے شاعر و خطیب و رسول اللہ صلم کے [صوبہ مملو تکیہ کرنا شروع کر دی۔ مگر انھوں نے آپ کو روک کے کہا ہم نبی تیم ہیں اپنے شاعر و خطیب کا معاذ بد مضاحت ہیں]

شاعر و خطیب کو ساتھ لیتے آئے ہیں۔ تاکہ آپ کے مقابلے میں اپنے اشعار پڑھیں اور اپنا فخر بیان کریں۔ آپ نے فرمایا، ہم نہ شاعری کے ساتھ ہنوت کئے گئے ہیں۔ اور نہ ہمیں اس کا حکم ہو کہ ایک دوسرے کے مقابل میں کھڑے ہو کے اپنا فخر بیان کریں۔ اتنا کہہ کے آپ چلے گئے۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ بعد فراغت نماز صحن مسجد میں بیٹھ گئے۔ اور ان لوگوں نے سامنے آکے پھر یہ دعویٰ کیا کہ ہماری مدح سرائی موجب عزت ہو۔ اور ہماری جو کوئی سے لوگ بدنام ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ ہم سارے عرب میں افضل و اکرم ہیں۔ آپ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو۔ اصل میں موجب عزت اللہ کا مع کرنا اور باعث بدنامی اس کا مذمت کرنا ہو۔ مگر اس جواب سے وہ خاموش نہ ہوئے۔ بلکہ دوبارہ کہا، ہمارے خطیب اور شاعر کو اپنا کمال دکھانے کی اجازت دیجئے۔

جاہلیت کے رواج کے مطابق تمام قبائل کا معمول تھا کہ اپنی خوبیاں اور اپنے کارنامے دیگر قبائل کے سامنے پیش کرتے۔ خطیب اور شاعر بھائیوں کی طرح ان کے ساتھ رہتے۔ اور عام مجبوعہ میں ملوث اور لڑائی کے موقعوں پر بڑے زور و شور کے ساتھ اپنے قبیلے کو دوسرے قبیلوں سے افضل و اعلیٰ بتاتے۔ یہی چیز ان کی سرمایہ ناز تھی۔ اور جس کا خطیب یا شاعر زیادہ فصاحت و بلاغت ظاہر کرتا وہی بازی لے جاتا۔ اس رواج کو آنحضرت بالکل ناپسند فرماتے تھے۔ اسلام جس اخوت اور جس دینی شرف کو لوگوں میں پیدا کرنا چاہتا تھا اسے اس قسم کی طفلانہ مزاجیوں اور خود ستائیوں سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ مگر ان لوگوں پر بغیر ایسے ہی اور انھیں کے مذاق کے ذرائع افتخار کا ثبوت دینے چونکہ آپ کا اور اسلام کا کوئی اثر

نہ پڑ سکتا تھا لہذا انھیں اجازت دے دی کہ اپنے شاعر و خطیب کو پیش کریں۔
 نبی تم کا خطیب عطار دین حاجب | اجازت پاتے ہی اُن کا خطیب عطار دین حاجب
 اُٹھ کھڑا ہوا اور نہایت ہی فصاحت و بلاغت سے خدا کی تعریف کے بعد اپنی قوم
 دربارِ نبوت کے خطیب ثابت بن قیس کی خوبیاں بیان کرنے لگا۔ اپنی وقت و عزت ظاہر کی۔ اور
 دعویٰ کیا کہ نہ کوئی قبیلہ تعداد و شمار میں ہمارا مقابلہ کر سکتا ہے نہ سپہ سالاری و شمشیر زنی
 میں۔ اور جسے دعویٰ ہو ہم سے اچھا کلام سُنائے۔ یا ہمارے کارناموں سے
 بہتر کارنامے پیش کرے۔ یہ خطبہ سن کے آپ نے ثابت بن قیس بن شمس اس
 کو جو انصار میں نہایت ہی فصیح البیان خطیب تھے جواب دینے کا حکم دیا ثابت
 نے اشارہ ہوتے ہی کھڑے ہو کے اپنا خطبہ شروع کیا جس میں اپنے قابلِ فخر
 کارنامے بتائے اور سب سے بڑی یہ فضیلت ظاہر کی کہ خدائے ہین ایک
 ایسا پیغمبر عطا کیا ہے جو ہدایت کرتا ہے۔ ایسا صاحبِ خاندان اور ایسا راست باز ہے
 اُس پر اپنی کتاب اُتاری۔ اور ایسی ایسی فضیلتیں مرحمت کیں۔
 پھر اُن کے شاعر زہرتان اور | خطیبوں کی جادو بیانیان ختم ہو چکین تو شعر کی باری
 نبوت کے شاعر حسان کا مقابلہ آئی۔ اور نبی تم کے مشہور شاعر زہرتان نے ایک
 زبردست قصیدہ اپنی قوم کے فضائل میں پڑھا۔ جس کے جواب میں ادھر سے
 حسان بن ثابت نے اپنی تیغ زبان کے جوہر دکھائے۔ دیر تک دونوں
 شعر خوانی میں مقابلہ کرتے رہے۔ یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ نبی تم میں سے
 اقرب بن دآرم بولا محمد خدا کی قسم میں نے کچھ شعر کہے ہیں۔ انھیں سن لو! ارشاد
 ہوا پڑھو۔ اُس نے اپنے دو شعر پڑھے جن میں بھی وہی قوم کی فضیلت و
 شوکت بیان کی تھی۔ اس کا جواب بھی بارگاہِ نبوت سے اشارہ پا کے
 حسان بن ثابت نے دیا۔ اور خوب خوب جوش فصاحت دکھایا۔

نبی تمیم کا انفعال اور ایمان لانا | آخر اقرع بن حابس نے تسلیم کیا کہ آپ کا خطیب ہمارے
خطیب اور آپ کا شاعر ہمارے شاعر ہے اچھا جو اس کا بھی اعتراف کیا کہ دربار نبوت کے خطیب
شاعر کی آواز میں بھی ہمارے خطیب و شاعر کی آوازوں سے بلند ہیں۔ اور
قدم آگے بڑھا کے کہا اشد ان لا الہ الا اللہ۔ و اشد انک رسول اللہ ایمان
لانے کے بعد انہیں اپنے گزشتہ افعال و اعمال پر ندامت ہوئی۔ مگر آپ نے
اُس ندامت کے اثر کو یہ ارشاد فرما کے بالکل مٹا دیا کہ جو افعال اس سے یعنی
دین اسلام قبول کرنے اور تائب ہونے سے پیشتر سرزد ہوئے ہیں اُن سے
تعمین کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔

اقرع بن حابس کے مسلمان ہونے کے بعد اُن کے اور سب ہمرایوں
نے بھی دین اسلام قبول کر لیا۔ اور آپ نے کمال شفقت سے ان کے قیدیوں کو
آزادی دے کے اُن کے سپرد کیا۔ پھر اس ہر بانی کے علاوہ اُن تمام لوگوں کو
جو اپنی قوم کے دکیل بن کے آگے تھے فی کس بارہ اوقیہ چاندی انعام کے طور پر
مرحمت فرمائی حضرت رسالت کی ان فیاضیوں ہر بانیوں سے فائدہ اٹھا کے
وہ لوگ عقائد اسلامیہ سیکھنے اور قرآن کی تعلیم پانے کے لیے چند روز تک مدینہ
طیبہ میں ٹھہرے رہے۔ اور ان مقاصد دینی کو حاصل کر کے اپنی قوم میں واپس گئے
اس سال ۴۴ھ میں آپ کا شریف | اس سال آپ حج میں نہیں شریک ہو سکے اس لیے
ہونا اور اُس کا سبب | کہ ذی قعدہ کے آخر ہی میں وارد مدینہ ہوئے تھے

لہذا اتنی جلد ہی مکہ واپس جانا غیر ممکن تھا۔ اور بوجہ اس کے کہ حج کے متعلق کوئی
ہدایات اسلامی نہیں بتائے گئے تھے قدیمی رسوم اور جاہلیت کے مردوسہ
آپ کے صاحبزادے | دستور العمل کے مطابق والی کہ عتاب بن اُیسیہ نے اہل مکہ
ابراہیم کی ولادت | اور اُن تمام لوگوں کو جو اطراف و جوانب عرب سے

آئے تھے حج کرایا۔ اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں جناب ماریہ قبطیہ کے بطن سے آنحضرت کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے۔ جن کی ولادت کے وقت آنحضرت صلعم کی لونڈی سلمیٰ دانی کی خدمت بجالائی۔ اور ان کی ولادت کا مزدورہ سن کے آپ اس قدر خوش ہوئے کہ ابو رافع کو جنھوں نے آکے یہ فردہ سنایا تھا ایک غلام عطا فرمایا۔ پھر ان صاحبزادے کو حسب رواج عرب ام ہر و بنت منذر انصار کے سپرد کیا کہ دودھ پلائیں اور پرورش کریں

۱۱؎ کا آغاز | اب سید ختم ہوا اور ۱۱؎ شروع ہوا۔ جو اسلام کی نمایاں ترقی اور سلطنت اسلام میں یک بیک ایک شوکت و سطوت پیدا ہو جانے کا زمانہ ہے۔ اس لیے کہ مکہ پر علم اسلام کے لہرانے کی وجہ سے تمام اختلافات دب گئے تھے۔ دشمنوں کو اپنی سرکشیوں پر ندامت تھی۔ قبائل عرب حضرت سرور کائنات کی نبوت و سلطنت کے آگے ہلا عذر سر نہجھکائے جاتے تھے۔ اور خدا کا یہ وعدہ پورا ہو رہا تھا کہ "اذا جاء نصر الله والفتح" درست الناس یدخلون فی دین اسلام فاجا (جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے۔ اور لوگوں کو اس حال میں دیکھے کہ فوجیں اللہ کے دین میں داخل ہو رہی ہیں)۔ اسی وجہ سے اس سال کو تاریخ اسلام میں ۱۱؎ و فوج کہتے ہیں یعنی وہ سال جس میں ہر طرف سے قبائل عرب کے وکیل دربار یساکہ بن سہدہ مکہ آئے | نبوت میں حاضر ہوئے کہ دین اسلام قبول کرتے تھے اور مطیع اسلام ہوتے تھے۔

کعب بن زہیر کا بیان لانا | ۱۲؎ کی ابتدا ہی میں عرب کا ایک مشہور و مقبول شاعر کعب بن زہیر دین اسلام میں داخل ہوا۔ کعب بن زہیر اس سے پیشتر اکثر حضرت رسالت کی جو میں کہا کرتا تھا۔ اور ہر ہتھیار اس کے پاس تھا اس سے

قوت نبوت کے مٹانے کی پوری کوشش کر رہا تھا کہ مکہ فتح ہوا۔ اور اُس نے
 بھاگ کے اپنی جان بچائی۔ وہ اپنے باپ ابو سلی اور پھر نام ایک بھائی
 کے ساتھ بھاگتے بھاگتے مقام ابرق غرات میں پہنچا۔ یہاں ہجرت کرنے سے
 کہنا تم میری بیٹروں کی نگرانی کرتے رہنا میں ذرا اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)
 کو دیکھ تو آؤں۔ دیکھوں کیا کہتا ہے؟“ کعب نے وعدہ کیا۔ اور پھر دربار نبوت میں
 حاضر ہوا۔ یہاں آتے ہی نور نبوت نے دل پر ایسا اثر کیا کہ فوراً آپ کے ہاتھ پر
 بیعت کر لی۔ اور مسلمان ہو گیا کعب کو جب بھائی کے ایمان لانے کی خبر پہنچی
 تو برہم ہوا۔ اور چند شرکے جن میں آنحضرت کو برا کہتا تھا اور بھائی کو لعنت ملا
 کی تھی۔ اُن اشعار کو جب آپ نے سنا تو برہم ہوئے اور فرما دیا کہ ایسے دشمن
 دین کا قتل کرنا جائز ہے۔ ہجرت کے لیے بھائی کو لکھ بھیجا کہ جو شرا حضرت
 رسالت کی ہجو میں کیا کرتے تھے اُن میں سے بعض قتل ہوئے۔ اور بعض نے
 بھاگ کے اپنی جان بچائی۔ لہذا اگر تم پسند کرو تو یہاں آ کے اپنی خطا کا اعتراف
 کرو۔ اور دین اسلام قبول کرو۔ حضرت رسالت ہمیشہ اُس شخص کی خطا معاف
 کر دیتے ہیں جو توبہ کرے۔ اور اپنے گزشتہ افعال پر نادم ہو۔ لیکن اگر تمہیں یہ
 نہیں منظور ہے تو کسی اور ملک میں بھاگ کے پناہ لو۔ ورنہ تمہاری خیریت نہیں ہے
 یہ خط پاتے ہی کعب بہت پریشان ہوا۔ اور آخر بھائی کے مشورے کے مطابق
 مدینہ میں آ کے ایک جنی شخص کے گھر میں اُترا۔ دوسرے دن صبح تڑکے
 سہی ہوئی میں آیا۔ آنحضرت کے ساتھ ناز پڑھی۔ اور بعد نماز آنحضرت کے
 ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ۔ اگر کعب بن زہیر توبہ کر کے
 اور مسلمان ہو کے آئے اور امان مانگے تو آپ اسے امان دین گے؟ آپ نے

فرمایا "بے شک عرض کیا تو میں ہی کعب بن زبیر ہوں" یہ نام سنتے ہی ایک انصار شی شخص چھپے اور عرض کیا "یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ دشمن خدا کی اُن کا قصیدہ لایہ آنحضرت گردن ماروں! آپ نے فرمایا "الگ بیٹھو۔ یہ توہ کر کے کی شان میں آیا ہے" اب پوری طرح امان مل گئی تو کعب بن زبیر نے اپنا قصیدہ لایہ جو حضرت سرور کائنات کی مدح میں کہتا تھا ناشر شروع کیا۔ اور یہی اصلی قصیدہ بردہ ہے۔ مگر عوام میں ایک اور قصیدہ قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے جو حضرت رسالت سے تقریباً چھ سو برس بعد تصنیف ہوا تھا کعب بن زبیر کے قصیدے کا مطلع ہے

بانت سعاد قلبی الیوم متبول
قیم عندہ لم یحب رسول

(سعاد) مشوقہ جدا ہو گئی۔ انداز آج میرا دل پاک چاک ہے میں اُس کے نزدیک مل جوں بھلاؤں کا کچھ! نہیں ملا ہوں (سیر ہوں) یہ اٹھاؤں شعر کا ایک بڑا قصیدہ ہے جس میں جاہلیت کی شاعری اور شرعے عرب کی قادر الکلامی کے بہت سے نمونے نظر آتے ہیں پڑھتے پڑھتے جب وہ اس شعر پر پہنچا کہ۔

نبئت ان رسول اللہ وعدنی
والعفو عن رسول اللہ بامول

(رسول اللہ نے معاف کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اور رسول اللہ سے عفو کی بھی امید ہے) آپ بہت خوش ہوئے۔ اور پھر تھوڑی دور آگے بڑھ کے جب اُس نے یہ شعر سنایا کہ
ان الرسول لنوریت عدا ہ
فمن من یوف اللہ سکول

(رسول اللہ بے شک نور ہیں جس سے روشنی حاصل ہوتی ہے۔ اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک برہنہ شریعتی تلوار ہیں) آپ نے اپنی ردا مبارک بے اوڑھے بیٹھے تھے اُتار کے دے دی۔ جس کو کعب وہ چادر اس قصیدہ کے صلے میں بن کر پہنے موجب برکت کچھ کے زندگی بھر بڑی احتیاط سے رکھا اور یہاں تک حرمت ہوئی

عزیز تھی کہ جناب معاویہؓ نے اپنے عہد میں دس ہزار شقال سونا دے کے
 یعنی چاہی تو بھی نہ دی۔ مگر کعب کے بعد اُن کے وارثوں نے بیس ہزار شقال پر
 حضرت معاویہؓ کے ہاتھ بیچ ڈالی۔ اُس زمانے سے یہ رواج نبوی خزانہ خلافت میں
 داخل ہوئی۔ اور غالباً اُس وقت بھی سلاطین آل عثمان یعنی قسطنطنیہ کے
 خزانہ ہرکات میں موجود ہو۔ اس لیے کہ سلطان سلیم کے بیٹے سلطان مراد خان
 کے عہد کے مورخ مصنف تاریخ الخیس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے
 وقت تک سلاطین اسلام کے خزانوں میں موجود تھی۔

اس قصیدے میں کعب بن زہیر نے صرف مہاجرین کی تعریف کی تھی اور
 انصار کو کسی جگہ نیکی سے نہیں یاد کیا تھا۔ یہ امر انصار کو ناگوار گذرا۔ اور آپ نے
 کعب کا دسرا قصیدہ بھی یہ رہا کہ فرمایا کہ اگر تم انصار کو نیکی سے یاد کرتے تو
 بے شک وہ اس کے اہل تھے، تب کعب نے ایک

اور قصیدے میں انصار کی بھی زور و شور سے تعریف کی۔ جس میں کہتے ہیں
 واثوا لکم ارم کاہرا عن کاہر ان الحیار ہم بنو الانحیار

(وہ لوگ (انصاری) نہایت نیکلہ عمدہ خصلتوں کے وارث ہوئے۔ وہ اچھے ہیں اور اچھو کی اولاد ہیں)
 بعض لوگ کہتے ہیں کہ کعب بن زہیر اسلام لانے سے پیشتر حضرت علیؓ کی بہن
 اُم ہانی بنت ابی طالب پر اظہار عشق کرتے تھے۔ اور اپنے شاعرانہ خیالات کا نشانہ
 اُسی پاک دامن ہاشمیہ خاتون کو بنارکھا تھا۔ جس پر برہم ہو کے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے حکم دے دیا تھا کہ جہاں ملے قتل ہو اور اُس کی زبان کاٹ
 لی جائے۔

ع تاریخ الخیس جلد ۲ صفحہ ۱۳ ع ابن ہشام صفحہ ۸۹۲ و ۸۹۳

ع ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۵

ولید بن عتبہ کا زکوٰۃ وصول کرنے بنی المصطلق میں جانا جس نے آپ کے دل میں ایک تھوڑی سی تشویش پیدا کر دی تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ آپ نے ولید بن عتبہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بنی مصطلق کے پاس بھیجا۔ بنی مصطلق اس سے پیشتر صدق دل سے ایمان قبول کر چکے تھے۔ اُن کے مسکنوں کے قریب مسجد بن گئی تھی۔ اور نمازین ادا ہوتی رہتی تھیں۔ اُن کو جیسے ہی خبر پہنچی کہ عتبہ زکوٰۃ وصول کرنے کو آتے ہیں جوش و خروش سے استقبال کو آمادہ ہوئے اور غلط فہمی سے واپس آئے۔ چنانچہ میں آدمی فرستادہ بارگاہ رسالت کا خیر مقدم ادا کرنے کے لیے دوڑ تک آئے۔ مگر چونکہ وہ لوگ مسلح تھے اور شان و شوکت سے آ رہے تھے عتبہ کو خیال گذرا کہ مخالفت پر آمادہ ہیں۔ اور مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ جاہلیت میں عتبہ سے اور ان سے دشمنی بھی رہ چکی تھی۔ اس چیز نے انھیں ایسی رائے قائم کرنے پر اور آمادہ کیا۔ غرض ان مسلح استقبال کرنے والوں کی صورت دیکھتے ہی وہ واپس چل کھڑے ہوئے اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کیا کہ وہ لوگ ہتھیار لے کے میرے مقابلے کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں لہٰذا آپ انے یمن کے اس غلط فہمی کا رفع ہونا ارادہ فرمایا کہ ان کی سرکوبی کے لیے کافی فوج روانہ کی جائے بعض روایتوں میں مذکور ہے کہ آپ نے خالد بن ولید کو بھیجا کہ چپکے سے ہائین اور مخفی رہ کے دیکھ آئیں کہ اُن لوگوں کی کیا حالت ہے۔ اور دین اسلام پر قائم ہیں یا مرتد ہو گئے۔ خالد گئے۔ اور دیکھا کہ ان میں ازبہ جاری ہیں۔ نمازین جماعت سے ادا ہو رہے ہیں۔ اور سوا دین داری اور حضرت رسالت کی اطاعت کے کوئی مخالفت کی کارروائی نہیں نظر آتی تو پلٹ کے

آنحضرت کی خدمت میں آئے اور کہا "وہ لوگ دل و جان سے مسلمان ہیں اور کسی قسم کی سرکشی کے انداز نہیں پائے جاتے۔" اس اثنا میں خود اُن لوگوں بنی المصطلق نہ ہی حاضر ہو کے | کو بھی خبر پونچ گئی تھی کہ ان کی طرف سے آنحضرت غدر کرتے ہیں | صلعم کے دل میں شبہات پیدا ہو گئے ہیں جس کے سنتے ہی

ان کا سردار حارث بن مزار غدا اعی مدینہ میں آ کے آنحضرت سے ملا۔ آپ نے پوچھا تم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا؟ اور میرے قاصد کی جان لینے کے درپے تھے؟ اُس نے کہا جس خدا نے آپ کو بھوٹ کیا اس کی قسم ہر کہ ہم سے ایسی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ پھر وہ سوار بھی خدمت رسالت میں حاضر ہوئے جو عقبہ کے استقبال کو نکلے تھے۔ اور اصل ماجرا بیان کیا۔ تب آپ نے رقم زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عجماء بن بشر کو اُن کے ہمراہ اُن کی زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے روانہ فرمایا۔ اور حکم دیا کہ اُن میں رہ کے زکوٰۃ بھی بشر مقرر ہوئے | وصول کیا کریں۔ اور انھیں شریعت اسلام اور

قرآن مجید کی بھی تعلیم دیں۔

بنی عمرو بن حارثہ کے نام نامہ ہایت | اسی سال صفر یا ربیع الاول کی پہلی تاریخ آپ نے عبد اللہ بن عمرو بن عبد شمس کو ایک خط دے کے بنی عمرو بن حارثہ کے پاس بھیجا۔ اور انھیں ان کی امتداد گستاخی جو | دین اسلام کی طرف بلایا۔ اُن لوگوں نے دین توحید کے آپ کا ایک سجدہ نہ گئی | اختیار کرنے سے انکار کیا۔ خط کا جواب بھی نہیں دیا۔

اور اُس نامہ ہایت سے یہ کام لیا کہ جو کچھ لکھا تھا دھو ڈالا۔ اور اپنے ایک چڑے کے ڈول میں اس کا پیوند لگا لیا۔ عہد اللہنا کام واپس آئے۔ اور جب آپ نے یہ سنا کہ انھوں نے خط سے ایسا یہودہ کام لیا جو تو ان کی نسبت ہر حال کی کفایت

جس طرح انھوں نے یہ حماقت کا کام کیا ہوا اسی طرح ہمیشہ بے عقل و بے وقوف ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ اس قبیلہ کے لوگ اس وقت تک بے عقل ہیں ان کے اعصاب یہودگی سے پھر کا کرتے ہیں۔ اور اتنی جلدی بات کرتے ہیں کہ مشکل سمجھیز آتی ہے۔

بنی نضیم کے مقابلے میں قبطی | اسی صفر کے مہینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبطیہ بن عام کو بیس ہزار دن پر سردار مقرر کر کے روانہ فرمایا کہ اطراف مکہ میں علاقہ ترید کے قریب مقام عیش میں جا کے بنی نضیم پر حملہ کریں جو سرکشی پر آمادہ تھے۔ قبطیہ نے جاتے ہی ان پر تاخت کی۔ اور انھوں نے بھی جبرأت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ دونوں جانب بہت سے لوگ زخمی ہوئے مگر قبطیہ نے نہایت شجاعت دکھائی اور دشمنوں کے کئی آدمی قتل کر کے فتح حاصل کر لی شکست دینے کے بعد ان کے اونٹوں اور مویشیوں کو اور ان عورتوں اور بچوں کو جو گرفتار ہوئے تھے مدینے میں لائے بارگاہ نبوت میں حاضر کیا۔ اور ان کے مقابلے میں اتنی غنیمت ہاتھ آئی تھی کہ پانچواں حصہ نکالنے کے بعد ہر سپاہی کے حصہ میں چار چار اونٹ اور بیس بیس بھیڑیاں آئیں سرزمناک بنی کلاب کے مقابلے میں | ربیع الاول میں آپ نے مختار بن سفیان کلابی کو تھوڑی فوج کے ساتھ بنی کلاب کی طرف روانہ کیا۔ ضحاک دہان ہو چکے۔ ان لوگوں کو دعوت اسلام کی۔ مگر انھوں نے ہمارے توحید قبول کرنے کے ہتھیار اٹھائے۔ مسلمان بھی مقابلے کو آمادہ ہو گئے۔ اور لڑائی ہوئی تھوڑی دیر کی ہزرد آزمائی کے بعد صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

شکست دے دی اور مال غنیمت لے کے مدینہ من واپس آئے۔

سریہ علقمہ کے طرف جیشون | اسی زمانے میں خبر آئی کہ جیشون کی ایک جماعت
کی تادیب کے لیے | نے اہل جدہ کو دھکی دی اور ان پر حملہ کیا جاتے ہیں

ان کی تادیب و سرکوبی کے لیے آپ نے ربیع الاخر کے مہینے میں علقمہ بن مختار
بہجی کو تین سو جان بازان اسلام کے ساتھ روانہ فرمایا کہ سواحل پر جا کے

مسلمانوں کو جیشون کے شر سے بچائیں۔ علقمہ گئے۔ ایک جزیرے میں جو سمندر
کے اندر واقع تھا جیشون کو پایا۔ اور ارادہ کیا کہ سمندر سے اتر کے ان پر حملہ کریں

مگر وہ مسلمانوں کو آتے دیکھ کے کشتیوں پر بیڑے کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجبوراً
علقمہ مدینہ طیبہ کی طرف واپس روانہ ہوئے "ہمراہیوں میں سے بعض لوگوں

نے کوشش کی کہ اپنے ساتھیوں سے پہلے ہی مدینہ میں پہنچ جائیں اس
خیال سے آگے بڑھ آئے۔ ان آگے بڑھ آنے والوں پر علقمہ نے عبدالمہدی

حذافہ سمی کو سردار مقرر کر دیا تھا جو ایک ظریف آدمی تھے۔ راستے میں ایک مقام پر
عبدالمہدی حذافہ کا ایک مذاق | ہمراہیوں نے آگ روشن کی۔ اور جب اس میں خوب

شعلے پھرنے لگے تو عبدالمہدی نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ اس آگ میں بھاندا
پڑو" خدا پرست سپاہی جھین اپنے سرداروں کی فرمان برداری کرنے کا تاکیدی

حکم تھا اس حکم کی تعمیل پر بھی آمادہ ہو گئے۔ عبدالمہدی جب دیکھا کہ لوگ آگ
میں بھاندا رہی چاہتے ہیں تو روکا اور کہا میں مذاق کرتا تھا۔ اس کے بعد جب

اور آنحضرت کا اس کے طلاق | مدینہ میں آئے تو کسی نے یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ
تعلیہ وسلم پر بیان کر دیا۔ آپ نے سن کے
فرمایا جو کوئی شخص تمہیں کسی گناہ میں مرتکب ہونے کا حکم دے تو ہرگز نہ مانو

بلکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا اگر وہ لوگ آگ میں چلے جاتے تو پھر بھی اُس سے نہ نکلتے۔ یعنی ہمیشہ آگ اور دوزخ ہی میں رہتے۔

حضرت علیؓ کی سورت | اسی ربیع الآخر میں آپ نے جناب علیؓ رضی کو حکم دیا کہ توڑنے کو جاتے ہیں | قبیلہ بنی تمیمین جا کے اُن کے بُتِ فلس کو توڑ ڈالیں

جناب علیؓ ذیہ سوانہ صاریون کے ساتھ جو ایک سو اونٹوں پر سوار تھے اور اُن کے علاوہ پچاس سوار ہمراہ لے کے بنی تمیمین کی سرزمین کی طرف روانہ ہوئے۔ خالد بن ولید بھی اس سفر میں اُن کے ہمراہ رکاب تھے۔ اس سلائی لشکر نے منزلِ مقصد دین پہنچتے ہی دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ حاتم طائی کا بیٹا بھی جو قوم کا سردار تھا بھاگ کے ارضِ شام میں چلا گیا۔ اور اُس کی قوم کو مسلمانوں نے لوٹا۔ بہت سی عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیا۔ جتنے مولیٰ لے اپنے قبضے میں آئے۔ اور فلس اور اُس کے بچنے کو توڑا اور منہم کیا۔ بنی غسان کے فرمان روا حارث ابن ابی شمر نے کسی رمانے میں دو عمدہ تلواریں فلس کی سورت پر چڑھائی تھیں جو اس وقت تک اُس کے گلے میں لٹکی ہوئی تھیں۔ یہ بھی جناب علیؓ نے اپنے قبضے میں لیں اور بارگاہِ نبوت کی طرف واپس روانہ ہوئے۔ خالد بن حاتم طائی کی بیٹی سفاء کا ولید نے اس سر کے مین مشور فیاض سرب حاتم طائی کی بیٹی گرفتار ہو کے آتا | کو گرفتار کر لیا تھا جس کا نام سفاء تھا۔ مدینے میں لاکے سفاء مسجد نبوی کے ایک ایسے حصے میں رکھی گئی۔ جہاں بہت سے حضرت سرور کائناتؐ گذرے ہوا کرتا تھا۔ پہلے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آستے دیکھ کے اُن کو کھڑی ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ والدہ فضا کر کے اور جو نہر گہری کھد کر ناگھاگ کیا

عہ تاریخ الخیرات جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ عہ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۹

عہ تاریخ الخیرات جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ للہ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۹

آپ نے پوچھا وہ کون ہو؟ بولی۔ "میرا بھائی عدسی بن حاتم" اس کے جواب میں آپ نے فرمایا جو خدا اور اس کے رسول سے بھاگا ہو، اور چلے گئے۔ دوسرے دن پھر آپ اُدھر سے گزرے اور پھر وہی پہلے دن کی سی گفتگو ہوئی۔ تیسرے دن آپ پھر اُدھر سے تشریف لے جاتے تھے۔ مگر اب سفانہ مایوس تھی اور کچھ کہنے کا ارادہ نہ تھا۔ حضرت علیؑ نے جو آنحضرتؐ کے پیچھے پیچھے تھے اشارہ کیا۔ اور اُس نے اشارہ پاتے ہی۔ پھر کھڑے ہو کے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ اُس کے عدل پر آپ کی شفقت کر گئے۔ اور جو خبر گیری کرتا بھاگ گیا۔ مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے گا۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہاری درخواست منظور کی لیکن ابھی یہاں ٹھہرو۔ جب کوئی ایسا قابل اعتبار شخص ملے جو آرام سے تمہیں گھر پہنچا دے اُس وقت مجھ سے کہنا، چند روز بعد نبیؐ کا ایک گروہ آیا۔ اور سفانہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ اب ایسے لوگ آگئے جن کے ساتھ میں جا سکتی ہوں۔ آپ نے یہ سن کے اُسے لباس اور سواری دی۔ زراد راہ عطا فرمایا۔ اور کمال شفقت سے رخصت کیا۔ سفانہ یہاں سے آزادی پا کے ارضِ عربیہؑ کا بیان: اشام میں گئی اپنے بھائی عدسیؑ بن حاتم نے "پوچھا اس شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو تو نے کیسا پایا؟" بولی میری رائے تو یہ ہو کہ تم فوراً جا کے اُن سے ملو۔ اگر وہ واقعی پیغمبر ہیں تو جس قدر جلد اطاعت کرو بہتر ہو۔ اور اگر بادشاہ ہیں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ فرمان برداری کرنے کے بعد امن و امان سے رہو گے۔" عدسی نے کہا ہے شک یہی مناسب معلوم ہوتا ہو چنانچہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کے اسلام قبول کیا۔ اور معززینِ صحابہؓ میں شمار کے گئے۔

عدی بن حاتم اس سے پیشتر دین عیسوی کے پیرو تھے۔
 بیان کرتے ہیں خود کہتے ہیں کہ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور
 اپنا نام و نشان بتایا۔ آپ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ راستے میں ایک ناتوان و
 ضعیف بڑھیا نے روکا۔ آپ رک گئے۔ اور دیر تک اُس کی حاجتیں سنتے رہے۔
 پھر گھر میں پہنچنے کے مجھے کچھونے پر بٹھایا۔ اور غوز میں بہ نیٹھے۔ یہ ایسی باتیں تھیں
 جنہیں دیکھ کے میں نے اپنے دل میں کہا واقعی یہ پیغمبرِ رحمت ہیں۔ بادشاہوں کی
 یہ شان نہیں ہو سکتی۔ پھر ارشاد فرمایا: ”اے عدی تم رعایا سے پیداوار کا چوتھا
 دولتِ اسلام کی نسبت آپ کی حصہ وصول کیا کرتے ہو۔ یہ امر تو تمہارے دین میں
 پیشین گوئی بھی نہیں جائز ہے۔ اور شاید تم اس خیال سے اسلام

نہیں قبول کرتے کہ ہم محتاجِ نظر آتے ہیں۔ اور ہمارے دشمنوں کی تعداد بہت
 زیادہ پاتے ہو۔ مگر خدا ہم کو اتنی دولت دے گا کہ روپیہ ہوگا اور لینے والے نہ لیں گے
 اور میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ کسی دن تم سنو گے کہ ایک عورت قادیسیہ سے
 سوار ہو کے خانہ کعبہ کی زیارت کو آئی۔ اور راستہ بھر سوا خدا کے اُسے کسی کا خوف
 نہ تھا۔ ایک دن یہ بھی دیکھ لو گے کہ بابل کے سفید محل فتح ہو گئے ہیں۔ اور
 اسلام کے قبضے میں ہیں۔ یہ کلمات ہدایتِ سن کے میں نے دینِ اسلام قبول
 کیا۔ اور خدا کی قسم جو کچھ آپ نے فرمایا تھا آنکھوں سے دیکھ لیا۔ یہ امن و امان
 بھی دیکھا کہ تنہا عورت بے خوف و خطر حج خانہ کعبہ کو آتی ہے۔ اور یہ دولت مندی
 بھی دیکھی کہ دولت دی جاتی ہے اور کوئی لینے والا نہیں ملتا۔“

سربراہِ عکا شہ مقام | اسی مہینے میں آپ نے عکا شہ بن معصن اسدی کو ایک کافی
 جہاب کی طرف جماعت کے ساتھ مقام جناب کی طرف روانہ فرمایا جہاں قبائل

عذرہ اور بلی آباؤ تھے۔ مگر اس سر یہ کے متعلق سوا اتنے واقعے کے کہ روانہ کیا گیا تھا اور کچھ حال مورخین کو نہیں معلوم ہو سکا۔

باب سی ویکم

غزوہ تبوک یا غزوہ عسرة

غزوہ تبوک یا غزوہ عسرة۔ اسلام اور نصرا نیت کا مقابلہ۔ اس غزوے کا سبب۔
 ردی لشکر کا تبع ہونا مسلمانوں کی تیاری مقابلے کے لیے۔ اس عظیم الشان جہم کے لیے مسلمانوں کی فیاضیت
 مسلمانوں کی بے مصلحتی، متاعین کی فتنہ پردازان اس گھمبہ کی گھادی گئی جس میں منافق فلسفہ پر دانی
 کی کمیٹیاں کیا کرتے تھے۔ آپ حضرت علی کو اپنی جگہ بیٹھنے میں چھوڑتے ہیں۔ روانگی
 جو بیچے مسلمان نفس کے بھندے میں جنس کے آپ کے ساتھ نہ گئے۔ اور ان کی
 عبرت ناک توبہ۔ عساکر صحابہ کی ترتیب۔ اور ان کا شمار۔ قوم ثمود کے آثار۔ آپ کا
 غضب الہی کی اس یادگار سے ڈرنا۔ آپ کی نافرمانی کے نتائج۔ آپ کی وحاشہ پانی
 ہر سدا ایک اور مجزہ نبوت۔ ابوذر کی کچی جان تشاری۔ آپ کا درد و تہوک میں
 گرد و شبنم کا پتہ نہ تھا۔ تاہم یہ سفر بیکار نہیں ہوا۔ آپ کی تحریر یوحنا بن روتہ حاکم
 البرکے نام۔ آپ کی تحریر اہل اذرح و جبراء کے نام۔ خالد بن ولید کا مسلمہ
 دومتہ الجندل پر روانہ ہونا۔ اور حضرت رسالت کے وعدے کے مطابق وہاں
 کے حاکم کو بے آسانی گرفتار کر لینا۔ خالد کا حملہ قلعہ اذن پر۔ اور صلح کے ساتھ اس
 قلعہ کا فتح ہونا۔ صحابہ کے مشورے سے آپ کی واپسی۔ آپ کے مجرے سے
 ایک خشک چٹھ کا بریز ہونا۔

غزوہ تبوک یا غزوہ عسرة | اس کے بعد دو مہینے تک کسی خاص واقعے کا پتہ نہیں لگتا
 اور غالباً ان میں سے پہلا مہینہ اس سب سے بڑی اور نہایت ہی عظیم الشان جہم کی

تیار یوں یمن صرف ہوا ہوگا جو غزوہ تبوک یا غزوہ عسرة کے نام سے مشہور ہوگا
 اسلام اور نصرائیت کا مقابلہ
 اور جس کے لیے رجب کے مہینے میں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بڑا اور تمام
 غزوات سے زیادہ زبردست لشکر ہمراہ لے کے روانہ ہوئے تھے۔ اگرچہ قبائل عرب میں
 بھی بعض نصرانی بہادر موجود تھے۔ اور ان سے اسلام کو مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ مگر
 عیسویت کا اصلی مقابلہ انھیں معرکوں کو کھانا چاہیے جو دولت روم اور
 مسلمانوں کے درمیان میں پیش آئے۔ اور بھی مہر کے ان مسلسل لڑائیوں
 کی بنیادیں جو بعد کے زانوں میں پیش آتی رہیں۔

ان معرکوں میں سے پہلا تو وہ تھا جسے ہم سریہ موتہ کے نام سے بیان
 کر آئے ہیں۔ اور دوسری یہ ہم جو غزوہ تبوک کہلاتی ہے۔

اس غزوے کا سبب اس غزوے کا سبب اگرچہ مختلف روایتوں میں جدا جدا
 واقعات بتائے گئے ہیں مگر ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی غسان جو عرب کے شمالی
 حصے میں حکومت کر رہے تھے اور دولت روم کی ماتحتی میں ایک مدت دراز سے
 اپنی شان و شوکت بڑھاتے رہتے تھے اب جزیرہ نما عرب میں اسلام کو
 ترقی کرتے اور آپ کی قوت کو بڑھتے دیکھ کے گھبرائے۔ اور ڈرے کہ کہیں
 ایسا نہ ہو، یمن بھی اپنی وقت و سلطنت کھو کے اسلام کے آگے عاجز نہ رہے
 سے سر جھکا نا پڑے۔ علاوہ یہ کہ اس سے پیشتر تمام
 قبائل عرب میں غسانیوں کی دھاگ بیٹھی ہوئی
 تھی۔ ان کے جاہ و جلال کے واقعات عربی صحرائیوں کی طرح بیان کیے
 جاتے تھے۔ لیکن اب وہ زمانہ آگیا تھا کہ اہل عرب کے دلوں میں ان کی
 بے وقعتی ہونے لگی تھی۔ اور ان کے فرمان رواؤں کے عوض حضرت رسالت کا

نام شہرت و عظمت حاصل کرتا جاتا تھا۔ میں یہی چیزیں تھیں جن پر بنی عثمان کو حسد آیا۔ اور تنہا اپنی قوت کو غیر کافی خیال کر کے اس امر پر آمادہ ہوئے کہ دولت روم کو اسلام کی پہنچ کئی پر آمادہ کر دیں۔

رومی لشکر کا جمع ہونا | اب خواہ بان بوجہ کے فریب دینے کے لیے یا واقعی یہ غلط خبر سن کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ اور اہل عرب قحط و مصیبت میں مبتلا ہیں فرمان روا سے بنی عثمان نے قیصر روم ہر قتل کو کھٹا کہ اگر آپ عرب والوں کو اپنے دین کا پابند بنانا چاہتے ہیں تو اس سے بہتر اور مناسب موقع نہیں مل سکتا یہ خبر پاتے ہی ہر قتل فوج کشی پر آمادہ ہو گیا۔ ایک بڑا رومی لشکر جمع ہوا۔ اور بنی عثمان کی کوشش سے روم کے عثمانی جھنڈے کے نیچے بہت سے عرب کے نصرانی قبائل بھی جمع ہو گئے۔ جن میں بنی تمیم بنی حنظلہ بنی عامر اور بنی عثمان وغیرہ تھے ایک رومی سردار چالیس ہزار کی جمیعت سے آگے بڑھا اور ارض عثمان کی دارالسلطنت بلخامین پہنچ کے پڑاؤ ڈال دیا۔ اور خود ہر قتل شام کے پرانے شہر حمص میں ٹھہر گیا مسلمانوں کی تیاری مقابلے کیلئے | بخارے اور تاجرانہ قافلے جو ارض شام سے رومن زمینوں وغیرہ مدینے اور عرب کے بازاروں میں لاکے بچا کرتے تھے ان کے ذریعے سے یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی۔ اور آپ بھی شامی و سرگرمی سے رومیوں کے روکنے اور بڑھ کے مقابلہ کرنے کا سامان کرنے لگے ان دنوں گرمیوں کا موسم تھا بلا کی تپش ہوتی تھی۔ اور اس کے ساتھ خوراک کی کمی بھی تھی۔ اس لیے کہ فصل کا آخری زمانہ تھا۔ پھل پک کے تیار ہو رہے تھے اور لوگوں کو زیادہ فکر اسی بات کی تھی کہ اپنے باغوں کی حفاظت کریں۔ اور نئی فصل سے فائدہ اٹھانے کی کوشش میں غافل نہ ہوں۔ بہر حال یہ ایسا زمانہ تھا

کہ کسی لشکر کا مرتب کرنا اور ایسی دور دراز مہم کے لیے تیار ہو جانا قبائلی عرب کے لیے نہایت دشوار اور ضرر رساں تھا۔ انہیں دشواریوں کی وجہ سے اس مہم کا نام خود عسرة اور اس فوج کا نام جو رویوں کے مقابلے کو تیار ہوئی جیش عسرة رکھ دیا گیا۔ آپ کا ہمیشہ اور ہر غزوے میں معمول رہا تھا کہ سفر چھاپر روانہ ہوتے وقت لوگوں پر ظاہر نہیں فرماتے تھے کہ کن لوگوں کے مقابلے کو اور کہاں جانا ہو مگر انہیں دشواریوں کے خیال سے اس غزوے میں آپ نے سب کو پہلے ہی سے خبر دی تھی کہ ارض تبوک میں اور بنی الاصفہ کے مقابلے کو جانا ہو۔ غرض سب لوگوں کو اس عظیم الشان مہم کے لیے حکم ہوا کہ تیار ہو جائیں اور جس طرح بے سامان سفر مہیا کر لیں۔ ہزار ہا ایسے غربا تھے جن کے پاس نہ سواری تھی

اور نہ غذا جن کے لیے آپ نے صاحب استطاعت مسلمانوں کو فیاضی اور غازیوں کی خبر گیری پر آمادہ فرمایا۔ اور سچے مسلمان بڑے جوش و خروش سے مال دولت اور مختلف قسم کا سامان لالاکے حاضر کرنے لگے۔ سب کے پہلے ابو بکر صدیق نے جوش فیاضی دکھایا۔ اور چار ہزار درہم حضرت رسالت کے سامنے لاکے رکھ دیے۔ آپ نے پوچھا کہ اپنے اہل و عیال کے لیے بھی باقی رکھا؟ عرض کیا اُن کے لیے خدا و رسول کافی ہیں۔ عمر فاروق نے اپنے کل سرمائے کا پورا نصف حصہ خدا کی راہ میں دے دیا۔ عبدالرحمن بن عوف نے دو سو اوقیہ چاندی لاکے حاضر کی عاصم بن عدی نے شروسیق خرے پیشکش کئے۔ اور جناب عثمان نے اپنی دکنی کے مطابق سب سے بڑا اور نمایاں کام کیا کہ ایک تہائی فوج کے لیے جانے اور اس کی خوراک کا بندوبست خاص اپنے پاس سے کر دیا جس کی تفصیل میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ ایک ہزار اونٹ اور تیرہ گھوڑے

وہیے تھے بعض تین سواونٹ اور ایک ہزار دینار لکھتے ہیں۔ بعض صرف ایک ہزار دینار بتاتے ہیں اور بعض دس ہزار دینار۔ بہر تقدیر حضرت عثمانؓ نے اتنا دیا اور اس جہاد میں غر با سے مجاہدین کی اس قدر مدد کی کہ حضرت سرور کائناتؐ تیر ہو گئے۔ اور جوش مسرت سے دعا فرمائی خداوند ابا تو عثمانؓ سے راضی ہو اس لئے کہ میں اُن سے راضی ہوں۔ پھر فرمایا اب اس کے بعد عثمانؓ کے لیے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ اسی طرح ہر شخص نے اپنی استطاعت و حیثیت کے موافق فیاضی دکھائی۔ بہت سے لوگوں نے کیا کیا اپنے ساتھ کسی ایک اور شخص کے لیے جانے کا بند و بست کر لیا۔ عورتوں نے ثواب آخرت حاصل کرنے کے شوق میں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں گھونگر و۔ بازو بند۔ اور خوشبو کا مشک وغیرہ جو کچھ ممکن ہو لالا کے حاضر کر دیا۔

مسلمانوں کی بے سروسامانی مگر باوجود اس کے کہ پُر جوش مسلمانوں نے ایسی ایسی فیاضیاں دکھائیں پوری فوج کے روانہ ہونے کا بند و بست نہ ہو سکا۔ چنانچہ سات آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے ہوئے آئے اور درخواست کی کہ یا رسولؐ ہمیں سواری اوزد اور راہ مرحمت ہو۔ آپ اُن کے لیے کوئی سامان فراہم نہ کر سکے۔ اور وہ روتے ہوئے واپس گئے۔ اُن میں سے دو کو تو بائیں ہن عیتر نے ایک اونٹ دے دیا جس پر باری باری چڑھتے ہوئے روانہ ہو گئے اور باقی باپنج آدمیوں کے لیے کوئی بند و بست نہ ہو سکا۔

شافعیین کی خدمت پر اذان مگر منافقین اس موقع پر بھی اپنے شہر اور اپنی دنات سے باز نہ آئے۔ پیغم کو شش کر رہے تھے کہ لوگوں کو ڈرا دھمکائے اور ہٹلا پھسلا کے روک رکھیں۔ ہر شخص کو رومیوں کی ہیبت و سطوت سے ڈراتے

یاد دلاتے کہ تمھارے باغون کی فصلیں بے پروائی سے غارت ہو جائیں گی۔ اس گرمی اور تپش میں ہلاک ہو جاؤ گے۔ الغرض اپنے نزدیک لوگوں کے روکنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتے تھے۔ مگر آنحضرت کا یہ طرز عمل تھا کہ منافقین کی بھی دل دہی کیے جاتے ان کے دلوں کے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتے۔ اور انہیں انھیں کے مذاق کے موافق لڑائی اور جہاد پر آمادہ فرماتے۔ چنانچہ جد بن قیس سے جو منافقون میں نہایت ہی صاحب اثر اور متمول شخص تھا آپ نے فرمایا بھین بنی الاصفہ (رومیوں) کی لڑکیوں کے دیکھنے کا حقوق ہے؟ اس نے کہا میری قوم کے تمام لوگ جانتے ہیں کہ میں عورتوں پر بہت جلد فریفتہ ہو جاتا ہوں مجھے اندیشہ ہے کہ وہاں بنی الاصفہ کی حسین و صاحب جمال عورتیں دیکھ کے میں بیاب نہ ہو جاؤں مناسب ہو تو مجھے یہیں رہنے دیجئے۔ اور فتنے میں نہ ڈال لے۔ آپ نے ناگواری کے ساتھ فرمایا میں نے تمھیں ٹھہرنے کی اجازت دی ہے۔

جد بن قیس تو منافقین میں تھا مگر اس کا بیٹا عبد اللہ بن جد سچا پر جوش مسلمان تھا۔ اور ان معزز و واجب التحق صحابیوں میں شمار کیا جاتا تھا جنہیں معرکہ بدر میں شریک ہونے کی عزت حاصل ہوئی تھی۔ جب اس نے اپنے باپ کا یہ واقعہ سنا تو اس سے لعنت ملاست کی اور کہتا تم کو خدا نے دولت دی ہے تمھارے لیے کیا عذر ہو سکتا ہے جو جہاد سے بھاگتے ہو۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ تمھارے اس بے موقع بیٹھ رہنے پر خدا کا عتاب نہ نازل ہو۔ اور تمھاری مذمت میں کوئی آیت نہ اترے۔ اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ اس لیے کہ آیہ کریمہ ومنہم من یقول الذین فی ولا تقضی الخ (اور ان میں منافقین ہیں) سے وہ شخص جو کہتا ہے مجھے ٹھہرنے کی اجازت دو اور لٹکتے ہیں نہ ڈالو اسی شخص کی شان میں اترتی ہے۔

منافقین جہان اور مخالفانہ کارروائیاں کر رہے تھے وہ ان ایک یہ بھی اُس گھر میں آگ لگا دی گئی حسین منافقین تھی کہ تسویم یہودی کے گھر میں جمع ہو ہو کے فتنہ پردازی کی کیشیاں کیا کرتے تھے خاص اس بات کی کوششیں اور تدبیریں کرتے کہ یہ لوگ آپ کا ساتھ دینے اور اس سفر جہاد پر جانے سے انکار کر دیں۔ یہ باغیانہ کیٹی خفیہ ہی خفیہ و اندازیاں کر رہی تھی کہ آپ کو حال معلوم ہو گیا۔ آپ نے طلحہ بن جید اللہ کو چند اور صحابی ساتھ کر کے بھیجا کہ اُس گھر میں جا کے آگ لگا دو جناب طلحہ نے حسب فرمان نبوت پہنچتے ہی بے تکلف آگ لگا دی۔ اور جو لوگ اس میں تھے نکل نکل کے بھاگے۔ جن میں سے فتاح بن خلیفہ بھاگتے وقت پچھوڑے کی طرف اس بدحواسی سے کودا کہ ٹانگ ٹوٹ گئی۔

مگر منافقین کی یہ ذلیل کوششیں بالکل بے کار ثابت ہوئیں۔ اور آپ نے بعد ازاں کافی لشکر فراہم کر لیا۔ اور شجاع بن عطفہ کو والی مدینہ بنا کے اور حضرت علیؓ رضی کو اپنے اہل و عیال کا تسکین قرار دے کے مدینہ سے باہر نکلے۔ منافقین نے آپ حضرت علیؓ کو اپنی ہڈ مشہور کر دیا کہ آپ حضرت علیؓ کو بارہ گھوڑے پیچھے ڈال گئے ہیں اس کا جناب رضوی پر اس قدر اثر ہوا کہ ہتھیار لگا کے مدینہ

سے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راستے میں جا ملے اور عرض کیا کہ منافقین ایسا کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بھوٹے ہیں۔ جن لوگوں کو میں مدینہ میں چھوڑ آیا ہوں اُن کے واسطے تم کو اپنا جانشین بنا کے جاتا ہوں۔ کیا تمہیں یہ نہیں پسند ہے کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت رہے جو نسبت موسیٰ کے ساتھ ہارون کو تھی۔ اگرچہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ الغرض یہ کلمات تشفی سُن کے حضرت علیؓ اطمینان کے ساتھ مدینہ میں واپس آئے اور اپنے لشکر لگے بڑھانے کی

جانب توجہ کی۔

روانگی آپ نے مدینے سے نکل کے تمام فوج اور کل ہراہیون کے ساتھ اُس پہاڑی کے دامن میں پڑاؤ ڈالا جو ثینہ اوداع کہلاتی تھی اور جان تک مدینے والے آکے لوگوں کو زہست کیا کرتے تھے۔ یہاں تک بہت سے منافقین بھی ہراہ آئے تھے۔ مگر جب یہاں سے کوچ کرنے کا وقت آیا تو پُرانا مشہور منافق عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے تمام ہم مذاق وہم خیال واپس گئے۔ واپسی کے وقت ابن ابی کی زبان پر تھا کہ واہ محمد اور بنی الاصفہ (رومیوں) کا مقابلہ لا اور اس شکستہ حالی اور اس گرمی میں با اور پھراتنی دوربیا کے محمد بنی الاصفہ سے لڑنا کھیل کچھ ہیں! مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ جیسے ان کے ساتھی رسیوں میں بندھے ہوئے ہیں۔“

جو بچے سلمان نفس کے پھندے میں | خیران لوگوں کا ٹھہر جانا تو کوئی تعجب کی بات نہیں جو مگر پھنس کے آپ کے ساتھ نہ گئے | حیرت یہ کہ چار بچے اور خالص دلدادگان تو میدانے بھی

خدا جانے کیا خیال کر کے آپ کے ساتھ جانے سے چشم پوشی کی۔ جن کے نام یہ ہیں ابو خثیمہ۔ کعب بن مالک مرارہ بن ربیع۔ اور ہلال بن امیہ۔ ان میں سے ابو خثیمہ پر خدا مہربان ہوا۔ اور آنحضرت کے کوچ کرنے کے چند روز بعد ایک دن گھر میں آئے۔ انکی دو بیویاں تھیں۔ اور دیکھا کہ دونوں نے اپنے اپنے بھرون میں پانی چھڑک رکھا ہے اور ٹھنڈا پانی اور عمدہ کھانا تیار ہے۔ یہ لطف کا سا ان دیکھ کے یکایک تنہ ہوا۔ بولے رسول اللہ! تو لو اور تیش کی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اور ابو خثیمہ گھر میں رو کے سایے میں بیٹھے اور ٹھنڈا پانی پی رہے! یہ انصاف کے خلاف ہے۔ خدا کی قسم جب تک میں جا کے رسول اللہ سے مل جاؤں۔ یہ دونوں جبرے مجھ پر حرام ہیں۔ بس اسی وقت اونٹ تیار کیا۔ زاد راہ لیا۔ اور اکیلے چل کھڑے ہوئے۔ اور خاص شہر ہو کہ میں جا کے

آپ سے ملائی ہوئے۔

اور ان کی عزت ناک

مگر باقی ماندہ تین آدمیوں کی توجہ بڑی مصیبت سے قبول ہوئی
 ان سے یہ ایسی خطا سرزد ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر خدا کی منظوری
 کے ان کو معاف کرنا بھی اپنے اختیار سے باہر خیال فرماتے تھے۔ اور اسی وجہ سے توکل
 سے واپس آتے ہی آپ نے تمام مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ خبردار کوئی ان سے نہ ملے
 جملے ساتھ بٹھائے اور نہ بات کرے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی برادری یا اپنی
 سوسائٹی سے نکال دیا۔ اور اسی کو آج کل انگریزی خوانوں کی اصطلاح میں
 ڈوٹ آف نیشنور پاس کرنا کہتے ہیں۔ لیکن شاید کبھی کسی کو سوسائٹی سے نکلنے
 جمانے پر اتنی شدید اور ایسی سخت مصیبت نہ برداشت کرنی پڑی ہوگی جیسی کہ ان
 تین گناہگار صحابیوں کو برداشت کرنی پڑی۔ اور سب منافقوں نے آپ کے سامنے
 آکر اور قسین کھا کھا کے جھوٹے عذرات پیش کیے اور آپ نے بابتکلف قبول
 کر لیے۔ مگر ان راست باز صحابیوں نے نہ کوئی عذر پیش کیا اور نہ ان کی خطا معاف
 ہوئی کتبہ بن مالک جو ان میں سب سے زیادہ معزز تھے خود بیان کرتے ہیں
 کہ میرے نہ جانے کا سبب سوائستگی اور کاہلی کے اور کچھ نہ تھا۔ جب تک کوچ کی
 تیاریاں ہو رہی تھیں میں اہلبیان سے بیٹھا تھا اور کہتا تھا کہ جب آپ چلیں گے
 فوراً تیار ہو جاؤں گا۔ مگر جب آپ چل کھڑے ہوئے اور میں تیار نہ تھا تو دل میں کہا
 بترک جا کے آپ سے راستے میں مل جاؤں گا۔ کل ہوئی تو میں نے کہا اب کل
 چلوں گا۔ بس یوں ہی سستی کی بدولت کل کل کہتا رہ گیا اور آپ واپس آ گئے
 اب منافقین نے تو جھوٹے عذر بنانا کے پیش کیے مگر میں نے جھوٹ بولنا
 مناسب نہ جانا اور اصل حقیقت بھی بیان کر دی۔ آپ نے کہا تم نے فریاد کیا

اب اٹھو جاؤ۔ اور تمہارے بارے میں جو فیصلہ خدا کرے گا وہی ہوگا اس
 بعد آپ نے منع کر دیا کہ ہم تینوں سے جو بے عذر گھر میں بیٹھ رہے تھے
 لوگ بات چیت نہ کریں۔ اس حکم کا یہ نتیجہ ہوا کہ جیسے دینار نے ہمیں چھوڑ دیا۔
 لوگ ہمارے سامنے سے بھاگتے تھے۔ یہ حالت تھی کہ جیسے کبھی کسی سے شناسائی
 بھی نہ تھی۔ چند ہی روز میں زندگی سے عاجز آ گیا۔ میرے دونوں ہم خطا تو اپنے
 گھروں میں دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے مگر میں جو ان تھا۔ نماز پڑھنے کو مسجد میں آتا
 تھا۔ بازاروں میں پھرتا تھا۔ اور اس حالت میں جو کسی کو بات کرتے نہ دیکھتا
 تو مجھے جنوں سا ہوا جاتا تھا۔ مسجد میں آ کے آنحضرت کو سلام کرتا اور کر کے دیکھتا
 کہ جواب کے لیے آپ کے ہونٹھٹے یا نہیں۔ مگر کچھ نہ معلوم ہوتا۔ میں جب نماز میں
 ہوتا آپ میری طرف دیکھتے۔ اور جب میں آپ کی طرف آنکھ اٹھاتا تو آپ دوسری
 طرف منہ پھیر لیتے۔ اس پریشانی میں ایک دن میں ابوقتادہ کے احاطے کی
 دیوار پر چڑھ گیا۔ جن سے مجھ سے بہت ہی محبت اور راہ درسم تھی۔ اور احاطے میں
 ابوقتادہ کو دیکھ کے سلام کیا۔ مگر خدا کی قسم انھوں نے سلام کا جواب نہیں دیا میں نے
 قسم دلا کے پوچھا بتاؤ میں خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہوں یا نہیں؟ اس کا بھی جواب
 دلا۔ میں نے پھر قسم دلائی اور پھر جواب نہ دار۔ آخر میں نے تیسری دفعہ قسم دلائی تو
 وہ بولے ”اس کو خدا اور رسول ہی جان سکتے ہیں کہ تم خدا اور رسول کو دوست رکھتے ہو
 یا نہیں“ سن کے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اٹھ کے چلا آیا۔
 دوسرے دن میں بازار میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شامی بنیا جو غلہ
 وغیرہ بیچنے کو لایا تھا لوگوں سے میرا پتہ پوچھ رہا ہو۔ لوگوں نے اشارے سے بتلوا
 اور اُس نے میرے پاس آ کے ایک خط میرے ہاتھ میں دیا۔ پڑھا جو ہوں تو فرماؤ
 آل غسان کا خط ہو۔ اور مضمون یہ ہے کہ ہم نے سنا تمہارے صاحب (سر دار)

تم پر ظلم کیا۔ مگر تم کوئی ذلیل شخص نہیں ہو۔ ہمارے پاس چلے آؤ۔ یہاں تمھارے ساتھ
 جبرودی کی جائے گی۔ یہ خط پڑھتے ہی میرے پوش اڑ گئے۔ اور میں نے دل میں کہا
 یہ اور آفت ہو اب میں اس درجے کو پہنچ گیا کہ جو لوگ شرک میں مبتلا ہیں وہ
 مجھے اپنی طرف بلا تے ہیں! یہ کہتے ہی میں نے لپک کے وہ خط ایک تیزو میں
 ڈال دیا۔

الفرض ہم تینوں آدمیوں کو اسی حالت میں چالیس دن گزر گئے۔
 چالیسویں دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا ایک شخص میرے پاس آیا
 اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنی بیوی سے بھی علیحدہ ہو جاؤ
 میں نے پوچھا کیا طلاق دے دوں؟ کہا طلاق نہیں مگر ملو جلونہیں! اور اس کے
 پاس نہ جاؤ! اور ایسا ہی حکم اسی دن میرے اُن ہم گناہوں کے پاس بھی پہنچا میں نے
 فوراً اپنی بیوی سے کہا تم اب اپنے بیکے چلی جاؤ۔ دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ اب میں بالکل
 یکہ و تنہا تھا۔

ہم تین دن میں ہلال بن امیہ بالکل بوڑھے تھے۔ اُن کی بیوی رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑی گئیں۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ہلال بالکل
 بوڑھے ہیں کوئی خادم پاس نہیں ہے۔ کیا میں اُن کا کوئی کام بھی نہ کروں؟
 آپ نے فرمایا: نہیں یہاں طلب نہیں ہے۔ صرف اُن سے علیحدہ رہو۔ ہلال کی بیوی
 نے کہا ان کی تو یہ حالت ہو رہی ہے کہ جب سے آپ ناراض ہیں سو اُٹھنے کے
 کوئی کام بھی نہیں۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ اُن کی آنکھیں نہ جاتی رہیں۔

یہ سن کے میری ایک بیوی نے کہا تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت
 حاصل کر لو کہ میں تمھاری خدمت کیا کروں۔ میں نے کہا نہیں۔ میں جوان ہوں
 اور آپ کو اس کا حق نہیں پاتا۔ اور خدا جانے پوچھوں تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کیا فرمائیں۔ الغرض میں نے ایسی درخواست پیش کرنے سے قسطنطنیہ
انکار کر دیا۔ اور اس واقعے کو بھی دس دن گزر گئے۔ اب ہمیں معتبوب ہوئے
پورے پچاس دن ہوئے تھے۔ اور میری یہ حالت تھی کہ اپنے ایک مکان کی
چھت پر ایک نیچے میں پڑا رہتا تھا پچاسین صبح کو اسی نیچے میں فجر کی نماز پڑھ کے بیٹھا
تھا کہ دیکھا ایک شخص ایک ٹیلے پر چڑھا ہوا اور پکارا ہوا کہ کعب بن مالک
تھیں بشارت ہوا! یہ صدائیں سننے ہی میں سجے میں گر پڑا۔

اور واقعہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھتے ہی اٹھا کر
ظاہر فرمایا کہ خدا نے ہم لوگوں کی توبہ قبول کی۔ لوگ ہمیں بشارت دینے کو دوڑے۔
ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کے میری طرف دوڑا مگر اس سے پہلے ہی مجھے اُس
شخص کی آواز نے مطلع کر دیا جس نے ٹیلے پر چڑھ کے اپنی صدا بلند کی تھی۔ اور
اگرچہ میرے پاس سو اُن کپڑوں کے جو پہنے ہوئے تھا اور کوئی جوڑا نہ تھا
خوشی کے جوش میں اُس بشارت دینے والے کو جب میرے پاس آیا تو اپنے
کپڑے اُتار کے دے دیئے پھر کسی اور سے ایک جوڑا مانگ کے پہنا اور بارگاہ
رسالت میں حاضر ہوا۔ طلحہ بن عبید اللہ نے اُن کے میرا استقبال کیا۔ اور جب
میں نے آنحضرت کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا تمھیں بشارت ہو۔ اس لیے کہ جب
سے تم پیدا ہوئے ہو آج تک ایسا خوشی کا دن تمھیں نصیب ہوا ہو گا۔ اس کے بعد
سواخیہ کی تھوڑی زمین کے میں نے اپنی تمام جائیداد خدا کی راہ میں دے دی۔ اور
چونکہ راستبازی کے ثمرے میں یہ برکت حاصل ہوئی تھی لہذا اہم کیا کہ اب کبھی
زندگی بھر جھوٹ نہ بولوں گا۔

اس موقع پر ان بزرگ صحابیوں کی توبہ قبول ہونے میں جو آیتیں نازل
ہوئیں وہ یہاں سے شروع ہوئی ہیں لہذا اب اللہ علی البنی والہما جو میں

والا نصار الذین اتبعوه فی ساعۃ العسرة من بعد ما کان ترینف قلوب فربق منهم ثم
تاب علیہم انہم روف رحیم وعلی الثلثة الذین خلفوا آلہ (اللہ نے توبہ قبول کی بنی کی اور
مجاہدین و انصار کی جھنوں نے دشواری کے وقت اُس بنی کا ساتھ دیا۔ بعد اس کے کہ ان میں سے ایک
گروہ کے دلوں میں غرابی تھی۔ پھر اللہ نے اُن کی توبہ قبول کی وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ان تین لوگوں
کی بھی توبہ قبول کی جو پیچھے رہ گئے تھے)

عسا کہ صابہ کی ترتیب جب ثنیتہ الوداع سے چلنے کا وقت آیا تو آپ نے لشکر اسلام کو
ترتیب دیا۔ سب سے بڑا علم ابو بکر صدیق کو عطا ہوا۔ اور سب سے بڑی بیرق زبیر
بن عوام کو مرحمت کی گئی۔ پھر انصار میں سے بنی آدس کا نشان اسید بن حنیر کو اور بنی
معوذہ کا نشان جہاٹ بن منذر کو ملا۔ اور اسی طرح تمام قبائل عرب اور جماعت ملے
انصار کے جدا جدا نشان معوذہ لوگوں کے ہاتھوں میں دیئے گئے۔ اور اسی وقت
اندازہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ علم اسلام کے نیچے کل تیس ہزار جان بزان توجیدین
اور اُن کا شمار جن میں دس ہزار سوار ہیں۔ اور باقی پیدل غزوہ تبوک کے لشکر کی
تعداد میں اکثر راوی مختلف ہیں بعض چالیس ہزار بتاتے ہیں اور بعض ستر ہزار
مگر صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ کل میں ہزار کی جماعت تھی

تو قوم خود کے آثار یہاں سے کوچ کرنے کے بعد آپ منازل سفر طے کرتے اور مختلف وادیوں
میں پڑاؤ ڈالتے ہوئے مقام حجر میں پہنچے۔ جہاں قدیم الایام میں قوم نمودا باو تھی
اور یہی وہ جگہ تھی جہاں اس تباہ شدہ قوم پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا۔ اُن کی
آپ کا غضب لہی کی اس یادگار عظمت و شوکت اور غضب لہی کے آثار اس وقت تک
سے ڈرنا نمایاں تھے۔ جن کو دیکھ کے آپ کو عبرت معلوم ہوئی
اور خدا کا جلال ایسی نمایاں شان سے نظر آیا کہ تمام لوگوں کو حکم دے دیا

یہاں کا نہ پانی پیو نہ اُس سے وضو کرو۔ اور اگر آنا وانا گونہ لیا ہو تو اُسے بھی پھینک دو یا اونٹوں کو کھلا دو۔ اور نہ یہاں کی کوئی چیز کھاؤ۔ اور یہ بھی خیال رکھو کہ کوئی شخص بغیر کسی اور کو ساتھ لیے ہوئے تنہا باہر نہ جائے۔ کل جان نثاران رسالت نے آپ کی نافرمانی کے نتائج اس حکم کی تعمیل کی مگر اتفاقاً وہ شخص تنہا لشکر گاہ سے باہر چلے گئے تھے۔ ایک تو حاجت ضروری کے لیے گیا تھا اور دوسرا اپنے اونٹ کی تلاش میں مگر اس نافرمانی کی وہ دونوں کو سزا مل گئی۔ پہلا تو مجنون ہو گیا۔ اور دوسرے کو ہوا کے تیز جھونکے ڈھکیل ڈھکیل کے بنی طوکی سرزمین میں ڈال آئے۔ لیکن مجنون کو تو خدا نے آپ کی دعا کی برکت سے شفا دی۔ اور دوسرے کو جب آپ مدینہ میں واپس جاسے تو بنی طوکی نے آپ کی خدمت میں بھیج دیا۔

آپ کی دعا سے پانی برشا یہاں کا پانی استعمال کرنے سے لوگ روک دیے گئے تو یہ خرابی پیدا ہوئی کہ فوج میں پانی کا قحط ہو گیا۔ اور ہر شخص پریشانی میں مبتلا تھا کہ آپ نے دعا کی اور ناگمان خدا کی مہربانی سے ابرگھر آیا۔ مینو برسنے لگا اور بنے ایک اور بچہ ہوت۔ ضرورت کے موافق پانی بھر لیا۔ اسی سفر میں کسی مقام پر آپ سے ایک یہ سجدہ بھی ظاہر ہوا کہ آپ کا شتر مبارک کھو گیا اور آپ نے یہ فرما کے کہ مجھے حرف انہیں باتوں کی خبر ہوتی ہے جن کی خبر مجھے اللہ جل شانہ دے دیتا ہے بتا دیا کہ اونٹ فلان دای اور فلان گھاٹی میں ہے۔ اور اس کی مٹا ایک درخت میں اٹکی ہوئی ہے۔

ابوذر کی بھانجاری اس سفر میں آپ کا ممول تھا کہ جس کسی کے رہ جانے کا حال سنتے فرماتے اگر اس میں کوئی نیکی ہے تو اللہ اُسے پہنچا دے گا۔ اتفاقاً راستے میں ایک مقام پر ابوذر غفاری کا اونٹ اڑ گیا۔ اور ایسا ڈر کہ ہزار بڑھاتے ہیں نہیں بڑھتا لوگوں نے یہ واقعہ آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے وہی جملہ جو سب کی نسبت کہتے تھے ابوذر کی نسبت بھی فرما دیا۔ اور آگے بڑھ گئے۔

ابو تور نے جب دیکھا کہ لشکر نکل گیا اور زمین ہاجا تاہوں تو اونٹ کا کجا وہ اتار کے اپنی پیٹھی پر لادا۔ اونٹ کو دوہن چھوڑ دیا۔ اور پا پیا وہ چل کھڑے ہوئے۔ جب لشکر اسلام میں پہنچے تو آپ دیکھ کے بہت خوش ہوئے۔ اور ان کے حق میں چند پیشین گوئی بیان کیں۔ جو پوری ہوئیں۔

آپ کا اردو تبوک میں | اب آپ منازل سفر طوکر کے تبوک میں پہنچ گئے۔ لیکن مگر دشمن کا پتہ نہ تھا | نہ کوئی ردی فوج مقابلہ کو آئی۔ اور نہ نصیرانی قبیلہ غسان نے مزاحمت کا ارادہ کیا۔ اب یا تو اس کا یہ سبب تھا کہ لشکر ~~میں~~ کے آپہنچنے کی خبر بھی غلط تھی جو آپ کو دہینے میں پہنچی تھی کہ رومیوں اور عرب تنصرہ کا ایک آہم سفر یکا نہیں ہوا | بہت بڑا لشکر فوراً سلام پر خاک ڈالنے کے لیے آمادہ ہوا۔ ہم آپ کا آنا بیشک نہیں ہوا۔ اس لیے کہ آپ کے نزول اجلال فرماتے ہی مختلف سرحدی قبائل عرب مجھے حاضر ہو ہو کے اطاعت قبول کرنی فرمیں گی۔ چنانچہ ابلہ کے فرمان رواہ حنا بن ربیعہ نے آکے جزیہ ادا کیا۔ اور وعدہ کیا کہ ہر سال ادا کرتا رہے گا۔ یوحنا بن ربیعہ نے علاوہ اطاعت قبول کرنے کے ایک سفید خمر آپ کی خدمت میں لا کے نذر کیا۔ جس کے معاوضہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی ایک چادر محبت فرمائی۔ اہل ابلہ کے جزیے کی مجموعی تعداد تین سو دینار تھی اسی طرح اہل ادرج نے بھی دربار نبوت میں حاضر ہو کے ایک سو دینار جزیہ ادا کیا۔ اور ہمیشہ رجب کے مہینے میں ادا کرتے رہنے کا وعدہ کیا۔ اہل جربا نے بھی جزیہ دینا قبول کیا۔ اور اہل مقنا نے وعدہ کیا کہ اپنی پیداوار کا چوتھائی حصہ ادا کیا کو سن گے۔

اس موقع پر آپ نے ان تمام سرداروں اور قبائل کو جنہوں نے جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا اور اطاعت قبول کی تھی فرمان کے طریقے سے ایک

عہ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ عہ ابن ہشام صفحہ ۹۰۲ عہ البیہ القبریہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۱ عہ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۷

آپ کی تحریر یوحنا بن روتہ ایک تحریر بھی لکھ دی تھی چنانچہ یوحنا بن روتہ کو جو تحریر دی
 حاکم ابلہ کے نام لکھی اُس کی عبارت یہ ہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - ہذا امنۃ
 من اللہ و محمد البنی رسول اللہ لیمینہ بن روتہ و اہل ابلہ سفنہم و سیارتم فی البر و البحر
 لم فوتہ اللہ و محمد البنی و من کان مہم من اہل الشام و اہل الیمین و اہل البحر فمن
 احدث منہم حدیثاً فانه لا یحول مالہ و دون نفسه و ان طیب لمن اخذہ من الناس فانه
 لا یحل ان یمینو ما یردونہ ولا طریقاً یریدونہ من برا و بحر

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ”یہ امان نامہ جو اللہ اور نبی محمد کی طرف سے جو اللہ کے
 پیغمبر ہیں یوحنا بن روتہ اور اہل ابلہ کے لیے۔ اُن کی کشتیاں اور ان کے سافز جب
 خشکی اور دریا میں گزرین تو اللہ اور نبی محمد کی ذمہ داری میں ہیں۔ اور وہ
 شامی یا یمنی یا قرب دریا کے رہنے والے جو ان کے ہمراہ ہوں وہ بھی۔ لیکن
 اُن میں سے جو کوئی بد عہدی کرے اس کی جان تو بچے گی مگر اس کا مال
 واپس نہیں مل سکتا۔ اور جو کوئی شخص اُس کا مال چھین لے اس کے لئے طلال
 و جائزہ ہے۔ یہ بھی نہیں جائز ہے کہ وہ لوگ کسی تالاب پر اترنے اور پانی لینے سے
 یا کسی راہ میں گزرنے سے روکے جائیں۔ عام اس سے کہ وہ راستہ خشکی کا ہو
 یا سمندر کا۔“

آپ کی تحریر اہل اندلس جو تحریر اہل آذرباج اور جربا کو عطا کی گئی اُس کی عبارت
 و جربا کے نام حسب ذیل تھی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہذا کتاب محمد البنی لآل
 آذرباج و جربا انہم اسنون بآمان اللہ و آمان محمد و ان علیہم مائتہ و نیار فی کل حرب
 و اقیتہ طیبۃ و اللہ کفیل بالنصع و الاحسان الی السلین جس کا ترجمہ یہ ہے کہ
 یہ نبی محمد کی تحریر اہل آذرباج و جربا کے نام ہے وہ اللہ اور محمد کی امان میں ہیں۔ اور ان کے ذمے ہے کہ

ہر وجہ کے جیسے جن پورے اور جائز طریقے سے حاصل کیے ہوئے ویناراد کیا کریں اور انہیں نصرت
 احسان کے ساتھ مسلمانوں کا کفیل ہو۔

الغرض دس دن سے زیادہ آپ تبوک میں ٹھہرے رہے۔ اور بجائے اس کے
 کہ صحابہ کو کسی لشکر سے مقابلہ کرنے کی رحمت اٹھانی پڑے یونہی ہر طرف اسلام کا
 رعب پڑ گیا۔ اکثر نے تو اطاعت اسلام قبول کر لی۔ اور جو سرکشی پر آمادہ تھے انہیں
 بھی سوا اس کے کچھ نہ بنی کہ ادھر ادھر جہان موقع ملا بھاگ گئے۔

خالد بن ولید کا قلعہ دومتہ الجندل پر یہاں سے قریب ہی علاقہ دومتہ الجندل کا زبردست
 روانہ ہونا

طرت تھا۔ اور وہاں کا حکمران اکیدر نام ایک زبردست شخص تھا جو خاندان بنی
 آل کنذہ میں سے تھا۔ اور نہ بنی مدینہ عیسوی کا پابند تھا۔ اس نامی سردار کا
 قرب وجوار کے قبائل پر بڑا اثر تھا۔ اور بغیر اس کے ملیع کیجے ان سرحدی علاقوں
 میں دین اسلام کی وقعت نہیں قائم ہو سکتی تھی۔ لہذا آپ نے خالد بن ولید کو
 اور حضرت رسالت کے وعدے کے

مطابق وہاں کے حاکم کو یہ آسانی کرنا

مقابلے پر روانہ کیا۔ اور روانہ کرتے وقت فرمایا
 تم اسے بیلوں کے شکار میں مشغول پاؤ گے۔ خالد فرمان رسالت پاتے ہی
 بوش و خروش سے چل کھڑے ہوئے۔ ایک رات کو چاندنی کھلی ہوئی تھی کہ
 قریب جا پہنچے۔ اور قلعہ مازن سانسے نظر آنے لگا۔ کیا دیکھتے ہیں اکیدر اور اسکی
 بیوی قلعہ کی چھت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ایک بیل نیچے کھڑا اپنے سینگوں سے
 دروازے پر ٹکریں مار رہا جو۔ اکیدر کی بیوی نے یہ دیکھ کے تعجب سے کہا بھلا یہ تاشا

کبھی اور بھی نظر آیا تھا کہ شکار خود آ کے دروازے پر دستک دے؟ ” اکیدر نے کہا ” کبھی نہیں “ یہ کہتے ہی قلعے سے اتر کے گھوڑے پر سوار ہوا۔ چند عزیرون کو ساتھ لیا اور باہر نکل کے اس بیل کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ تھوڑی ہی دور آیا ہو گا کہ جماعت صحابہ سے مقابلہ ہوا۔

خالد کا حلقہ داذن اپنا اکیدر کو تو خود مقابلہ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مگر اس کا بھائی حسان گھوڑا بڑھاکے آگے آیا۔ اور مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ حسان کے گرتے ہی تمام ہری بھاگے۔ اور اکیدر خالد کے ہاتھ میں گرفتار تھا۔ حسان جس قبا کو پہنے ہوئے مارا گیا تھا وہ اس قدر قیمتی اور خوش نامھی کہ خالد نے اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ صحابہ اس کے دامنوں کو ہاتھ میں لے لے کے دیکھتے تھے اور حیرت کرتے تھے آنحضرت سب کو تحریک کے فرمایا تم اسے دیکھ کر تعجب کیا کرتے ہو؟ سید بن جادہ کو جنت میں جو رومال ملے ہیں وہ اس سے اچھے ہیں۔

اکیدر کو گرفتار کر لینے کے بعد خالد قلعہ داذن پر حملہ کرنے کے لیے بڑھے۔ مگر اُن کے ہونچنے سے پیشتر ہی اکیدر کے دوسرے بھائی مصاد نے دروازے بند کر لئے تھے۔ اکیدر نے یہ دیکھ کے خالد سے کہا ” بہتر یہ ہو گا کہ جس قدر مال و جائیداد پر مناسب معلوم ہو آپ ہم سے صلح کر لیجے۔ انھیں مجھے سیرے بھائی کو اور صلح کے ساتھ قلعہ کا خزانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلیے۔ اُنھیں جو مناسب معلوم ہو گا حکم دیں گے۔ “ خالد نے یہ صورت پسند کی۔ اور دو ہزار اونٹ آٹھ سو گھوڑے چار سو زہین۔ اور چار سو نیزے لے کے اہل قلعہ کو امان دے دی۔ فوراً قلعہ داذن کے پھاٹک کھل گئے۔ اور خالد موعودہ چیزیں وصول کر کے دونوں بھائیوں اکیدر اور مصاد کو لیے ہوئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن

دونوں سے ادا سے خراج کا وعدہ لے کے جان بخشی کی اور ایک تحریر لکھائی
 ہو کہ میں دشمنوں کا کافی انتہار کرنے کے بعد آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا
 کہ رومیوں کے مقابلے کے لیے اور آگے بڑھیں یا مدینہ طیبہ کی طرف واپس روانہ
 ہوں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر خدا نے آگے بڑھنے کا حکم دیا ہے تو
 بلا تامل تشریف لے چلیے۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے خدا کا حکم مل چکا ہوتا تو میں تم سے
 مشورہ نہ کرتا۔ تب صحابہؓ نے اپنی یہ رائے ظاہر کی کہ رومیوں کی فوج بہت
 صحابہ کے مشورے سے آپ کی داپسی زیادہ ہے۔ اور جس سرزمین میں اب داخل ہونا ہے
 وہاں کوئی خدا پرست کلمہ گو نہیں۔ یہاں اتنے دنوں قیام کرنے سے تمام نصرانی
 قبائل پر ہمارا رعب پڑ گیا ہے اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اس رعب کو خفیت
 خیال کر کے اس سال ہم واپس چلے چلیں۔ اس رائے کو آپ نے پسند کیا۔
 اور عساکر اسلام دار النبوۃ مدینہ کی طرف واپس روانہ ہوئے۔

راستے میں تھوڑی سی دور آگے بڑھ کے وادی المشقق نام ایک وادی میں
 ایک چشمہ تھا جس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی رسا کرتا تھا۔ اور ایک یادو آدمیوں سے
 آپ کے بھڑے سے ایک شک زیادہ کے لیے کافی نہ ہو سکتا تھا۔ آپ نے سب لوگوں کو
 چشمے کا بسیرہ ہو جانا منع فرما دیا کہ جب تک میں وہاں نہ پہنچ لوں کوئی
 شخص اس میں سے پانی نہ لے۔ چند منافقین نے اس حکم نبوی کا پاس دلجانا نہ کیا
 سب سے آگے بڑھ کے وہاں جا پہنچے۔ اور جتنا پانی ملا لے کے پی گئے۔ جب
 آپ وہاں پہنچے اور لوگوں سے ان کی اس نافرمانی کا حال سنا تو ان کو لعنت
 ملامت کی ان کے حق میں ہر دعا کی۔ پھر اتر کے اپنا ہاتھ سوتے کے نیچے رکھ دیا
 اور درگاہ رب العزت میں ہر گت کی دعا کی۔ یا تو وہ سوتا بہت آہستہ آہستہ

رس رہا تھا یا آپ کے دعا فرماتے ہی اُس مین سے پانی کی دھار جاری ہو گئی۔ اور اتنا پانی مل گیا کہ سارے لشکر کی ضرورت پوری ہو گئی۔ اور سب نے آپ کا یہ روشن معجزہ دیکھ کے اور بخوبی سیراب ہو کے آگے کوچ کیا

باب سی و دوم

منافقوں کا استیصال اور عام اہل عرب کا رجحان اسلام کی طرف
 مدینے کے قریب ذی اذان مین آپ کا ورود۔ شہد حضرت اے کے بانی۔ اور اُس مسجد کا
 انعام۔ عروہ بن مسعود کا ایمان لانا۔ اور تبلیغ دین کرتے ہوئے شہید ہونا۔ عروہ کے بیٹوں کا
 ایمان لانا اور اُن آپ کی شفقت آپ سے پہنچنے کی طرف سے اُن کی تعریف کی حاضری و بار نبوت مین اور
 اس کا سبب۔ سفیر اور حضرت صدیق کے ذریعے سے یہ قردہ آپ تک پہنچنا۔ جو۔
 اُن کے ساتھ آپ کا اخلاق۔ اُن کی عجیب و غریب غریبین۔ اُن کا ایمان لانا۔ وہ
 حجر جو اُن لوگوں کو دی گئی۔ ابوسفیان اور میرولات کی صورت توڑنے کو مداند ہوتے
 ہیں۔ ابوسفیان کی کرداری تنبیہ کے ہاتھ سے لات کی صورت ٹوٹنا۔ مسئلہ عمان۔ آس کی
 صورت۔ مختلف جماعت ہسے دکھلا کا حاضر خدمت ہونا۔ وفد بنی اسد۔ وفد اہل بللی
 وفد اہل ہیرا۔ وفد بنی بکار۔ وفد بنی فزارہ۔ وفد ثعلبہ۔ وفد سعد بن بکر۔ وفد بنی کنانہ
 حثلت۔ آس زمانے کے مختلف فرمان رواں اہل یمن۔ آج سب کی سفارت بارگاہ نبوت
 مین۔ جو لوگ ان کو دین کی تعلیم دینے کے لیے بھیجے گئے۔ تو سمجھ۔ آپ کی نمائندگی مین
 ابو بکر صدیقؓ کی کعبہ کراتے ہیں۔ حضرت علیؓ سورۃ برات سنانے کے لیے جلتے ہیں۔
 قرآن و مرد کو برہنہ کی حالت۔ قرضیت زکوٰۃ۔ مقام ام کلثوم بنت رسول اللہؐ کا
 انتقال۔ سب سے بڑے منافق عبد اللہ بن ابی بن اسلول کا مرنا۔ تنہا شخص کی وفات

مدینہ کے قریب ذی اداں میں آپ کا درود | چند روز کی رہ نوردی کے بعد آپ مدینہ کے قریب
 پہنچے۔ اور مقام ذی اداں میں فروکش ہو گئے۔ جہاں سے مدینہ ایک گھنٹہ
 کی راہ پر تھا۔ غرض وہ تبوک پر جاتے وقت چند منافقین نے جن کے نفاق کا حال
 آپ کو نہیں معلوم تھا حاضر خدمت ہو کے عرض کیا تھا کہ ”مارسول اللہ ہم نے
 مسجد مزار کے اِن | ایک مسجد بنائی ہے تاکہ بیماری ضرورت ہارش سردی اور
 کسی معذوری سے اگر لوگ آپ کی مسجد میں نہ حاضر ہو سکیں تو اُسی میں نماز
 ادا کر لیں۔ آپ ایک دفعہ چل کے ہمیں اس میں نماز پڑھا دیجئے“ آپ نے
 فرمایا اب اس وقت تو میں سفر پر جا رہا ہوں۔ اور وہاں چلنے کا موقع نہیں ہے لیکن
 میری واپسی کے وقت اگر کو گئے تو انشاء اللہ چل کے نماز پڑھاؤں گا۔ واپسی میں
 آپ ذی اداں میں ٹھہرے ہی تھے کہ اُن لوگوں نے آکے پھر تقاضا کیا۔ اللہ
 جل شانہ اُن کی بدعتی اور اُن کے نفاق سے واقف تھا۔ فوراً یہ آیت نازل
 ہوئی کہ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرَارًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْكَافِرِينَ لِيُحْجِزُوا بَيْنَهُمْ
 نے ضرر پہنچانے کفر ظاہر کرنے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے ایک مسجد اختیار کر لی جب یہ آیت
 نازل ہوئی تو آپ کو معلوم ہوا کہ منافقین نے یہ مسجد صرف اس نیت سے بنائی
 ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کو توڑ دیں۔ فوراً مالک بن وحشم اور عتبی بن عدسی کو
 اور اس مسجد کا اندام | بلا کے حکم دیا کہ جا کے اُس مسجد کو منہدم کر دو اور اُس میں آگ
 لگا دو۔ اِن دونوں فرمان بردار صحابیوں نے بلا حذر حکم نبوت کی تعمیل کی۔ اور
 وہ تفرقہ اندازی کا گھر جلا کے ڈھا دیا۔ وہ مسجد تو اُسی وقت سٹ گئی۔ مگر تاریخ
 اسلام میں منافقین کی ذلیل فتنہ انگیزیان یاد دلانے کے لیے آج تک مسجد مزار
 کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

عروہ بن مسعود کا ایمان لانا | اسی سال غزوہ تبوک سے پیشتر بلکہ اُس وقت جب کہ آپ طائف سے مدینے کو واپس آئے تھے عروہ بن مسعود ثقفی نے جو بنی ثقیف اور طائف والوں میں نہایت معزز حیثیت رکھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کے دین اسلام قبول کیا تھا۔ اور عرض کیا تھا کہ اس دین توحید کو میں واپس جلا کے اپنی قوم کے سامنے بھی پیش کروں گا۔ آپ نے فرمایا تھا۔ ”وہ تمہیں مار ڈالیں گے۔“ عروہ نے کہا تھا ”وہ لوگ مجھے بہت عزیز رکھتے ہیں اور اُن سے مجھے ایسی امید نہیں ہے۔“ آپ یہ جواب سُن کے خاموش ہو رہے تھے مگر اُن کی یہ پیمبرانہ پیشین گوئی بے پوری ہوئے نہ رہ سکتی تھی۔ عروہ نے اپنے وطن شہر طائف میں داخل ہوتے ہی یہ کیا کہ ایک اونچی چھت پر چڑھ گئے۔ اور پکار کے کلہ شہادت پڑھا۔ اور سب سے کہا ”تم بھی اس سچے دین کو قبول کرو۔“ اُن کی یہ آواز بنی ثقیف کو ایسی ناگوار ہوئی کہ چاروں طرف سے تیر بربٹنے لگے اور تبلیغ دین کرتے ہوئے شہید ہوا۔ | اور ایک تیرا یا پاڑا کہ انہیں زندگی سے یاس ہو گئی کسی نے خون بہا کی نسبت اُن کی رائے دریافت کی تو کہنا یہ خد لانے مجھے ایک بزدلی دی ہے۔ اور شرف شہادت عطا فرمایا ہے۔ مجھ میں بھی وہ تمام باتیں ہیں۔ جو اُن لوگوں میں تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے اور شہید ہوئے تھے۔ لہذا مجھے دفن بھی اُنہیں کے پاس کرنا۔ اُن کی اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ اور آج تک شہدائے طائف کے جوار میں آرام فرما رہے ہیں عروہ کے عودہ کے بیٹوں کا ایمان لانا | بعد اُن کے بیٹے ابو طلحہ اور قارب بن اسود نام اُن اور اُن پر آپ کی شفقت کے چچا زاد بھائی اپنی قوم سے ناراض ہو کے اور ہمیشہ کے لیے عزیزوں کو چھوڑ کے مدینے میں چلے آئے۔ اور ایمان قبول کیا

آپ نے اُن کو بے یار و مددگار دیکھ کے فرمایا۔ جس کو کہو تمھارا دوست اور مشکفل قرار دے دوں۔ جواب دیا "ہیں امداد رسول کی کفالت بہت ہے۔" تاہم آپ نے اُن کا منشا در یافت کر کے ابوسفیان بن حرب کو جن سے اُن سے نانہالی قرابت تھی اُن کا مشکفل بنا دیا۔

آپ مدینہ میں تشریف لائے | اب ماہ مبارک رمضان میں آپ غزوہ تبوک سے واپس آکے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ اور یہ برکت و فضیلت کا ہمینہ ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ اہل طائف یعنی بنی ثقیف کے معزز سرداروں نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کے اطاعت اسلام قبول کی۔ اور ان کے آنے کا یہ سبب ہوا کہ بنی ثقیف کے سردار عبد یلیل بن عمرو اور عمرو بن امیہ نام ایک نامی سردار عرب میں باہم عداوت تھی اب جو یکایک یہ حالت نظر آئی کہ طائف کے گرد کے تمام قبائل نے دین اسلام قبول کر لیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع فرمان ہو گئے تو عمرو بن امیہ ایک دن چپکے سے آکے عبد یلیل سے ملا اور کہا "آپ ہیں ایسی شواہدوں سے سابقہ پڑا ہوں کہ اس گذشتہ مخالفت کو چھوڑ دینا چاہئے۔ اس شخص (رسول اللہ صلم) کو دیکھتے ہو کہ تمام اہل عرب اُس پر ایمان لے آئے۔ اور ہمارے مخالفوں کا اتنا بڑا گروہ تیار ہو گیا ہے کہ ہم میں مقاومت کی طاقت نہیں ہے۔" اور ہر توان دونوں سرداروں میں یہ گفتگو ہوئی۔ اور ہر قبیلہ ثقیف کے دیگر ارکان نے باہم مل کے کہا اب تو بڑی خرابی کا سامنا ہے۔ ہمیں کسی جگہ امان نہیں مل سکتی۔ اور ہم میں سے جو شخص باہر نکلتا ہے سرداران بنی ثقیف کی ماضی گویا اپنی قوم سے ہمیشہ کے لیے چھوٹ جاتا ہے۔ مناسب دبا رنوت میں لاوارس کا سبب یہ ہے کہ کسی شخص کو اپنا وکیل بنا کے اس شخص کے پاس روانہ کریں۔ اور اپنے لیے امن و امان حاصل کریں۔" یہ اسے قرار پا جانے کے بعد سردار قوم عبد یلیل کے سامنے پیش کی گئی۔ اور خواہش کی گئی کہ وہی

قوم کا دکیل بن کے دربار رسالت میں حاضر ہو۔ یہ خیال تو اس کے دل میں پہلے ہی پیدا ہو چکا تھا۔ مگر ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو یہ لوگ آخر میں دغا گرین اور میری بھی وہی حالت ہو جو حورہ بن مسعود کی ہوئی لہذا اسی اندیشے کے مٹانے کے لیے بولائیں جانے کو تو تیار ہوں مگر اکیلا نہ جاؤں گا۔ اس شرط سے جاتا ہوں کہ لکئی اور معزز آدمی بھی میرے ہمراہ کر دو۔ یہ درخواست قوم ثقیف نے منظور کی۔ اور تین ثقیفی شخص اور دو ایسے آدمی جو بنی ثقیف کے حلیف تھے اُس کے ہمراہ کیے گئے اس طرح عبد یالیل ملا کے چھ آدمیوں کا ایک وفد یا ڈپوٹیشن حضرت سر دکائنات سے ملنے کے لیے مدینہ کو روانہ ہوا۔

غیرہ اور حضرت صدیق کے ذریعے یہ لوگ مدینہ کے قریب پہونچ کے مقام قناتہ میں اترے۔ یہ فردہ آپ تک پہونچتا ہے۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سواری کے جانور چرائی کے لیے رہا کرتے تھے۔ اور صحابہ باری باری چراتے اور ان کی نگرانی کرتے تھے۔ جس وقت بنی ثقیف کا یہ ڈپوٹیشن پہونچا ہے، مغیرہ بن شعبہ اس خدمت کو لے لیا۔ دے رہے تھے۔ ان لوگوں کو دیکھا اور ان کا ارادہ معلوم ہوا تو مغیرہ ایسے خوش ہوئے کہ جانوروں کو انہیں تازہ وارد ہماؤن کے سپرد کر دیا۔ اور خود خوش غمری اُٹھانے کے لیے مسجد نبوی کی طرف دوڑے۔ مگر ابھی بارگاہ نبوت میں نہیں داخل ہونے پائے تھے کہ ابو بکر صدیق سے ملاقات ہوئی۔ مغیرہ سے ضبط نہ ہو سکا ساری سرگزشت اُن سے بیان کر دی۔ بنی ثقیف اور طائف والوں کا اطاعت اسلام قبول کرنے کے لیے آنا اتنا بڑا اہم معاملہ اور ایسا مقدس کامیابی تھا کہ ابو بکر صدیق نے مغیرہ کو قسم دلائی کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ جاؤ یہ میں سے چرگاہ کو پلٹ جاؤ۔ اور اجازت دو کہ یہ فردہ تمہارے عوض میں جا کے آپ کی خدمت میں عرض کر دوں۔ مغیرہ نے اجازت دی ابو بکر صدیق نے

آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کیا کہ ”بنی ثقیف کے دھلا حاضر ہوئے ہیں اور چند غریبوں کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔“ اور منیرہؓ واپس جا کے ان لوگوں سے ملے۔ انھیں بتایا کہ کن آداب سے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوں ان کے ساتھ آپ کا اخلاق اور آپ کو کیونکر سلام کریں۔ مگر انھوں نے نہ مانا۔ اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اسی طرح اور انھیں الفاظ میں سلام کیا جن کا جاہلیت میں رواج تھا۔ آپ نے اس کا کچھ خیال نہ کیا۔ ان کی بڑی قدر و منزلت کی مسجد نبوی کے کونے میں ان کے لیے ایک خیمہ کھڑا کر دیا جس میں وہ ٹھہرائے گئے۔ ابو خالد بن سعید بن عاص کی وساطت سے آپ میں ان میں تمام امور کا تصفیہ ہوا۔ اور خالد ہی نے وہ تحریر لکھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کو مرمت ہوئی تھی۔ تاہم ان لوگوں کو ابھی تک یہاں کی کسی بات کا اعتبار نہ تھا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں کھانا بھیجتے تو جب تک خالد بن سعید اس میں سے کچھ چکھ نہ لیتے نہ کھاتے تھے۔

ان کی طرف سے جو شرطیں پیش ہوئیں عجیب و غریب اور حیرت سے ان کی عجیب و غریب شرطیں خالی نہ تھیں۔ پہلے عرض کیا ”ہمارے بُت لات کو تین سال تک رہنے دیجئے۔ پھر اس کے بعد آپ چاہیے گا تو منہدم کرادیجئے گا۔“ ظاہر ہے کہ ایسی شرط کو ایک خدا پرست پیغمبر جو مرنے کی تیاری کر رہا تھا کیا کر سکتا تھا۔ قطعاً انکار کیا گیا۔ انھوں نے کہا ”اچھا دو ہی سال سہی۔“ ارشاد ہوا ”نہیں“ بولے تو پھر ایک ہی برس کے لیے اس کو رہنے دیجئے۔ فرمایا ہرگز نہیں۔ آخر کم کرتے کرتے انھوں نے ایک مہینے کی اجازت مانگی اور آپ نے اسے بھی مانسطور کیا۔

اس بارے میں جب ان لوگوں کو قطعی مایوسی ہو گئی تو بولے ”اچھا

یہ نہیں تو ہماری دوا اور باتیں قبول فرمائیے۔ ایک کو یہ کہ ہمارے بت لات کی مورت خود ہمارے ہاتھ سے نہ ٹٹو دائی جائے۔ اور دوسرے یہ کہ ہم لوگ نماز سے معاف کر دیے جائیں۔ آپ نے فرمایا تمہاری پہلی بات کو تو میں منظر کر لیں گا تم نہیں تو نہ سہی۔ ابو سفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ یہاں سے جا کے توڑ ڈالیں گے۔ باقی رہا نماز کا معاف کرنا یہ غیر ممکن ہو۔ جس دین میں نماز نہیں اُس میں کوئی خوبی نہیں۔“

اُن کا ایمان لانا | آخر کفر و بت پرستی کے ان تمام جذبات کو اللہ جل شانہ نے اُن کے دل سے دور کیا۔ نور نبوت کی کرنوں نے اُن کے سینے روشن کیے۔ اور انھوں نے بخوشی خاطر توحید و اسلام کو قبول کیا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن ابی عاص کو جو انھیں میں سے تھے۔ اور سب سے کمسن تھے اُن پر سردار مقرر کیا۔ اس لیے کہ انہیں علم دین حاصل کرنے اور قرآن مجید کی تعلیم پانے کا بہت شوق تھا۔ رخصت کرنے وقت آپ نے عثمان بن ابی عاص کو نصیحت کی کہ ”دیکھو نماز کی پابندی کرنا۔ اور خیال رکھنا کہ تم میں بڑے چھوٹے ضعیف و ناتوان سب ہی طرح کے لوگ ہیں کسی کے حقوق نہ تلف ہونے پائیں۔“

وہ تہجد ان لوگوں کو ہی گئی | جو تہجد ان لوگوں کو لکھ کے دی گئی تھی اُس کی عبارت یہ ہے۔ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں محمد البنی الی المؤمنین ان عشاء و وج و سیدہ فاطمہ من و ہدیٰ یفعل شیباً من ذلک فانہ یجلد و تنزع ثیابہ فانہ یؤخذ فیبلغ بہ البنی محمد اوان ہذا امر البنی محمد رسول اللہ و کتب خالد بن سیدہ بامر الرسول محمد بن محمد اللہ فلا یعدہ احد فیظلم نفسه فیا امر بہ محمد رسول اللہ“ جس کا ترجمہ یہ ہوا کہ (نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمام مسلمانوں کے نام۔ فقہ (شہر طائف) کے غارہ اور نخوت اور فکاری چالور و ن پر کوئی دست درازی نہ کرے۔ جو کوئی اس حکم کے خلاف حل کرنا جو اٹھے اُسے کوڑے مارے جائیں اور اُس کے

کہتے بھی چھین لیے جائیں۔ اگر اس پر بھی باز نہ آئے تو گرفتار کر کے بغیر محمد کے پاس روانہ کیا جائے۔
 اور یہ فرمان ہو بنی محمد رسول خدا کا۔ خالد بن سجدہ نے محمد بن عبد اللہ کے حکم سے کہا۔ لہذا کوئی اس کے خلاف
 نہ کرے۔ اس لیے کہ ایسے جرم کا ارتکاب حکم محمد رسول اللہ کی خلاف ورزی کر کے خود اپنے نفس پر ظلم کرے گا
 یہ تحریر حاصل کر کے جب وہ لوگ طائف کو واپس چلے تو ان کے ساتھ ہی
 لات کی صورت توڑنے کے لیے ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ بھی روانہ ہوئے
 ابوسفیان اور مغیرہ لات کی صورت | لیکن یہ خدمت ایسی نازک تھی کہ اس کے بجالانے میں
 توڑنے کو روانہ ہوتے ہیں | دونوں کو خطرہ نظر آتا تھا۔ اس لیے کہ لات بنی ثقیف
 کا بت تھا۔ ساری قوم اس وقت تک اس کی پرستش کر رہی تھی۔ اور طائف میں بہت
 کم تھے جو دین اسلام قبول کر چکے ہوں۔ طائف میں داخل ہو کے مغیرہ نے
 ابوسفیان کی زوری | چاہا کہ ابوسفیان کو آگے بڑھائیں۔ اور انہیں کے ہاتھ سے وہ
 بت توڑا جائے ابوسفیان نے کہا یہاں تمہاری قوم کے لوگ موجود ہیں۔ لہذا
 تمہارا ہی کام ہے کہ ان سے جا کے ملو اور خدا پرستی کا امتحان دو مجبوراً مغیرہ نے ان کی
 قوم کے لوگ چاروں طرف سے گھیر کے کھڑے ہو گئے کہ عروہ بن مسعود کی طرح کسی
 تیر یا پھر کا نشانہ نہ بنیں اور انہوں نے ایک لوسہ کی سلاخ ہاتھ میں لے کے
 بہت کو توڑنا شروع کیا۔ اس موقع پر بنی ثقیف نے پورے تحمل سے کام لیا۔ مگر ان کی
 مغیرہ کے ہاتھ سے لات کی صورت کا ٹوٹنا | عورتیں برہنہ سر روتی پتی ہوئی آئیں۔ اور نظم میں
 مغیرہ کو گالیوں دیں۔ مغیرہ نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ اور تھوڑی دیر میں
 لات کو توڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اس بت کو مشرکین نے بہت کچھ قیمتی زیور
 چھڑا رکھا تھا۔ گلے میں ہار پڑے ہوئے تھے۔ ان سب چیزوں کو مغیرہ نے اپنے قبضے
 میں کر کے ابوسفیان کے پاس بھیج دیا۔ اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا کہ جو سریا۔ لات کی صورت سے ملے اُس سے ابوبلیح کو ان کے

مرحوم و شہید والد عروہ کا خون بہا دلوا یا جائے۔ اور باقی ماندہ رقم سے عروہ اور اُن کے سگے بھائی اسود کا قرض ادا کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور جو قمر لات کے مندرین ملی تھی بنی ثقیف ہی کو دے دی گئی۔

اسی سال حضرت رسالتؐ کے عروہ ہوگئے سے واپس آجانے کے بعد لہان کا واقعہ پیش آیا۔ لہان کے لغوی معنی تولعت کے ہیں۔ لیکن اس موقع پر اس سے ایک خاص قسم کی لعنت مراد ہے۔ زنا کے لیے شرع اسلام میں رجم کی سزا مقرر تھی۔ مگر بعض ایسی صورتیں پیدا ہو سکتی تھیں کہ اس سزا سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جاسکتا۔ زنا کی شرعی سزا اسی حالت میں دی جاسکتی تھی جب ثبوت کے لیے کافی شہادت موجود ہو۔ مگر بعض موقعوں پر ایسا پیش آ سکتا تھا کہ خود شوہر اپنی زوجہ کو زنا کرتے دیکھ لے یا اُسے اپنی جورو کے زانیہ ہونے کا یقین ہو جائے اور اس کے ہاتھ میں اتنی شہادت نہ ہو کہ حکم شرعی سے فائدہ اٹھا سکے۔ اسی دشواری کے بٹانے کے لیے ایک نئی صورت لہان کی بتائی گئی جس میں شوہر زوجہ دونوں کا قرض ہے کہ حلف کے ساتھ اپنی برأت اور مخالفت کے جھوٹے ہونے کا اقرار کریں۔ مندرجہ ذیل واقعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ لہان کس طرح اور کس طریقے سے کیا جاتا تھا۔

اُس کی صورت | انصاری بن ایک صحابی تھے عویم بن حارث عجلانی۔ انھوں نے ایک مرتبہ کسی طریقے سے دیکھ پایا کہ اُن کی بیوی خولہ بنت قیس انھیں کی برہی کے ایک شخص خربک بن نحر سے زنا کر رہی ہے۔ اس واقعے کو دیکھ کے از خود رفتہ ہو گئے۔ اور حضرت رسالتؐ سے آگے شکایت کی۔ آپ نے اسی دن تیسرے پر کو تینوں شخصوں کو اپنے سامنے بلوایا۔ اور پہلے عویم کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا "دیکھو خدا سے ڈرو۔ اور اپنی بیوی اپنے چچا کی بیٹی پر ہمت نہ لکھاؤ۔"

انھوں نے قسم کھا کے کہا کہ یا رسول اللہ جب میں اپنی آنکھوں سے دونوں کو اس فعل شنیع میں مشغول دیکھ چکا ہوں تو کیونکر صبر کروں؟ میں چار مہینے سے اس عورت کے قریب نہیں گیا اور اسے میرے سوا کسی اور کا حل ہے۔ تب آپؐ خود کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ”دیکھو تم بھی خدا سے ڈرو۔ اور مجھے سچ سچ بتا دو کہ کیا واقعہ؟“ خود نے کہا یا رسول اللہ مجھ پر صرف حمت لگائی جاتی ہے۔ اس کی اصلیت صرف اس قدر ہے کہ عویز کے مزاج میں رقابت و ہدگانی کا مادہ بہت زیادہ ہے۔ مجھے مات کو اکثر دیر تک جگنے اور شریک سے باتیں کرتے دیکھ کے اُن کے دل میں بدگمانی پیدا ہو گئی ہے۔ ورنہ اصل میں میں بری ہوں۔“ اس کے بعد آپؐ نے فریخت سے دریافت کیا۔ انھوں نے بھی خود کے بیان کی تائید کی۔ ان سب کا بیان سن کے آپؐ خاموش ہو رہے۔ اتنے میں اس مشکل کے حل کرنے لیے اللہ جل شانہ نے آیت نعان نازل کی جس کی ابتدا یہ ہے کہ ”والذین یرمون ازواجہم الا تہ“ اب چونکہ عصر کا وقت آگیا تھا لہذا اذان دی گئی۔ اور آپؐ نے صحابہ کے ساتھ نماز ادا کی بعد نماز آپؐ نے ان تینوں آدمیوں کو پھر حاضر کرایا۔ اور جب آئیے تو حکم خداوندی کے مطابق نعان کی کارروائی اس طریقے سے عمل میں آئی کہ پہلے آپؐ نے عویز سے کہا اٹھ کے سامنے کھڑے ہو۔ اور کہتے ہیں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ خود نے زنا کیا۔ اور میں سچ کہتا ہوں۔“ جب عویز نے یہ جملہ کہہ دیا۔ تو آپؐ نے کہلایا میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے فریخت کو اس کے ساتھ زنا کرتے دیکھا۔ اور میں سچ کہتا ہوں۔“ تیسری بار آپؐ نے اُن سے کہلایا میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ میرے سوا کسی اور شخص سے حاملہ ہے۔ اور میں سچ کہتا ہوں۔“ چوتھی بار کہلایا میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں چار مہینے سے اُس کے پاس نہیں گیا۔ اور میں سچ کہتا ہوں۔“ ان مدعیانہ اور اقراری حلفوں کے بعد

پانچویں بار آپ نے اُن سے کھلایا عویر پر (یعنی خود مجھ پر) خدا کی لعنت ہو اگر وہ
 جھوٹ کہتا ہو۔ اتنی کارروائی کے بعد آپ نے عویر کو بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ اور
 خود کو سامنے بلا کے کھڑا کیا۔ اور کھلایا مین خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ میں نے
 زمانہ میں کیا۔ اور عویر جھوٹے ہیں۔ دوسری بار کھلایا مین خدا کو گواہ کر کے کہتی
 ہوں کہ اُنھوں نے شریک کو مجھ سے مشغول زمانہ میں دیکھا اور یہ جھوٹے ہیں۔
 تیسری بار کھلایا مین خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ میں انہیں سے حاملہ ہوں
 اور یہ جھوٹے ہیں۔ چوتھی بار کھلایا مین خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں
 کہ اُنھوں نے مجھے کسی زنا کرتے نہیں دیکھا۔ اور یہ جھوٹے ہیں۔ پھر ان نکاری
 اور تردید حلفوں کے بعد آپ نے پانچویں بار کھلایا اگر عویر سچ کہتے ہوں تو خود پر
 (یعنی مجھ پر) اللہ اپنا غضب نازل کرے۔ بس یہی صورتِ نعمان کی تھی۔ جس کے بعد
 دونوں میان بیویوں میں آپ نے مفارقت کرا دی۔

سُحُہ کے واقعات میں ابھی بہت بڑی چیز باقی رہی کہ اللہ جل شانہ نے
 مختلف جماعت اسے دکھا کا فتح مکہ کے بعد سورۃ فتح نازل فرما کے جو وعدہ کیا تھا کہ آپ
 دین اتنی میں لوگ فوج کے فوج داخل ہوں گے اُس کی حاضر خدمت ہونا

مکمل ہو۔ اگرچہ دین اسلام عرب کے تمام لوگوں کا دین مکہ کے فتح ہوتے ہی
 بننے لگا تھا۔ مگر غزوہ تبوک سے واپس آنے کے بعد لوگوں میں یہ یکایک دین حق
 اختیار کرنے کا ایک جوش پیدا ہو گیا۔ ہر طرف سے اور ہر قبیلہ کی جانب سے
 دکلا اور ڈپوٹیشن آنے اور دین اسلام اختیار کر کے آپ کی اطاعت
 و فرمان برداری قبول کرنے لگے۔ وہ جماعت دکلا جو کسی قوم
 یا آبادی کی طرف سے انگریزی ڈپوٹیشن کھلاتی ہے اور

اور اسی کو عزری بین وفد کہتے ہیں۔ مگر افسوس کہ عربی کا لفظ اردو میں اس قدر بغیر مانوس ہو کہ بہت کم لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ اور ڈپلومیٹیشن کا لفظ ہندوستان میں اس قدر عام ہو کہ قریب قریب ہر جگہ مروج ہو اور ہر جماعت میں بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہو۔

جن وفد کا تذکرہ اوپر آچکا ہے اُن کے علاوہ جو وفد اس سال وفد بنی اسد بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ حسب ذیل ہیں۔ ایک وفد بنی اسد کی طرف سے آپ کی خدمت میں آیا ان لوگوں نے حاضر دربار ہوتے ہی احسان رکھنے کے لیے بین کما ہم آپ کے بلائے بغیر اور قبل اس کے کہ آپ کا کوئی شخص ہمارے پاس آئے خود ہی چلے آئے جس پر یہ آیت نازل ہوئی یمون علیک ان اسلوا انہ، (تجربہ احسان رکھتے ہیں (اعنی) کہ وہ ایمان لے آئے) ایک وفد اہل بلی کی وفد اہل بلی طرف سے آیا۔ جو ماہ ربیع الاول میں وارد مدینہ ہوا تھا۔ دس آدمیوں کا ایک وفد آیا وفد اہل ہزارا جو ہزار تین کھاتا ہوا ایک وفد ہزار کی طرف سے آیا جو لوگ مدینہ میں مقادین وفد بنی بکار آسرو کے ہمارے ہوئے تھے۔ ایک وفد بنی بکار کی طرف سے آیا۔ وفد بنی ہزارہ ایک وفد بنی ہزارہ کی طرف سے جس کے ارکان میں ایک خارجیہ وفد ثعلبہ بن حصن بھی تھے۔ ایک وفد ثعلبہ بن شغذ کی طرف سے اور ایک وفد دند بن سہ بن کبر اسد بن کبر کی جانب سے آیا جس خدمت کو اکیلے ضام بن ثعلبہ نے سرانجام دیا تھا۔ ثعلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کے ایمان لائے۔ دین کی باتیں پوچھیں۔ اور جب واپس چلے گئے تو آنحضرت نے صحابہ کی طرف دیکھ کے فرمایا اُس شخص نے جو کچھ کہا اگرچہ سچ ہو تو اُس کے جنت میں داخل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور ہر آپ نے تو یہ پیشین گوئی کی

آدھر ثعلبہ نے اپنی قوم میں پہنچ کے سب لوگوں کو جمع کیا۔ اور ان کے سامنے
جو گفتگو کی اُس کا پہلا جملہ یہ تھا برے جن لات اور عوامی۔ لوگوں نے روک کے
کہاؤ دیکھو کہ میں ایسا نہ ہو کہ برص جذام باجنوں میں مبتلا ہو جاؤ۔ مشرکین کا اعتقاد تھا کہ
ان تینوں کو جو کوئی برائے ان عوارض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ثعلبہ نے کہا کہ میں
میں پڑے ہوئے ہو۔ یہ بت نہ کسی قسم کا ضرر پہنچا سکتے ہیں اور نہ ان سے کوئی
فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ سو۔ اللہ نے ایک پیغمبر مبعوث کیا ہے۔ اُس پر ایک
کتاب نازل کی ہے۔ تمہیں ان خرابیوں سے بچا لیا جن میں تم مبتلا تھے۔ اور اپنا
سچا دین اسلام غالب و ظاہر کر دیا۔ ثعلبہ کی اس تقریر نے ایسا سبب بنا کر
کیا کہ شام میں ساری قوم مسلمان ہو گئی۔ اور آفتاب غروب ہونے کے بعد
نہ کوئی مشرک مرد باقی تھا نہ کوئی مشرکہ عورت

مگر ان تمام وفود سے زیادہ کامیابی و ترقی اسلام ان وفود اور خطوں سے
وفود میں کی غلبت نظر آتی تھی جو اطراف تین کے فرمان رواؤں اور سلاطین کی
طرف سے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو چکے تھے۔ ہم تاریخ عرب کے بیان میں پہلے
ہن کہ جزیرہ نما سے عرب میں تین وہ ملک ہیں جس نے قدیم الایام بڑی بڑی نمایاں
ترقیات کی تھیں جس کا تمدن مصر کے تمدن کا رقیب اور یونانیوں کی تہذیب سے
بہت پیشتر کا تھا۔ اور جہاں کبھی بڑے بڑے الو العزم تاجداروں نے دولت مند
دفع و نصرت کی شان دکھائی تھی۔ غسان و حیرہ کی سلطنتیں بعد قائم ہوئی
تھیں۔ اور تین ہی وہ ملک تھا جسے جزیرہ نما سے عرب کے اندر ایک پرانا
مہذب و تمدن ملک کہہ سکیں۔ آنحضرتؐ کا آخر پڑنے سے پیشتر انھیں اپنی
شرافت کا اور خاندانی فیضیت پر بھی اس قدر ناز تھا کہ عدنانی یا مصری عربان یعنی

انس اناہیل والون کی اپنے سامنے کھمبے نہ بچتے تھے۔ اور اس میں شک بھی نہیں
 کہ حضرت اسماعیل کی اولاد تو یہود کے خاندان سے حلاقہ رکھتی تھی۔ اصلی عرب
 کے ہانے کے متبع اگر تھے تو یہی یعنی لوگ تھے جو قطان کی اولاد میں سے تھے۔ اور
 جن سے آوس و حمیر کے ایسے نامی گرامی قبائل پیدا ہوئے تھے۔

تین کا زیادہ حصہ ان دونوں ایرانیوں کی سلطنت میں شامل تھا۔ اور ہم
 بیشتر بیان کر چکے ہیں کہ آپ نے جب خسرو پرویز کی خبر مرگ دی تو اس کی تصدیق
 اس دین کے مختلف فرماں برداران میں ہوتے ہی عجمی والی تین نے دین اسلام قبول کر لیا

تھا۔ اب ان مختلف سلاطین و حکام کے ایمان لانے کی باری تھی جو اطراف میں تین
 پھیلے ہوئے تھے۔ اور خواہ دولت ساسانی کی ماتحتی میں یا خود مختاری کے ساتھ

انہی اپنی قلم و پر حکومت کر رہے تھے۔ ان سلاطین کی فہرست جو مورخین عرب
 سے معلوم ہو سکی یہ ہیں حارث بن عبد کلال۔ نعیم بن عبد کلال۔ نعان جو قبیل

نومی رہیں کہلاتا تھا۔ اسمان۔ اور عافز۔ ان میں واقعہ می نے زرتشتی یزید کا
 نام بھی شامل کیا ہے۔ ان سب فرمان روایان میں کی طرف سے مالک بن مرہ

ان سب کی سفارت اگاہ نبوت میں راہروی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
 حاضر ہو کے سب کی تحریریں پیش کیں۔ اور ظاہر کیا کہ ان سب نے توحید بانی

اور دین متین اسلام کو قبول کیا۔ آپ نے ان تحریروں کے جواب میں سب
 کو دعا دی کہ میں ان کی طرف خطاب کر کے ایک بڑا خط تحریر فرمایا جس میں انہیں ان کے فرائض

دینی بتائے۔ اور یہ بھی ہدایت فرمائی کہ مسلم و غیر مسلم کے ساتھ کیا برتاؤ
 کریں۔ اس خط کے علاوہ ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل کو بھی روانہ کیا کہ جبکہ

ان لوگوں کو دین کی تعلیم دیں جن کے ساتھ اور صوبہ بھی گئے تھے تاکہ ان متحرک
 اقوام عرب میں جلدی دین اسلام پھیل سکے۔ یہ دونوں صاحب ایک ہی جگہ

نہیں گئے۔ بلکہ ابوسہمی اشعری نے تو یمن کے ایک حصہ میں جا کے تبلیغ و تعلیم دین شروع کی۔ اور منافقین جبل نے دوسرے حصہ میں جو فخر عدن سے ملا ہوا تھا۔

ابہج کا زمانہ قریب آ گیا تھا۔ اور چونکہ مکہ کی حکومت حضرت سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھی لہذا ضرورت تھی کہ یا تو خود آپ ہی تشریف لے جائے

موسم حج لوگوں کو حج کرائیں یا اپنی طرف سے کسی مستند و قابل اعتبار شخص کو بھیجیں کہ

وہ جا کے قدیم سنت ابراہیمی کا اعادہ کرے کسی مصلحت سے خود آپ تو تشریف نہیں

آپ کی نایابت میں ابوبکر صدیق لے جا سکے لیکن اپنی طرف سے ابوبکر صدیق کو روانہ کیا کہ

حج کجہ کراتے ہیں لوگوں کو حج کرا دیں۔ ابوبکر آپ کی طرف سے ہیں اور خود

اپنی طرف سے پانچ اونٹ قربانی کے لیے لے کے تین سو آدمیوں کے ساتھ چل کھڑے

ہوئے۔ وہ روانہ ہو چکے تھے کہ سورۃ براءت نازل ہوئی جس میں اللہ جل شانہ

نہج کے متعلق جدید ہدایتیں قربانی تھیں۔ اور جاہلیت کی مذموم رسموں اور

شرک کے ناپاک رواجوں کی بے گنی کی گئی تھی۔ اس سورت کے نازل ہوتے ہی

حضرت علی سورۃ براءت آپ نے حضرت علی کو خاص اپنی اومنی پر سوار کر کے روانہ

سانے کے لیے جاتے ہیں فرمایا کہ موسم حج میں لوگوں کو سورۃ براءت سنائیں اور احکام

خداوندی سے مطلع کر دیں۔ ابوبکر مقام ذمی الخلیفہ تک پہنچے تھے کہ حضرت علی

جا پہنچے۔ انھیں دیکھ کے ابوبکر صدیق مدینہ میں واپس آئے۔ اور دریافت کیا

کہ یا رسول اللہ کیا میرے خلاف کوئی آیت نازل نہیں ہوئی؟ ”آپ نے

فرمایا نہیں۔ لیکن ضرور ہے کہ جو شخص میری طرف سے لوگوں کو پیام پہنچا دے وہ

قریبی تعلق رکھتا ہو اور مجھ ہی سے ہو۔ ابوبکر کیا تم اس سے نہیں راضی ہو کہ

خارجہ یمن میرے ساتھ تھے اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہو گے؟“ ابوبکر نے

عرض کیا ہے شک میں راضی ہوں“ اور یہ جواب پا کے حسب فرمان نبوت
 حج کرانے کے لیے پھر مکہ کی راہ لی۔ حاجیان مدینہ سے چلائے۔ اور انہیں کی
 سرداری سے حج ہوا۔ وہی لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ اور انہیں کے حکم سے
 رسوم حج کی تعمیل ہوئی تھی۔ اور ان کے ساتھ ساتھ حضرت علیؑ اپنا یہ فرض پورا کرتے
 تھے کہ سورہ براءت پڑھ پڑھ کے لوگوں کو سناتے تھے۔ اور انہیں نے خاص عید منی
 کے دن عام لوگوں میں پکار دیا کہ اس سال کے بعد کوئی شرک حج نہیں کرنے
 پائے گا۔ اور نہ کوئی شخص اس کا مجاز ہو گا کہ خانہ کعبہ کے گرد برہنہ طواف کرے
 لیکن ہاں جس کسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی خاص معاہدہ
 ہو تو وہ اپنے معاہدے کی مدت تک اپنی رسموں کو اپنے مذاق کے مطابق
 بجالا سکتا ہے۔

اس خدا پرستی کی رسم سے اب مشرکین کا رد کا جانا تو ضروری تھا۔
 زن و مرد کو برہنہ حج کرنے کی مانگ اس لیے کہ کعبہ اور مکہ میں وہ بت اور دیوتا ہی
 نہیں باقی رہے تھے جن کی زیارت اور جن کی پرستش کے لیے
 وہ آیا کرتے تھے۔ مگر اس تہذیب کی بھی بے انتہا ضرورت تھی کہ کوئی مرد اور عورت
 برہنہ نہ طواف کرنے پائے۔ قدیم سے رواج چلا آتا تھا کہ باہر والے حاجی
 صرف انہیں کپڑوں کو پہن کر حج کر سکتے تھے جو انہیں قریش یا ان کے
 قرابت داروں سے ملین۔ بہت سے ایسے لوگ جن کو ان کی مغلسی یا کسی
 اور وجہ سے کپڑے نہ مل سکتے وہ مرد و عورت برہنہ اور ننگے مادر زاد طواف
 کرتے۔ عورتیں خرم گاہ پر ہاتھ رکھ لیتیں۔ زبان سے کئی جاتیں۔
 ایوم یبد و بفضہ دکھ فابدانہ نسلأ حلہ

(آج کے دن چاہے تھوڑا جسم کھل جائے یا سارا جسم۔ اور جس قدر کھل جائے اسے بین حلال نہیں کرتی ہوں۔ یعنی مقاربت کو جائز نہیں سمجھتی ہوں) پھر جو لوگ قریش سے کپڑے لے کے طواف کرتے اُن کا بھی فرض تھا کہ رُج سے فراغت ہو سستی ہی انہیں اتار کے ڈال دیں اور پھر ہاتھ نہ لگائیں۔ اس کا یہ نتیجہ تھا کہ کسی بھی وقت سب کو برہنہ ہو جانا پڑتا۔ اس کے علاوہ بعض ایسے لوگ بھی تھے جو برہنہ طواف کرنے کو موجب ثواب خیال کرتے۔ اور کہتے کہ خدا کے گھر میں اسی شان سے آنا چاہیے جس شان سے کہان کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ ان تمام باتوں کی اس وقت سے ممانعت ہو گئی۔ اور اُس گھڑی سے پھر کبھی یہ بدہنسی نہیں نظر آئی کہ خانہ کعبہ کے گرد کوئی کپڑے اتار کے طواف کر رہا ہو۔ اس حکم سے سب سے بڑا یہ فائدہ ہوا کہ جو قبائل ابھی تک قدیم مذہب شرک پر باقی تھے اُنھوں نے ایک دوسرے سے کہا اب قریش ہی مسلمان ہو چکے تو ہمیں تامل کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہو۔ علی الخصوص جبکہ بت پرستی چھوڑے بغیر ہم کعبہ میں نہیں آ سکتے۔ اور سب مسلمان ہو گئے۔

فرضیت زکوٰۃ | اسی سلسلہ ہجری میں صدقات یعنی زکوٰۃ وغیرہ کی قسم سے جو دینی ٹیکس مسلمانوں کے ذمے حائد کئے گئے ہیں فرض ہوئے۔ اور ان کے وصول کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عامل مختلف قبائل عرب اور بلاد دور دراز میں روانہ فرمائے۔

جناب ام کلثوم بنت رسول اللہ | اسی سال شعبان کے مہینے میں آنحضرت کی تیسری انتقال | صاحبزادی جناب ام کلثوم نے انتقال فرمایا۔

ہنشین حضرت رقیہ کی وفات کے بعد حضرت سرور کائناتؐ نے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں دے دیا تھا۔ اسما بنت عمیس اور صفیہ بنت عبد المطلب نے انہیں نکلا کے کفن پہنایا۔ ابو طلحہ نے قبر میں اتارا۔ حضرت عثمانؓ کو طول و حریم دیکھ کے آپ نے فرمایا اگر میری کوئی تیسری بیٹی موجود ہوتی تو اسے بھی عثمانؓ کے عقد نکاح میں دے دیتا۔ پھر قبر پر بیٹھ کے آپ آبدیدہ ہو گئے اور مٹی ڈلوائی۔

اسی سال منافقون کے سب سے بڑے سردار عبد اللہ بن ابی بن سلول حضرت بڑے منافق عبد اللہ بن ابی بن سلول کاڑھا سے دنیا خالی ہوئی۔ اور آپ کو اس کی شرارتوں سے اور مسلمانان مدینہ کو اس کے فتنوں سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی۔ شوال کے مہینے میں وہ بیمار پڑا تھا جس کے چند روز بعد مر گیا مگر باوجود اس کی سخت فتنہ پردازیوں کے اور اس کے ہاتھ سے ہر موقع پر صدمہ اور تکلیف پہنچنے کے جب اس کے بیٹے عبد اللہ بن عبد اللہ نے آ کے اس کے مرنے کی خبر سنائی تو آپ نے اسے کفن دینے کے لیے اپنا کرتہ اتار دیا۔ جس میں وہ دفن کیا گیا۔ پھر اس کے جنازے کی نماز پڑھانے کے لیے آپ تشریف لے گئے۔ عمر فاروقؓ نے جو ایسے امور میں ہمیشہ سخت ثابت ہوا کرتے تھے بڑھ کے آپ کو روکنا چاہا اور عرض کیا۔ آپ اس کی نماز پڑھائیں گے! حالانکہ فلان موقع پر اس نے یہ کہا تھا۔ اور فلان موقع پر یہ کہا تھا۔ یونین پلے در پلے اس کی فتنہ پردازیوں کو انا شروع کیں۔ آپ نے مسکرا کے فرمایا "سانے سے تو مٹو۔" ۱۱ عمر اس بارے میں مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ اور میں نے یہی صورت اختیار کی کہ اس کے حق میں دعائے مغفرت کروں۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ چاہے اس کے لیے دعائے مغفرت کرو۔ چاہے ذکر و مگر یا ہر کھوکھو کہ ستر بار دعائے مغفرت

کر دنگے تو یہی خدا اُسے نجات نہ دے گا۔ اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر بار سے زیادہ دعا کرنے سے اُس کی نجات ہو جائے گی تو مجھے اس میں بھی تامل نہ ہوتا۔ یہ کہہ کے نماز بننا پڑھائی۔ اور سٹی دینے کے وقت تک کھڑے رہے۔ آپ وہیں کھڑے تھے کہ سورہ برأت کی دو آیتیں نازل ہوئیں۔ جن سے معلوم ہوا کہ آپ کا یہ سان شریف لانا اور ایک منافق کی نماز پڑھانا اللہ جل شانہ کے نزدیک پسندیدہ نہ تھا۔

نجاشی کی وفات | اور اسی سال آپ کو نجاشی مسلمان فرمان روا سے حبشہ کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی۔ جس نے رجب کے مہینے میں اس عالم فانی کو رخصت کیا تھا۔ آپ نے یہیں مدینہ سے اُس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اور اُس کے حق میں دعائے منفعت کی

باب سی و سوم

باقی ماندہ قبائل عرب کی اطاعت

شہرہ سرہ خالد بن ولید - قرآن نبوت نبی بھران کے نام جس میں بہت سے احکام دہی تھے گئے ہیں۔ تین غسانی شخصوں کا حاضر ہو کے ایمان لانا۔ نبی غسان کی سرزانی - وفد نبی عامر - وفد نبی سلمان - وفد نبی ازد - آپ کے حکم سے مرد بن عبد اللہ کا ہا کے شہر جرش کا محاصرہ کرنا۔ اور حکمت علی سے ایک پہاڑ میں اذنین شکست دینا۔ آبل جرش کے سفر دربار نبوت میں۔ آنحضرت غیب کی خبر میٹھے ہیں قرودہ بن سیک کی عافری - قرودہ بن عمرو کا حاضر ہونا۔ آداسی کے پاوش میں رومیوں کے ہاتھ سے ارا جانا۔ وفد زبید - وفد عبد القیس - وفد بن حنیہ اور سبلہ کذاب - اس کا دعویٰ نبوت - آدودہ خط جو آنحضرت کو بھیجا۔ آپ کی طرف

اُس خط کا جواب - وفد بنی کندہ - وفد بنی مغارب - بنی میس دربار - وفد بنی صدف
 وفد بنی خولان - وفد بنی عامر بن صعصعہ جو نوب دیہ کو آیا تھا - عامر بن طفیل اور اید بن
 قیس آپ کی جان لینے کا ارادہ کرتے ہیں - مگر غرض خدا کی قدرت سے ناکام رہتے ہیں -
 اور اپنے اعمال کی سزا پاتے ہیں - وفد بنی طو اور ان کے سردار زید الخیر - حضرت علیؑ نار
 نبوت لے کے مین جاتے ہیں - اس پیرانہ سلطنت کا انتظام - آپ کے والی اطراف میں

اسلام | اب سلسلہ شروع ہوا - جو اسلام کی روز افزون ترقی اور سارے عرب کے
 یکایک خدا پرست بن جانے کا زمانہ ہے - مخالفت اس قدر دب گئی تھی - دشمنوں
 اور آفتاب رسالت پر خاک ڈالنے والوں کی قوت اس قدر ٹوٹ گئی تھی کہ اب
 آپ کو کسی جدید فوج کے روائہ کرنے یا کسی سے مقابلہ کرنے کی بالکل زحمت نہیں
 اٹھانی پڑی - چنانچہ غزوہ تبوک ہی آپ کا پھلانگوہ تھا - اور اس کے بعد کچھ بھی
 آپ کو بنفس نفیس دشمنوں کے مقابلے کے لیے مدینے سے باہر نہیں نکلنا پڑا اس
 سال جو کچھ ہوا اس کو صرف تکمیل دین آئی - قبائل عرب کے حاضر ہو ہو کے
 دین اسلام قبول کرنے - آپ کے وایون اور سیفرون کے مختلف مقامات میں
 جا کے دین اسلام کو رواج دینے - شریعت اسلامیہ کے رواج پذیر ہونے
 اور نئی عربی سلطنت اسلام کے نظم و نسق سے تعلق ہے - اور چونکہ
 اُس وقت عرب میں سنین و تاریخ کے لکھے جانے کا بہت کم رواج تھا لہذا
 اس سال کے اکثر واقعات کی نسبت یہ بتانا کہ کس تاریخ اور کس عینے میں ظہور
 پذیر ہوئے نہایت مشکل بلکہ غیر ممکن ہے -

سریا خالد بن ولید کی طرف | ربیع و جمادی کے مہینوں میں سے کسی مہینے میں آپ نے
 خالد بن ولید کو چار سو جان بازان اسلام کے ساتھ شہر بخران اور اُس کے
 اطراف میں روانہ فرمایا - تاکہ بنی حارث بن کعب میں دین اسلام کی تبلیغ

کرین۔ اور یہ بھی حکم دے دیا کہ اگر وہ اسلام کو نہ قبول کریں تو اُن سے مقابلہ کرنا
 خالد کے جاتے ہی اُن لوگوں نے برحق مذہب توحید کو قبول کر لیا۔ تب خالد
 نے اپنی جانب سے داعیان اسلام کو اطراف و جوار میں بھیجا شروع کیا۔ جہاں
 ہر طرف دین اسلام کے سامنے بغیر کسی قومی مزاحمت کے سر جھکایا جاتا تھا اس
 کامیابی کی خبر جب خالد نے آنحضرت کو کی تو آپ نے لکھا کہ اُن لوگوں کے چند
 صاحب اثر لوگوں کو لے کے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو۔ خالد نے فوراً اس حکم نبوی
 کی تعمیل کی۔ اور بنی حارث کے چند لوگوں کو لے کے مدینہ کی طرف روانہ
 ہوئے۔ جب یہ وکلائے قوم مدینہ میں پہنچے تو آپ نے اُن کی بہت عزت
 کی۔ اور پوچھا جاہلیت میں تم میں کیا بات تھی کہ اپنے دشمنوں پر غالب رہا کرتے
 تھے؟ عرض کیا ہمارا معمول تھا کہ ہمیشہ باہم اتفاق رکھتے تھے۔ اپنے جتنے کو
 کبھی ٹوٹنے نہ دیتے تھے۔ اور کبھی کسی پر خود اپنی طرف سے چھبر کے زیا دتی
 نہ کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: سچ کہتے ہو؟ پھر یہ لوگ آپ کے دست مبارک
 پر ایمان لائے۔ اور آپ نے ان میں سے قیس بن حصین کو سردار مقرر فرما
 کے واپس روانہ کیا۔ ذی قعدہ میں یہ لوگ اپنے وطن واپس گئے تھے
 جس کے چند ہی روز بعد آپ نے انصار بنی نجار میں سے عمرو بن خرم کو روانہ
 فرمایا کہ ان میں جا کے رہیں اور انہیں فقہ اسلام کی تعلیم دیں۔ جب وہ پہنچے
 تو انہیں آپ نے ایک خط لکھ کے بھیجا جس میں بہت سی دینداری اور
 فرمان نبوت نبی بزرگان کے نام میں بہت
 احکام دینی بتائے گئے ہیں
 خط کو چونکہ فقہاء نے مستند خیال کیا ہے۔ اور
 اس سے بہت سے مسائل دینی معلوم کیے ہیں لہذا ہم اس کا ترجمہ درج
 کیے دیتے ہیں۔ بہ ظاہر تو یہ خط مسلمانانِ بزرگان کو لکھا گیا تھا مگر اُس کا اصلی

اُس خط کا جواب - وفد بنی کندہ - وفد بنی عارب - بنی عیس ورامہ - وفد بنی صدف
وفد بنی خولان - وفد بنی عامر بن سمعدہ جو فوج دیے کو آیا تھا - عامر بن طفیل اور اریہ بن
قیس آپ کی جان لینے کا ارادہ کرتے ہیں - مگر غرض خدا کی قدرت سے ناکام رہتے ہیں -
اور اپنے اعمال کی سزا پاتے ہیں - وفد بنی طوار اُن کے سردار زید الخیر - حضرت علیؑ نار
نبوت لے کے مین جاتے ہیں - اُس پیرانہ سلطنت کا انتظام - آپ کے والی اطراف میں

سال ۱۱۰۰ اب سلسلہ شروع ہوا - جو اسلام کی روز افزون ترقی اور سامے عرب کے
یکایک خدا پرست بن جانے کا زمانہ ہے - مخالفت اس قدر دب گئی تھی - دشمنوں
اور آفتاب رسالت پر خاک ڈالنے والوں کی قوت اس قدر ٹوٹ گئی تھی کہ اب
آپ کو کسی بدید فوج کے روائہ کرنے یا کسی سے مقابلہ کرنے کی بالکل زحمت نہیں
اٹھانی پڑی - چنانچہ غزوہ تبوک ہی آپ کا پھلانگوہ تھا - اور اس کے بعد کچھ بھی
آپ کو بنفس نفیس دشمنوں کے مقابلے کے لیے مدینے سے باہر نہیں نکلنا پڑا اس
سال جو کچھ ہوا اس کو صرف تکمیل دین آئی - قبائل عرب کے حاضر ہو کر
دین اسلام قبول کرنے - آپ کے وایون اور سیفرون کے مختلف مقامات میں
جا کے دین اسلام کو رواج دینے - شریعت اسلامیہ کے رواج پذیر ہونے
اور نئی عزنی سلطنت اسلام کے نظم و نسق سے تعلق ہے - اور چونکہ
اُس وقت عرب میں سنین و تاریخ کے لکھے جانے کا بہت کم رواج تھا لہذا
اس سال کے اکثر واقعات کی نسبت یہ بتانا کہ کس تاریخ اور کس عینے میں ظہور
پذیر ہوئے نہایت مشکل بلکہ غیر ممکن ہے -

سریہ خالد بن ولید کی طرف | ربیع و جمادی کے مہینوں میں سے کسی مہینے میں آپ نے
خالد بن ولید کو چار سو جان بازان اسلام کے ساتھ شہر بخران اور اُس کے
اطراف میں روانہ فرمایا - تاکہ بنی حارث بن کعب میں دین اسلام کی تبلیغ

کرین۔ اور یہی حکم دے دیا کہ اگر وہ اسلام کو نہ قبول کریں تو ان سے مقابلہ کرنا
 خالد کے جاتے ہی ان لوگوں نے برحق مذہب توحید کو قبول کر لیا۔ تب خالد
 نے اپنی جانب سے داعیان اسلام کو اطراف و جوار میں بھیجا شروع کیا۔ جہاں
 ہر طرف دین اسلام کے سامنے بغیر کسی قومی مزاحمت کے سر جھکایا جاتا تھا اس
 کامیابی کی خبر جب خالد نے آنحضرت کو کی تو آپ نے لکھا کہ ان لوگوں کے چند
 صاحب اثر لوگوں کو لے کے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو۔ خالد نے فوراً اس حکم نبوی
 کی تعمیل کی۔ اور بنی حارث کے چند لوگوں کو لے کے مدینہ کی طرف روانہ
 ہوئے۔ جب یہ دکھائے تو مہینے میں پہنچے تو آپ نے ان کی بہت عزت
 کی۔ اور پوچھا جاہلیت میں تم میں کیا بات تھی کہ اپنے دشمنوں پر غالب رہا کرتے
 تھے؟ عرض کیا ہمارا معمول تھا کہ ہمیشہ باہم اتفاق رکھتے تھے۔ اپنے جتنے کو
 اکٹھے ٹوٹنے نہ دیتے تھے۔ اور کبھی کسی پر خود اپنی طرف سے پھیر کے زیادتی
 نہ کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: سچ کہتے ہو۔ پھر یہ لوگ آپ کے دست مبارک
 پر ایمان لائے۔ اور آپ نے ان میں سے قیس بن حصین کو سردار مقرر فرما
 کے واپس روانہ کیا۔ ذی قعدہ میں یہ لوگ اپنے وطن واپس گئے تھے
 جس کے چند ہی روز بعد آپ نے انصار بنی تمیم سے عمرو بن خرم کو روانہ
 فرمایا کہ ان میں جا کے رہیں اور انہیں نقد اسلام کی تعلیم دیں۔ جب وہ پہنچے
 تو انہیں آپ نے ایک خط لکھ کے بھیجا جس میں بہت سی دینداری اور
 فرمان ہوتی تھیں ان کے نام میں ہیں

حقیقت اسلام کی باتیں تم پر فرمائیں۔ اس
 حکام دینی تھے گئے ہیں

خط کو چونکہ فقہانے مستند خیال کیا ہو۔ اور
 اس سے بہت سے مسائل دینی معلوم کیے ہیں لہذا ہم اس کا ترجمہ درج
 کیے دیتے ہیں۔ یہ ظاہر تو یہ خط مسلمانانِ حیران کو دکھایا تھا مگر اس کا اصلی

اُس خط کا جواب - وفد بنی کندہ - وفد بنی عارب - بنی عیس دربار - وفد بنی مدائن
وفد بنی خولان - وفد بنی عامر بن مسمد جو فریب دیے کو آیا تھا - عامر بن طفیل اور اربہ بن
قیس آپ کی جان لینے کا ارادہ کرتے ہیں - مگر محض خدا کی قدرت سے ناکام رہتے ہیں -
اور اپنے اعمال کی سزا پاتے ہیں - وفد بنی ملو اور اُن کے سردار زید الخیر - حضرت علیؑ نار
نبوت لے کے مین جاتے ہیں - اُس پیرائے سلطنت کا انتظام - آپ کے والی اطراف میں

اب سلسلہ شروع ہوا - جو اسلام کی روز افزون ترقی اور سامعے عرب کے
یکایک خدا پرست بن جانے کا زمانہ ہے - مخالفت اس قدر دب گئی تھی - دشمنوں
اور آفتاب رسالت پر خاک ڈالنے والوں کی قوت اس قدر ٹوٹ گئی تھی کہ اب
آپ کو کسی بے بدید فوج کے روائہ کرنے یا کسی سے مقابلہ کرنے کی بالکل زحمت نہیں
اٹھانی پڑی - چنانچہ غزوہ تبوک ہی آپ کا پھلغا غزوہ تھا - اور اس کے بعد کچھ بھی
آپ کو بخش نفیس دشمنوں کے مقابلے کے لیے مدینے سے باہر نہیں نکلنا پڑا - اس
سال جو کچھ ہوا اس کو صرف تکیل دین آئی - قبائل عرب کے حاضر ہو ہو کے
دین اسلام قبول کرنے - آپ کے دالیون اور سیفرون کے مختلف مقامات میں
جا کے دین اسلام کو رواج دینے - شریعت اسلامیہ کے رواج پذیر ہونے
اور نئی عربی سلطنت اسلام کے نظم و نسق سے تعلق ہے - اور چونکہ
اُس وقت عرب میں سنین و تاریخ کے لکھے جانے کا بہت کم رواج تھا لہذا
اس سال کے اکثر واقعات کی نسبت یہ بتانا کہ کس تاریخ اور کس عیسے میں ظہور
پذیر ہوئے نہایت مشکل بلکہ غیر ممکن ہے -

سید خالد بن ولیدؓ رجب و جمادی کے مہینوں میں سے کسی عیسے میں آپ نے
خالد بن ولیدؓ کو چار سو جان بازان اسلام کے ساتھ شہر بخران اور اُس کے
اطراف میں روانہ فرمایا - تاکہ بنی حارث بن کعب میں دین اسلام کی تبلیغ

کرین۔ اور یہ بھی حکم دے دیا کہ اگر وہ اسلام کو نہ قبول کریں تو ان سے مقابلہ کرنا
خالہ کے جاتے ہی ان لوگوں نے برحق مذہب توحید کو قبول کر لیا۔ تب خالد
نے اپنی جانب سے داعیان اسلام کو اطراف و جوار میں بھیجا شروع کیا۔ جہاں
ہر طرف دین اسلام کے سامنے بغیر کسی قومی مزاحمت کے سر جھکایا جاتا تھا اس
کا میابی کی خبر جب خالد نے آنحضرت کو کی تو آپ نے لکھا کہ ان لوگوں کے چند
صاحب اثر لوگوں کو لے کے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو۔ خالد نے فوراً اس حکم نبوی
کی تعمیل کی۔ اور نبی حارث کے چند لوگوں کو لے کے مدینہ کی طرف روانہ
ہوئے۔ جب یہ وکلائے قوم مدینہ میں پہنچے تو آپ نے ان کی بہت عزت
کی۔ اور پوچھا جاہلیت میں تم میں کیا بات تھی کہ اپنے دشمنوں پر غالب رہا کرتے
تھے؟ عرض کیا ہمارا معمول تھا کہ ہمیشہ باہم اتفاق رکھتے تھے۔ اپنے جتنے کو
کبھی ٹوٹنے نہ دیتے تھے۔ اور کبھی کسی پر خود اپنی طرف سے چھڑکے نہ دیتی
نہ کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: سچ کہتے ہو؟ پھر یہ لوگ آپ کے دست مبارک
پر ایمان لائے۔ اور آپ نے ان میں سے قیس بن حصین کو سردار مقرر فرما
کے واپس روانہ کیا۔ ذی قعدہ میں یہ لوگ اپنے وطن واپس گئے تھے
جس کے چند ہی روز بعد آپ نے انصار بنی نجاہ میں سے عمرو بن خرم کو روانہ
فرمایا کہ ان میں جا کے رہیں اور انہیں فقہ اسلام کی تعلیم دیں۔ جب وہ پہنچے لیے
تو انہیں آپ نے ایک خط لکھ کے بھیجا جس میں بہت سی دینداری اور
فرائض نبویؐ کے نام جس میں بہت
حقیقت اسلام کی باتیں تحریر فرمائی ہیں۔ اس
خط کو چونکہ فقہاء نے مستند خیال کیا ہے۔ اور
احکام دینی بنائے گئے ہیں
اس سے بہت سے مسائل دینی معلوم کیے ہیں لہذا ہم اس کا ترجمہ درج
کیے دیتے ہیں۔ یہ ظاہر تو یہ خط مسلمانانِ حجاز کو لکھا گیا تھا مگر اس کا اسلی

خطاب تمام مسلمانوں کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از جانب خدا اور رسول خدا۔ اے ایمان لانے والو! ان مراتب کو پورا کرو جو بطور ایک ہدایت نامے کے محمد نبی نے عمر کو بن تحرم کو مبین بھیجتے وقت دیے۔ انہیں حکم دیا کہ اپنے تمام معاملات میں خدا سے ڈرتے رہیں اس لیے کہ اللہ انہیں لوگوں کے ساتھ جو گناہوں سے بچتے اور نیکی کرتے ہیں۔ اور انہیں حکم دیا کہ جو جس سے لین حق مجھ کے لین۔ جیسا انہیں خدا نے حکم دیا ہے۔ لوگوں کو بھلائی کی بشارت دیں۔ اچھے کام کرنے کا حکم کریں۔ لوگوں کو قرآن سکھائیں۔ اور اس بات سے منع کریں کہ بغیر طہارت کے کوئی قرآن کو نہ چھوئے۔ لوگوں کو بتا دیں کہ ان کے لیے کیسے کیسے ثواب اور کیسے کیسے عذاب ہیں ارحم میں لوگوں پر نرمی کریں۔ اور جسے ظلم کرتے دیکھیں اس پر سختی کریں۔ اس لیے کہ اللہ نے ظلم کو حرام کیا اُس سے منع کیا۔ اور فرماتا ہے اللعنة اللہ علی الظالمین (آگاہ دجھاؤ کہ ظالموں پر لعنت ہے) لوگوں کو جنت کی بشارت دیں۔ اور بتائیں کہ کن اعمال سے جنت ملتی ہے۔ دوزخ سے ڈرائیں۔ اور ظاہر کر دیں کہ کن افعال کا نتیجہ دوزخ ہے۔ لوگوں کی تالیف کرتے رہیں جب تک کہ انہیں شریعت اسلام میں بصیرت حاصل ہو جائے۔ انہیں آداب حج اُسکے رسوم منون اور فرائض کی تعلیم دیں۔ اور بتائیں کہ حج اکبر اور حج اصغر یعنی عمرے کے متعلق خدا نے کن کن باتوں کا حکم دیا ہے۔ اس بات سے لوگوں کو منع کریں کہ صرف ایک چھوٹا سا کپڑا اوڑھ یا پن کے کوئی ناز نہ پڑھے۔ اُسے وسیع اور اتنا ہونا چاہیے کہ دونوں آنکھیں اچھی طرح کندھوں پر ٹھہر سکیں۔ لوگوں کو ایک ہی کپڑے میں احتیاط کر کے

عہد جاہلیت میں جو نہ شہرت کے مدد میں مقرر تھے۔ اور برہنہ بہت زیادہ محبوب نہیں خیال کی جاتی تھی لہذا اکثر لوگوں کا رسول تھا کہ تخت یا زار کو کھول لیتے اور اسے ایک علف کی طرح کر اور گھسنوں میں بانٹ دیتے اس طرح بیٹھ جاتے کہ یہ کچھ باطل کھلا رہتا۔ اسی کو احتیاط کہتے تھے۔ اور چونکہ اس میں برہنہ ہوتی تھی لہذا آپ نے اس سے منع فرمایا۔

بیٹھنے اور شرگاہ کھول دینے سے بھی روکیں۔ اس بات کی مانگت کریں کہ لوگ
پیشانی کے بال کٹوائیں اور پٹ سر کے بال بڑھائیں۔ قبائل میں جس وقت
جوش و خروش ہو ان کو جاہلیت کی گواہی اور دیگر قبائل کو اپنی مدد پر بلانے سے
روکیں۔ اب ان کی ساری فریاد و توجہ صرف خدا سے وحدہ لا شریک لہ کی جانب
ہونی چاہئے۔ اور جو شخص خدا کی طرف نہ رجوع کرے اور عرب کے قبیلوں اور
یہان کی جماعتوں کو جمع کرنا چاہے اس کی توجہ تلوار کے زور سے خدا کی طرف
پھیر دیں۔ اور جب تک وہ خدا کی طرف نہ توجہ ہو اپنی تلوار نہ روکیں۔ لوگوں
کو وضو کرنے کا حکم دین جس کی شان یہ ہے کہ چہرہ اور ہاتھوں کو کنیون تک
اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھوئیں اور سروں پر مسح کریں۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ
نے انھیں حکم دیا ہے۔ اور انہیں حکم دین کہ نماز کو اوقات معینہ پر ادا کریں رکوع و
سجود کو پوری طرح بجالائیں نماز صبح منہ اندھیرے۔ نذر اول وقت آفتاب کے
سمت الہ اس سے جتنے ہی عصر اس وقت جب آفتاب زمین کی طرف سے
منہ پھیر چکا ہو مغرب رات کے شروع ہوتے ہی۔ تارے نکلنے سے پیشتر۔ اور
عشا اول شب میں ادا کریں۔ اور جمعہ کو جیسے ہی نماز جمعہ کی اذان ہو مسجد کی طرف
دوڑیں۔ اور وہاں آنے سے پیشتر غسل کریں۔ اور انہیں یہ بھی حکم دیا گیا کہ مال
غنیست میں سے پانچواں حصہ جو اللہ کے لیے ہے وصول کریں۔ اور نیز رقم صدقہ
جن کا ادا کرنا مسلمانوں پر فرض ہے وہ بھی وصول کرتے رہیں۔ جن کی تفصیل
یہ ہے کھیتی اور باغات سے جن کا ادا کرنا مسلمانوں پر فرض ہے وہ بھی وصول
کرتے رہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے کھیتی اور باغات سے جن میں نہروں یا بارش
سے پانی پہنچتا ہو پیداوار کا دسواں حصہ۔ اور جن زمینوں میں ڈول سے
پانی پہنچایا جاتا ہو دسویں حصہ کا آدھا یعنی بیسواں حصہ۔ جن لوگوں کے پاس

موشی ہوں اُن سے اگر اونٹ رکھتے ہوں تو ہر دس اونٹ پیچھے دو بکریاں اور ہر بیس اونٹ پیچھے چار بکریاں اگر گائے بیل رکھتے ہوں تو ہر چالیس راس پیچھے ایک گائے یا بیل۔ اور ہر بیس راس پیچھے ایک تین سال کا نہ یا مادہ گائے کا بچہ۔ اگر چھڑ بکریاں رکھتے ہوں تو ہر چالیس راس پیچھے ایک بکری۔ صدقے کے بارے میں یہ اللہ کا فرض ہے جس کا بجالانا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔ اور جو اس سے زیادہ دے وہ اس کے حق میں اور بہتر ہے۔ یہود و نصاریٰ میں سے جو کوئی خلوص دل سے ایمان لائے اور اسلام قبول کرے اس کا شمار بھی مومنین میں ہے۔ اور اُس کے بھی وہی حقوق و فرائض ہیں جو اور مسلمانوں کے ہیں۔ اور جو اپنے دین یہودیت و نصرانیت پر قائم رہے وہ زبردستی اپنے مذہب سے پھیرا نہ جائے۔ مگر ان اُسے جزیہ ادا کرنا ہو گا۔ جس کی تعداد یہ ہے کہ ہر بالغ مرد و عورت عام اس سے کہ آزاد ہو یا غلام پورا ایک دینار یا اس کے عوض میں ایک پڑے سالانہ ادا کرتا رہے۔ جو کوئی اُن میں سے یہ رقم ادا کر دے وہ اللہ اور رسول اللہ کی ذمہ داری و کفالت میں ہے اور جو نہ ادا کرے وہ خدا اور رسول اور تمام مومنین کا دشمن سمجھا جائے گا۔ اللہ محمد پر اپنی رحمت اور برکتیں نازل کرے۔

تین غسانی شخصوں کا ماضی ہو کے اسی سال ماہ مبارک رمضان کی دسویں تاریخ نبی غسان کے تین شخص کشش نبوت سے دربارِ پیمبری میں حاضر

ایمان لانا

ہوئے اور دین اسلام قبول کیا۔ بیان سے واپس جا کے ان لوگوں نے اپنی قوم والوں کو دین اسلام کی طرف مدعو کرنا شروع کیا۔ مگر نبی غسان ایسے سیاہ دل نبی غسان کی تنہائی تھے کہ کسی طرح سے نہ مانا۔ بلکہ اُن نے ان لوگوں کی دشمنی پر آمادہ ہو گئے۔ ان سرشاران بادہ توحید نے یہ رنگ دیکھا تو اپنے مسلمان ہونے کو بھی چھپا ڈالا۔ اور نہایت نموشی کے ساتھ عروج کو کب اسلام کا انتظار کرنے لگے

و شخصوں نے تو اسی انتظار میں سفر آخرت کیا۔ مگر ایک صاحب ہنوز زندہ تھے کہ خالد بن ولید کی شمشیر خراشگاہ نے ارض شام کو علم اسلام کے سایہ میں لے لیا۔ اور اُن بزرگ نے ابو عبیدہ بن الجراح پہ سالار عساکر خلافت کی خدمت میں حاضر ہو کے تجدید اسلام کا شرف حاصل کیا۔ اسی مہینے میں دفن بنی عامر اپنی عامر کے دل و دیون نے بھی حاضر ہو کے دین اسلام قبول کیا۔ مسلمان شریع کی تعلیم پائی۔ مشہور صحابی جناب ابی سے تلاوت قرآن کو سیکھا اور واپس گئے۔ پھر شوال کے مہینے میں قبیلہ مسلمان کے سات شرفا جن پر حبیب دفن بنی مسلمان نام ایک صاحب سردار تھے حاضر ہو کے ایمان لائے۔

فرانض کو سیکھا اور واپس گئے۔

دفن بنی ازد | اسی و سوین سال ہجرت میں قبیلہ ازد کے چند لوگ جن کا شمار اس سے زیادہ تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کے مسلمان ہوئے۔ آپ نے انھیں دین توحید میں داخل کیا۔ اور انھیں مین کے ایک بزرگ کو جن کا نام صد بن عبد اللہ تھا اُن پر سردار مقرر کر کے حکم دیا کہ جاؤ اور مشرکین پر جہاد کرو۔ یہ فرمان رسالت پاتے ہی یہ لوگ نہایت جوش و خروش کے ساتھ واپس گئے اور جاتے ہی آپ کے حکم سے مرد بن عبد اللہ کا جا کے شہر جرش کا محاصرہ کر لیا جس میں بعض مہینے قبائل آباد تھے۔ جرش والوں پر ان جان بازان اسلام کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اپنے شہر میں محصور ہو کے بیٹھ رہے۔ ایک مہینہ بھر کے محاصرے کے بعد صد بن عبد اللہ نے مجبوراً شہر کا محاصرہ چھوڑ دیا اور قریب اور حرکت علی سے ایک پناہ میں گئے ایک پناہ میں مشہور تھا۔ جرش والے سمجھے کہ قہر و شکست کھا کے انھیں شکست دینا

بھاگے ہیں اسی خیال سے اپنی فوج لے کے مقابلے کو نکلے۔ ضرر دین بعد ازاں نے
 حریفوں کو جیسے ہی آتے دیکھا اُن پر پلٹ پڑے۔ اور جسے پایا تیرخ کرنا شروع کر دیا۔
 جرش والوں نے محصور ہونے کے زلمے میں اپنے دو سفیر بارگاہ نبوت میں بھیجے
 اہل جرش کے سفیر بارنوت میں تھے۔ اور منظر تھے کہ دیکھیں حضرت رسالت ان کے
 ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں۔ مگر اس کارروائی کو ضرر دین عبد اللہ سے مخفی رکھا تھا
 اتفاقاً اسی روز جس دن کوہ کشر کے دامن میں اہل جرش پر ضرر اور اُن کے
 ہمراہی جان نشانہ ان نے سخت حملہ کیا تھا حضرت رسالت نے ان دونوں
 آنحضرت غیب کی خبر دیتے ہیں سفیروں سے پوچھا شکر خدا کی کس سرزمین پر ہے؟ ان لوگوں
 نے کہا ہمارے علاقہ میں ایک پہاڑ البتہ ہے جو کشر کہلاتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کشر
 نہیں بلکہ شکر ہے۔ اور اس وقت وہاں خدا کی قربانیاں ذبح ہو رہی ہیں۔ اس جگہ کا
 مطلب وہ لوگ تو کیا سمجھتے مگر حضرت ابوبکر یا عثمان جو اس وقت دربار نبوت میں
 حاضر تھے سمجھ گئے۔ اور ان لوگوں سے کہا خاموش کیا ہو عرض کرو کہ دعا فرمائیے
 کہ ہماری قوم پر جو بلا آئی ہو دور ہو جائے۔ انھوں نے یہ درخواست کی تو آپ نے
 اُن کی خواہش کے مطابق دعا گاہ خداوندی میں دعا کی کہ بارالہ اُن کی مصیبت دور کر
 اس کے بعد جب وہ لوگ واپس گئے تو اپنے ضرر والوں سے سنا کہ جین اُسی دن
 جس دن حضرت رسالت نے قربانیوں کے ذبح ہونے کی خبر دی تھی کوہ کشر کے
 دامن میں ان کو قمر دین عبد اللہ کے آدمی قتل کر رہے تھے۔ اس واقعے نے
 آنحضرت کی نبوت کی پوری تصدیق کرادی۔ اور اس کے بعد ان کی جانب سے
 جو دوسرا گروہ دکھایا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اُس کی وساطت سے سب نے
 دین اسلام قبول کر لیا

فردہ بن میک کی حاضری | پھر اسی سال قبیلہ مراد کا سردار فردہ بن میک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس کی غرض یہ تھی کہ فرمان روایان آل کندہ سے علیحدگی حاصل کرے۔ ظہور اسلام سے چند ہی روز پیشتر قبائل مراد اور ہمدان میں ایک سخت لڑائی ہو چکی تھی جو یوم روم کے نام سے مشہور تھی۔ اس لڑائی میں ہمدان والوں نے فتحیاب ہو کے اہل مراد کو اپنے حوصلے اور اپنی آرزو کے مطابق خوب قتل کیا تھا۔ فردہ مذکور جب آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کیوں فردہ۔ معرکہ روم کے دن تمہاری قوم پر جو مصیبت نازل ہوئی تھی اُس کا تمہیں صدمہ ہر؟ ”عرض کیا یا رسول اللہ جس شخص کی قوم پر ایسی مصیبت نازل ہو اُسے صدمہ نہ ہوگا؟“ آپ نے فرمایا۔ ”اس صدمے سے اسلام میں بھی تمہاری قوم کو فائدہ ہی ہوگا“ اس سے آپ کا نشانہ تھا کہ ہمدان والوں نے ابھی تک دین اسلام نہیں قبول کیا تھا اور ان کی مخالفت سے غالباً وہ بھی مجبور ہو کے دین حق قبول کر لیں گے۔ پھر آنحضرت نے فردہ کو قبائل مراد۔ زبید۔ اور قبیج پر سردار مقرر فرما کے واپس روانہ کیا۔ اور خالد بن سید بن عاص کو ان کے ہمراہ کیا۔ تاکہ ان قبائل سے رقم صدقہ وصول کر کے بارگاہ نبوت میں بھیجا کریں۔ اور نیز ان کے ذریعے سے انہیں دین اسلام کی تعلیم میں مدد ملے۔

فردہ بن عمرو کا حاضر ہونا | اسی سال اسی نام کے ایک دوسرے سردار عرب نے جو نبی خدا کا سردار تھا اور فردہ بن عمرو کے نام سے مشہور تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قاصد بھیج کے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ اور ایک عمدہ سفید فخر آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا۔ یہ فردہ دولت روم کا تابع تھا۔ اور تہا مرہ کی

طرف سے سرحدی عربوں پر حکومت کرتا تھا۔ جب یہ خبر اراکین دولت روم کو پہونچی تو انھوں نے اسے باغی قرار دیا۔ افسوس کہ اسلام اس وقت تک ایسا ہی کے پادشاہین رومیوں کے ارض عرب کے اندر محدود تھا۔ اور رومیوں پر ہاتھ سے مارا جاتا

سلطوت اسلام کا کوئی ایسا اثر نہیں پڑنے پایا تھا کہ مسلمانوں کی ناراضی کی وہ ذرا بھی پردا کرتے۔ چنانچہ ایک پروانہ بھیج کے غزوہ ملک شام میں بلایا گیا۔ جہاں جاتے ہی قید ہو گیا۔ اور آخر وہاں کے قوانین کے مطابق وہ غریب و لدادہ توحید شہر فلسطین میں ایک نہر کے کنارے مصلوب کر کے شہید کیا گیا۔

اب چونکہ تبلیغ رسالت کا آفتاب غروب کے قریب پہونچ گیا تھا۔ اور جو برکت یزدانی آپ کے وجود باوجود کے سامنے وابستہ تھی اس کے واپس لے لیے جانے کو تھوڑا ہی زمانہ باقی رہ گیا تھا لہذا شہادت ایزدی تکمیل اسلام کی غرض کو بہت ہی جلد جلد پورا کر رہی تھی۔ یعنی ہر طرف سے لوگ جوق جوق چلے آتے تھے کہ دین اسلام کو قبول کریں۔ اور بارگاہ نبوت کے آگے سرارادت و اطاعت کو جھکاؤ میں چنانچہ ان مذکورہ جماعتوں کے علاوہ اور بھی بہت سے گروہ مختلف قوموں اور قبیلوں کی طرف سے حاضر ہوئے اور دین اسلام قبول کیا۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ایک جماعت قبیلہ زبید کی طرف سے آئی جس کے ہمراہ عمرو بن معدی کرب دمد زبید زبیدی بھی تھے۔ مگر ان کے آنے سے پیشتر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فردہ بن مسیک کو قبیلہ زبید پر سردار مقرر کر دیا تھا لہذا عمرو بن معدی کرب وین قبول کرنے کے بعد واپس گئے۔ اور اپنی قوم کے ساتھ فردہ کی ماتحتی میں زندگی بسر کرنے لگے۔ مگر جب آپ کی وفات کی خبر سنی تو دین

اسلام سے پھر گئے اور ارتداد قبول کر لیا۔ ایک جماعت قبیلہ عبد القیس کی طرف سے آئی جس کے ہمراہ جآرو بن عمرو تھے۔ یہ اس سے پیشتر دین عیسوی و فد عبد القیس کے پابند تھے۔ مگر اب مسلمان ہوئے۔ اور ایسے راسخ العقیدہ مسلمان کہ حضرت رسالت کی وفات کے وقت جب اکثر لوگ مرتد ہونے لگے تو وفد بنی ضیفہ اور بنیہ کذاب ان کے قدم کو ذرا بھی لغزش نہ ہوئی۔ بلکہ انھوں نے اپنی قوم کو ارتداد سے روکا۔ ایک جماعت دکھابنی خنیفہ کی طرف سے آئی جس کے ہمراہ مشہور مدعی نبوت سیلہ بھی تھا۔ جو اپنے جھوٹے دعویٰ نبوت کی وجہ سے سیلہ کذاب کہلاتا ہے۔ مدینہ طیبہ میں سیلہ حارث کی بیٹی کے مکان میں ٹھہرایا گیا تھا جو ایک انصاریہ خاتون تھیں۔ حضرت سرور کائنات سے مل کے اور آپ کے حالات و عادات کو خوب غور سے دیکھ کے سیلہ واپس گیا۔ اور اپنے وطن اُس کا دعویٰ نبوت یتامہ میں پہنچ کے خود پتھر پری کا دعویٰ کرنے لگا۔ اور وہی اس حکمت علی کے ساتھ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے موافق بنائے ہے۔ چنانچہ کہنے لگا کہ میں محمد رسول اللہ کے ساتھ نبوت میں شریک کیا گیا ہوں۔ اور جب دیکھا کہ بنی خنیفہ نے اُس کے دعویٰ سے نبوت کو تسلیم کر لیا تو اور وہ خط جو آنحضرت کو بھیجا

جس کی عبارت یہ تھی۔ من سیلہ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ (ابعد فانی قد اشرکت معک فی الامر وان لنا نصف الارض وقریش نصفها۔ ولكن ترثنا قوم یقعدون) (رسول خدا سیلہ کی طرف سے رسول خدا محمد کے نام امر رسالت میں میں تمھارے ساتھ شریک کیا گیا ہوں۔ اس طور پر کہ آدمی زمین ہمارے قوم (بنی خنیفہ) کے لیے اور آدمی قریش کے لیے لیکن قریش ایک ایسی قوم کے لوگ ہیں جو ہمیشہ حد سے گزر جاتے ہیں) اس خط کا مضمون پڑھو اسکے

آپ نے ان دو شخصوں سے جو یہ خط لائے تھے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ آپ کی طرف سے اس خط کا جواب سلسلہ پر ایمان لا چکے ہیں۔ فرمایا اگر قاصد و ن کا قتل کرنا ناجائز نہ ہوتا تو میں قتل کراڈالتا۔ پھر یہ جواب لکھو کہ ان کے حوالے کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی سلسلۃ الکذاب۔ ابابعد فالسلام علی من اتبع الهدی فان الارض بعد یورثا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین (مقد رسول اللہ کی جانب سے سلسلہ کے نام جو بہت بڑا جھوٹ بولنے والا ہے۔ اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ زمین اللہ کی جو پہلے بندوں میں سے جسے چاہتا ہو اس کو وراثت کرتا ہے۔ اور انجم کی نیکی پر ہرگز نارون کے لیے جو)

و فد بنی کندہ | پھر اسی سال ساٹھ سو ارون کا ایک گروہ بنی کندہ کی طرف سے مدینے میں حاضر ہو کے آستان بوس نبوت ہوا۔ ان لوگوں کے گھروں میں سلطنت تھی اور عرب میں ہر جگہ دیگر شاہان عرب کی طرح ان کی حکومت کا ادب کیا جاتا تھا۔ مگر اب

دو و بنی عارب بنی ہنس | حضرت رسالت کی پیروی سلطنت کے آگے آخر کار انھیں

وراء | بھی سراطاعت جھکا نا ہی پڑا۔ اسی سلسلہ میں بنی عارب

و فد بنی صدق | بنی عارب اور بنی مدین کے وکیلوں نے بھی حاضر خدمت ہو کے انہما

و فد بنی خولان | اطاعت کیا۔ بنی صدق نے بھی اسی سال آپ کی پیروی کا شرف حاصل کیا۔ جو عین اس وقت جبکہ آپ ختم سال پر اپنا آخری حج ادا کرنے کو تشریف لے جاتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر بنی خولان کی طرف سے

دس وکیل حاضر ہوئے۔ ادا اطاعت قبول کی۔

و فد بنی عامر بن مصدق و فویب | مگر ان حاضر ہونے والوں میں ایک ایسی جماعت

دینچہ کو آیا تھا | آئی جس کے چند اشخاص کی نیت میں فساد تھا اور

دغا بازی کے ارادے سے آئے تھے۔ وہ اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح

موقع پاکے اپنی غداری کی تلوار سے شمع نبوت کو گل کر دیں۔ یہ گروہ بنی عامر بن صعصعہ کا تھا جس میں یہ دو معزز شخص تھے عامر بن طفیل اور اربید بن قیس اور یہی وہ دونوں شخص تھے جو عذر کرنا چاہتے تھے خصوصاً عامر بن طفیل اُس کا ارادہ حاضر ہونے کا نہ تھا۔ مگر جب جزیرہ نما سے عرب میں سب طرف حق کی آواز گونجنے لگی۔ اور تمام بدوی و حضرمی قبائل حاضر ہو ہو کے آستان بوس ہوتے ہوئے لگے تو اس کی قوم کے لوگوں یعنی بنی عامر نے بھی اُس سے اصرار کرنا شروع کیا کہ چلو ہم بھی اس زبردست ربانی اور موحدانہ سلوت کے آگے سرا طاعت بھکا دیں۔ عامر بن طفیل نے اس سے انکار کیا۔ اور کہا میں تو اس نوعمر شخص کی عامر بن طفیل اور اربید بن قیس آپ کی جان لینے کا ارادہ کرتے ہیں

اصرار کیا تو راضی ہو گیا لیکن جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں خدو فریب کی نیت سے۔ اُس نے اربید بن قیس کو بھگادیا کہ جس وقت میں اس شخص (حضرت رسالت) کو باتون میں لگاؤں تو تم پیچھے سے تلوار کا وار کرنا۔ اور اُسے قتل کر ڈالنا۔ الغرض وہ دونوں اسی ارادے سے آپ کی خدمت میں آئے اور جب ملاقات ہوئی تو عامر مذکور اپنی تجویز کے مطابق آپ سے باتیں کرنے لگا مگر غصہ خدا کی قدرت سے ناکام رہتے ہیں | مگر دیر تک منتظر رہا اور اربید کو کسی طرح حملہ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ آخر اکتا کے عامر آپ سے رخصت ہوا۔ اور چلتے وقت وعدہ کرتا گیا میں آپ کے لیے اپنے سوار اور پیدل سپاہی لاؤں گا جو زمین کو بھر لیں گے۔ واپس جا کے راتہ میں اُس نے اربید سے کہا میں نے ہزار باتون میں لگایا مگر تم نے تلوار نہ بلند کی۔ اُس نے کہا میں کرتا تو کیا کرتا؟ جب تلوار کھینچنے کا ارادہ کیا تم سامنے آگئے۔ کیا تمہیں قتل کر ڈالنا؟ یہ حضرت سرور کائنات علیہ السلام کا ایک مجزہ تھا۔ جس کی بدولت دشمن قابو پانے پر ہی آپ کو شہید نہ کر سکا۔ مگر

حاکم کی گفتگو سے آپ اُس کا مطلب سمجھ گئے تھے۔ چنانچہ جیسے ہی وہ رخصت ہو کے گیا۔ آپ نے درگاہ ایزدی میں دعا کی کہ بارالہا۔ مجھے اس کے شر سے بچا۔ اور اول اپنے اعمال کی سزا پاتے ہیں یہ دعا چونکہ آپ کے ایسے سچے پیغمبر کی زبان سے ظاہر ہوئی تھی فوراً سترہ ہفت ہوئی۔ یہ دونوں دشمن گھر تک نہیں پہونچنے پائے تھے کہ راستہ ہی میں عامر بن طفیل نذر طاعون ہوا۔ اور اریہ پر خدا کے غضب کی بجلی گری۔

پھر اسی سال بنی تمیم کے وکیلوں کی ایک جماعت حاضر دربار نبوت ہوئی وفد بنی تمیم اور ان کے سردار زید الخیل جس میں بنی تمیم کے سردار زید الخیل بھی موجود تھے ان لوگوں

نے آتے ہی اسلام قبول کیا۔ اور آخر تک مہبوطی سے اس دین حق پر قائم رہے۔ اور ان کے اس خلوص نیت ہی کا اثر تھا کہ آنحضرت زید الخیل سے مل کے

بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا "عرب کے اکثر لوگوں کا میں نے شہرہ سنا مگر جب وہ مجھ سے آ کے ملے تو اُس سے کم ہی پایا جتنا کہ سنا تھا۔ سوا زید الخیل کے"

پھر آپ نے زید الخیل کے عوض ان کا نام زید الخیل رکھا۔ اور مقام قید اور اس کی اراضی انھیں بطور جاگیر دین اور رخصت کیا۔ مگر افسوس اس نیک نفس اور

خالص خدا پرست کی عمر بوری ہو چکی تھی۔ اس لیے کہ دہی میں ارض نجد کے ایک گاؤں تک پہونچنے پائے تھے کہ بخاریں مبتلا ہوئے اور وہیں انتقال کیا

اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب حضرت علی نامہ نبوت سے لے

رضی اللہ عنہ کو ارض یمن کی طرف روانہ فرمایا۔ اور چونکہ ان سے پیشتر خالد بن ولید کو اسی غرض کے

لیے روانہ کر چکے تھے کہ لوگوں کو دین اسلام کی دعوت کریں۔ لہذا حضرت علی کو خالد وغیرہ پر بھی سردار مقرر کیا۔ حضرت علی تشریف لے گئے۔ اور نامہ نبوت اُن لوگوں کو پڑھ سکے سنا تو اس کا اس قدر اثر ہوا کہ ایک ہی دن یمن

قبیلہ ہمدان کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے۔ یہ مضمون حضرت علیؑ کی تحریر سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ بہت ہی خوش ہوئے۔ اور جو شہر مین آ کے تین بار ارشاد فرمایا ”السلام علی ہمدان“ ہمدانی لوگوں کے اسلام قبول کرنے کے بعد مین کے اور لوگ بھی بہا بر دین اسلام کو قبول کرنے لگے۔ اور آپ کو جب یہ خبر پہنچی تو خداوند جل جلالہ کا شکر یہ ادا کرنے کے لیے بجدے مین گر پڑے۔

اس پیمانہ سلطنت کا انتظام اب قریب قریب سارا عرب اس نئی پیمانہ سلطنت کے تابع فرمان تھا۔ اور اسی وجہ سے آپ کو ضرورت ہوئی کہ مختلف اطراف عرب اور دولت مند قوی قبائل مین اپنا ایک ایک قائم مقام بھیج دیں جو ان سے صدقات و زکوٰۃ کی رقمیں وصول کر کے مدینہ طیبہ مین بھیجے اسلئے کہ اسی آمدنی سے انتظام قائم رکھا جاسکتا تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ رقمیں خزانہ نبوت یا خلافت کا حق قرار دی گئی تھیں۔

آپ کے دان اطراف عرب مین اہم بیان کر چکے ہیں کہ باذان جو دولت ایران کی طرف سے مین کا حاکم تھا جب وہ ایمان لایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو تمام ملک مین کا والی قرار دے دیا۔ اس سال آپ حج سے واپس آئے تھے کہ اس کے انتقال کی خبر آئی۔ لہذا اب آپ نے اس ملک کو کئی مختلف والیوں پر تقسیم کر دیا۔ چنانچہ خاص شہر صنعاء پر تو باذان کے بیٹے شہر کو والی مقرر فرمایا۔ اور مارب پر ابو موسیٰ اشعری کو۔ جند پر یعلیٰ بن آسیہ کو۔ ہمدان پر عامر بن شہر کو۔ قبیلہ عک اور اشعری لوگوں پر طاہر بن ابی ہالہ کو۔ اور جو علاقہ زہید زہد اور نجران کے درمیان مین واقع ہو۔ اُس پر خالد بن سیدہ بن عامر کو۔ نجران

خاص پر عمر دین حرم کو۔ بلا حضرت موت پر زیاد بن کبید کو۔ اور سکا سک ۱ اور سکون پر عکاشہ بن ثور کو۔ اور معاویہ بن کندہ کے قبیلے پر عبد اللہ ماجربن ابی ایسہ کو مقرر فرمایا۔ مگر عبد اللہ ماجربن اتفاق سے بیمار ہو گئے لہذا ان کی طرف سے وہاں کی حکومت زیاد بن کبید نے اپنے ہاتھ میں لی۔ اسی سلسلہ میں آپ نے سحاذ بن جبل کو ارض یمن اور حضرت والون کی طرف روانہ فرمایا کہ وہاں جا کے لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم دیں۔ اور اس سے پیشتر آپ نبی طو اور بنی اسد کی رقم زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے حدی بن حاتم طائی کو۔ اور بنی حنظلہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے مالک بن نویرہ کو روانہ فرما چکے تھے۔ بنی سعد کی زکوٰۃ پر آپ نے انھیں یمن سے دو شخصوں کو مامور کیا۔ اور عمار بن حنفری بحرین پر مامور ہوئے۔

باب سی و چہارم

حجۃ الوداع اور وفات حضرت سرور کائنات صلعم
حجۃ الوداع۔ دسویں یمن آپ کے قایم مقام ابو جاد ہیں۔ دسویں سے آپ کی روانگی ورد کو اور حضرت علی کا یمن سے آ جانا۔ حجۃ الوداع میں آپ کا خطبہ۔ تب نے کو ج کے۔ واپسی مدینہ ثلاثہ اور لشکر اسلام کی روانگی کا حکم۔ اسلام کی سرداری سے لوگوں کی ناراضی۔ اسود بنی کا فتنے میں ہیں۔ اس کا دعویٰ نبوت۔ اور تمام یمن پر متصرف ہو جانا۔ آخر خود اپنی مبالغہ کی بدولت اپنے دو دشمنوں ہی کے ہاتھ سے مارا جانا۔ یمن میں پھر قوت اسلام کا غالب آنا۔ سحاذ بن جبل حاکم منہار منتخب ہوئے آپ کی ناسازی طبیعت۔ زمانہ وفات۔ بیکر راج کی اجازت سے آپ کا حضرت عائشہ کے پاس قیام کرنا جیش اسلام کی روانگی ملتوی رہی۔ اور آپ کی تاکید ضرور روانہ ہو۔ زمانہ مرض۔

سجدین آکے لوگوں سے سنا فی ماہنا۔ آپ اپنی وفات کی خبر دیتے ہیں۔ حضرت ابو بکر
 صدیق کو ناز پر جانے کی اجازت۔ آپ کا مصائب سے رخصت ہونا۔ اور وصیتیں۔
 خیریت و خاں۔ خلافت کے متعلق حضرت علی کی امیدیں۔ جس دن وفات ہوگی
 عالم نزع۔ آخری کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا۔ وفات۔

اب سال اختتام پر تھا۔ اور وہ مبارک مہینہ قریب آگیا جبکہ دین کا
 ایک بہت بڑا اور اہم فرض ہی ج کعبہ ادا کیا جاتا ہے۔ کعبہ خاص علم اسلام کے تابع
 فرمان تھا۔ بہت پرستی و شکر کی پیش کشی ہو چکی تھی۔ اور تمام دور و دراز کے قبائل نے
 حاضر ہو کر اپنے مقادیر سے توبہ کی تھی اور دین اسلام کے پیرو ہوئے جاتے
 تھے۔ حج کے متعلق چونکہ ضروری ہدایات عملی طور پر نہیں بتائے جاسکے تھے اور
 مرد و جہن بہت سی شرک و بت پرستی کی رسمیں ملی ہوئی تھیں۔ لہذا ضرور تھا کہ
 حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس ضروری فرض کو ادا کریں۔ اور اسی
 ضمن میں دنیا کو یہ بھی بتا دیں کہ حج میں اصلی سن ابراہیمی و اساعیلی کیا ہیں اور
 سن باتوں کو باجمہ والوں نے اپنی طرف سے بڑھالیا۔

دس مہینے آپ کے تمام تمام اہل بیتین | اس دینی سفر پر روانہ ہونے سے پیشتر آپ نے
 ابو جہلہ ساعدی کو اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ بلع بن عمر فط غفاری کو اپنا
 مدینے سے آپ کی روانی | نائب اور قائم مقام قرار دے کے مدینہ یلبہ میں چھوڑا۔ اور
 ۲۵ ذی قعدہ کو روانہ ہو گئے۔ اکثر معززین صحابہ اور علماء اسلام ہزارہا کا ہ تھے
 اور قربانی کے لیے سوا دھن بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ابتداء ہر شخص کو یہی خیال تھا
 کہ وہ بارادہ حج جاتا ہے۔ مگر مقام سرف میں پہنچ کے آپ نے فرمایا کہ جو لوگ
 قربانی کرنے کے لیے کوئی جادریلے جاتے ہوں وہ توحج کی نیت کریں۔ اور جن کا

دور وہ کہ اور حضرت علیؓ آجائے | قربانی کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ وہ صرف عمرے کی نیت کر لیں

۴۔ ذی الحجہ کو اتوار کے دن آپ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ اور ہنوز حج کے ارکان میں شروع ہونے پائے تھے کہ حضرت علیؓ ابن ابی طالب آگئے جنھیں آپ نے ارض یمن کی طرف شہر بخران میں بھیجا تھا۔ اور ان لوگوں کی رقم صدقہ وصول کر کے ساتھ لائے تھے۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ اور سب لوگوں کی طرح عمرہ کر کے احرام کھول ڈالیں۔ مگر انھوں نے کمائین نے تو یہ نیت کر کے احرام باندھا تھا کہ جو نیت آپ کی جو وہی میری ہے۔ آپ نے پوچھا تو تم قربانی کے جانور لائے ہو؟ حضرت علیؓ نے کمائین قربانی کے لیے تو میں کچھ نہیں لایا۔ آپ نے فرمایا اچھا تو خیر تم حج کرو۔ اور اپنی قربانی میں ان کو بھی شریک کر لیا۔ اور اپنے طرز عمل اور مختلف ہدایات کے ذریعے سے آپ نے امت محمدی کو بتا دیا کہ اب قیامت تک کیونکر کن ارکان وضو اہل کے ساتھ اور کس شان سے خدا پرستوں اور موصوفوں کا حج ہوا کہ

تجۃ الوداع میں آپ کا خطبہ | اس موقع پر آپ نے عام مجمع حجاج کے سامنے ایک نہایت پر زور اور ہر جوش خطبہ پڑھا جس میں حمد و نعت کے بعد پہلے تو یہ فرمایا کہ شاید اس موقع پر مجھے تم سے ملنے کا موقع نہ ملے جس میں اپنی عمر پوری ہو جانے کی جانب اشارہ تھا۔ پھر فرمایا کہ مسلمانوں کے جان و مال تم پر حرام ہیں۔ جس کسی کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اُس کو فوراً ادا کر دے۔ اور قرض میں جتنا سود تھا سب چھوڑ دیا گیا۔

صرف اصلی روپیہ ادا ہو جانا چاہیے۔ پھر یہ ارشاد ہوا کہ جاہلیت کے جتنے خون باقی ہیں سب سا قح ہو گئے یعنی جاہلیت میں معمول تھا کہ کسی شخص کے ہاتھت کوئی شخص مار ڈالا جاتا تو مقتول کے خاندان اور قبیلہ والے قاتل کے خاندان اور قبیلہ والوں سے پشت بہ پشت تک انتقام لینے کے درپے رہتے جس پر برابر

فساد و فساد اور خونریزیوں کا سلسلہ جاری رہتا۔ انہیں خونریزی کے سلسلوں کے منقطع کرنے اور عام لوگوں میں دینی اخوت کے مضبوط کرنے کے لیے اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نافذ فرمایا کہ وہ سب قدیم خون ساقط ہو گئے۔ اور اب اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرے گا تو قتل کی سزا پائے گا۔ یہ فرماتے وقت آپ نے خود اپنا ایک خاندانی خون چھوڑ دیا۔ اور فرمایا ربیعہ بن حارث بن جبرہ المطلب کا خون جو قبیلہ ہذیل پر جو اسے مین چھوڑے دیتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اہل مکہ کو بشارت دی کہ اب اس کے بعد کچھ بھی تمہارے اس شہر میں شیطان کی پریشانی نہ ہوگی۔ جاہلیت میں جیسا کہ ہم بیان کر لے ہیں رواج تھا کہ لوگ حرام مینوں کو کبھی حلال اور ان کے عوض بعض حلال مینوں کو حرام کر لیا کرتے تھے۔ اس سے آپ نے منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ مینے ابتداء سے تخلیق سے جس سلسلہ کے ساتھ چلے آئے ہیں چلے جائیں گے۔ ان میں تصرف کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ یہ فرمانے کے بعد آپ نے زن دشوہر کے تعلقات کی جانب توجہ کی بتایا کہ مردوں پر عورتوں کے اور عورتوں پر مردوں کے کیا حقوق ہیں۔ اور عورتوں کے ساتھ مردوں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے بعد میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اللہ جل شانہ کی کتاب قرآن۔ اور اس کے رسول کی (سیری) سنتیں۔ اور سب کے آخرین آپ نے بڑے زور کے ساتھ اخوت اسلامی کو یاد دلایا۔ سر

آپ نے گے ج کیے :- ج چونکہ آپ کا آخری حج تھا لہذا حجۃ الوداع کہلاتا ہے۔ اور چونکہ اس میں بہت سے اصول اسلام کی تبلیغ کی گئی تھی لہذا اسے حجۃ الہدایہ بھی کہتے ہیں۔ اس سے پیشتر آپ دو حج اور کر چکے تھے۔ اور یہ ملا کے آپ نے

کل تین حج اپنی زندگی میں کیے۔ پھر دسویں ذی الحجہ کو حج سے فراغت کر کے آپ مدینہ کی طرف واپس روانہ ہوئے۔

واپسی مدینہ اور مدینہ کے بعد چند ہی روز گذرے تھے کہ ذابجہ کا حنینہ ختم ہوا اور محرم کے شروع ہوتے میں سال یعنی سالہ ہجری ہوا۔ محرم اور صفر میں ایک یہ کام ہوا کہ زید بن حارثہ کے بیٹے اُسامہ کو ایک لشکر جہاد کے ساتھ آپ نے ارض فلسطین کی طرف روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ بقاء یعنی فرمان رزایان آل غسان کے ساتھ اور لشکر اسامہ کے دارالسلطنت اور اشاعہ و آدم پر حملہ آور ہوں۔ لوگوں نے روانگی کا حکم فوراً سفر جہاد کا سامان شروع کر دیا۔ منافقین نے جب یہ دیکھا

کہ اسامہ ایک نوعمر شخص جو اوتا آپ کے غلام زید بن حارثہ کا بیٹا ہے تو انہیں دراندازی اسامہ کی سرداری سے لوگوں کی ناراضی اور فساد کرنے کا موقع مل گیا۔ اور اکثر لوگوں میں اس شکایت کو پھیلانے لگے کہ ایک غلام کو تمام ہاجرین و انصار پر سردار مقرر کرویا۔ جب یہ شکایت آپ کے گوش گزار ہوئی تو آپ نے فرمایا اگر یہ لوگ اسامہ کی سرداری پر طعن کرتے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس لیے کہ ان لوگوں نے اس کے باپ کی سرداری پر بھی طعن کیا تھا اور اصل حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اس کے باپ میں سرداری کی لیاقت تھی ویسی ہی اس میں بھی ہے۔ انحضرت آپ کے ارشاد کے مطابق تمام ہاجرین اولین جن میں ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی تھے اسامہ کے ساتھ جانے کے لیے تیار اور جمع ہوئے۔ اور اس سفر جہاد کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ ناگهان حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔

اسوہنسی کا فتنہ میں میں اسی زمانے میں چند روز سے ارض یمن میں اسوہنسی کا فتنہ پھیلا ہوا تھا۔ یہ ایک کاہن تھا جس کا لقب تو ذوالکھار تھا اور نام عہلہ بن کعب اس شخص میں دو باتیں تھیں جن کی وجہ سے لوگوں کے دل اپنے ہاتھ میں لے سکتا تھا

اُس کا دعویٰ نبوت ایک تو یہ کہ بڑا فیسیح البیان اور طلیق اللسان تھا جس سے زیادہ زبردست حربہ عربوں کے سو کرنے کے لیے نہ ہو سکتا تھا۔ پھر اس کے ساتھ دوسرا کمال یہ تھا کہ اکثر عجیب و غریب قسم کے واقعات دکھا کے لوگوں کو گرویدہ کر لیتا۔ الغرض انھیں قوتوں کے دور پر اُس نے دعویٰ نبوت کیا۔ اہل مزحج اُس کی نبوت پر ایمان لائے۔ پھر نجران والوں نے رفاقت کا وعدہ کیا۔ جب یہاں تک قوت حاصل ہو گئی تو سات سو سواروں کو لے کے شہر صنعاء پر حملہ آور ہوا۔ اور تمام مین پر مسرت ہو جانا [شہر بن باذان عجمی الاصل سردار مین جو حضرت رسالت کی جانب سے مین کی حکومت کر رہا تھا مقابلہ کو نکلا۔ مگر لڑائی مین اُسے شکست ہوئی۔ اور اسود نے اسے پکڑ کے قتل کر ڈالا۔ اب صنعاء حضرت موت سے لے کے علاقہ طائف اور مدینہ تک اس کا قبضہ تھا۔ اس کی سلطوت عجیب سرعت کے ساتھ بڑھتی جاتی تھی۔ اور بالکل یہ حالت تھی کہ جیسے آگ لگی اور دم بھر مین یہاں سے وہاں آگیا۔ اسیل گئی مسلمان والیوں نے ڈر ڈر کے اور دب دب کے اُس کی اطاعت قبول کر لی۔ اور اکثر اہل تین مرتد ہو گئے۔ آخر یہاں تک نبوت پہنچی کہ عمر بن عبدی کرب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والی خالد بن عقیقہ بن عاص کے ساتھ تھا ان سے بکڑ کے اسود کا مطیع ہو گیا۔ خالد کو یہ سن کے غصہ آیا۔ فوراً اس کی سرکوبی کو روانہ ہو گئے۔ مقابلہ ہوتے ہی دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار کا دار کیا۔ خالد نے اُس کی مشہور تلوار جو حصصا کہلاتی تھی کاٹ ڈالی۔ اور تھوڑے گھوڑے سے کود کے بھاگا اور اسود کے بیٹے عمرو سے جا ملا۔ پھر اُس کی جانب سے مزحج والوں کا سردار مقرر ہوا۔ اسی اثنا میں اسود نے شہر بن باذان کی بی بی کو اپنی جر و دنیا لیا

الغرض بن ظاہر اسباب مین مین اسلام کا قدم اُکھڑ گیا تھا۔ اور حضرت

سرور کائنات کے والی وغیرہ جو علاقہ ہاے مین مین تھے سب بے دست و پا ہو گئے
 معاذ بن جبل بھاگ کے شہر مارب مین پہنچے وہاں سے ابوموسیٰ بھی ان کے
 ساتھ ہوئے اور حضرت کے علاقہ مین جا کے معاذ شہر سکون مین اور ابوموسیٰ
 سحاک مین ٹھہر گئے۔ عمرو بن حزم اور خالد بن سعید ناکامی کے ساتھ مدینہ مین اہل
 آئے۔ اور طاہر بن ابی ہامہ البتہ اہل عک کے علاقہ مین مقیم ہے۔ مگر یہ لوگ جو
 وہاں تھے بھی تو ان کے بنائے کچھ نہیں بنتا تھا کہ یکایک خداوند جل و علانی
 اس فتنہ کے وہاں اور فرو کرنے کا خود ہی سامان کر دیا۔ جس کا ظہور یون ہوا
 آنحضرتؐ باطنی کی بدولت اگر اسود اتنی ہی ترقی مین آپ سے باہر ہو گیا۔ اب
 اپنے درمیان ہی کے ہاتھ سے لایا ہوا اس کا دماغ آسمان پر تھا۔ اور کسی کی کچھ ہمتی نہ بھٹتا تھا۔
 قیس بن عبد یغوث فیروز اور آدویہ جو مین کے معز اور صاحب اثر رؤسا تھے
 بھاے اس کے کہ ان کی خاطر داشت کرے تو یہاں کرنے لگا۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ
 علیہ وسلم کو جب یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ حسن تدبیر
 سے لوگوں کو اس سے توڑ مین اور لوگوں کو ضلالت کے گڑھے مین گرنے سے
 روکیں۔ ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ قیس بن عبد یغوث جو اپنی
 تو یہاں دیکھ کے رہ گیا تھا ان کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گیا۔ دوسری طرف فیروز نے
 یہ کارروائی کی کہ تنہا بنان کی بی بی آزاد سے جا کے ملا جو اسی کی چچا زاد بہن
 تھی اور جسے اسود نے مبردستی اپنی جو رو بنالیا تھا اور اس سے وعدہ لیا کہ
 اسود کے قتل مین مدد دے۔ اتفاقاً اسود کو پتہ لگ گیا کہ قیس فیروز اور آدویہ میر
 خلاف ہو گئے۔ اور غدر کرنے پر آمادہ یہاں۔ یہ خبر پاتے ہی اس نے انہیں تدبیر بتائی
 کہ رات کے وقت سیند دے کے مکان مین گھس آؤ۔ چنانچہ اسی صلاح کے مطابق
 فیروز اور قیس نے ایک رات کو سیند کے در پے گھس کے اسود کو قتل کر ڈالا۔

اور اس کے ساتھ ہی سفیدہ صبیح کو نمایاں دیکھ کے فخر کی اذان دی۔ دوسری طرف یمن میں پھر قوت اسلام کا غالب ہونا سے داؤد یہ نے اسلام کا نعرہ بلند کیا۔ آسود کے ارے جانے کا واقعہ مشہور ہوتے ہی شہر میں ایک عجیب تہلکہ مچ گیا۔ لوٹ مار جاری ہو گئی۔

بہر حال اس طریقہ سے یمن میں پھر اسلامی حکومت اور سلطوت نبوت قائم ہوئی۔ اور جن صحابہ کو آپ نے والی مقرر کیا تھا وہ اپنی اپنی جگہ پر جا کے معاذ بن جبل حاکم صنعا منتخب ہوئے۔ پھر حکومت کرنے لگے۔ صرف صنعا کی امارت باقی رہ گئی جہاں کا والی شہر بن باذان آسود کے ہاتھ سے شہید ہوا تھا۔ اُس کی جگہ کے لیے لوگوں میں کسی قدر اختلاف تھا۔ بعض لوگ اپنے لیے کوشش کر رہے تھے۔ مگر آخر میں سب نے معاذ بن جبل پر اتفاق کر لیا۔ اور وہی وہاں کے والی و حکمران قرار پائے۔ نماز پڑھائی۔ اور شرعہ کا میاں بنی مدینہ طیبہ میں آپ کی خدمت میں بھیجا۔ مگر افسوس کہ آپ اس خبر کے پہنچنے سے پہلے ہی دنیا کو رخصت کر چکے تھے۔ اس لیے کہ جس روز آسود مارا گیا اس کے دوسرے ہی دن آپ نے وفات پائی۔ آپ کی ناسازی طبیعت | اب المدجل شانہ اپنی حجت پوری کر چکا تھا۔ دنیا کو آپ کے ذریعے سے جو نعمتیں ملنے والی تھیں سب مل چکی تھیں۔ اور اب ضرور تھا کہ جس خدائے واحد و الجلال نے اپنی حقیقت ظاہر کرنے کے لیے آپ کو دنیا میں بھیجا تھا آپ اس کے پاس واپس تشریف لے جائیں۔ مہنور کوئی شکایت نہ تھی کہ یکایک ایک شب کو آپ اٹھے۔ اپنے غلام ابو موسیٰہ کو جگایا۔ اور فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ بہت البقیع میں جا کے ان لوگوں کے لیے دعا سے مغفرت کروں جو وہاں دفن ہیں۔ پھر اسے ساتھ لے کے اسی وقت بہت البقیع میں

تشریف لے گئے۔ اُن کے حق میں دعا سے مغفرت کی۔ اور فرمایا مجھے دنیا کے تمام خزانوں اور خست کی کنجیاں دی گئیں۔ اور اختیار دیا گیا کہ انھیں قبول کروں یا امداد بل شانہ سے ملوں۔ میں نے امداد سے ملنا قبول کر لیا۔

صفو کا مہینہ ختم ہونے کو دو روز باقی رہ گئے تھے کسی قسم کی ناسازی مزاج کسی کے دم و لگان میں بھی تھی اور آپ جناب ام المومنین زینب بنت جحش کے مکان میں تھے کہ یکایک طبیعت کچھ ناساز ہو گئی۔ مگر آپ نے اس کی پروا نہ کی۔ اور حسب محول باری باری ازواجِ مطہرات کے حجروں میں رہتے رہتے یہاں تک کہ جناب بی بی ثویلی باری آئی۔ اُن کے گھر میں مزاج زیادہ ناساز ہو گیا۔ اور اب طبیعت بگڑنے لگی۔ مجبوراً سب بی بیوں کو جمع کر کے آپ نے اس بات کی اجازت لی کہ زائد و نسات بیماری کا زمانہ جناب عائشہ صدیقہ کے مکان میں بسر کریں۔ سب نے خوشی سے اجازت دی۔ آپ جناب عائشہ کے حجرے میں گئے اور وہ آپ کی تیمارداری میں مشغول ہوئیں۔

دیگر ازواج کی اجازت اسی بیماری میں آپ کو اکثر لوگوں کے مرتد ہونے اور اطراف کا حکمران عیسیٰ بن قیس نے عرب میں جا بجا فساد کے اٹھ کھڑے ہونے کی خبریں آئیں اور سنایا گیا کہ یمن میں آسود غسی نے ہامہ میں سیلہ بن جہش اسد بن طلحہ نے اور عسکر نے مقام ہجر میں بغاوت اختیار کی اور مرتد ہو گئے۔ آپ کی ناسازی طبیعت کے ساتھ ان لوگوں کے مرتد ہو جانے کی خبروں کا یہ افر پڑا کہ اُسامہ فوج لے کے شام کی طرف نہیں روانہ ہو سکے۔ آپ ایک دن در بدر کی شدت سے سر میں پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے جیٹل سامہ کی رما گئی منی رہی بازوؤں پر دوسو سونے کے زیور ہیں۔ اور میں نے اُن کو پھونکا تو وہ دونوں اٹھ گئے۔ اس کی تعبیر میرے نزدیک یہی دونوں جھوٹے شخص ہیں

اور آپ کی تاکید کہ ضرور روانہ ہو | ایک تو یا سہ کا جھوٹا شخص (مسئلہ) اور دوسرا آئین کا جھوٹا (اسود غنسی) پھر آپ نے تاکید کی کہ آسامہ اپنی فوج لے کے فوراً روانہ ہو جائیں اس کے بعد ارشاد ہوا "امد لعنت کرے اُن لوگوں پر جنہوں نے اپنے بیٹوں کی قبروں کو مسجد بنائی ہیں۔"

یہ احکام دے کے اور نصیحتیں فرما کے آپ گھر میں واپس تشریف لے گئے۔ اور آسامہ بھی حسبِ حکم مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ مگر تھوڑی ہی دور جا کے مقامِ جثین پڑاؤ ڈال دیا۔ اتنا ہم لوگوں سے آپ کو بیمار چھوڑ کے جایا نہ جاتا تھا کہ یکایک آپ کی طبیعت اور بگڑ گئی۔ اور مرض کی شدت ہوئی۔ مگر باوجود اس شدت مرض کے احکام مٹھی پہنچانے اور لوگوں کو ہدایت کرنے میں برابر مشغول تھے۔ انصار کے پاس کھلا بھیجا کہ آسود کا فتنہ دور کرنے کی تدبیر کریں۔ اور لوگوں کو مردوں سے مقابلہ کرنے کی تاکید کی۔

زائد مرض | ایام مرض میں ایک دن آپ گھر میں آئے تو دیکھا کہ جناب عائشہؓ دردِ سر کی شدت سے یچین ہیں۔ اور کہہ رہی ہیں "ہاے سر! یہ سُن کے فرمایا عائشہؓ تمہیں تو دردِ سر کی شکایت تھی ہے۔ مگر میں بھی یہی کہتا ہوں کہ "ہاے سر! اس کے بعد ارشاد فرمایا "اگر تم مجھ سے پہلے مر جاؤ تو کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔ اس لیے کہ میں تمہاری تمہیں دیکھیں کروں۔ نماز پڑھوں۔ اور دفن کر دوں" حضرت عائشہؓ نے کہا "جی ہاں اور اس کے بعد گھر میں واپس آ کے کسی بی بی سے ہم کنار ہوں۔" یہ سُن کے آپ مسکرائے۔ مگر اب مرض بڑھتا جاتا تھا۔ اسی شدت مرض کے زمانے میں ایک دن آپ اس شان سے باہر نکلے کہ ایک طرف حضرت عباسؓ کے بیٹے فضل سہارا دیے ہوئے تھے اور دوسری طرف حضرت علیؓ۔ اس طرح باہر تشریف لائے مسجد کے ممبر پر رونق افروز

مسجد میں آکے لوگوں سے معافی چاہنا ہوئے۔ اور ایک پراثر خطبہ شروع کیا۔ جس میں
خداوند بیل و عیلا کی حمد و ثنا کے بعد پہلے شہداء کے حق میں دعا ئے
مغفرت کی۔ پھر لوگوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا: ”لوگو ممکن ہو کہ تم لوگوں کے
بعض حقوق میرے ذمے باقی رہ گئے ہوں اس وقت اپنے حقوق تم مجھ سے وصول
کر لو۔ اگر کسی کے میں نے ذمے لگائے ہوں تو یہ میری بیٹھ موجود ہے۔ آکے بدلے لے
کسی کو میں نے گالی دی ہو تو آکے گالی دے لے کسی کا مال لیا ہو تو وصول کر لے۔“ وہ عجیب
جوش و خروش اور اضطراب و اضطراب کی گھڑی ہو گئی جب ایک خدا کا پاک اور
بے نفس پیغمبر دنیا کو نصرت کرتے وقت خود اپنے پیروں۔ اور اپنے اوپر ایمان لانے
والوں کے درمیان میں آکے کھڑا ہوا ہو۔ اور کہہ رہا ہو کہ میرے ہاتھ سے جس
کسی کی دل آزاری ہوئی ہو وہ آکے مجھ سے اسی دنیا میں بدلے لے لے! تنہا ہی
نہیں آپ نے فرمایا ”یہ نہ سمجھو کہ یہ امر میرے خلاف یا ناگوار خاطر ہو گا۔ میں
اُس شخص کو زیادہ عزیز اور دوست سمجھوں گا جو اپنا عا بہ اسی دنیا میں کر لے گا۔“
یہ فرماتے آپ ممبر سے اُتر آئے۔ نہر کی ناز پڑھی۔ اور پھر ممبر پر تشریف لے جا کے
دی فرمانے لگے کہ جس کا کوئی حق میرے ذمے باقی ہو اسی دنیا میں وصول کر لے۔
اس وقت تک تو سب خاموش تھے مگر اب دوبارہ اصرار ہوا تو ایک
آپ اپنی وفات کی خبر دیتے ہیں [شخص نے تین درمیں کا دعویٰ کیا اور آپ نے فوراً
دے دیے۔ پھر اسی مضمون کی نصیحت صحابہ کو کی کہ جس کسی کے ذمے کسی شخص کا حق
باقی ہو اُسے اسی دنیا میں پورا کر دے۔ اس لیے کہ روز جزا کی رسوائی سے اس
دنیا کی رسوائی بہت آسان ہو۔ اس کے بعد شہداء کے لیے پھر دعا ئے
مغفرت کی۔ اور فرمایا ایک بندے کو اللہ نے دنیا میں پہنچنے یا سفر آخرت کرنے کا
اختیار دیا تھا۔ اور اس نے سفر آخرت قبول کر لیا۔ یہ سنتے ہی ابو بکر صدیق

روائے اور بولے "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں۔" آپ نے اس موقع پر ابو بکر صدیق کی تعریف کی۔ اور فرمایا "سو ان کے گھر کی کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی مسجد کے اندر نہ باقی رہے۔" اس کے بعد انصار کے حقوق کا ذکر کیا۔ اور مہاجرین سے فرمایا "ان میں جو صاحبِ عورت ہو اس کی عورت کرو۔ اور ان کے گناہگار کے گناہوں سے بھی جہان تک۔ بنے درگزر کرو۔ ان کا روائہ ان کے بعد آپ حجرہ عاتقہ میں واپس آئے۔

اب مرض بڑھتا جاتا تھا۔ حالت نازک ہوتی جاتی تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ہی مرض ذاتِ الحجب جس میں آپ مبتلا تھے مرض موت ہو جاتا۔ پھر جب آپ مسجد میں نہ جا سکے اور نازک و دیر ہونے لگی تو ہلالِ منے آ کے نازکِ اجازت مانگی۔ حضرت ابو بکر صدیق کو غارِ آپ نے فرمایا ابو بکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ جناب پڑھانے کی اجازت عاتقہ کو اس میں کسی قدر تامل ہوا۔ غالباً اپنے تعلقات کا خیال کر کے یا کسی اور مصلحت سے بولیں "وہ نہایت ہی رقیق القلب آدمی ہیں۔ اور آپ کی جگہ پر کھڑے ہو کے ان میں ضبط کی تاب نہ رہیگی۔" آپ نے اس کا کچھ بھی خیال نہ کیا اور دوبارہ یہی حکم دیا کہ "ابو بکر نماز پڑھائیں۔" جناب عاتقہ نے دوبارہ وہی عذر پیش کیا۔ اس پر آپ نے غصہ ہو کے فرمایا تم وہی یوسف والی عورتیں ہو۔ ابو بکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں۔ الغرض جب یہ حکم نبوی

آپ کی وفات کے بعد انصار نے دعوے کیا تھا کہ خلافت ہمیں ملے یا ہم اس میں شریک کیے جائیں مگر مہاجرین نے اس کی مخالفت کی۔ جو حدیث حضرت صدیق نے پیش کی تھی کہ امامت و حکومت صرف قریش میں رہے اس کی نسبت بعض لوگوں کو شبہ ہوا۔ مگر آنحضرت مسلم کی وصیت بھی بتا رہی ہے کہ حکومت انصار کے سوا کسی اور کے ہاتھ نہ جائے گی جسے آپ نے انصار کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت کی۔

حضرت صدیق کو معلوم ہوا تو وہ نماز پڑھانے کو کھڑے ہوئے۔ اتفاقاً ادھر انھوں نے نماز پڑھانا شروع کی اور ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض میں تخفیف معلوم ہوئی۔ فوراً اٹھے اور دو شخصوں پر سہارا دیے ہوئے تشریف لائے جن میں سے ایک حضرت علی اور دوسرے فضل بن عباس تھے۔ ابو بکر نے آپ کی آہٹ پائی تو پیچھے بنے مگر آنحضرت نے اشارہ کیا کہ جہاں کھڑے ہو دیں کھڑے رہو۔ پھر خود ان کے برابر بیٹھ کے نیت باندھ لی۔ اور یہ نماز اس طرح ادا ہوئی کہ ابو بکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا فرماتے تھے اور تمام مسلمان ابو بکر کی اقتدا کرتے تھے۔

اس کے بعد آپ تین دن تک زندہ رہے۔ اور آپ کے حکم سے سترہ نمازین ابو بکر صدیق نے پڑھائیں۔ عجمہ بن سعد کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ پیشتر سے جین اپنے وفات کی خبر آپ کا صاب سے نمت ہونا [علیہ وسلم نے ایک مہینہ پیشتر سے جین اپنے وفات کی خبر کر دی تھی۔ لیکن اب جو انتقال کا وقت قریب آ گیا تو آپ نے ہم سب کو حجرہ عائشہ میں اپنے سامنے بلایا۔ ہماری صورت دیکھتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اور مر جا فرما کے ہمارا خیر مقدم ادا کیا۔ ہمیں دعا دی۔ اتفاقاً اور حاصی سے بچنے کی نصیحت کی۔ ہم نے پوچھا آپ کی وفات کا وقت کب آئے گا؟ فرمایا: "مٹا رقت کا وقت آ گیا۔ اور اب وہیں سدرۃ المنتہی کے پاس اور حبت المادی اور مصیبت [میں ملاقات ہوگی۔ پوچھا: آپ کو غسل کون دے گا؟" فرمایا: "میرے اعزاء و اقارب۔ پوچھا: آپ کو کس چیز کا کفن دیا جائے؟" فرمایا: "پٹرون میں یا کسی سفید کپڑے میں" دریافت کیا: جنازے کی نماز کون پڑھے؟ یہ سنتے ہی بولے: "مہر و خدا تمھاری مغفرت کرے اور تمھارے نبی سے تم کو جزا سے خیر دے" ہم سب زار و قطار رونے لگے۔ اور آہ وزاری میں مصروف

کہ فرمایا میری میت کو تخت پر لٹا کے قبر کے کنارے رکھ دینا۔ اور تھوڑی دیر کے لیے ہٹ جانا تاکہ جبریل اسرافیل میکائیل اور ملک الموت جماعت ملائکہ کے ساتھ نماز پڑھ لیں پھر تم لوگ گروہ گروہ آ کے میرے جنازے کی نماز پڑھنا۔ اور دیکھو اپنے نالہ و شیون سے مجھے تکلیف نہ دینا۔ اس کے بعد ارشاد کیا تم سب میرا سلام قبول کرو۔ اور جو لوگ یہاں نہ موجود ہوں انھیں بھی میرا سلام پہنچا دو۔ اور جو میرے اس دین میں تمھاری پیروی کریں انھیں بھی میری طرف سے سلام کہہ دینا۔

حدیث قطاس وفات سے پیشتر جو جمعرات گزری اس دن آپ کا مرض بہت زیادہ ہو گیا تھا حضرت عبداللہ بن عباس اس دن کو یاد کر کے اکثر آہیدہ ہو جایا کرتے تھے۔ یہ اسی دن کا واقعہ جو کہ آپ نے فرمایا مجھے دوات اور کاغذ لاؤ۔ میں تمھیں ایک وصیت لکھ دوں تاکہ میرے بعد تم لوگ گمراہ نہ ہو مگر لوگوں نے دوات اور کاغذ کے پیش کرنے میں تاہل کیا کہنے لگے کہ یہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں ہریان جو اس کا خیال نہ کرنا چاہیے اور آپ کے بستر مرگ کے پاس لوگوں میں جھگڑا ہونے لگا۔ جو واقعی نازیبا تھا۔ پھر لوگ اسی امر کو آپ سے بار بار پوچھنے لگے جس کے جواب میں آپ نے صرت اس قدر فرمایا بس اب رہت دو۔ میں جس حالت میں ہوں وہ بہ نسبت اس کے اچھی ہے جس طرح تم مجھے لے جانا چاہتے ہو پھر آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ مشرکین جزیرہ نماے عرب میں نہ رہنے پائیں۔ اور تبلیغ دین کے لیے جس طرح آپ کے حکم سے مختلف جماعتیں روانہ ہوتی رہی تھیں اسی طرح براہمہ روانہ ہوتی رہیں اس واقعے سے علما سے فیض استفادہ لال پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ کو اپنا وارث قرار دے جائیں اور اسی امر کو کہہ کر آپ کا مقصود تھا۔ ممکن ہو کہ ایسا ہی ہو۔ مگر ہمارے پاس اس بات کے معلوم کرنے کا کوئی قرینہ نہیں ہے کہ آپ کا اصلی مقصود کیا تھا۔ انتقال کے وقت جو زبانی وصیتیں آپ نے کی ہیں ان سے کسی مقام پر یہ خیال نہیں ظاہر ہوتا کہ آپ حضرت علیؑ کو وارث بنانا چاہتے تھے۔ نبی ہاشم میں سے متعدد لوگ اکثر اوقات آپ کے بچھونے کے پاس رہتے تھے۔ لیکن تھا کہ آپ انہیں سے اس امر کو ظاہر کر دیتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اور پھر لطف یہ کہ حضرت علیؑ کا خیال بھی اس طرف نہیں گیا۔

عین اُس روز کا ذکر ہے جس روز آپ کا انتقال ہونے والا تھا کہ صبح کو طبیعت کسی قدر بجال تھی حضرت علیؑ آنحضرت صلیع کے پاس سے نکلے تو لوگوں نے جو نہایت یتیمانی کے ساتھ آپ کے حالات دریافت کرتے رہتے تھے پوچھا رسول اللہ کیسے ہیں؟ جناب علیؑ نے فرمایا الحمد للہ آج طبیعت رو بہ اصلاح ہوئی یہ سنتے ہی عم رسول اللہ خلافت کے متعلق حضرت علیؑ کی اس بین جناب عباس نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور مجمع سے الگ لے جاکے کما علیؑ تین دن کے بعد تم کسی اور کی لکڑی کے غلام ہو جاؤ گے۔ رسول اللہ اسی مرض میں انتقال ہو گا۔ میں خاندان عبدالمطلب کے چہرہ دن پر موت کے آثار پہچان لیتا ہوں۔ تم جاکے دریافت کرو کہ آپ کے بعد حکومت اسلام کس کے ہاتھ میں رہے۔ اگر ہم اس کے وارث ہونے والے ہوں تو ہمیں پہلے سے اطلاع ہو جائے۔ اور اگر ہمارے سوا کوئی اور مالک ہونے والا ہو تو اسے حکم دے دیں حضرت علیؑ نے کہا اگر ہم نے پوچھا اور رسول اللہ صلیع نے ہمیں اس سے روک دیا تو پھر کچھ لیجئے کہ پھر ہمیں حکومت نہ ملے گی۔ میں تو خدا کی قسم نہ پوچھوں گا اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عباسؑ اور علیؑ کے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ جناب سالت انہیں خلافت اسلامیہ کا وارث قرار دینے جس دن وفات ہوگی اس دن صبح تیرہ بجے کے مرض میں اس قدر سکون معلوم ہوتا تھا کہ نماز

باب سی و پنجم

واقعات بعد وفات سرور عالم

اہل مدینہ کی پریشانی - عمر فاروق کی حالت - اُن کی تقریر سے مسلمانوں میں سکون -
 جانشینی رسالت کی فکر اور مختلف پارٹیان - جی ہاشم - انصار اور عقیقہ بنی ساعدہ
 حاتم ہاجرین - ابوبکر و عمر عقیقہ بنی ساعدہ میں - آپ کی بکث اور رد و قدح - ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت - خلافت
 انصار میں چھوٹ - آخر اُن سب کا بھی بیعت کرنا - جی ہاشم کی مخالفت - اصل واقعہ کیا ہے - اُس کا فیصلہ کیا
 کہاں دفن ہون - غسل میت کے بارے میں غیبی فیصلہ غسل دینے والے کفن - نماز جنازہ - اور دفن۔

اہل مدینہ کی پریشانی | آہ و بکا کی آواز سنائی گئی سارے مدینہ میں کہ امیر پڑ گیا صحابہ
 واضطر انظار ہو رہا تھا - ہر شخص کے چہرے پر بایوسی برس رہی تھی - اور یہ ہوا تھا کہ حضور فرما
 کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد دیکھیے اب کیا ہوتا ہے ایک مہینہ حرم اور بادی برحق کی وفات
 تھی جو فقط رہبر عالم ہی تھا بلکہ خدا کی مہربانی سے دنیا کا مصلحت مند الہی کا معلم تھا - اور حضرت
 رسول کی مبارک آنکھیں بند ہوتے ہی لوگوں کو نفا آتے - دین و دنیا دونوں حیثیتوں سے ہم ناملت
 بن جاتے - اور نہیں - اور نہیں جانتے کہ کیا کرے۔

عمر فاروق کی حالت | عمر فاروق نے یہ واقعہ ہوش رہا سنا تو حواس جاتے رہے دماغ مختل ہو گیا
 ہر جواسر - سان نبوی پر حاضر ہوئے اور بیان سب لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ حضرت
 کو سدھالے اور اپنے رفیق علی کے پاس پہنچ گئے - سنتے ہی طیش آ گیا - اور مسجد نبوی میں
 محمّدوں کی طرح نہایت برہمی سے چلانے لگے "یہ منافقوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گئے
 آپ مرے نہیں خدا کی قسم موسیٰ کی طرح خداوند رب العزت کے پاس گئے ہیں عنقریب واپس
 تشریف لائیں گے اور جو لوگ آپ کے مرنے کی خبر اڑا رہے ہیں اُن کے ہاتھ پاؤں کٹاؤ لائیں گے
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے حضرت عمر کو غسل مچلتے سنا مگر کچھ نہ بولے سید

اندر چلے گئے۔ دیکھا کہ ایک طرف جسد اطہر چادر میں لٹا بچھونے پر رکھا ہے۔ سر ہانے جانے چادر کا
 کونا اٹھا چڑھ مبارک دیکھا۔ جھک کے اُس کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا میرے مان بآپ خدا ہوں آپ
 زندگی میں بھی پاک و صاف اور نہایت اچھے تھے اور بعد وفات بھی پاک و صاف درجے میں اس جہنم
 نے جو موت آپ کے حق میں کبھی تھی پوری ہوئی اس کے بعد پھر اسی حج چادر روئے انور پر ڈال دی۔
 اُنکی تقریر سے مسلمان زمین مکون اور مکمل کے مسیحا بن گئے حضرت عمرؓ اب تک ہی مسرور رہے تھے ٹھیکسہ ہر ہفتہ میں
 تھی اور کہہ رہے تھے کہ جو کوئی کہے گا محمد رسول اللہ مر گئے اُس کا سر اُڑا دوں گا۔ اُن سے کہا چپ ہو۔ مگر بچلا
 اُس وقت کہنے والے تھے ہ بالکل ساعت نہ کی۔ تب ابوبکر صدیقؓ دیگر حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور حمد
 الملیٰ ثلث رسالت پناہی کے بعد فرمایا۔ لوگو! جو کوئی محمدؐ کو پوجتا ہو اُس نے کہ محمد مر گئے مگر جو خدا کو پوجتا ہو وہ
 مرنے کے بعد اوند و عالم زندہ ہو اور کبھی نہ مرے گا۔ اس کے بعد قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ پڑھی ”و اما محمد
 الارسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ ومن یقلب علی عقبہ فلی علی اللہ
 شیشا۔ ویسوی اللہ الاشاکیرین۔“ (تو جہر) نہیں ہیں مگر رسول۔ اُن سے پہلے بھی پیغمبر گزرتے ہیں مگر وہ مر جاتے ہیں
 مگر میں نہیں مرنے کا پائوں اور میں جیسا کہ ہے اور جو کوئی اُن کے پاؤں دایس ہائے کا وہ اللہ کو کہہ کر نقصان نہ پہنچاتا
 اور اللہ عنقریب شکر کرے والوں کو جزا دے (خبر) دے گا۔

ابوبکرؓ کی یہ تقریر سن کر لوگوں کے حواس درست ہوئے معلوم ہوا کہ دنیا بال گئی اور وہ
 ایک عالم سے دوسرے عالم میں آگئے حضرت عمرؓ کہتے ہیں بچے ایسا معلوم ہوا جیسے یہ آمدت
 میں نے کبھی سنی ہی نہ تھی۔ پاؤں لڑکھڑائے اور میں زمین پر گر پڑا۔ محسوس ہوا تھا کہ جیسے
 میرے پاؤں کٹ گئے ہیں یا جھوٹے پڑ گئے ہیں۔ سکھ رکھ کے زور کرتا تھا اگر اُٹھتا نہ جاتا۔ پامنا
 جسم کے ہٹھانے کی قوت ہی نہ تھی۔ اور اب اس گھڑی مجھے یقین آیا کہ واقعی حضرت
 سرور عالم نے سفر آخرت فرمایا۔

چالیسویں رسالت کی فکر اور اس پریشانی میں سب کے پہلے لوگوں کو اس بات کی فکر ہوئی کہ آپ کی
 مختلف پریشانی

جانشین کون ہوگا۔ اس خیال نے مسلمانوں کے تین گروہ کر دیے۔ اصلی گروہ تو دوتھے جیسا کہ ہم
اس سے پہلے بتا چکے ہیں۔ اول مکے کے قریش جو آپ کے ہمراہ وطن چھوڑ کر اور گھر بار کو خیر و بد کہہ کے
مدینہ منقلبہ میں آپڑے تھے اور اہل مدینہ کی همان نوازی پر زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور اب ان میں سے
اکثر کے ذرائع معیشت بھی پیدا ہو گئے تھے۔ یہ ہمارے جن کلمات تھے دوسرے اہل مدینہ جن کے حسن
عقیدت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین شریعت بن بھٹون نے حضور انور کے وطنی رفقا کو جوش و ہنداری سے
سرا آکھوں پر بٹھایا۔ آپ پر اور دین اسلام پر جانیں فدا کرنے کو تیار رہے۔ اور انھیں کی
قوت سے اسلام کا سارے عرب میں بول بالا ہوا۔ اور آخر کار خود مکہ فتح ہوا اور کعبہ حجاز
شرک سے پاک ہوا یہ انصار کہلاتے تھے یہ اصلی گروہ تھے اس موقع پر ایک تیسرا گروہ نبی ہاشم
یہ لوگ بھی مہاجرین میں شامل تھے مگر حضور سرور عالم سے نسبتی قربات اور خانہ
رکنے کی وجہ سے اپنے حقوق اوروں سے زیادہ سمجھتے تھے۔ اگرچہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقب سے
یا دیکھے گئے ہیں مگر ان میں اور بھی چند لوگ مثلاً طلحہ، زبیر اور ابو سفیان وغیرہ شامل تھے۔
نذکر دو تین گروہوں میں سے دو یعنی بنی ہاشم اور انصار کو سب سے فکر پیدا ہوئی کہ آپ کا
نبی ہاشم جانشین کون ہوگا۔ بنی ہاشم اس بارہ خاص میں مشائخ کے لیے جناب سیدنا
فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں جمع ہوئے۔ ان کے لگے کہ جو کوئی خلیفہ رسول اللہ
انصار اور شیعی بنی ساعدہ منتخب ہو جائے۔

حصار کے دونوں گروہ آؤں اور جزیرہ
اپنے ایک چمکے۔

سیحہ بنی ساعدہ کہلاتا تھا۔ ان لوگوں نے باہم مشورہ کیا کہ
ہم جسے والے ہیں ہماری کثرت ہے۔ ہماری قوت سب سے بڑی ہے۔ لہذا اب کوئی
وجہ نہیں کہ ہم غیروں کے غلام ہو جائیں۔ حضرت رسول کی اور بات بھی۔ آپ پیغمبرِ رحمت تھے
آپ انشار۔ آپ کی غلامی ہمارا غرور سرمایہ ناز بھی لیکن اب آپ کے بعد ہم
قریش اور مکہ والوں کے دست نگران نہ رہیں گے۔ اور ہمارے شہر کی حکومت اور ہماری
حکومت کی باگ ہمارے ہی ہاتھوں میں رہنی چاہیے بھٹون نے مل کر نبی خراج کے سردار

سعد بن عبادہ کو منتخب کیا۔ اور باہر قرار پا گیا کہ سعد ہی کے ہاتھ پر خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی جائے۔ اس میں سعد نے ایک پُرچوش تقریر کر کے سب کو اپنے موافق بھی بنالیا۔

بر حال جاثیفی رسول کی پہلی فکر بنی ہاشم اور انصار کو ہوئی۔ عام مہاجرین کا بھی اس طرف عام مہاجرین خیال بھی نہیں گیا تھا۔ وہ ابھی تک روئے پیٹنے اور حضرت رسول کی مفارقت کے

غم میں مبتلا تھے کہ کسی ذریعے سے یہ واقعات حضرت عمر فاروق کے گوش گزار ہوئے انھوں نے بنی ہاشم کا توجہ خدان خیال کیا اس لیے کہ اپنے تھے اور تھوڑے سے لوگ تھے مگر انصار کی تجویز نے ان کو

پریشان کر دیا۔ فوراً ڈرتے ہوئے آستان رسالت پر آئے اور ابو بکر صدیق کو بلایا جو جناب عائشہؓ کے پاس اندر تھے۔ انھوں نے پہلے تو کھلا بھیجا کہ اس وقت مجھے باہر آنے کی فرصت نہیں۔ مگر

ابو بکر و عمر صدیق و عمرؓ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے سخت ضرورت ہو تو وہ باہر نکلے۔ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے سخت ضرورت ہو تو وہ باہر نکلے۔ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے

سخت ضرورت ہو تو وہ باہر نکلے۔ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے سخت ضرورت ہو تو وہ باہر نکلے۔ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے

سخت ضرورت ہو تو وہ باہر نکلے۔ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے سخت ضرورت ہو تو وہ باہر نکلے۔ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے

سخت ضرورت ہو تو وہ باہر نکلے۔ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے سخت ضرورت ہو تو وہ باہر نکلے۔ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے

سخت ضرورت ہو تو وہ باہر نکلے۔ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے سخت ضرورت ہو تو وہ باہر نکلے۔ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے

سخت ضرورت ہو تو وہ باہر نکلے۔ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے سخت ضرورت ہو تو وہ باہر نکلے۔ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے

سخت ضرورت ہو تو وہ باہر نکلے۔ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے سخت ضرورت ہو تو وہ باہر نکلے۔ اور حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر انھوں نے

